www.kitabmart.in

www.kitabmart.in

نہج البلاغہ کا استناد

علامہ خان امتیاز علی خاں صاحب عرشی رامپوری ظلہ

ادب کی مشہور کتابوں میں ایک "نہج البلاغہ" بھی ہے۔ اس میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
خطوط اور حکیمانہ اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ امیر المومنینؑ کی گرامی ذات معدن فصاحت و بلاغت ہونے کے سا
امام معصوم کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ اس لئے اس کے مشمولات کی اہمیت دُہری ہوگئی ہے۔

ضروری یہ ہے کہ اس کے مؤلف الشریف الرضی ذوالحسبین محمد بن الحسین ابن موسی الموسوی الشیعی متوفی ۴۰۶ھ (۱۰۱۵
شریف المرتضیٰ ذوالمجدین علی بن الحسین المشہور بعلم الہدیٰ متوفی ۴۳۶ھ (۱۰۴۴ء) کے چھوٹے بھائی تھے۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں خطبہ شقشقیہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے استاد ابوالخیر مصدق بن شبیب الوا
ھ مطابق ۱۲۰۸ء) نے ۶۰۳ھ (۱۲۰۶ء) میں مجھ سے بیان کیا تھا کہ میں نے اپنے استاد ابو محمد عبداللہ بن احمد المعرو
ب (متوفی ۵۶۷ھ مطابق ۱۱۷۲ء) سے یہ خطبہ پڑھا تو اُن سے پوچھا تھا:-

قول انها منحولة ؟" فقال: "لا والله۔
انه كلامه كما اعلم انك مصدق"

"کیا آپ اسے جعلی کہتے ہیں؟" انھوں نے کہا۔ "بخدا ہرگز نہیں
حقیقتہً میں تو اسے امیر المومنین کا کلام بالکل اسی طرح جانتا ہوں جیسا
تمھیں مصدق جانتا ہوں"

ت له: "ان كثيرا من الناس يقولون انها من
": فقال: "اني للرضي ولغير الرضي هذا النفس
وب۔ قد وقفنا على رسائل الرضي وعرفنا
الكلام المنثور وما يقع مع هذا الكلام
لاخر" له

میں نے کہا۔ "بہت سے لوگ اسے رضی کا کلام بتاتے
انھوں نے فرمایا۔ "رضی وغیرہ کو یہ طریقہ اور یہ طرز کہاں نصیب
ہم رضی کے خطوط سے واقف ہیں۔ اور کلام نثر میں اس کے اسلو
کو پہچانتے ہیں۔ اسے اس کلام سے کوئی علاقہ نہیں"

ایک اور مقام پر لکھا ہے:-

كثيرا من ارباب الهوى يقولون ان كثيرا
بلاغة كلام محدث صنعه قوم من فصحاء
ربما عزوا بعضه الى الرضي ابي الحسن

بہت سے ارباب ہوا کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ کا بڑا حصہ
کلام ہے۔ جسے فصحائے شیعہ میں سے کچھ لوگوں نے بنالیا
اور بعض اوقات اس کے کچھ حصے کو ابوالحسن رضی وغیرہ

www.kitabmart.in

وغیرہ۔ وھٰؤلاء قوم اعمت العصبیۃ اعینھم فضلوا عن النھج الواضح، ورکبوا بُنیات الطریق ضلالاً وقلۃ معرفتھم باسالیب الکلام۔" [1]

منسوب کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی آنکھوں کو تعصب نے بے نور کر
پس یہ کھلے راستے سے بھٹک گئے۔ اور چھوٹے چھوٹے راس
اس لئے کہ یہ لوگ اسالیبِ کلام سے کم واقف تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں نہج البلاغہ کے بڑے حصّے کے متعلق یہ خیال علماء کی ایک اچھی خاص
تھا کہ اس کا امیر المومنین کی طرف انتساب درست نہیں ہے اور وہ یہ یقین کرتے تھے کہ اس کے مشمولات کو فصحاء شیعہ نے لکھا
جن میں خود سید رضی بھی شامل تھے۔

ابن خلّکان (متوفی ۶۸۱ھ مطابق ۱۲۸۲ء) نے "وفیات الاعیان" میں شریف المرتضیٰ کے حال میں لکھا ہے کہ:-

قد اختلف الناس فی کتاب نھج البلاغۃ المجموع من کلام الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ھل ھو جمعہ أم جمع اخیہ الرضی۔

وقد قیل: إنہ لیس من کلام علی۔ وانما الذی جمعہ ونسبہ إلیہ ھو الذی وضعہ۔ واللہ أعلم [2]

لوگوں کو کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں، جو مجموعہ
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کلام کا۔ اختلاف ہے کہ اسے
جمع کیا ہے یا ان کے بھائی رضی نے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علیؓ کا کلام نہیں جس نے
کیا اور ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی نے یہ بنایا ہے۔ واللہ

ابن خلکان کے بعد ابن الاثیر نے "مختصر الوفیات" [3] میں صلاح الدین صفدی نے "الوافی بالوفیات" [4] میں علامہ یافعی
"مراۃ الجنان" [5] میں اور ابن العماد نے "شذرات الذہب" [6] میں شریف مرتضیٰ کے تذکرے میں تقریباً انھیں الفاظ کو دُہرا دیا
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تذکرہ نگار بھی ابن خلکان کے ہم رائے ہیں۔

علامہ ذہبی نے "میزان الاعتدال" [7] میں اور ابن حجر العسقلانی نے "لسان المیزان" [8] میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

"وھو (الشریف المرتضیٰ) المتھم بوضع کتاب نھج البلاغۃ۔ ولہ مشارکۃ قویۃ فی العلوم۔

ومن طالع کتابہ، نھج البلاغۃ، جزم بانہ مکذوب علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ۔ ففیہ السبُّ الصُّراح والحطُّ علی السیدین ابی بکرؓ وعمرؓ وفیہ من التناقض والاشیاء الرکیکۃ والعبارات التی

انھیں (شریف مرتضیٰ) پر کتاب نہج البلاغہ کے بنانے کی تہمت لگا
ہے۔ مختلف علوم میں ان کی بڑی حصہ داری تھی۔

اور جس نے ان کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اسے ا
کہ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے نام پر بنائی گئی ہے۔ کیونک
کھُلی کھُلی گالیاں ہیں اور توہین ہے دُوسرداروں ابو بکرؓ و عمرؓ
اس میں ایسا تناقض، رکیک باتیں اور عبارتیں ہیں

---

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳۔ [2] وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۴۷۸ طبع مصر ۱۲۷۵ھ - ۱۸۵۸ء۔ [3] ابن الاثیر۔ یہ کتاب میرے سامنے نہیں
"روضات الجنات" طبع ایران ۱۳۰۷ھ صفحہ ۳۸۶ میں اس کے جو الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ وہ ابن خلکان کی صدائے بازگشت ہے۔ [4] "الوافی" کی
۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں استنبول سے شائع ہو چکی ہے۔ مگر یہ محمدین کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس لئے اس میں شریف مرتضیٰ کا ذکر نہیں آیا۔ میں نے
حوالہ "روضات الجنات" صفحہ ۳۸۶ سے نقل کیا ہے جس کے سامنے اس کتاب کا مکمل نسخہ تھا۔ چنانچہ وہ الفاظ جو روضات میں صفدی کے نام سے نقل ہو
عینہٖ ابن خلکان کے الفاظ ہیں۔ [5] مراۃ الجنان جلد ۳ صفحہ ۵۵ طبع حیدر آباد ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء۔ [6] شذرات الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۵۷ طبع مصر ۱۳۵۰
[7] میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ طبع لکھنؤ ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء۔ [8] لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۲۲۳ طبع حیدر آباد ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء۔

www.kitabmart.in

ں له معرفة بنفس القرشيين الصحابة و س غيرهم ممن بعدهم من المتاخرين، جزم ی اکثرہ باطل "۔	قریشی صحابہ کا طریقہ کتابت و گفتگو معلوم ہے۔ اور وہ ان کے بعد کے لوگوں کے اسلوب کو پہچانتا ہے۔ وہ یقین کرے گا کہ اس کا بڑا حصہ باطل ہے۔

ابن خلکان اور اس کے متبعین کے تبصروں سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

ت) نہج البلاغہ کے مؤلف کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ کچھ عالم اسے شریف مرتضیٰ اور دوسرے شریف رضی کی تالیف بتاتے ہیں
ب) خود ان حضرات کے نزدیک شریف مرتضیٰ اس کے جامع ہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے کتاب کا ذکر شریف مرتضیٰ ہی کے حال میں کیا ہے
ج) بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے خطبے وغیرہ امیر المومنین کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے جامع نے خود لکھ کر ان کی طرف
منسوب کر دیئے ہیں۔ ذہبی اور عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ شریف مرتضیٰ نے اس کتاب کو خود لکھ کر امیر المومنین کی طرف منسوب کر دیا ہے
ان دونوں نے ابن خلکان وغیرہ کے برخلاف اس کتاب کے مشمولات کے جعلی ہونے کے دلائل بھی پیش کئے ہیں یعنی
- اس میں حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی کھلی توہین نظر آتی ہے۔
- اس کے بیانوں میں تناقض اور اختلاف ہے۔
- اس میں ایسی رکیک باتیں اور عبارتیں ہیں جو صحابہ کے مزاج اور اسلوب سے دور اور متاخرین کے رویہ کے قریب معلوم ہوتی ہیں
اگلے صفحات میں ابن خلکان اور ذہبی کے مذکورہ بالا دعووں اور دلیلوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تاکہ نہج کے مؤلف اور اس کے
جات کے متعلق قطعی رائے قائم کی جا سکے۔

ف کی تعیین

تاریخ و تذکرے کی جن کتابوں میں شریف رضی و مرتضیٰ کا ذکر ہوا ہے ان میں سے حسب ذیل مصنفات کے مرتب ان دونوں بھائیوں کے معاصر ہیں۔

۱۔ یتیمۃ الدہر و تتمۃ الیتیمۃ - ہر دو مؤلفہ ابو منصور ثعالبی متوفی ۴۲۹ھ - ۱۰۳۸ء -
۲۔ کتاب الرجال - مؤلفہ علامہ نجاشی متوفی ۴۵۰ھ - ۱۰۵۸ء -
۳۔ کتاب الفہرست - مؤلفہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی متوفی ۴۶۰ھ - ۱۰۶۸ء
۴۔ تاریخ بغداد - مؤلفہ خطیب بغدادی - متوفی ۴۶۳ھ - ۱۰۷۱ء -

نمبر ۳ میں شریف رضی کا مذکور نہیں ہے اور شریف مرتضیٰ کے ذکر میں ان کی جن کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ ان میں نہج البلاغہ شامل ہے۔

نمبر ۱۔ اور نمبر ۴ میں دونوں بھائیوں کا حال لکھا گیا ہے۔ مگر نہج البلاغہ کا تذکرہ کہیں بھی نہیں ہوا۔
نمبر ۲ میں بھی ان دونوں کا ذکر اور ان کے مصنفات کی تفصیل مندرج ہے۔ مگر اس میں کتاب کا مؤلف شریف رضی کو قرار دیا گیا ہے۔

---

۱ یتیمۃ الدہر جلد ۲ ص ۲۹۷ طبع دمشق ۱۳۰۳ھ - ۸۵-۱۸۸۴ء - ۲ تتمۃ الیتیمہ جلد ۱ ص ۵۳ طبع طہران ۱۳۵۳ھ - ۱۹۳۴ء -
۳ کتاب الرجال ص ۱۹۶ و ۲۸۳ طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ - ۱۸۹۹ء ۴ کتاب الفہرست ص ۲۱۵ طبع کلکتہ ۱۲۷۱ھ - ۱۸۵۴ء -
۵ تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۲۴۶ و جلد ۱۱ ص ۴۰۲ طبع مصر ۱۳۴۹ھ - ۱۹۳۱ء

www.kitabmart.in

جسے اپنا نفس معزز معلوم ہوگا، خواہشات نفس اس کے لئے حقیر ہوں گے

نجاشی اور طوسی دونوں کی شہادت کی اہمیت محتاج بیان نہیں اور اس لئے اسے مسئلہ زیر بحث میں فیصلہ کن قرار دینا
مگر میں چاہتا ہوں کہ دوسری خارجی و داخلی شہادتیں بھی درج کر دوں۔ تاکہ آئندہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ
کے مؤلف شریف رضی ہونے کی دیگر شہادتیں حسب ذیل ہیں :-

پہلی دلیل کتاب کے دیباچہ میں مؤلف نے لکھا ہے کہ میں نے عنفوانِ سن میں "خصائص الآئمہ" نام کی ایک کتاب ک
کی تھی۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے خصائص لکھنے پایا تھا کہ بعض موانع نے کتاب کے اتمام سے روک
اس حصے کے آخر میں ایک فصل ایسی بھی تھی جس میں امیر المومنین کی چھوٹی چھوٹی حکمت و ادب اور امثال پر مشتمل گفتگوئیں د
تھیں۔ دوستوں نے اس حصے کو بے حد پسند کیا۔ اور یہ خواہش کی کہ آپ کے مختلف مضامین پر مشتمل خطبے، خطوط، مواعظ اور
اقوال چھانٹ چھانٹ کر ایک کتاب میں جمع کر دوں[1]۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ کے جامع نے اسے اپنی دوسری کتاب "خصائص الآئمہ" کے بعد تالیف ک
نہج کے بیسویں خطبے کی شرح میں اس کتاب کا حوالہ دے کر مؤلف نے اپنے دیباچہ کے بیان کی توثیق بھی کر دی ہے۔ چنانچہ
یہ الفاظ کہ :-

"قد نبّهنا فی کتاب الخصائص علی عِظَمِ قدرِها وشَرَفِ جوهرِها"[2]

ہم نے کتاب الخصائص میں اس کی عظمتِ قدر اور شر
کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔

"کتاب الخصائص" کے اس کی اپنی تالیف ہونے پر حجتِ قاطع ہیں۔

اس کتاب کا ایک نہایت قدیم اور بیش قیمت مخطوط کتاب خانۂ رامپور میں محفوظ ہے۔ اس کے خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے
بن الحسین بن ابی القاسم الحاج الفراہانی نے ۵۵۳ھ/۱۱۵۸ء میں اس کی کتابت سے فراغت حاصل کی تھی۔ کتاب کے سرورق پر
کتاب ہی کے خط میں لکھا ہے "کتاب خصائص الآئمہ الاثنی عشر علیہم السلام تصنیف السید الامام الرضی ذی الحسبین ابی الحسن
بن الحسین بن موسی الموسوی رضی اللہ عنہ"۔

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصائص کا مؤلف شریف رضی ہے۔ کاتب کے اس قول کی تائید اس اجازے سے بھی ہ
جو سرورق ہی پر کتاب و مؤلف کے نام کے نیچے مندرج ہے۔ اس اجازے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الرضا فضل اللہ بن علی الحسین
نے ذیقعدہ ۵۵۵ھ - ۱۱۶۰ء میں یہ کتاب عبد الجبار مذکور کو پڑھائی۔ اور خود اس کی سند "ابو الفتح اسمٰعیل بن الفضل بن احمد الا
سے حاصل کی۔ سراج نے اس کتاب کو ابو المظفر عبد اللہ بن الشبیب سے پڑھا اور انھوں نے ابو الفضل الخزاعی سے اجازہ لیا
شریف رضی کا شاگرد تھا۔

اس اجازے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فضل اللہ راوندی کے نزدیک، اس کے اساتذہ کے بیان کے مطابق کتاب ال
مؤلف شریف رضی ہی ہے۔

خصائص کے کاتب اور اس کے استاد راوندی کی تحریر کی تائید علامہ نجاشی کی کتاب الرجال سے بھی ہوتی ہے۔ جس

---

[1] نہج البلاغہ جلد ۱ ص۔ طبع مصر۔ بتصحیح محی الدین عبد الحمید مطبعۃ الاستقامہ۔ [2] ایضاً جلد ۱ ص۵۲

www.kitabmart.in

شریف رضی کی تالیفات میں شمار کیا گیا ہے[1]

ن سب شہادتوں کی پشت پر خود کتاب الخصائص کی اپنی عبارتیں بھی ہیں۔ چنانچہ اس کے ورق ۲۰۰۔ الف پر امیر المومنین کے
قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ"۔ (ہر شخص کی قیمت اس کے نیک کام ہیں) کے تحت لکھا ہے:۔

قال السید الرضی ابوالحسن رضی اللہ عنہ و
سة التی لا قیمة لها ولا کلام یوزن بها"۔

سید رضی ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ بات ایسی ہے
کہ نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور نہ دوسرا کلام اس کے ہموزن نظر آتا ہے۔

لاوہ ازیں اوراق ۲۰۲۔ الف و ۲۰۷ ب و ۲۰۸۔ الف پر بھی مؤلف کے تبصرے "قال الشریف الرضی ابوالحسن
ہ عنہ" سے شروع ہوئے ہیں اور خاتمہ کتاب کی عبارت میں مذکورہ لقب اور کنیت کے ساتھ "ذوالحسبین" بھی لکھا گیا ہے
ت کا "قال المولف" یا "اقول" کی جگہ استعمال مؤلف کے شاگردوں کا کام ہے۔ اور اس قسم کے استعمال عربی کتابوں
طور پر نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خود کتاب کے اندر بھی بہ حیثیت مؤلف شریف رضی ہی کا نام لیا گیا ہے۔
اور جب خصائص کو رضی کی تالیف مان لیا جائے گا۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نہج البلاغہ بھی شریف رضی ہی کی جمع کردہ کتاب ہے

ی دلیل

شریف رضی کی تصنیفات میں نجاشی اور دیگر مورخوں نے ان کی تفسیر قرآن موسوم بہ "حقائق التنزیل" کا بھی ذکر
کیا ہے۔ اس تفسیر کی جلد پنجم نجف اشرف میں ۱۳۵۵ھ۔ ۱۹۳۷ء میں چھپ چکی ہے اور میرے سامنے موجود
کے صفحہ ۱۶۷ پر مؤلف لکھتا ہے کہ:۔

ن اراد ان یعلم برهان ما اشرنا الیه من
علیٰ نُعمِ النظر فی کتابنا الذی القناه ووسمناه
لاغة وجعلناه یشتمل علی مختار جمیع الواقع
ن کلام امیر المومنین علیه السلام فی جمیع
والاغراض والاجناس والانواع من خطب
ومواعظ وحِکَمٍ۔ وبوبناه ابوابا ثلاثة
علی هذه الاقسام ممیزة مفصلة"۔

جو شخص ہمارے اس اشارے کی دلیل جاننا چاہتا ہے۔ و
ہماری اس کتاب کو گہری نظر سے دیکھے جسے ہم نے تالیف کر کے
نہج البلاغہ نام سے موسوم کیا ہے اور یہ مشتمل ہے چیدہ حصہ پر اس سب
کلام امیر المومنین علیہ السلام کے جو ہم تک پہنچا ہے۔ تمام اغراض
اقسام اور انواع سے متعلق خواہ خطبے ہوں یا خطوط یا نصائح یا حکمت آ
باتیں۔ اور ہم نے اسے تین ابواب پر تقسیم کر دیا ہے کہ یہ ان سب قسموں
جداگانہ اور تفصیلی حیثیت سے مشتمل رہے۔

س عبارت میں "نہج البلاغہ" کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا گیا ہے جس سے بلا شک و شبہ معلوم ہو جاتا ہے کہ "حقائق التنزیل" اور
غہ" کا مؤلف ایک ہی شخص ہے۔ چونکہ "حقائق" کا تالیف شریف رضی ہونا مسلم ہے۔ لہذا "نہج" کا مؤلف بھی انھیں کو تسلیم کیا جائے گا

ی دلیل

علامہ نجاشی وغیرہ نے شریف رضی کی ایک اور کتاب "مجازات الآثار النبویہ" کا بھی ذکر کیا ہے۔ میرے سامنے
اس کتاب کا بھی ایک مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲ پر مؤلف کہتا ہے کہ:۔

ین ذلك قول امیر المومنین علی علیه السلام
له "تُخِفُّوا تَلْحَقُوا"۔

اس کی وضاحت ہو جاتی ہے امیر المومنین علی علیہ السلام کے
اس قول سے جو ان کی ایک گفتگو میں ہے کہ "سبک بار بنو۔ جا ملو گے"۔

[1] الرجال ص ۲۸۳۔

www.kitabmart.in

وقد ذکرنا ذلك فی کتابنا الموسوم بنهج البلاغة الذی اورد فیه مختار جمیع کلامه۔

اور ہم نے اس کا ذکر اپنی کتاب نہج البلاغہ میں کر دیا آپ کے سارے کلام کا چیدہ حصہ موجود ہے۔

پھر صفحہ ۱۴۱ پر رقمطراز ہے کہ:۔

ومثل ذلك قول امیر المومنین علی علیه السلام "مَنْ یُعْطِ بِالْیَدِ الْقَصِیْرَةِ، یُعْطَ بِالْیَدِ الطَّوِیْلَةِ"۔ وقد ذکرنا ذلك کتابنا الموسوم بنهج البلاغة۔

اسی جیسا ہے امیر المومنین علی علیہ السلام کا یہ قول کہ "ہاتھ سے دے گا۔ وہ لمبے ہاتھ سے پائے گا"۔ اور اس بات کو ہم نے اپنی کتاب موسوم بہ نہج البلاغہ ذکر کیا ہے۔

مؤلف "مجازات" نے جن حکیمانہ اقوال کا حوالہ دیا ہے۔ وہ "نہج البلاغہ" میں سچ مچ موجود ہیں[۱]۔ اس لئے یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ ان دونوں کتابوں کا مؤلف ایک ہی ہے۔ اور چونکہ "مجازات" کا شریف رضی کی تصنیف ہونا ثابت ومسلم ہے۔ اس "نہج" کو بھی انہی کی تالیف مانا جائے گا۔

بہال یہ بیان کر دینا بھی مناسب ہے کہ خود "نہج البلاغہ" میں بھی "مجازات" کا بہ ایں الفاظ ذکر آیا ہے:۔

"وقد تکلمنا علی هذا الاستعارة فی کتابنا الموسوم بمجازات الآثار النبویة"[۲]

ہم نے اس استعارے پر اپنی کتاب موسوم بہ مجاز النبویہ میں بھی گفتگو کی ہے۔

"نہج" میں جس استعارے کا "مجازات" میں مذکور ہونا بتایا گیا ہے۔ وہ امیر المومنین کا یہ قول ہے کہ "اَلْعَیْنُ وِکَاءُ (آنکھ سرین کا بندھن ہے) اور "مجازات" کے محولۂ بالا نسخہ میں صفحہ ۱۷۸ پر موجود ہے۔ اس موقع پر ان دونوں کتابوں کے ملتے جلتے ہیں کہ انھیں دو مؤلفوں کا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب "مجازات" میں "نہج" کا حوالہ آچکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ "نہج" کی تالیف "مجازات" سے پہلے انجام پا چکا تھا۔ "نہج" کے اندر ایسی کتاب کا حوالہ کس طرح آگیا۔ جو اس کے بعد کی تالیف ہے۔ اس شبہ کا یہ ہے کہ "نہج" کے خاتمہ میں مؤلف نے لکھا ہے کہ میں ہر باب کے خاتمہ میں کچھ اوراق سادہ چھوڑ دوں گا۔ تاکہ مزید منتخب کلام [illegible] میں سہولت رہے[۳]۔

"مجازات" کا حوالہ جس عبارت میں نظر آتا ہے۔ وہ عام مطبوعہ وقلمی نسخوں میں تو دوسرے حصوں سے ممتاز نہیں ہے لیکن کہ [illegible] میں ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے۔ جس کا کاتب وہی عبدالجبار ہے جس نے مذکورۂ بالا "خصائص الائمہ" کا نسخہ لکھا تھا۔ اس نسخہ [illegible] ہے کہ "میں نے اسے سید ضیاء الدین تاج الاسلام ابوالرضا فضل اللہ بن علی بن عبید اللہ الحسینی" کے قلم کے لکھے ہوئے [illegible] ادی الاول ۵۵۳ھ (۱۸ جون ۱۱۵۸ء) کو نقل کیا اور دو دن کتابت میں میرا قیام انھیں کی خدمت میں رہا"۔ اور پھر اس خاتمہ [illegible] ہے کہ میں نے ایک اور صاحب کی معیت میں اس کتاب کو تاج الاسلام سے ۵۵۴ھ میں پڑھا۔

اس نسخہ میں اصل کتاب کے خاتمہ پر لکھا ہے: "زیادة من نسخة کُتِبَتْ علی عهد المصنف رحمة الله علیه وسلا

---

۱ نہج جلد ۱ ص ۵۴ و جلد ۳ ص ۲۰۴ ۲ ایضاً جلد ۳ ص ۲۶۳ ۳ ایضاً جلد ۳ ص ۲۶۵۔

www.kitabmart.in

ورق ۱۶۹ - الف) یہ عبارت بتاتی ہے کہ اس کے تحت میں جو اندراجات ہوں گے۔ وہ بعد کے اضافے تسلیم کئے جائیں گے
ج البلاغہ کی عبارت جس میں "مجازات الآثار النبویہ" کا حوالہ آیا ہے اس نسخہ کے اندر اسی عنوان کے تحت مندرج ہے۔

یل چہارم

"نہج البلاغہ[1]" کے کچھ نسخوں میں بھی مختلف تشریحوں سے پہلے شریف رضی کا نام ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں "نہ
نسخہ قابلِ ملاحظہ ہے جسے محمد محی الدین عبدالحمید استاد جامع ازہر نے اپنی تصحیح کے بعد مطبعۃ الاستقامہ قا
ع کرایا ہے۔ اِن کے پیشِ نظر "نہج" کے آٹھ نسخے تھے۔ جن میں سے ایک کے ساتھ ابن ابی الحدید کی شرح اور دوسر
ن میثم کی شرح بھی تھی۔ ابن میثم کی شرح کا ایک نہایت عمدہ قلمی نسخہ بھی دوران مقابلہ میں ان کے سامنے رہا تھا۔ اس حساب سے
خوں سے اپنے نسخے کو مرتب کیا تھا۔

عبدالحمید کے اس نسخہ میں جا بجا "قال الرضی" یا "قال الرضی ابوالحسن" آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب نسخوں میں
ر کے اندر تو ضرور شریف رضی کا نام آیا ہوگا۔ ورنہ مصحح اپنی طرف سے کبھی نہ بڑھاتا۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نہج البلاغہ شر
الیف ہے۔ ورنہ کہیں اور کسی مخطوطے یا مطبوعہ نسخے میں تو شریف مرتضیٰ کا نام ملتا۔

اس کی تائید ہمارے مخطوطے سے بھی ہوتی ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرماتے
میں ارشاد کیا ہے کہ:۔

"فَمَنْ قَامَ لِلّٰهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ تَعَوَّضَهَا اللّٰهُ دَوَامَ
بَقَاءِ۔ وَمَنْ لَمْ يَقُمْ لِلّٰهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا
لِزَوَالِ وَالْفَنَاءِ"۔[2]

جو شخص نعماتِ الٰہی میں رہ کر اللہ کے لئے واجبات ا
اللہ اُن نعمتوں کو پائدار بنا دے گا۔ اور جو اس حالت میں و
ادا نہ کریگا۔ اللہ ان نعمتوں کو زائل فرما دے گا۔

ہمارے نسخے میں (ورق ۱۶۵ - الف سطر ۸) "فَمَنْ" کے اوپر "لا" اور "وَالْفَنَا" کے اوپر "اِلیٰ" لکھ کر حاشیہ پر تحریر کی
نسخة الرضی۔ فَاِنْ اَقَامَ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ فِيهَا عَرَّضَ نِعْمَتَهٗ لِدَوَامِهَا وَاِنْ ضَيَّعَ مَا يَجِبُ لِلّٰهِ فِيهَا عَرَّ
تَهٗ لِزَوَالِهَا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب اور مصحح میں سے کسی ایک کے پاس "نہج" کا کوئی ایسا نسخہ بھی موجود تھا۔ جو اس کے مو
ف رضی کی ملکیت میں رہ چکا تھا۔ یا خود انھیں کے قلم کا نوشتہ تھا۔ اور یہ ثبوت ہے اس کا کہ کتاب شریف رضی ہی کی تصنیف ہے تا

نجم

نہج البلاغہ کی تقریباً ۴۰ یا ۴۵ عربی اور فارسی زبان میں شرحیں لکھی جا چکی ہیں[3]۔ ان میں سے کم از کم حسب ذیل کے
بالیقین شریف رضی ہی کو مؤلف کتاب تسلیم کیا گیا ہے:۔

(۱) شرح سید علی بن ناصر علوی موسوم بہ "اِعْلَامُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ"۔

حظہ ہو نسخہ مذکور جلد ۲ صفحات ۲۱۲ - ۲۲۸ و جلد ۳ صفحات ۲۶ - ۷۷ - ۱۴۶ - ۱۵۹ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۷۰ - ۱۹۱ - ۱۹۵ - ۲
۲۱ - ۲۱۱ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۴۵ - ۲۴۹ - ۲۵۷ - ۲۶۲ تا ۲۶۷ -

[2] ایضاً جلد ۳ ص ۲۴۳

حظہ ہو فہرست کتاب خانہ عمومی معارف - مرتبہ مولانا عبدالعزیز جواہر کلام ص ۱۴۱ ببعد، طبع تہران -

www.kitabmart.in

کشف الحُجب سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح مذکور مؤلف "نہج البلاغہ" کا معاصر تھا[1]۔ اس شرح کا ایک قلمی نسخہ جو بارھویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب خانۂ رامپور میں موجود ہے۔ اس کے ورق ۱۹-ب پر لفظ "ملطاط" کی تشریح شارح نے ان الفاظ میں کی ہے:

"قال السید الاجل الرضی، رضی اللہ عنہ، یعنی بالملطاط السّمت الذی امرھم بلزومہ۔ الخ"

سید اجل الرضی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ امیر المومنینؑ کی سے مراد وہ سمت ہے جس کے اختیار کرنے کا انھوں نے حکم دیا ہ

"ملطاط" کی یہ تشریح انھیں الفاظ میں "نہج البلاغہ" کے اندر موجود ہے[2] اس کا یہ مطلب ہوا کہ شارح کے نزدیک "نہ مؤلف شریف رضی ہے۔

(۲) شرح الشیخ ابی الحسن (یا الحسن) بن ابی القاسم زید بن محمد بن علی البیہقی النیشاپوری - معروف بفرید خراسان شارح مذکور اپنے عہد کا مشہور متکلم و فقیہ اور ابن شہر آشوب مؤلف مناقب آل ابی طالب و متوفی ۵۸۸ھ[3] (۱۱۹۲ء) کا ہم اس کی شرح کا ایک مخطوطہ شیخ محمد صالح بن شیخ احمد آل طعان قطیفی بحرینی کے پاس موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح ۵۱۶ھ (۱۱۲۲ء) میں "نہج" کو حسین بن یعقوب سے پڑھا۔ انھوں نے شیخ جعفر درویش سے قرأت کی اور شیخ جعفر نے خود شریف رضی سے یہ سند بھی اس کا ثبوت ہے کہ "نہج" کے مؤلف شریف رضی ہیں۔

(۳) شرح ابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۵ھ (۱۲۵۷ء)

یہ شرح ایران اور مصر دونوں جگہ چھپ چکی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس کے دیباچہ میں شارح نے کتاب کو شریف تالیف قرار دیا ہے اور شرح کے آغاز میں ان کا مفصل تذکرہ بھی درج کیا ہے۔ خود اندرون کتاب میں بھی جگہ جگہ "رضی" کا نام وغیرہ کے سلسلہ میں نظر آتا ہے۔

(۴) شرح ابن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ (۱۲۸۰ء) یہ شرح بھی ایران میں چھپ چکی ہے اور اس میں بھی شریف رضی کتاب تسلیم کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ حسب ذیل شرحیں بھی کہیں نہ کہیں دستیاب ہوتی ہیں اور مجھے گمان غالب ہے کہ ان میں بھی شریف رضی مؤلف نہج البلاغہ قرار دیا گیا ہوگا ورنہ عبد العزیز جواہر کلام اس کا ضرور ذکر کرتے۔

۱۔ شرح قطب الدین ابو الحسین سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن الراوندی متوفی ۵۷۳ھ (۱۱۷۷ء) موسوم بہ "منہاج البراعۃ روضات الجنات اور کشف الحجب[4] میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ نیز تہران کے سرکاری کتاب خانہ میں اس کا ایک مخطوطہ م

۲۔ شرح النفائس مؤلفہ ۷۵۹ھ (۱۳۵۸ء)۔ اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن ایک مخطوطہ کتاب خانۂ رضوی میں موجود

---

[1] مجھے اس میں شبہ ہے کہ ہمارا نسخہ اُسی "اعلام نہج البلاغہ" کا ہے۔ جو مؤلف کے معاصر کی تالیف ہے اور "نہج" کی سب سے پہلی شرح مانی جا کیونکہ اس میں جا بجا "قال بعض الشارحین" نظر آتا ہے۔ جو اس کا ثبوت ہے کہ اس شرح سے پہلے بھی متعدد شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ نیز بھی پانچویں صدی کے علماء کا نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے بعید نہیں کہ اس شرح کا مؤلف کوئی متاخر شخص ہو۔ اور اس نے بھی اپنی شرح کا نام "اعلا ہی رکھ دیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کاتب نے دانستہ یا نادانستہ "اعلام" کا دیباچہ کسی مابعد کی شرح کے اول میں لکھ کر اس کی حیثیت ہو۔ جو حضرات قلمی کتابوں سے زیادہ وابستہ رہے ہیں۔ ان کی نظر سے ایسے متعدد قلمی نسخے گزرے ہوں گے۔ جن میں اسی قسم کی کارروائیاں پائی

[2] نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۹۲ [3] کشف الحجب ص ۵۵۵ [4] ایضاً ص ۵۶۵ و روضات ص ۳۰۱۔

www.kitabmart.in

شرح کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد بن ابراہیم العتائقی الحلی مؤلفہ ۷۷۰ھ (۱۳۶۸ء) اس کا ایک قلمی نسخہ خزانۂ امیر المومنین نجف اشرف میں محفوظ ہے۔

ن دلائل سے یہ امر حتماً ثابت ہو جاتا ہے کہ "نہج البلاغہ" شریف مرتضیٰ کی نہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی شریف رضی کی تالیف ر ابن خلکان سے لے کر ڈاکٹر بروکلمان[1] تک جس کسی نے بھی اسے شریف مرتضیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس نے پوری تحقیق نہیں لیا۔ ورنہ اتنا کھلا ہوا دھوکا کبھی نہ کھا سکتا تھا۔

بات کی حیثیت

نہج البلاغہ کے سلسلہ میں دوسرا تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس کے خطبے اور خطوط وغیرہ کی سندی حیثیت کیا ہے۔ یعنی یہ جعلی ہیں یا اصلی۔ اور جعلی ہیں تو یہ جعل کس نے کیا ہے۔ شریف رضی جامع نہج البلاغہ نے ے پہلے کے فصحاء شیعہ یا غیر شیعہ نے۔

بن خلکان اور اس کے پیروؤں نے نہج البلاغہ کے مندرجات کو اس کے مؤلف ہی کی کاوشِ دماغی قرار دیا ہے۔ ان کے اس دعوے ں سے بعد میں بحث کی جائے گی سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ خود کتاب کے اندر بھی ایسا کوئی ثبوت موجود ہے۔ جو اس الزام کی تردید کر سکے۔ س نقطۂ نگاہ سے نہج کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں متقدم مصنفین کے متعدد حوالے نظر آتے ہیں۔

تاب

امیر المومنین کا خطبہ نمبر ۱۳۱۔ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے :-

"یا ایھا الناس۔ اِنَّا اَصْبَحْنَا فی دَھْرٍ زمنٍ کَنُوْدٍ ، یُعَدُّ فِیْہِ الْمُحْسِنُ مُسِیْئًا ، و لظالمُ عُتُوًّا۔ لا ننتفع بِمَا علمنا و لا عَمَّا جَھِلْنَا ، وَلَا نَتَخَوَّفُ قارعةً حتی ینا[2]

لوگو! ہم کجرو زمانے اور ناشکرے عہد میں واقع ہوئے ہیں۔ جس میں نیکو کار کو بد کار شمار کیا جاتا ہے۔ اور ظالم زیادہ اکڑ دکھاتا ہے، ہم اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور نہ ان باتوں کو دریافت کرتے ہیں، جن کا علم نہیں رکھتے۔ اور نہ مصیبت کے سر پر آپڑنے سے پہلے اس سے ڈرتے ہیں۔

س خطبے کو نقل کر کے جامع کہتا ہے :-

ھذہ الخطبة ربما نسبھا من لا علم له الی وھی من کلام امیر المومنین الذی لا یُشَکُّ فیه لذھب من الرَّغام و العذب من الاُجاج! دلّ علی ذلك الدلیلُ الخِرِّیتُ و نقدہ س البصیر، عمرو بن بحر الجاحظ۔ فانه

اس خطبہ کو بہت سے لاعلموں نے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ بے شک و شبہ امیر المومنین کا کلام ہے۔ بھلا ریتلی مٹی میں سے سونا کب نکلتا ہے اور کھاری پانی میں سے میٹھا پانی کب پیدا ہوتا ہے۔ اس امر کی طرف حاذق راہنما نے راہنمائی کی ہے اور صاحب بصیرت نقاد عمرو بن بحر الجاحظ نے اسے پرکھا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی

ئے جدید میں سے فائدیک نے اکتفاء القنوع ص۱۸۱ میں سید رضی کی جگہ سید رازی لکھ دیا ہے۔ جو غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ جرجی زیدان نے ب اللغۃ العربیہ جلد ۲ ص۲۸۸ میں اور ڈاکٹر بروکلمان السانوی نے تاریخ ادب عربی (بزبان جرمنی) جلد ۱ ص۲۰۴۔ اور اس کے تتمہ کی جلد ۱ ص۲۰۷ مؤلف سید مرتضیٰ ہی کو قرار دیا ہے۔ گو موخر الذکر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض نے اسے سید رضی کی تالیف بھی بتایا ہے۔ چنانچہ سید رضی کے حال ص۱۳۱) میں اس کا ذکر تبعاً کر دیا ہے مستقل شمار مصنفات میں اسے نہیں لیا۔ [2] نہج البلاغہ جلد ۱ ص۷۳

www.kitabmart.in

حکومتیں انسانوں کے لئے میدان امتحان ہیں

ذکر هذه الخطبة فی کتاب البیان والتبیین، وذکر من نسبها الی معاویة، ثم قال: "هی بکلام علی علیه السلام اشبه، بمذهبه فی تصنیف الناس و بالاخبار عما هم علیه من القهر والاذلال و من التقیة والخوف الیق"۔

کتاب البیان والتبیین میں اس خطبہ کا ذکر کیا ہے ا
کی طرف اس کی نسبت کرنے والوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ب
کہ یہ علی علیہ السلام کے کلام سے زیادہ مشابہ ہے۔ اور لوگو
واقسام بیان کرنے، اور ان کے ڈر، بچاؤ، تذلیل اور زیاد
دینے میں ان کا جو طریقہ ہے، اس کے زیادہ لائق ہے۔

قال۔ "ومتی وجدنا معاویة فی حال من الاحوال یسلك فی کلامه مسلك الزهاد و مذاهب العبّاد" [1]

اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے معاویہ کو کسی حالت میں ک
کے مسلک اور عابدوں کے طریقے پر چ
پایا ہے۔

یہ خطبہ جاحظ کی کتاب البیان والتبیین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے درج ہے اور اس کے آخر میں جاحظ کی تنقید بھی ایک دو الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ موجود ہے۔ [2]

جاحظ کا پورا نام ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ المعتزلی ہے اور یہ محرم ۲۵۵ھ (۸۶۸ء) میں فوت ہوا ہے۔ [3]

(۲) امیر المومنین کے خطبہ ۲۲۶ کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ

"ذکرها الواقدی فی کتاب الجمل"۔

اسے واقدی نے کتاب الجمل میں بیان کیا ہے

اور اس کے بعد اس خطبے کا یہ حصہ نقل کیا ہے:۔

فَصَدَعَ بِما اُمِرَ به، وبَلَّغ رسالاتِ رَبِّه، فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ وَرَتَقَ به الْفَتْقَ، و آلَّفَ به الشَّمْلَ بَیْنَ ذوی الارحام، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الواغِرَةِ فی الصدور، والضَّغائن القادحة فی القلوب" [4]

پس رسول اکرمؐ نے ان کاموں کو جن پر مامور تھے بر ملا پہنچ
رب کے پیام پہنچائے نتیجۃً اللہ نے ان کے ذریعہ سے شگاف کو بھ
سی دیا۔ اور آپ کی وساطت سے رشتہ داروں کے درمیان ا
سے بدل دیا۔ حالانکہ ان کے سینوں میں دشمنی تھی۔ اور
بھڑکنے والے کینے پائے جاتے تھے۔

(۳) واقدی کی اسی کتاب سے امیر المومنین کا خط نمبری ۵، نقل کیا گیا ہے۔ جو آپ نے اپنی بیعت لینے کے بعد لکھا تھا۔ اس

اما بعد فقد علمتَ اِعذاری فیکم و اِعراضی عنکم، حتی کان مالا بُدَّ منه و لا دَفْعَ له۔

والحدیثُ طویلٌ والکلامُ کثیرٌ وقد ادبَرَ

بعد ازاں تم اپنے معاملہ میں میرے عذر کو جا
میرے اعراض سے واقف ہو۔ تا آنکہ جو ہو
جس سے گریز نہ تھا۔ وہ ہو گیا۔
اور بات لمبی ہے۔ اور گفتگو زیادہ ہے اور جو چیز

---

[1] نہج البلاغہ جلد ۱ ص۔ [2] البیان التبیین جلد ۱ ص ۱۷۲ طبع مصر ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) نیز دیکھئے منتخبات البیان والتبیین للثعالبی
[3] تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۲۲۰ والکامل لابن الاثیر جلد ، ص ۔ ومرآۃ الجنان للیافعی جلد ۲ ص ۱۶۲۔ لیکن شذرات جلد ۲ ص
وفات بتائی ہے۔ [4] نہج جلد ۲ ص ۲۵۳۔

www.kitabmart.in

، وَاقْبَلَ مَا اَقْبَلَ۔
بایع مَنْ قِبَلَكَ ۔ وَاَقْبِلْ اِلَیَّ فِی وَفْدٍ مِن
كَ" [1]

وہ چلی گئی ۔ اور جو آگے آنے والی تھی ۔ وہ پیش آگئی ۔
لہٰذا تم اپنے یہاں کے لوگوں سے بیعت لے لو اور اپنے ساتھیوں کے
وفد کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔

اقدی کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی المدنی ہے ۔ اور اس نے ذی الحجہ ۲۰۷ھ (۸۲۳ء) میں انتقال
۔ [2]

ن ندیم نے اس کی تصنیفات میں "کتاب الجمل" کا نام لیا ہے [3] مگر اب اس کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ ابن ندیم جامع نہج ال
ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے آخر تک واقدی کی کتاب الجمل کے نسخے ملتے تھے ۔

) امیر المومنین کا خط نمبری ۵۴ حضرات طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے نام ہے ۔ یہ خط ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔

ما بعد فقد عَلِمْتُمَا وان كَتَمْتُمَا اَنِّی لَمْ
لناس، حتی اَرَادَ ولی، ولم اُبَایِعْهُم
یعونی ۔ [4]

بعد ازاں تم دونوں واقف ہو، گو چھپاتے ہو کہ میں نے لوگوں کو
نہیں چاہا۔ جب تک انھوں نے مجھے نہیں چاہا۔ اور میں نے ان سے
بیعت نہیں لی۔ جب تک انھوں نے خود بیعت نہ کی ۔

س خط کے آغاز میں جامع نے لکھا ہے کہ ابو جعفر الاسکافی نے اپنی "کتاب المقامات فی مناقب امیر المومنین" میں
ں کیا ہے ۔

بو جعفر محمد بن عبداللہ الاسکافی المعتزلی بغداد کے محلۂ اسکاف کا باشندہ اور معتزلۂ بغداد کا امام اور فرقۂ اسکافیہ کا بانی
ن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ نے اسے معتزلہ کے طبقۂ ہفتم میں شمار کیا ہے ۔ یہ جاحظ کا معاصر ہے ۔ او
کتاب العثمانیہ" کا ردّ اسی نے لکھا ہے ۔ بغدادی معتزلہ کی رائے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل تھے
ی رائے کا تھا ۔ بقول سمعانی اس نے ۲۴۰ھ (۸۵۴ء) میں انتقال کیا ہے [5]

بن ندیم اور کشف الظنون وغیرہ میں اس کتاب کا حوالہ نہیں ملتا جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کتاب نے شہرت نہیں پائی ۔
ذیل خطوط نمبر ۴۷ پر جامع نے ایک معاہدہ نقل کیا ہے ۔ جو اہل یمن اور ربیعہ کے درمیان ہوا تھا ۔ اور اس کی عبارت امیر المومنین
ئی تھی ۔ یہ معاہدہ اپنے مطالب کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہے ۔ اس لئے میں اسے پورا نقل کرتا ہوں:۔

ھٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَیْهِ اَهْلُ الْیَمَنِ، حَاضِرُهَا وَ
وَرَبِیْعَةُ، حَاضِرُهَا وَبَادِیْهَا، اَنْهُمْ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ
اِلَیْهِ وَیَاْمُرُوْنَ بِهٖ ۔ وَیُجِیْبُوْنَ مَنْ دَعَا اِلَیْهِ
بِهٖ، لَا یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا، وَلَا یَرْضَوْنَ بِهٖ بَدَلًا؛
یَدٌ وَاحِدَةٌ عَلٰی مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَتَرَكَهُ،

"یہ وہ معاہدہ ہے جس پر اہل یمن، شہری اور دیہاتی۔ اور بنی ر
شہری اور دیہاتی متفق ہیں یعنی وہ سب اللہ کی کتاب پر چلیں گے اس
طرف لوگوں کو بلائیں گے اور اس پر چلنے کا حکم دیں گے اور جو اس کی طر
بلائیں گے اور اس پر چلنے کا جو حکم دیگا اس کی مانیں گے، نہ اسے کسی قیمت پر بیچ
اور نہ اسکا بدل پسند کرینگے اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہوگا اور اسے ترک کر

---

[1] جلد ۳ ص ۱۴۹ [2] شذرات جلد ۲ ص ۱۸ [3] کتاب الفہرست ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۹ء) [4] نہج جلد ۳ ص ۱۲۲ ۔
الانساب للسمعانی ورق ۳۵ ۔ الف و شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۳۳۲ طبع ایران ۔

www.kitabmart.in

انصارٌ بعضُهم لبعض - دعوتهم واحدةٌ - لا ينقضون
عَهْدَهم لمتعبةِ عاتب، ولا بغضب غاضب، ولا
لاستذلال قومٍ قومًا (ولا لمسبّة قوم قوما)
• على ذلك شاهدُهم وغائبُهم، وسفيههم و
عالمهم وحليمهم وجاهلهم - ثم ان عليهم بذلك
عهد الله وميثاقه - إن عهد الله كان مسئولا -
وكتب علي بن ابيطالب"۔ [1]

اس کے مقابلہ میں متحد ہوں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے
پکار ایک ہوگی - اپنے اس عہد کو کسی کی خفگی یا ناراضگی کی بناء پر نہ توڑ
اور نہ کسی قوم کو ذلیل کرنے یا سب وشتم کرنے کے لئے اسکی خلاف
اس معاہدے پر ان کے حاضر اور غائب - بیوقوف اور
بُردبار اور جاہل سب عامل رہیں گے - پھر اس معاہدے کی پشت
عہد ومیثاق ہے - بیشک اللہ سے جو قول وقرار کیا جائے
باز پرس ہوگی - علی ابن ابیطالب نے لکھا -

اس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ میں اسے ہشام بن الکلبی کے خط سے نقل کر رہا ہوں - ابن الکلبی کا پورا نام ابو المنذر ہشام بن محمد بن السایب الکلبی ہے اور اس نے ۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں انتقال کیا ہے - اس نے ۱۵۰ سے زائد کتابیں لکھی تھیں جن میں ۱۴۴ کا ذکر ابن ندیم کے یہاں بھی ملتا ہے [2] اس کی کس کتاب سے جامع نے یہ معاہدہ نقل کیا - اس کا پتہ چلانا دشوار ہے یہ عہدنامہ اس کی کسی کتاب الحلف سے نقل کیا گیا ہوگا - اور جامع کے سامنے اس کا کوئی بخط مؤلف نسخہ موجود ہوگا -

(۶) امیر المومنین کا خط نمبر ۸، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ہے - یہ خط ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے

"فإن الناس قد تغيّر كثيرٌ منهم عن كثير من
حظّهم، فمالوا مع الدُّنيا ونطقوا بالهوى"۔ [3]

بیشک بہت سے لوگ اپنے بہت سے حقیقی حظوں کو چھوڑ
دُنیا کے ساتھ ہولئے اور ہوا وہوس کی باتیں کرنے لگے -

اس کے شروع میں جامع نے اپنا ماخذ سعید بن یحییٰ الاموی کی "کتاب المغازی" کو بتایا ہے - اس کتاب کا نام کشف الظنون میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری تک اس کے نسخے موجود تھے [4]

کتاب کے مؤلف کا صحیح اور پورا نام ابو عثمان سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان بن سعید بن العاص بن الاحیحۃ القرشی الاموی البغدادی ہے اور اس نے ۲۴۹ھ (۸۶۳ء) میں وفات پائی ہے [5]

---

[1] نہج جلد ۳ ص ۱۴۸ [2] کتاب الفہرست ص ۱۴۰ ولسان المیزان جلد ۶ ص ۱۹۶ وشذرات جلد ۲ ص ۱۳ - فہرست میں ۲۰۶ھ سال وفات ہے اور کامل میں اسے قول بعض قرار دیا ہے - الکامل ج ۵ ص ۱۳۳ [3] نہج جلد ۳ ص ۱۵۰ [4] کشف الظنون جلد ۲ کالم ۱۴۶۰ و ۱۴۴۷ طبع ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء) [5] تاریخ بغداد جلد ۹ ص ۹۰ طبع مصر ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۱ء) وتہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۹۷ طبع حیدرآباد ۱۳۲۶ لیکن کشف جلد ۲ کالم ۱۴۴۷ میں ابو محمد یحییٰ بن سعید بن ابان الاموی الکوفی الحنفی متوفی ۱۹۱ھ کو اور کالم ۱۴۶۰ میں یحییٰ بن سعید بن فروخ التمیمی البصری کو مؤلف بتایا ہے - یہ آخری نام تو کسی طرح بھی درست نہیں معلوم ہوتا - ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ سعید کا باپ یحییٰ بن سعید کتاب المغازی کا راوی ہو اس لئے کہ تاریخ بغداد جلد ۱۴، ص ۱۳۲ اور شذرات جلد ۱ ص ۳۴۱ میں اسے ابن اسحٰق کی کتاب المغازی کا راوی بتایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے مغازی وسیر سے دلچسپی تھی - کشف کی دوسری غلطی یہ ہے کہ اس میں یحییٰ القطان کا سال وفات ۱۹۴ھ (۸۰۹ء) لکھا ہے - حالانکہ بقول خطیب بغداد جلد ۱۴ ص ۱۴۳ وتہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۲۱۹ - انھوں نے ۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں وفات پائی ہے - اور تیسری غلطی یہ کی ہے کہ یحییٰ بن کنیت ابو ایوب کی جگہ ابو محمد بتائی ہے اور سن وفات ۱۹۱ھ لکھا ہے - حالانکہ انھوں نے تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۱۳۵ وتہذیب التہذیب جلد کے مطابق شوال ۱۹۴ھ (۸۱۰ء) میں انتقال کیا ہے -

www.kitabmart.in

(۷) حکیمانہ اقوال کے ذیل میں ایک مستقل فصل کے اندر جامع نہج البلاغہ نے امیر المومنین کے ۹ جملے نقل کئے ہیں۔ جن کے اندر غریب آئے ہیں۔ اور ان کی تشریح بھی کی ہے۔ ان میں سے چوتھے جملے کے الفاظ کی شرح میں لکھا ہے کہ:-

هذا معنى ما ذكره ابو عبيد (القاسم بن سلام) | یہ اس کا مطلب ہے جو ابو عبید نے بیان کیا ہے۔

ابو عبید القاسم بن سلام الہروی البغدادی متوفی ۲۲۴ھ (۸۳۸ء) اپنے عہد کا بہت بڑا محدث فقیہ اور لغت و شعر کا ماہر ہے نے اس کی کتاب کا نام نہیں بتایا ہے۔ لیکن مجھے تحقیق سے پتہ چل گیا کہ یہ سب جملے اس کی کتاب غریب الحدیث" سے منقول ہیں بتراس کی تشریحات بھی نقل کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ کتاب خانۂ رامپور میں اس کا جو مخطوطہ تقریباً آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہو رہے اس کے اوراق ۱۹۷۔ الف۔ ۲۰۳ ب میں یہ سب اقوال موجود ہیں۔

(۸) امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ:-

أيها المومنون، إنه من رأى عُدْوانًا يُعْمَلُ به ومنكرًا يُدعَى إليه، فأنكرَهُ بقلبه، فقد سلم وبَرِئَ؛ | مومنو! بے شک جو کوئی کسی سرکشی پر عمل ہوتا دیکھے او منکر کی طرف بلاوا سُنے اور پھر اسے دل سے بُرا جانے تو وہ سالم اور بری ر

اس کے شروع میں جامع نے تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ طبری جس کا پورا نام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ہے، تاریخ اسلام کا مشہ ہے۔ اور اس نے ۳۱۰ھ (۹۲۳ء) میں وفات پائی ہے۔ مذکورہ بالا ارشادِ علوی اس کی تاریخ کی جلد ۸ کے صفحہ ۲۱ پر موجود ہے

(۹) امیر المومنین کے قول "اَخْبِرْ تَقْلِهْ" (اس کی حقیقت کو پہچان، نفرت ہو جائے گی) کے ذیل میں لکھا ہے کہ کچھ اہل علم اسے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بتاتے ہیں۔ لیکن میں نے اسے کلام امیرؑ اس بناء پر قرار دیا ہے کہ ثعلب نے ابن الاعرابی کی زبانی بیان ہے کہ خلیفہ عباسی مامون کا قول تھا کہ اگر امیر المومنین نے "اخبر تقله" نہ کہا ہوتا تو میں کہتا "اقله تخبر" (تو اس سے نفرت کر اس کو پہچان جائے گا۔[۲]

ثعلب نحو و لغت کا مشہور عالم ہے اور اس نے ۲۹۱ھ (۹۰۴ء) میں انتقال کیا ہے۔ ابن الاعرابی علوم ادبیہ کا امام مانا جا اس نے ۲۳۰ھ (۸۴۴ء) میں وفات پائی ہے۔ مامون عباسی بغداد کا شہرۂ آفاق خلیفہ ہے اور ۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں فوت ہوا مجھے ثعلب کا یہ قول کسی کتاب میں نہ ملا۔ لیکن ابو ہلال حسن بن عبد اللہ بن سہل العسکری متوفی بعد ۳۹۵ھ (۱۰۰۵ء) نے جمہرۃ الامثا ہے کہ یہ کہاوت حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی کہی ہوئی ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔[۳]

ابو عبید احمد بن محمد الہروی متوفی ۴۰۱ھ (۱۰۱۰ء) نے اپنی کتاب الغریبین میں لکھا ہے:-

ومنه حديث ابي الدرداء - وجدت الناس أخبر تقله - اي من جربهم رماهم بالمقت والشنف سرائرهم وقلت انصافهم وفرط تشاحنهم - ولفظه لفظ الامر ومعناه الخبر۔[۴] | اسی قسم کی ابو الدرداءؓ کی یہ حدیث ہے کہ۔ میں نے لوگوں کو "اُخبر تقله" یعنی جو شخص انسانوں کو آزمائے گا۔ وہ ان کا دشمن ہو جائے اس لئے کہ ان کے دلوں میں خباثت اور قلت انصاف اور خود غرضی کی زیادتی ہے۔ اس حدیث کے لفظ تو حکم کے ہیں لیکن معنی خبر و اطلاع ہیں۔

[۲] نہج ج ۳ ص ۲۴۳ [۳] نہج جلد ۳ ص ۲۵۷ [۳] جمہرۃ الامثال ص ۲۶ طبع بمبئی ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) [۴] الغریبین ورق ۲۳۶۔ الف مخطوط

www.kitabmart.in

اسی طرح امیر المومنین کے ارشاد "اَلْعَیْنُ وِکَاءُ السَّہ" (آنکھ سرین کا بندھن ہے) کے تحت لکھا ہے کہ مشہور یہ ہے
ں رسولؐ ہے۔ مگر کچھ راویوں نے اسے قولِ مرتضوی بتایا تھا۔ مبرد نے اپنی کتاب المقتضب میں اس کا ذکر کیا ہے [1]

مبرد کا پورا نام ابو العباس محمد بن یزید الازدی النحوی ہے اور اس نے ۲۸۵ھ (۸۹۸ء) میں انتقال کیا ہے۔ اسکی کتاب المق
موجود نہیں۔ لیکن ابن ندیم اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے [2]

یہ جملہ بحیثیت ارشاد نبویؐ ابن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ (۸۸۹ء) نے کتاب تاویل مختلف الحدیث ص۶۵ میں بھی لکھا
عبید احمد بن محمد الہروی متوفی ۴۰۱ھ (۱۰۱۰ء) کی کتاب الغریبین میں بھی مذکور ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وفی الحدیث۔ اَلْعَیْنُ وِکَاءُ السَّہْ۔ قال — اور حدیث میں آیا ہے۔ "العین وکاء السہ" ابو عب
وعبید وھو حلقۃ الدبر" [3] — کہا کہ "سہ" حلقۂ دُبر کو کہتے ہیں۔

یہ ابو عبید جس کا قول غریبین میں نقل کیا گیا ہے۔ ابو عبید القاسم بن سلام ہے۔ اس نے اپنی کتاب غریب الحدیث
دیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس قول کو نقل کیا ہے [4]

دیگر ماخذ

جن اہل علم نے تاریخ و ادب و حدیث کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ نہج البلا
بہت سے مندرجات دوسری متقدم کتابوں میں موجود ہیں۔ گو سید رضی نے ان کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ اور اگر بغداد جی
ہاتھوں تباہ و برباد نہ ہوا ہوتا اور اس کے عدیم النظیر کتاب خانوں کو ان وحشی جاہلوں نے جلا کر خاک نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج اس سے
سب جملے کا حوالہ ہمارے سامنے ہوتا۔ تاہم نہج کے متعدد ماخذ اس کے شارح ابن ابی الحدید کے دسترس میں تھے اور اس نے انکی
عبارتیں اپنی شرح میں نقل کر دی ہیں۔ اس بنا پر کچھ نہ کچھ مزید روشنی اس کتاب کے ماخذوں پر پڑ جاتی ہے۔ ذیل میں چند حوا
ئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس کے مندرجات کو سید رضی کا مال سمجھنے والے کسی حد تک مطمئن ہو سکیں۔

(۱) اہل سنت کے نقطۂ نگاہ سے نہج کا سب سے زیادہ قابلِ اعتراض خطبہ "شقشقیہ" ہے۔ جس میں امیر المومنین نے خلافت
ریخ بیان فرمائی ہے۔ اور اس امر کی شکایت کی ہے کہ "مجھے خلافت کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق جانتے ہوئے بھی اہلِ ح
نظر انداز کیا۔ تاہم میں نے صبر کیا۔ تا آنکہ چوتھی بار سب نے مجھے اس بار کے اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔ لیکن کچھ لوگ بیعت کے بعد
گئے اور اہلِ اسلام میں جنگ چھڑ گئی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے اگر میرے مددگار موجود نہ ہوتے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظا
ل تمام اور مظلوم کی مدد فرض نہ ہوتی۔ تو میں اس عہدے سے الگ جا کھڑا ہوتا"

اس خطبے کا آغاز یہ ہے:۔

"اَمَا وَاللّٰہِ، لَقَدْ تَقَمَّصَھَا فُلَانٌ، وَاِنَّہٗ لَیَعْلَمُ — بخدا خلافت کا کرتا فلاں نے پہن لیا۔ حالانکہ وہ خوب د
نَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی" [5] — کہ خلافت میں میرا مقام وہ ہے جو کیلی کا چکی میں ہوتا ہے۔

یہ خطبہ ابو جعفر احمد بن محمد بن خالد البرقی الشیعی متوفی ۲۷۴ھ (۸۸۷ء) نے کتاب المحاسن میں ابراہیم بن محمد الثقفی الکوفی متوفی ۲۸۳

---

[1] نہج جلد ۳ ص۲۶۳۔ [2] الفہرست ص۸۸ وکشف جلد ۲ کالم ۱۷۹۳۔ [3] الغریبین ورق ۱۳۴۔ الف۔ [4] غریب الحدیث ورق
خطوطہ رامپور۔ [5] نہج جلد ۱ ص۲۵

www.kitabmart.in

تاب الغارات میں۔ ابو علی محمد بن عبدالوہاب الجبائی البصری المعتزلی متوفی ۳۰۳ھ (۔ ۱۶-۹۱۵ء) ابوالقاسم عبداللہ بن احمد الکعبی البلخی المعتزلی متوفی ۳۱۹ھ (۹۳۱ء)۔ ابوجعفر محمد بن عبدالرحمن بن قبۃ الرازی متکلم شیعی، تلمیذ ابی القاسم البلخی مؤلف کتاب الا نی اپنی کتابوں میں[1]۔ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی الشیعی الشہیر بالشیخ الصدوق متوفی ۳۸۱ھ (۹۹۱ء) ب علل الشرائع ص۶۸۔ اور معانی الاخبار (۱۳۲) میں۔ ابوعبداللہ محمد بن النعمان الشیعی المعروف بالشیخ المفید متوفی ۴۱۳ھ (۱۰۲۲ تاب الارشاد (ص۱۶۶) اور کتاب الجمل[2] (ص۴۶ و ص۷۶) میں۔ اور شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ (۱۰۶۸ تاب الامالی (ص۲۳۷) میں اپنی اپنی خاص سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شیخ صدوق نے اپنی دونوں کتابوں میں ان دو سندوں سے اس خطبے کو روایت کیا ہے:۔

(۱) "حدثنا محمد بن علی ماجیلویہ، عن عمہ محمد بن القاسم، عن احمد بن ابی عبداللہ البرقی، ع ، عن ابن ابی عمیر، عن ابان بن عثمان عن ابان بن تغلب عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ"

(۲) "حدثنا محمد بن ابراھیم بن اسحٰق اسطالقانی، ثنا عبدالعزیز بن یحیی الجلودی، ثنا ابوعبداللہ ا ادبن خالد، ثنی یحیی بن عبدالحمید الحمانی، ثنی عیسی بن راشد، عن علی بن خزیمۃ عن عکرمۃ عن ابن عبا

نہج کا تیسرا خطبہ ہے۔ (۱/۳۳)

بنا اھتدیتم فی الظلماء وتسنمتم العلیاء

تم نے تاریکیوں میں ہمارے ہی ذریعہ سے ہدایت پائی اور ہمارے ہی سربلند ہوئے۔

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۷) میں نقل کیا ہے

نہج کا چوتھا خطبہ ہے۔ (۱/۳۵)

ایھا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ

لوگو، فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیرو۔

اس کے جملے "وان سکت یقولوا جزع من الموت" —— بندی امہ کو ابراہیم بن محمد البیہقی نے کتاب المحاسن والم (۱۳۹) میں نقل کیا ہے۔

نہج کا پانچواں کلام ہے۔ (۱/۳۶)

واللہ لا اکون کالضبع: تنام علی طول اللدم یصل الیھا طالبھا ویختلھا راصدھا۔

بخدا میں بجو جیسا نہیں ہوں جو کھٹکے پر کھٹکا ہوتا ہے مگر پڑا رہتا ہے، تا آنکہ اس کا متلاشی سر پر آجاتا ہے اور اس کی گھا لگانے والا اسے دھوکا دیدیتا ہے۔

اس کلام کا مذکورہ بالا جملہ ابوعبید القاسم بن سلام البغدادی نے غریب الحدیث (ورق ۱۹۶۔ الف) میں یوں نقل کیا ہے واللہ، لا اکون مثل الضبع، تسمع اللدم

بخدا میں بجو کی طرح نہیں ہوں جو تھپکی سنتا رہتا ہے

---

[1] شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ۱/۴۰ و فہرست کتب خطی کتاب خانہ عمومی معارف ۱/۱۳۹۔ منہاج نہج البلاغہ ص۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتا کا مخطوطہ موجود ہے۔ [2] کتاب الجمل، المطبعۃ الحیدریہ، نجف اشرف۔

www.kitabmart.in

حتی تخرج فتصاد"	تا آنکہ نکلتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

طبری نے اپنی تاریخ (۵/۱۷۱) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۳) میں بالتفصیل یہ گفتگو لکھی ہے مگر طبری میں ا
غاز اس طرح ہے۔

لاکون کالضبع تسمع اللدم۔ ان نبی قبض وما اری احدا احق بھذا لامر منی" الخ	میں بجو کی طرح بننا نہیں چاہتا تھا جو تھپکی سنتا رہتا ہے ب نبی کی وفات ہوئی ہے تو میں کسی کو بھی امر خلافت کا اپنے سے مستحق نہیں پاتا تھا۔

(۵) نہج کا نواں خطبہ ہے۔ (۱/۳۸)

الاوان الشیطان قد جمع حزبہ	لوگو، خبردار، شیطان نے اپنا جتھا اکٹھا کرلیا۔

یہ پورا خطبہ شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۶) میں نقل کیا ہے آیندہ نمبر ۲۱ و ۱۳۳ پر بھی یہی خطبہ الفاظ کی کمی بیشی
ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

(۶) نہج کا ۱۱ واں کلام ہے (۱/۳۹)

فقال لہ علیہ السلام ـــ ولقد شھدنا فی عسکرنا ھذا اقوام فی اصلاب رجال وارحام النساء	ہمارے ساتھ وہ بھی تھے جو ابھی صلب پدر اور رحم میں ہیں۔

یہ کلام باختلاف الفاظ البرقی نے کتاب المحاسن والآداب (ورق ۵۔ الف) میں نقل کیا ہے۔

(۷) نہج کا ۱۲ واں کلام اہل بصرہ کی مذمت میں یوں شروع ہوا ہے۔ (۱/۴۰)

کنتم جند المرأۃ واتباع البھیمۃ۔ رغا فاجبتم وعقر فھربتم اخلاقکم دقاق وعھدکم شقاق ودینکم نفاق وماءکم زعاق	تم عورت کا لشکر اور چوپائے کے پیرو تھے وہ بلبلایا تو تم کیا اور اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو تم بھاگ کھڑے تمھارے اخلاق پست ہیں اور تمھارا قول و قرار ناپائدار تمھارا دین دوغلا پن ہے اور تمھارا پانی کھاری ہے۔

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون (۱/۲۱۶) میں ابن عبدربہ نے العقد (۲/۶۹ و ۲۸۲) میں اور ابن شیخ الط
پنی امالی (ص۷۸) میں اور شیخ مفید نے کتاب الجمل (ص۲۰۳ و ص۲۱۰) میں نقل کیا ہے۔

(۸) نہج کا ۱۴ واں کلام ہے۔ (۱/۴۲)

واللہ لو وجدتہ قد تزوج بہ النساء وملك بہ الاماء لرددتہ فان فی العدل سعۃ ومن ضاق علیہ العدل فالجور علیہ اضیق۔	بخدا، اگر میں جاگیروں کو ایسا پاتا کہ ان پر عورتوں کی ہو چکی ہیں۔ اور ان کے بدلے میں باندیاں خریدی جا چکی بھی واپس لے لیتا کیونکہ عدل میں بڑی وسعت ہے ا عدل و انصاف تنگ ہو جائے تو ظلم و جور اُس پر اور بھی تنگ

عسکری نے کتاب الاوائل ص۲۰۳ میں پورا خطبہ نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید (۱/۵۰) نے لکھا ہے کہ اس خط

www.kitabmart.in

نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
نہج کا ۱۵ واں کلام ہے۔ (۱/۴۲)

دمتی بما اقول رھینۃ وانا بہ زعیم انّ
رحت لہٗ العبر عمّا بین یدیہ من المثلات
تہ التّقویٰ عن تقحّم الشبہات۔ الا
بلیّتکم قد عادت کھیئتھا یوم بعث
تبیّکم۔

جو کچھ میں کہوں گا اسکی صحت کا ذمہ دار اور حقانیت کا کفیل ہوں بیشک جس کے لئے صراحت کر دے گی عبرت ان عذابوں کی جو پہلی قوموں پر آئے۔ اسے تقوی شبہے کے کاموں پر پڑنے سے روک دیگا سن رکھو کہ تمھاری آزمائش اسی طرح ہوگی جیسی اس وقت ہوئی تھی جب اللہ نے تمھارے نبی کو مبعوث کیا تھا۔

یہ گفتگو جاحظ نے کتاب البیان (۱/۱۷۰) میں اور عسکری نے اوائل ۱۰۲۔ الف میں "حق و باطل کے ما قبل" نقل کیا ہے۔ ابن قتیبہ متوفی ۳۷۶ھ (۹۸۹ء) نے عیون الاخبار (۲/۲۳۶) میں محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۸ھ اصول الکافی (۹۷) اور فروع کافی (۳) میں ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ (۹۴۰ء) نے العقد (۲/۱۶۲) میں۔ شیخ مفید نے (ص ۱۳۵ و ص ۱۴۰) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۱۴۷) میں نقل کی ہے۔

نہج کا ۱۶ واں کلام ہے۔

ن ابغض الخلائق الی اللہ رجلان؛ رجل
اللہ الی نفسہ فھو جائر عن قصد
ل مشغوف بکلام بدعۃ ودعاءِ ضلالۃ
تنۃ لمن افتتن بہ ضالّ عن ھدی
ان قبلہ، مضلّ لمن اقتدی بہ
ا تہ وبعد وفاتہ حمّال خطایا غیرہ
بخطیئتہ۔

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض دو آدمی ہوتے ہیں؛ ایک وہ جسے اللہ اس کے نفس کے حوالے کر دے اور وہ سیدھے راستے سے ہٹ جائے اور بدعت کی باتوں اور گمراہی کے بلاوے پر فدا ہو ایسا شخص فتنہ ہے اس شخص کے لئے جو اس کی بات قبول کرے اور تارک ہے اپنے پیغمبروں کے چال چلن کا اور گمراہ کرنے والا ہے اُسے جو اُس کی مانے اسکی زندگی میں یا مرنے کے بعد وہ دوسروں کی خطاؤں کا بوجھ اٹھانے والا ہے اور اپنی خطاؤں میں گرفتار ہے۔

یہ خطبہ ابن قتیبہ نے کتاب غریب الحدیث (ابن ابی الحدید ۱/۵۲) میں کلینی نے اصول الکافی (ص ۱۳) میں اور مفید نے الارشاد (ص ۱۳۵) میں نقل کیا ہے۔

نہج کا ۱۸ واں کلام اشعث بن قیس سے تخاطب ہے۔ اس کا آغاز ہے۔

ما یدریک ما علیّ ممّا لی علیک لعنۃ
لعنۃ اللاعنین

تجھے کیسے معلوم ہوا کہ کیا میرے خلاف ہے اور کیا موافق۔ تجھ پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو۔

گفتگو ابو الفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ (۹۶۷ء) نے کتاب الاغانی (۱۸/۱۵۹) میں نقل کی ہے۔

نہج کا ۲۰ واں خطبہ ہے جو ۱۶۲ ویں خطبے کا ایک ٹکڑا ہے۔ حسب ذیل ہے۔ (۱/۵۴ و ۲/۹۷)

ن الغایۃ امامکم وانّ ورائکم الساعۃ

بیشک انجام تمھارے سامنے ہے اور قیامت تمھارے پیچھے ہے اور

www.kitabmart.in

تحدوکم، تحفظوا تلحقوا فانما تنتظر باولکم آخرکم۔

تمھیں ہانک رہی ہے۔ سبک بار بنو۔ جا ملو گے۔ اور وہ پیشروؤں کی مثیت میں تمھارے پچھلوں کی منتظر ہے۔

یہ پورا خطبہ طبری نے تاریخ (۵/۱۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۱۳) نہج کا ۲۱ واں خطبہ ہے (۱/۵۵)

الاوان الشیطان قد ذمر حزبہ الخ

خبردار، شیطان نے اپنے گروہ کو برانگیختہ کر لیا۔

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۶) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۰۶) اور کتاب الجمل (ص۱۲۹) میں نقل ک

(۱۴) نہج کا ۲۲ واں خطبہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ (۱/۵۶)

اما بعد فان الامر ینزل من السماء الی الارض کقطرات المطر

بعدازاں، حکم الٰہی آسمان سے زمین پہ بارش کے طرح نازل ہوتا رہتا ہے۔

اس خطبے میں آگے ایک جملہ آیا ہے "کان کالفالج الیاسر" (وہ جیتے ہوئے جواری کی طرح ہوتا ہے) یہ جملہ اپنی غریب الحدیث (ورق ۲۰۱ ب) میں امیرالمومنین کے نام سے نقل کر کے اس کے لفظوں کی تشریح کی ہے اس سے ہے کہ پورا خطبہ اس کے سامنے تھا۔ اس کے یہ جملے "فاحذروا من الیہ" سے "لمن عمل لہ" تک ابن مزاحم الک ۲۱۲ھ (۸۲۷ء) نے کتاب الصفین (ص۷) میں نقل کیا ہے

انبئت بسراً قد اطلع الیمن

مجھے اطلاع ملی ہے کہ بسر یمن پہنچ گیا۔

یہ خطبہ قدرے اختلاف کے ساتھ مسعودی نے مروج الذہب (۲/۱۱۲) میں نقل کیا ہے۔ اور اس کا یہ جملہ انی قد مللتھم۔ الملح فی الماء

شیخ مفید نے الارشاد ص۱۶۳ میں نقل کیا ہے۔

(۱۶) نہج کا ۲۵ واں خطبہ ہے۔ (۱/۶۲)

ان اللہ بعث محمداً نذیراً للعالمین و امیناً علی التنزیل و انتم معشر العرب علی شر دین و فی شر دار

بیشک اللہ نے محمدؐ کو اہل عالم کے لئے نذیر بنا کر بھیجا اور انھیں قرآن کا امین بنایا تھا اس حالت میں کہ تم اے برے دین پر چل رہے تھے اور برے گھر میں بس رہے تھے

یہ خطبہ الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۵) میں نقل کیا تھا سید رضی نے اس میں سے انتخاب کر لئے ہیں۔

(۱۷) نہج کا ۲۶ واں خطبہ ان لفظوں سے شروع ہوتا ہے (۱/۶۳)

اما بعد فان الجہاد باب من ابواب الجنۃ فتحہ اللہ بخاصۃ اولیائہ وھو لباس التقوی ودرع اللہ الحصینۃ و جنتہ الوثیقۃ۔

بعدازاں۔ بیشک جہاد جنت کا ایک دروازہ ہے یہ دروازہ اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے اور وہ لباس ہے اور اللہ کی مضبوط زرہ اور اس کی مضبوط ڈ

www.kitabmart.in

ترکه رغبة عنه البسه الله ثوب الذّل البلاء

جو جہاد کو اس سے بے پروا ہو کر چھوڑے گا اللہ اُسے ذلت کا لباس اور مصیبت کی چادر پہنا دے گا۔

یہ خطبہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۰) میں مبرد نے الکامل (۱/۱۳) میں ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۳۶) میں ربہ نے العقد (۲/۱۶۳) میں ابوالفرج الاصفہانی نے کتاب الاغانی (۱۵/۴۳) میں اور شیخ صدوق نے معانی الاخبار) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص ۱۶۰ تا ۱۶۴) میں بتغیر الفاظ نقل کیا ہے۔

نہج کا ۲۷ واں خطبہ یوں شروع ہوا ہے۔

اما بعد فان الدنیا قد ادبرت و آذنت وانّ الاخرة قد اقبلت و اشرفت ع الا وانّ الیوم المضمار وغدا السّباق و قة الجنة والغایة النار افلا تائب طیئته قبل منیّته ؛ الا عامل لنفسه یوم بؤسه

بعد ازاں۔ بیشک دنیا نے پیٹھ پھیر لی اور رخصت کی اطلاع دیدی) اور بیشک آخرت سامنے آچکی اور سر اُٹھا کر دیکھنے لگی۔ سنو بیشک آج دبلا ہونا ہے اور کل گھوڑ دوڑ ہے اور منزل جنت اور انتہا دوزخ ہے تو کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو خطا سے مرنے سے قبل توبہ کرلے؟ اور کیا کوئی ایسا نہیں جو اپنے لئے اپنی بدحالی کے دن سے پہلے ہی کام کر رکھے؟

یہ خطبہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۱) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۳۵) میں الثقفی نے کتاب الغارات (۱۲۶) میں ابن عبدربہ نے العقد (۲/۶۳) میں ابو محمد الحسن بن علی بن شعبۃ الحرانی متوفی ۴۳۲ھ (۶۹۴۳) العقول (ص ۳۵) ابوبکر الباقلانی متوفی ۴۰۳ھ (۱۳ - ۱۰۱۲ء) نے اعجاز القرآن (بر حاشیہ اتقان سیوطی (۱/۱۹۴) شیخ مفید نے الارشاد (ص ۱۳۵) میں نقل کیا ہے۔

نہج کا ۲۸ واں خطبہ اپنے ساتھیوں پر عتاب و خطاب پر مشتمل ہے اور ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

ایها الناس، المجتمعة ابدانهم المختلفة هم کلامکم یوهی الصّمّ الصلاب وفعلکم فیکم الاعداء۔ تقولون فی المجالس کیت وکیت۔ جاء القتال قلتم حیدی حیاد

اے لوگو، جن کے بدن اکٹھے ہیں لیکن خواہشیں جدا جدا ہیں تمہاری گفتگو سخت چٹانوں کو پھاڑتی ہے اور تمہارا کام دشمنوں کو لالچ دلاتا ہے تم مجلسوں میں کہتے ہو یہ کریں گے اور وہ وہ کریں گے۔ ا جب جنگ کا وقت آتا ہے تو بول اُٹھتے ہو بھاگو بھاگو۔

یہ خطبہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۱) میں قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاست (۱۴۲) میں کلینی نے اپنی کتاب میں ی الحدید ۱/۸۵) ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۴) میں شیخ مفید نے الارشاد (ص ۱۵۸) میں اور شیخ الطائفہ نے ا) میں نقل کیا ہے۔

نہج کا ۳۰ واں کلام حضرت ابن عباس سے ہے جبکہ انھیں جنگ جمل سے پہلے حضرت زبیر سے گفتگو کرنے بھیجا تھا آغاز ہے۔ (۱/۷۲)

لا تلقین طلحة فانك ان تلقه تجده کالثّور

تو طلحہ سے ہرگز مت ملنا۔ کیونکہ اُس سے ملے گا تو اُسے بیل کی طر

www.kitabmart.in

عاقصًا قرنہٗ یرکب الصعب و یقول ھو الذلول۔

سینگ اُٹھائے ہوئے پائے گا۔ وہ سرکش اونٹ پر چڑ
اور کہتا ہے کہ یہ رام ہے۔

یہ گفتگو ابن قتیبہ نے عیون (۱/۱۹۵) میں نقل کی ہے۔

(۲۱) نہج کا ۳۱ واں خطبہ ایھا الناس انا قد اصبحنا فی دھر عنود و زمن کنود یعد فیہ المحسن مس
(۱/۷۳) ماخذ کتاب کے تحت گذر چکا ہے اسے علامہ جاحظ نے البیان (۱/۱۷۲) میں ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (
میں ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۷۲) میں اور باقلانی نے اعجاز القرآن (۱/۱۹۷) میں شعیب بن صفوان کے حوالے
حضرت معاویہ درج کیا ہے۔ (۱/۷۳)

(۲۲) نہج کا ۳۲ واں خطبہ جو اختلاف روایت کے ساتھ نمبر ۱۰۰ پر بھی مذکور ہے۔ حسب ذیل ہے۔ (۱/۷۷)

ان اللہ بعث محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ ولیس احد من العرب یقرأ کتابًا ولا یدّعی نبوۃ فساق النّاس حتّٰی بوّاھم محلتھم و بلغھم منجاتھم

بیشک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ والہ کو ایسی حالت
فرمایا کہ کوئی عرب نہ کتاب خواں تھا اور نہ نبوت کا دعو
انھوں نے لوگوں کو کھینچا تا آنکہ انھیں اپنی جگہ پر بٹھا دیا
نجات کے گھر میں پہنچا دیا۔

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد (صہ ۱۴۴) میں نقل کیا ہے

(۲۳) نہج ۳۳ واں خطبہ جو اپنے ساتھیوں کے عتاب و خطاب پر مشتمل ہے۔ حسب ذیل ہے۔ (۱/۷۸)

اُفّ لکم لقد سئمت عتابکم أرضیتم بالحیاۃ الدّنیا من الاٰخرۃ عوضًا بالذّل من العزّ خلفًا؟

تم پر افسوس ہے! میں تمھیں ڈانٹتے ڈانٹتے تنگ
تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کا بدل مان لیا۔ اور کیا تم
جگہ ذلت قبول کر لی؟

یہ خطبہ طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۱) میں معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۲۴) نہج کا ۳۴ واں خطبہ بھی اپنے ساتھیوں کے عتاب و خطاب پر مشتمل ہے اور اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوا ہے
الحمد للہ وان اتی الدھر بالخطب الفادح ..... امابعد فان معصیۃ النّاصح المشفق العالم المجرّب تورث الحیرۃ و تعقب النّدامۃ۔

اللہ ہی حمد کا سزاوار ہے۔ اگرچہ زمانہ کیسے ہی گرا
سر پر ڈالے۔ بعد ازاں۔ بیشک تجربہ کار صاحب
ناصح کی نافرمانی حیرانی پیدا کر دیتی ہے اور اس کا انجام پشیما

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ابن ابی الحدید ۱/۱۱۰) میں ابن قتیبہ نے الامامہ (صہ ۱۳۵) میں او
طبری نے اپنی تاریخ (۶/۴۳) میں نقل کیا ہے۔ ابوالفرج الاصفہانی نے اغانی (۹/۵) میں اگرچہ اس خطبہ کے
نہیں کئے مگر آخری شعر کا حوالہ دیا ہے۔

(۲۵) نہج کا ۳۵ واں خطبہ امیرالمومنین نے خوارج کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا آغاز یوں ہے۔

فانا نذیرکم ان تصبحوا صرعی باثناء ھذا

تو میں تمھیں اس سے ڈراتا ہوں کہ تم اس دریا

www.kitabmart.in

هر وباهضام هذا الغائط على غير
نةٍ من ربّكم ولا سلطان مبين
كم -

اور اس نشیب کی گہرائیوں میں کہیں بچھڑے نہ پڑے ہو۔ درانحالیکہ
نہ تمھارے پاس پروردگار عالم کی طرف سے کوئی تنبیہ پائی جائے
اور نہ تمھارے ساتھ کوئی دلیل ہو۔

یہ خطبہ ابتدائی حصے کے علاوہ ابن قتیبہ نے الامامہ (۱۴۰) میں اور طبری نے تاریخ (۶/۴۷) میں اور بقول
ابی الحدید (۱/۱۱۴) محمد بن حبیب البغدادی متوفی ۲۴۵ (۸۵۹ء) نے اپنی کسی کتاب میں نقل کیا ہے۔

۲) نہج کا ۳۶ واں کلام "فقمت بالامر" سے شروع ہوتا ہے اس کا آخری جملہ یہ ہے۔

فنظرتُ فی امری فاذا طاعتی قد
قت بیعتی واذالمیثاق فی عنقی
یری -

میں نے اپنے معاملہ پر نظر کی تو دیکھا کہ میری اطاعت (حکم رسول
میری بیعت سے آگے نکل چکی ہے اور دوسرے (کے ساتھ پر امن
کے لئے قول و قرار میری گردن میں ہے۔

یہ جملہ البیہقی نے کتاب المحاسن (۱/۳۷) میں نقل کیا ہے۔

۳) نہج کا ۳۸ واں خطبہ بھی اپنے رفقا کے عتاب پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز ہے۔ (۱/۸۶)

منیتُ بمن لا یطیع اذا امرتُ ولا یجیبُ
دعوت - لا ابا لکم ما تنتظرون بنصرکم
بکم؟ اما دین یجمعکم ولا حمیة
شکم؟ اقوم فیکم مستصرخا وانادیکم
وثاً فلا تسمعون لی قولا ولا تطیعون
مراً -

میں ان لوگوں میں پھنسا ہوا ہوں جو اطاعت نہیں کرتے جب
انھیں حکم دیتا ہوں، اور جواب نہیں دیتے جب پکارتا ہوں۔ تمھارا باپ
مرجائے! تمھیں اپنے پروردگار کی مدد کرنے میں کس بات کا انتظار ہے
کیا دین تمھیں اکٹھا نہیں کرتا، اور کیا حمیت تمھیں نہیں کھینچتی؟ میں
تمھارے اندر کھڑے ہو کر پکارتا ہوں اور تمھیں مدد کے لئے بلاتا ہوں تو
تم میری بات نہیں سنتے اور نہ میرا حکم مانتے ہو۔

اس خطبے کو ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۱۱۸) میں نقل کیا ہے۔

۴) نہج کا ۳۹ واں کلام خارجیوں کے قول "لاحکم الا للہ" کا جواب ہے اور اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"کلمة حقّ یراد بها الباطل"۔

حق بات ہے جس سے مقصود باطل ہے۔

یہ قول مسلم نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الزکوۃ میں اور مبرد نے الکامل ۲/۱۳۱) میں باختلاف الفاظ نقل کیا ہے۔

۵) نہج کا ۴۱ واں خطبہ ہے۔ (۱/۸۸)

ایها الناس انّ اخوف ما اخاف علیکم
ن، اتّباع الهوی، وطول الامل۔ فاما
ع الهوی فیصدّ عن الحق۔ واما طول الامل
ی الاخرة -

لوگو! مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے
خواہشوں کی پیروی اور درازی امید۔ خواہشات کی پیروی حق
سے روکتی ہے اور درازی امید آخرت کو بھلا ڈالتی ہے۔

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب صفین (ص۴) میں ابو جعفر البرقی نے کتاب المحاسن (ورق ۸۱ ب) میں

www.kitabmart.in

ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۵۳) میں کلینی نے فراع کافی (۳/۲۹) میں الکرانی نے تحف العقول (ص۳۵ و ۴۷) میں۔
مفید نے الارشاد (ص۱۲۵) میں ابونعیم الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ (۱۰۳۸ء) نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۶) اور شیخ الطائفہ
مالی ص۷۳ و ص۱۴۵ بنام امیر المومنین نقل کیا ہے اور ابو علی القالی نے کتاب الامانی (۱/۱۸) میں بنام عتبہ بن غزوا
لبکری نے سمط اللآلی (۱/۷۷) میں ابو احمد الحسن بن عبداللہ العسکری متوفی ۳۸۲ھ (۹۹۲ء) کی کتاب الحث
والامثال کے حوالے سے خود رسول اکرم سے روایت کیا ہے۔

(۳۰) نہج کا ۴۵ واں کلام ہے۔

اللّٰھم انی اعوذ بك من وعثاء السفر وکآبة المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال اللّٰھم انت الصاحب فی السفر وانت الخلیفة فی الاھل ولا یجمعھما غیرك لان المستخلف لا یکون مستصحبا والمستصحب لا یکون مستخلفاً۔

اے اللہ میں سفر کی مشقتوں اور واپسی کے مصائب
ہاں بچوں اور مال و اسباب کو بُرے حال میں دیکھنے سے
مانگتا ہوں، اے اللہ تو ہی سفر میں رفیق ہے اور تو ہی بال
میں میرا قائم مقام ہے۔ اور یہ دونوں کام ایک ساتھ تیر
اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قائم مقام ساتھی نہیں ہوتا
ساتھی کو قائم مقام نہیں چھوڑا جا سکتا۔

یہ دعا "اللھم" سے "فی الاھل" تک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی الفاظ پر مشتمل ہے
احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ ابو عبید نے غریب الحدیث (ورق ۳۸ ب) میں بھی بذیل اح
ہوی اسے نقل کیا ہے۔ اور پورے کلام کو ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۷۱ و ۲۸۸) میں روایت کیا ہے۔

(۳۱) نہج کا ۴۷ واں خطبہ ہے۔ (۱/۹۳)

الحمد للہ کلما وقب لیلٌ وغسق والحمد للہ کلما لاح نجم وخفق۔

اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے جب تک رات آئے اور اند
اور اللہ کے لئے تعریف ہے جب تک بھی ستارہ نکلے اور ڈ

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۷۰ و ۲۷۰) میں اور دیگر رواۃ سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل
ہے۔ (ابن ابی الحدید ۱/۱۵۹)

(۳۲) نہج کا ۹۴ واں خطبہ ہے۔ (۱/۹۵)

انما بدء وقوع الفتن اھواء تتبع و احکام تبتدع یخالف فیھا کتاب اللہ ویتولی علیھا رجال رجالاً علی غیر دین اللہ۔

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ خواہشات ہوتے ہیں ج
پیروی کی جائے اور وہ نئے احکام ہوتے ہیں جن میں کتا
کی مخالفت کی جائے اور جن کے نفاذ کے لئے لوگ دوس
دین الٰہی کے خلاف گٹھ جوڑ کرتے ہیں۔

یہ خطبہ ابو جعفر البرقی نے کتاب المحاسن والاداب (ورق ۷۹ ب و ۸۴۔ الف) میں اور کلینی نے اصول الکا
وفروع الکافی (۳/۲۹) میں اور عاصم بن حمید نے اپنی کتاب (بحار ۱/۱۵۹ و ۱۶۶) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

۳) نہج کا ۵۰ واں خطبہ ہے۔ (۱/۹۶)

قد استطعمو کم القتال، فاقرّوا علی مذلّة
خیر محلّة او روّوا السیوف من الدماو
وا من الماء۔

انھوں نے تم سے جنگ کا لقمہ طلب کیا ہے۔ اب یا تو تم ذلت پر جم کر بیٹھ جاؤ اور پیچھے ہٹ لو۔ اور یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر خود اپنی پیاس پانی سے بجھالو۔

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ابن ابی الحدید ۱/۱۸۰) میں نقل کیا ہے۔

۳) نہج کا ۵۵ واں خطبہ ہے:۔ (۱/۱۰۰)

ولقد کنّا مع رسول اللہ نقتل اٰباءنا و
ءنا واخواننا واعمامنا، مایزیدنا ذلك
ایمانًا وتسلیما ومضیًّا علی اللقم وصبرًا
مضض الالم۔

ہم رسول اللہ کے ساتھ اپنے باپوں۔ بیٹوں۔ بھائیوں او چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاع اور راہ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور رنج والم کی سوزش صبر میں زیادتی ہوتی تھی۔

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۲۸۳) میں اور شیخ مفید نے الارشاد ص۱۵۵ میں نقل کیا ہے۔

۳) نہج کا ۵۶ واں خطبہ ہے۔ (۱/۱۰۱)

اما انّه سیظهر علیکم بعدی رجل.....
وانه سیامرکم بسبّی والبراءة
ی۔

دیکھو میرے بعد بہت جلد تمھارے پاس ایک شخص آئیگا.. دیکھو وہ تم کو حکم دیگا کہ مجھے بُرا بھلا کہو اور مجھ سے اپنی بیزاری اظہار کرو۔

یہ کلام اصول الکافی (ص۲۰۶) میں کلینی نے اور کتاب الغارات میں معمولی فرق کے ساتھ الثقفی نے (ابن ابی الحدید ۱/ الی (ص۱۳۱ و ص۲۳۲) میں شیخ الطائفہ نے اور حاکم نے مستدرک (۲/۲۵۸) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۸۴) میں ی کیا ہے۔

۲) نہج کی ۵۷ ویں گفتگو خوارج سے ہے اس کا آغاز ہے (۱/۱۰۲)

اصابکم حاصب، ولا بقی منکم آثر۔ ابعد
انی باللہ وجهادی مع رسول اللہ اشهد
نفسی بالکفر۔

تم پر سنگبار آندھی آئے۔ اور تم میں کوئی بتانے والا نہ بھی کیا اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی معیت میں جہ کرنے کے بعد میں اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں؟

یہ گفتگو طبری نے اپنی تاریخ (۶/۴۸) میں نقل کی ہے۔

۳) نہج کا ۶۱ واں خطبہ اس جملے پر مشتمل ہے (۱/۱۰۶)

فان اللہ سبحانه لم یخلقکم عبثا ولم یترکلکم سدی

یہ جملہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۷) کے ایک خطبہ میں نقل کیا ہے۔

۲) نہج کا ۶۳ واں کلام اہل صفین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا آغاز ہے۔ (۱/۱۱۰)

www.kitabmart.in

معاشر المسلمین! استشعروا الخشیة وتجلببوا السکینة وعضّوا علی النواجذ۔

مسلمانو! خوف الٰہی کو اپنا شعار بناؤ اور سکون کو اپنی قرار دو اور دانت بھینچ کر بند کر لو۔

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱/ ۱۱۰ و ۱۳۳) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۱/ ۳۲) میں نقل کیا ہے

(۳۹) نہج کا ۶۴ واں کلام ہے۔ (۱/ ۱۱۲)

فھلّا احتججتم علیھم بان رسول اللہ وصّی بان یحسن الی محسنھم و یتجاوز عن مسیئھم۔

تم نے ان کے سامنے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے کہ ان کے نیکوں سے نیکی کی جائے اور ان کے بروں سے درگذر کی جائے۔

یہ کلام ابوحیان توحیدی نے کتاب البصائر (۱۱۸) میں بہ تغیر الفاظ اور سید مرتضیٰ نے امالی (۱/ ۱۹۸) میں نقل ک

(۴۰) نہج کا ۶۷ واں کلام ہے۔ (۱/ ۱۱۴)

ملکتنی عینی، وانا جالس، فنعس لی رسولُ اللہ فقلت یا رسولَ اللہ، ما ذا لقیت من امتک من الاود واللدد

میری آنکھ لگ گئی درانحالیکہ میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کہا اللہ کے رسول! آپ کی امت کی طرف سے بہت کچھ کجروی اور دشمنی بھگت چکا۔

یہ پورا کلام ابن عبدربہ نے العقد (۲/ ۲۹۸) میں اور ابوالفرج الاصفہانی نے مقاتل الطالبین (ص ۱۶) میں نقل اور آخری حصہ معمولی اختلاف کے ساتھ ابوعلی القالی کی ذیل الامالی والنوادر (ص ۱۹۰) میں مندرج ہے۔

(۴۱) نہج کا ۶۹ واں خطبہ ہے۔ (۱/ ۱۱۶)

اللھم داحی المدحوّات وداعم المسموکات وجابل القلوب علی فطرتھا شقیّھا و سعیدھا۔

اے اللہ! اے زمینوں کے پھیلانے والے اور آسمانو محافظ اور دلوں کے ان کی اصل حالت پر پیدا کرنے وا وہ بدبخت ہوں یا خوش نصیب۔

یہ خطبہ ابوعلی القالی نے ذیل الامالی والنوادر (ص ۱۷۵) میں نقل کیا ہے۔

(۴۲) نہج کا ۷۴ واں کلام ہے۔ (۱/ ۱۲۳)

ان بنی امیّة لیفوقوننی تراث محمد تفویقاً لا نفضنّھم نفض اللحّام الرذام التربة

بنی امیہ مجھے محمدؐ کی میراث میں سے بہت تھوڑا سا حص چاہتے ہیں میں انھیں ایسا جھاڑ پھینکوں گا جیسے قصا کی بوٹی پر سے مٹی جھاڑ پھینکتا ہے۔

یہ کلام ابوعبید نے غریب الحدیث (۱۹۶ ب) میں ابوالفرج الاصفہانی نے کتاب الاغانی (۱۱/ ۲۹) میں نقل کیا ہے

(۴۳) نہج کا ۷۶ واں کلام ایک منجم سے ہے (۱/ ۱۲۴)

اتزعم انک تھدی الی الساعة التی من سارفیھا صرف عنہ السوء

کیا تیرا یہ گمان ہے کہ تو اس گھڑی کو بتا سکتا ہے جس کرنے سے مسافر سے بلا دور رہتی ہے۔

www.kitabmart.in

یہ مکالمہ شیخ صدوق نے معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ امالی (مجلس ۶۴) میں نقل کیا ہے۔

۴) نہج کے خطبہ نمبر ۷۷ کا آخری حصہ ہے (۱/ ۱۲۶)

فاتقوا شرار النساء وکونوا من خیارھن حذر۔

تم بری عورتوں سے بچتے رہو اور نیک عورتوں سے احتیاط برتو۔

یہ ٹکڑا شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۵۰) میں اور شیخ مفید نے کتاب الاختصاص (بحار ۱۷/ ۱۲۵) میں نقل کیا ہے۔

۵) نہج کا ۸۷ واں کلام ہے۔ (۱/ ۱۲۶)

ایھا النّاس، الزّھادۃ قصر الامل والشکر عند النّعم والورع عند المحارم۔

لوگو! زہد امیدوں کی کمی، نعمتوں پر شکر اور ممنوعات سے پرہیز کا نام ہے۔

یہ کلام قدرے تغیر کے ساتھ شیخ صدوق نے معانی الاخبار (۹۲) میں نقل کیا ہے۔

۶) نہج کا کلام نمبر ۷۹ ہے۔

ما اصف من دار اوّلھا عناء واٰخرھا فنا فی حلالھا حساب وفی حرامھا عقاب۔

ایسے گھر کی تعریف کیا کروں جس کا آغاز دکھ اور انجام فنا ہے اس کے حلال کا حساب ہوگا اور حرام پر سزا دی جائے گی۔

یہ پوری گفتگو مبرد نے الکامل (۱/ ۸۸) میں اور ابوبکر محمد بن الحسن بن درید الازدی البصری متوفی ۳۲۱ھ (۹۳۳ء) نے کتاب المجتنیٰ (ص ۳۱) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۷) میں اور ابوعلی القالی نے کتاب الامالی (۲/ ۱۲۲) میں نقل کی ہے۔

۷) نہج کا کلام نمبر ۸۰ ہے (۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۵)

الحمد للہ الّذی علا بحولہ و دنی بقولہ ـــــ اوصیکم عباد اللہ بتقوی اللہ الّذی ضرب الامثال

اُس خدا کی حمد جو اپنی طاقت و قوت کے بل پر غالب ہے اور اپنے فضل کے اعتبار سے قریب ہے ـــــ اللہ کے بندو، میں تمھیں اُس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے مثالیں دے دے کر سمجھایا ہے

اس خطبہ کا معتدبہ حصہ ابونعیم نے حلیہ (۱/ ۷۸) میں اور علی بن محمد الواسطی نے عیون الحکم (بحار ۱۷/ ۱۱۲) میں نقل کیا ہے۔

۸) نہج کا کلام نمبر ۸۰ حسب ذیل ہے (۱/ ۱۲۵)

عجبنا لابن النابغۃ یزعم لاھل الشام فی دعابۃ وانّی امرء وتلعابہ۔

ہمیں ابن نابغہ پر تعجب آتا ہے۔ شامیوں سے کہتا ہے کہ مجھ میں مزاح محبت ہے اور میں بڑا کھلنڈرا انسان ہوں۔

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون (۱/ ۱۶۴) میں، البیہقی نے کتاب المحاسن (۱/ ۳۹) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۸۲) میں نقل کیا ہے۔

۹) نہج کا خطبہ نمبر ۸۴ ہے (۱/ ۱۵۴)

امابعد فانّ اللہ لم یقصم جبّاری دھرٍ الّا بعد تمہیل ورخاء ولم یجبر

بعدازاں بیشک اللہ تعالیٰ نے جباروں کو ہرگز ہلاک نہیں کیا جب تک انھیں پہلے وسعت عیش و فراخی نہیں عطا کر دی، اور کسی امت

www.kitabmart.in

عظم احد من الامم الّا بعد ازلِ وبلاء

ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک پہلے اُن پر شدت وسختی اور آ
مصیبت نازل نہیں کر دی۔

یہ خطبہ کلینی نے فروع الکافی (۳/۳۱) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۶۸) میں نقل کیا ہے۔

(۵۰) نہج کا خطبہ نمبر ۸۵ ہے۔

ارسلہٗ علی حین فترۃٍ من الرّسل و طول ھجعۃٍ من الامم

اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا جبکہ رسولوں کی آ
تھی اور مختلف اُمتیں بہت دنوں سے پڑی سو رہی تھیں۔

یہ خطبہ کلینی نے اصول الکافی (ص۱۵) میں نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید کی شرح (۱/۳۴۴) سے معلوم ہوتا ہے
ایک سے زیادہ راویوں نے روایت کیا ہے۔

(۵۱) نہج کا خطبہ نمبر ۸۷ ہے۔ (۱/۱۵۹)

الحمد للہ الّذی لا یفرہٗ المنع والجمود ولا یکدیہ الاعطاء والجود

وہ اللہ سزاوار حمد ہے جس کو روکنا اور بالکل نہ دینا امیر نہ
اور بخشش وعطا بے زر نہیں کرتی۔

یہ خطبہ ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۰۰) میں اور شیخ صدوق نے کتاب التوحید (ص۳۶) میں نقل کیا ہے
(۵۲) نہج کا خطبہ نمبر ۸۸ ان حضرات سے تخاطب ہے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد
سے خلافت کا بار اٹھا لینے کی درخواست کی تھی۔ فرمایا ہے۔ (۱/۱۸۲)

دعونی والتمسوا غیری، فانا مستقبلون امرًا لہٗ وجوہٌ والوانٌ

مجھے چھوڑو اور کسی اور کو تلاش کرو۔ ہم ایک ایسے کام سے
ہونے والے ہیں جس کے کئی منہ اور متعدد رنگ ہیں۔

یہ خطبہ طبری کی تاریخ (۵/۱۵۶) اور ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ کی تجارب الامم (۱/۵۰۸) میں موجود ہے
(۵۳) نہج کا خطبہ نمبر ۸۹ ہے۔ (۱/۱۸۲)

اما بعد، ایھا النّاس، فانا فقأت عین الفتنۃ ولم یکن لیجرءَ علیھا غیری

بعد ازاں! لوگو میں نے فتنہ کی آنکھ نکال پھینکی اور اس کی
میرے سوا کسی میں نہ تھی۔

ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (۱/۳۶۶) میں لکھا ہے کہ متعدد سیرت نگاروں نے یہ خطبہ نقل کیا ہے مگر ان کے
ایسے الفاظ بھی ہیں جو سید رضی نے نقل نہیں کئے۔

(۵۴) نہج کے خطبہ نمبر ۹۳ کا ایک ٹکڑا ہے:۔

لقد رائتُ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فما اری احدًا منکم یشبھھم۔ لقد کانوا یصبحون شعثا غبرًا وقد باتوا سجّدا وقیامًا یراوحون بین جباھھم وخدودھم ویقفون

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابیوں کو دیکھا ہے میں نے
کسی کو بھی اُن جیسا نہیں پاتا وہ صبح کو دھول میں اٹے ہوئے
رات کو سجدوں اور قیام کی حالت میں گذارتے تھے وہ کبھی اپنی پیشا
زمین پر رکھتے تھے اور کبھی رخسارے۔ وہ اپنی آخرت یاد کر

www.kitabmart.in

مثل الجمر من ذکر معادهم۔ کان بین اعینهم المعزیٰ من طول سجودهم اذا ذکر الله هملت اعینهم حتی تبل جیوبهم و ماد و کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفاً من العقاب و رجاءً للثواب۔

انگاروں پر کھڑے معلوم دیتے تھے۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدے کرنے کی باعث مینڈھے کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑے تھے جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برساتیں یہاں تک کہ گریبا تر ہو جاتے اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرز اور کپکپاتے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے۔

یہ ٹکڑا ابن قتیبہ کی عیون الاخبار (۲/۳۰۱) میں شیخ مفید کی الارشاد (ص ۱۳۸) اور مجالس (بحار ۱۷/۴۲۰) میں ابو نعیم حلیۃ الاولیا (۱/۷۶) اور شیخ الطائفہ کی امالی (ص ۶۲) میں موجود ہے۔

۵) نہج کے کلام نمبر ۹۹ کا چوتھا ٹکڑا ہے۔ (۱/۱۹۸)

و ذالك زمن لا ینجو فیه الا کل مومن نسمة

یہ وہ زمانہ ہے جس میں صرف وہی مومن نجات پا سکے گا جو بے نا نشان ہو گا۔

یہ ٹکڑا معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۳۵۲) میں نقل کیا ہے۔

۵) نہج کا خطبہ نمبر ۱۰۲ یوں شروع ہوا ہے:۔ (۱/۲۰۲)

الحمد لله الذی شرع الاسلام فسهل شرائعه لمن وردهٗ و اعز ارکانه علی من غالبهٗ جعله امنا لمن علقه و سلما لمن دخله۔

وہ اللہ سزاوار حمد ہے جس نے اسلام کو شریعت بنایا اور اس احکام کو آسان کر دیا اس کے لئے جو اس میں داخل ہو گیا اور اس ارکان کو دشوار قرار دیدیا اس کے لئے جس نے اس پر غالب ہونا چا پھر اسے امن بنایا اس کے لئے جو اس سے لپٹ گیا اور سلامتی اس کے جو اس میں داخل ہو گیا۔

یہ خطبہ کم و بیش الفاظ کے ساتھ کلینی نے اصول الکافی (ص ۱۶۷) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۲۳) میں اور الحرانی العقول (ص ۳۸۰) میں، ابو علی القالی نے ذیل الامالی والنوادر (ص ۱۷۳) میں۔ ابو نعیم الاصفہانی نے حلیہ (۱/۷۴) میں محمد بن سلامۃ القضاعی نے دستور معالم الحکم (ص ۱۲۱) میں نقل کیا ہے۔

۵) نہج کا کلام ۱۰۳ ہے۔ (۱/۲۰۵)

وقد رأیت جولتکم و انحیازکم عن صفوفکم زکم الجفاة الطغام و اعراب اهل الشام تم لها میمنة العرب و یافیخ الشرف و انف دم و السنام الاعظم۔

میں نے تمہیں پیٹھ پھیرتے اور صفوں سے الگ ہوتے دیکھا تھا جفا کار، بدخو اور شام کے بدو گھیر رہے تھے حالانکہ تم کے شہسوار اور شرافت کی چوٹی، اور چہرے کی ناک اور بز میں کوہان ہو۔

یہ گفتگو ابن مزاحم الکوفی کی کتاب الصفین (ص ۱۳۰) اور طبری کی تاریخ (۶/۱۴) میں موجود ہے۔

۵) نہج کا نمبر ۱۰۶ خطبہ ہے۔ (۱/۲۱۵)

www.kitabmart.in

ان افضل ما توسّل به المتوسلون الی الله سبحانه الایمان به و برسوله والجهاد فی سبیله فانه ذروة الاسلام و کلمة الاخلاص فانّها الفطرة و اقام الصلوة فانّها الملّة و ایتاء الزّکوٰة فانّها فریضة واجبة وصوم شهر رمضان فانّه جُنّةٌ من العقاب و حج البیت واعتماره فانّهما ینفیان الفقر و یرخصان الذنب وصلة الرحم فانّها مزأة فی المال ومنسأة فی الاجل وصدقة السّر فانّها تکفّر الخطیئة وصدقة العلانیة فانّها تدفع میتة السّوء وصنائع المعروف فانّها تقی مصارع الهوان۔

اللہ سے قربت حاصل کرنے والوں کا سب سے بہتر ذریعہ ق
اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، اس کی راہ میں جہاد کرنا
جہاد اسلام کا بلند ترین حصہ ہے اور اخلاص کی بات ہے ک
فطرت انسانی ہے اور نماز کی پابندی ہے کیونکہ یہ ملت (بنانی
زکوٰۃ دینا ہے کیونکہ وہ ضروری فرض ہے اور رمضان کے
رکھنا ہے کیونکہ روزہ عذاب کی ڈھال ہے اور بیت اللہ کا حج
کرنا ہے کیونکہ یہ افلاس کھوتے اور گناہ دھوتے ہیں اور اعمر
ہے۔ کیونکہ یہ مال بڑھاتی اور موت کو پیچھے ہٹاتی ہے اور خف
کرنا ہے۔ کیونکہ یہ خطاؤں کا کفارہ ہے اور علانیہ خیرات ہے
موت کو دفع کرتی ہے۔ اور نیک کام ہیں کیونکہ یہ ذلت کی شک
بچاتے ہیں۔

یہ خطبہ ابو جعفر البرقی نے المحاسن (ورق ۱۱۹ - الف) میں الحرانی نے تحف العقول (ص ۳۴) میں شیخ صدوق نے علل (ص ۱۱۴) میں شیخ مفید نے الامالی (بحار ۱۷/۱۰۵) میں نقل کیا ہے۔

(۵۹) نہج کا خطبہ نمبر ۱۰۷ ہے:۔ (۱/۲۱۶)

امابعد فانی احذّرکم الدّنیا، فانّها حلوة خضرة حفّت بالشّهوات وتحبّبت بالعاجلة وراقت بالقلیل وتحلّت بالآمال۔

بعد ازاں۔ میں تمھیں دنیا سے بچنے کو کہتا ہوں کیونک
اور ہری بھری ہے۔ یہ خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔

یہ پورا خطبہ بنام قطری بن الفجاءۃ۔ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین (۱/۱۹۶) اور ابن عبدربہ نے العقد (
میں۔ اور اس کا ایک حصہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۲۵۰) میں درج کیا ہے۔ اور عبید اللہ المرزبانی[1] المعتزلی الشیعی
(۹۹۴ھ) نے کتاب الموفق (بن ابی الحدید ۱/۳۹۷) میں کلینی نے فروع الکافی (۳/۱۱۹) میں اور ابو الفرج القزوینی
قرب الاسناد (بحار ۱۷/۳۰۵) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۲) میں بنام امیر المومنینؑ نقل کیا ہے۔

(۶۰) نہج کا ۱۱۲ ویں خطبہ کا آخری جملہ ہے (۱/۲۲۹)

اما و الله لیسلطنّ علیکم غلام ثقیف الذّیال المیّال یاکل خضرتکم و یذیب شحمتکم

بخدا تم پر قبیلہ ثقیف کا ایک ایسا فرد مسلط ہونے والا
دامن گھسیٹ کر اور جھوم جھوم کے چلنے والا ہوگا۔ تمھاری سبز
اور چربی پگھلا ڈالے گا۔

مسعودی نے مروج الذہب (۲/۱۱۲) میں بہ تغیر الفاظ یہ کلام نقل کیا ہے۔

---

[1] مرزبانی کے حالات کے لئے دیکھئے ابن خلکان (۲/۷۲۴)۔ انساب السمعانی (ورق ۵۲۱ الف) و شذرات (۳/۱۱۱

www.kitabmart.in

) نہج کے ۱۱۶ ویں کلام کا ایک حصہ ہے :-

ان شرائع الدین واحدۃ وسبلہ قاصدۃ الخ

دین کی شریعتیں ایک ہیں، اور اس کے راستے سیدھے ہیں۔

یہ جملے ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۱۱۵) میں ایک خطبے کے ذیل میں نقل کئے ہیں۔

) نہج کا کلام نمبر ۱۱۷ اپنے ساتھیوں پر عتاب ہے۔ اس کا آغاز ہے (۱/۲۳۳)

ھذا جزاء من ترک العقدۃ۔ اما واللہ لو انی
امرتکم بما امرتکم بہ حملتکم علی المکروہ الذی
ل اللہ فیہ خیرا: فان استقمتم ھدیتکم
جو جحتم قومتکم لکانت الوثقیٰ ولکن بمن
ن من؟ اریدان اداوی بکم وانتم
ی کناقش الشوکۃ بالشوکۃ وھو یعلم
ضلعھا معھا۔

یہ اس شخص کا بدلہ ہے جس نے گانٹھ (عہد) کو چھوڑا۔ خدا
اگر میں جب تمھیں حکم دے رہا تھا، اُس غیر خوش آیند بات پر آما
کرتا جس میں اللہ تعالیٰ نے تمھاری بھلائی رکھی تھی، پھر تم قا
رہتے تو تمھیں راہ راست دکھاتا اور ٹیڑھے چلتے تو سیدھا کر
تو یہ بات زیادہ مضبوط ہوتی لیکن کس کے بل پر، اور کس کو؟ میں
تمھارے ذریعہ علاج کرنا چاہتا ہوں حالانکہ تم ہی میرا مرض ہو
جیسے کانٹے کو کوئی کانٹے ہی سے نکالے یہ جانتے ہوئے کہ
اس کانٹے کی میلان بھی اُس کانٹے کی طرف ہوگا۔

یہ کلام ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۵) میں بھی نقل کیا ہے۔ اور اسی کلام کا یہ حصہ (۱/۲۳۴)

موہ العیون من البکا ..... غبرۃ الخاشعین

شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۳۵) میں ابن الشیخ نے امالی (ص۱۸) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۹) اور امالی
۱۷/۱۰۶) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۱۱۹ واں کلام میدان جنگ میں اپنے سپاہیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے اس میں یہ جملہ بھی ہے۔

ان الموت طالب حثیث لا یفوتہ المقیم
عجزہ الھارب۔

بیشک موت تیز رفتار متلاشی ہے نہ اپنی جگہ جما رہنے والا اُس
بچ سکتا ہے اور نہ بھگوڑا اسے ہرا سکتا ہے۔

یہ گفتگو ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۷) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۰۶ و ۱۳۵) میں اور شیخ مفید نے
اد (ص۱۳۹ و ۱۵۹) میں اور کتاب الجمل (ص۱۷۵) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۱۲۰ واں کلام ہے (۲/۴)

فقدموا الدارع واخروا الحاسر و
واعلی الاضراس فانہ ابنی للسیوف
لھام

پس زرہ پوش کو آگے رکھنا اور بے زرہ کو پیچھے کر لینا او
داڑھیں خوب بھینچ لینا کیونکہ یہ صورت تلواروں کو کھوپڑیا
کاٹنے سے باز رکھتی ہے۔

یہ گفتگو ابن المزاحم الکوفی کی کتاب الصفین (ص۱۲۰) میں، طبری کی تاریخ (۶/۹) ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء
رب الامم (۱/۵۸۳) اور ابو حیان التوحیدی کی کتاب البصائر (ص۳۶۹) اور شیخ مفید کی الارشاد (ص۱۵۴) میں موجود ہے

www.kitabmart.in

(۶۵) نہج کا ۱۲۱ واں کلام ہے۔ (۲/۷)

انا لم نحکم الرجال وانما حکمنا القران و هذا القران انما هو خط مسطور بین الدفتین لاینطق بلسان ولا بدّ له من ترجمان وانما ینطق عنه الرجال۔

بیشک ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا ہے بلکہ ہم نے حکم بنا قرآن کو یہ قرآن ایک تحریر ہے جو دو دفتیوں کے بیچ میں لکھی یہ خود بات نہیں کرتا' اور اس کے لئے ترجمان ضرور ہوتا ہے اس کی طرف سے آدمی ہی بات کیا کرتے ہیں۔

یہ گفتگو بھی طبری (۶/۳۰) میں درج ہے اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۵۷) میں بالاختصار نقل کی ہے۔

(۶۶) نہج کا ۱۲۲ واں کلام ہے۔ (۲/۱۰)

اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فیمن ولیت علیه۔

کیا تم مجھے یہ حکم دے رہے ہو کہ جن لوگوں پر میں حاکم بنایا گ اُن کے خلاف ظلم سے مدد چاہوں۔

یہ کلام شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۲۱) میں نقل کیا ہے۔

(۶۷) نہج کا کلام ۱۲۶ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے تخاطب ہے اس کا آغاز یہ ہے۔ (۲/۱۷)

یا اباذر انک غضبت لله۔ فارج من غضبت له' ان القوم خافوك علی دنیاهم و خفتهم علی دینك۔

اے ابوذر! بیشک تو اللہ کے لئے خفا ہوا ہے اسی سے بیشک قوم نے تجھے اپنی دنیا کے لئے اور تو نے اسے اپنے د خطرناک جانا ہے۔

یہ گفتگو ابوبکر احمد بن عبدالعزیز الجوہری نے کتاب السقیفہ (ابن ابی الحدید ۱/۴۵۶) میں بالتفصیل اور کلینی (کتاب الروضہ ص۹۰/۳) میں بالاختصار نقل کی ہے۔

(۶۸) نہج کا ۱۳۲ واں کلام ہے۔ (۲/۲۶)

لم تکن بیعتکم ایای فلتة ولیس امری وامرکم واحد انی ارید کم لله وانتم ترید ونی لانفسکم۔

تم نے مجھ سے اچانک بیعت نہیں کی تھی اور میرا اور ت ایک نہیں ہے میں تمہیں اللہ کے لئے چاہتا ہوں اور تم مجھ چاہتے ہو۔

شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۲) میں جو خطبہ نقل کیا ہے اس کا یہ ایک ٹکڑا ہے۔

(۶۹) نہج کا ۱۳۳ واں کلام ہے۔ (۲/۲۶)

واللہ ما انکروا علیّ منکرا

بخدا انھوں نے کسی ناپسندیدہ بات کو میرے لئے نا مناس

یہ خطبہ شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۴۶) میں اور کتاب الجمل (ص۱۱۹) میں نقل کیا ہے۔ اس کا ایک اور حصہ نمبر میں گذر چکا ہے اسی کلام کا دوسرا حصہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

فاقبلتم الی اقبال العوذ المطافیل الی اولادها تقولون البیعة البیعة۔ قبضت

پھر تم میری طرف ایسے متوجہ ہوئے جیسے نئی بیاہی بچوں اپنے بچوں کی طرف ٹوٹتی ہیں تم کہتے تھے بیعت بیعت۔

www.kitabmart.in

ی فبسطتموها و نازعتکم یدی ن بتموها۔

اپنا ہاتھ بند کر لیا تو تم نے اسے پھیلا دیا اور میں نے تم سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تو تم نے اُسے کھینچ لیا۔

یہ کلام ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۱۶۴ و ۲۷۷) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (صـ۱۴۲) میں اور کتاب الجمل (صـ۱۲۸ و) میں بتغیر الفاظ نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۱۳۵ واں کلام ہے۔ (۲/۳۱)

لم یشرع احد قبلی الی دعوۃ حق وصلۃ رو عائدۃ کرم

مجھ سے پہلے کوئی بھی حق کی پکار، صلہ رحم اور کرم و جوانمردی کی طرف تیز نہیں دوڑا۔

یہ کلام طبری نے اپنی تاریخ (۵/۳۹) میں بتمامہ نقل کیا ہے

) نہج کا ۱۴۱ واں خطبہ ہے۔ (۲/۳۸) صـ۱

ایھا النّاس انّما انتم فی ھذہ الدنیا غرض ل فیہ المنایا۔ مع کلّ جرعۃ شرق

لوگو! تم اس دنیا میں نشانہ ہو جس پر موت تیر لگاتی ہے اور ہر گھونٹ کے ساتھ اُچھو ہے۔

یہ خطبہ ابو علی القالی نے کتاب الامالی (۲/۵۷ و ۱۰۲) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (صـ۱۳۹) اور امالی (بحار ۷/۱۰۶ خ الطائف نے امالی (صـ۱۳۵) میں بنام امیر المومنین نقل کیا ہے لیکن ان سے پہلے الحرانی نے تحف العقول (صـ۷۲) میں امام محمد باقرؑ قدرے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

) نہج کی ۱۴۲ ویں گفتگو ہے۔ (۲/۳۹)

ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ ۃ ولا قلّۃ وھو دین اللہ الّذی اظھرہ وجندہ ی اعدّہ و امدّہ

بیشک اس امر کی کامیابی و ناکامی کا مدار کثرت و قلت پر نہ تھا یہ اللہ کا وہ دین ہے جسے اس نے غالب کیا ہے اور وہ لشکر ہے جسے خود اس نے تیار کیا ہے اور مدد دی ہے۔

اس گفتگو کا ایک ٹکڑا "فانک ان شخصت" سے آخر تک طبری کی تاریخ (۴/۲۳۸) اور ابن مسکویہ کی تجارب لامم ۴۱۹) میں بیان ہوا ہے اور پورا کلام شیخ مفید نے الارشاد (صـ۱۳۱) میں درج کیا ہے

) نہج کا ۱۴۳ واں خطبہ ہے۔ (۲/۴۰)

بعث محمدًا بالحق لیخرج عبادہ من عبادۃ ان الی عبادتہ

پس اللہ نے محمد کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ وہ اُسکے بندوں کو بتوں کی پرستش سے نکال کر اس کی عبادت کی طرف لے آئے۔

یہ خطبہ کلینی نے فروع الکافی (۳/۲۷۹) میں نقل کیا ہے۔ اور اسی خطبہ کا دوسرا حصہ ہے۔ (۲/۴۲)

یھا النّاس انّہ من استنصح اللہ وفق

لوگو، جس نے اللہ سے نصیحت مانگی، اُسے نصیحت دی گئی۔

یہ حصہ الحرانی نے تحف العقول میں امام حسنؑ کے اقوال میں (صـ۵۳) پر نقل کیا ہے۔ نہج کا ۲۳۴ واں خطبہ بھی اسی کا ایک ٹکڑا ہے۔

نہج (۳/۱۹۶) بھی ملاحظہ ہو جہاں بذیل حکم یہ خطبہ تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔

www.kitabmart.in

(۷۴) نہج کا خطبہ ۱۴۸ ہے۔ (۲/ ۵۳)

الحمد للہ الدال علی وجودہ بخلقہ | اُس اللہ کی حمد و ثنا جو اپنی مخلوق کے ذریعہ اپنے وجود کی طرف

اس خطبہ کو کلینی نے اصول کافی (ص ۳۳) میں معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۷۵) نہج کا ۱۵۲ ویں خطبہ کا حصہ ہے۔ (۲/ ۷۲)

عباد اللہ! اللہ اللہ فی اعز الا نفس علیکم الخ | اللہ کے بندو، خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، نفس کے معاملہ میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔

یہ حصہ علی بن محمد الواسطی نے عیون الحکم (بحار ۱۷/ ۱۱۳) میں نقل کیا ہے۔

(۷۶) نہج کا ۱۵۷ واں کلام ہے۔ (۲/ ۷۹)

یا اخا بنی اسد، انک لقلق الوضین | اے قبیلہ اسد کے بھائی، تو تو ڈھیلے تنگ والا ہے۔

یہ کلام شیخ مفید نے الارشاد (ص ۱۷۰) میں نقل کیا ہے۔

(۷۷) نہج کا ۱۵۹ واں کلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے فرماتے ہیں۔

انّ الناس ورائی وقد استسفرونی بینک وبینھم، ووالله ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجھلہ ولا ادلک علی شی تعرفہ، | لوگ میرے پیچھے ہیں اور انھوں نے مجھے تمھارے اور اپنے بنایا ہے اور بخدا میں نہیں جانتا کہ تم سے کیا کہوں، میں کوئی ایسی نہیں جانتا جو تمھیں معلوم نہ ہو اور نہ کسی ایسی بات کی طرف کر سکتا ہوں جسے تم پہچانتے نہ ہو۔

یہ گفتگو احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۷۹ھ (۸۹۲ء) نے انساب الاشراف (۵/ ۶۰) میں۔ طبری نے تاریخ (۵/ ۱ ابن عبد ربہ نے العقد (۲/ ۲۷۳) میں اور ابن مسکویہ نے تجارب الامم (۱/ ۴۷۸) میں اور شیخ مفید نے کتاب الجمل (ص ۸۴) میں نقل کی ہے

(۷۸) نہج کا ۱۶۱ واں خطبہ ہے۔ (۲/ ۹۵)

لیناس صغیرکم کبیرکم | تمھارے چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی پیروی کرنا چاہیے

کلینی نے کافی (۳/ ۳۱) میں یہ خطبہ نقل کیا ہے اور اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ ۹۴ کا جزو ہے۔

۷۹) نہج کی ۱۶۳ ویں گفتگو ان حضرات سے ہے جنھوں نے امیر المومنین کو یہ مشورہ دیا تھا کہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے باز پر س کا آغاز ہے۔ (۲/ ۹۸)

یا اخوتاہ! انی لست اجھل ما تعلمون۔ ولکن کیف لی بقوۃ والقوم المجلبون علی حدّ شوکتھم | بھائیو! میں تمھاری معلومات سے بے خبر نہیں ہوں لیکن نہیں اس لئے کہ باغی اپنی قوت کی انتہا پر ہیں۔

یہ گفتگو تاریخ طبری (۵/ ۱۵۰) اور ابن مسکویہ کی تجارب الامم (۱/ ۵۱۰) میں منقول ہے۔

(۸۰) نہج کا ۱۶۴ واں خطبہ ہے۔ (۲/ ۹۹)

انّ اللہ بعث رسولا ھادیا بکتاب ناطق و | بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک رہنما پیغمبر، بولنے والی کتا

www.kitabmart.in

ائم لا یهلك عنه الا هالكٌ - و انّ
تدعات المشبّهات هنّ المهلكات
احفظوا الله منها -

امر کے ساتھ بھیجا۔ اس سے اب وہی ہلاک ہوگا جو ہلاک ہونے ہی والا ہے، اور بیشک ایسی باتیں جو دین کی باتوں سے ملتی جلتی ہوتی ہیں وہی ہلاک کرنے والی ہوتی ہیں۔ مگر ہاں جن سے اللہ بچائے۔

یہ خطبہ شروع سے "حتی یازر الامر الی غیرکم" تک طبری نے (۵/۱۶۳) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۱۶۶ واں خطبہ ہے۔

اللّٰهمّ ربّ السقف المرفوع والجوّ المكفوف الّذی
ه مغيضًا للّيل والنّهار ومجرىً للشّمس والقمر

اے اللہ، اے اونچی چھت اور تھامی ہوئی فضا کے پروردگار۔ جسے تو نے رات اور دن کیلئے منبع اور سورج اور چاند کی گذرگاہ بنایا ہے۔

یہ خطبہ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۱۱۹) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (۶/۸) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۱۶۷ واں خطبہ ہے۔ (۲/۱۰۲)

الحمد لله الّذی لا توارى عنه سماءٌ سماءً
ض ارضًا -

سزاوار حمد ہے وہ اللہ جس سے کوئی آسمان دوسرے آسمان اور کوئی زمین دوسری زمین کو نہیں چھپا سکتی۔

اس خطبہ کو ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۵) میں اور اس کا تیسرا پیراگراف قریب المعنی الفاظ کے ساتھ شیخ مفید نے الجمل (ص ۴۵ و ۴۶) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کے ۱۶۸ ویں خطبہ کا آخری حصہ ہے۔ (۲/۱۰۶)

الا ان هذه الدنيا الّتی اصبحتم تتمنّونها
بون فيها ليست بداركم

خبردار، یہ دنیا جس کے تم آرزومند ہو، اور جس کی تمہیں رغبت و خواہش ہے، تمہارا گھر نہیں ہے۔

یہ حصہ لا تبقون علیها تک الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۲) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۱۶۹ واں کلام ہے۔ (۲/۱۰۷)

قد كنت وما هدد بالحرب ولا ارهب بالضرب

نہ مجھے جنگ سے مرعوب کیا جا سکتا تھا، اور نہ ضرب شمشیر سے خوفزدہ

اس کلام کو شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۱۰۶) میں قدرے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

) نہج کے ۱۷۱ ویں خطبہ کا آخری ٹکڑا ہے۔ (۲/۱۱۶)

الا وان الظلم ثلاثة الخ

خبردار، ظلم تین قسم کا ہوتا ہے۔

یہ حصہ شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۴۴) میں نقل کیا ہے اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۱۷۰) میں امام محمد باقرؑ کے درج کیا ہے۔

) نہج کا ۱۷۴ واں کلام ذعلب یمانی سے رویت باری میں ہوا ہے۔ اس کا آغاز ہے۔ (۲/۱۲۰)

لا تدركه العيون بمشاهدة العيان ولكن
كه القلوب بحقائق الايمان

اُسے آنکھیں آشکارا نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن اسے دل ایمان کی حقیقتوں کی وساطت سے پا سکتے ہیں۔

www.kitabmart.in

کلینی نے اصول الکافی (ص۳۲) میں۔ شیخ صدوق نے کتاب الامالی (مجلس ۵۵) اور کتاب التوحید (ص۲
میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۱) میں نقل کی ہے۔

(۸۷) نہج کا ۱۷۵ واں خطبہ یہ ہے۔ (۲/۱۷۵)

احمد اللہ علی ما قضیٰ من امر وقدر من فعل وعلی ابتلائی بکم، ایتھا الفرقۃ التی اذا امرت لم تطع، واذا دعوت لم تجب

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اس امر پر جس کا اُس
اور اس کام پر جس کو اس نے مقدر فرمایا اور تمھارے
آزمائش پڑی، اے میرا حکم نہ ماننے والو اور میری پکار کا جواب

یہ خطبہ الثقفی نے کتاب الغارات میں نقل کیا ہے (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۴)

(۸۸) نہج کا خطبہ نمبر ۱۸۱ ہے۔

ما وحّدہ من کیّفہ، ولا حقیقتہ اصاب من مثّلہ۔

جس نے اس کی کیفیت بیان کردی اس نے اُسے ا
جس نے اسکی مثال قرار دیدی وہ اس کی حقیقت تک نہ

اس خطبے کے بعض حصے صدوق نے کتاب التوحید (ص۲۴) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۴) میں بنام امام رضا
نقل کئے ہیں اور کچھ ٹکڑے شیخ صدوق نے کتاب التوحید (ص۳۲ و ص۳۲۴) میں شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۳۱) میں امیرالمو
سے گفتگو میں نقل کئے ہیں۔ اور ایک جملہ سید مرتضیٰ نے امالی (۱/۱۰۳) میں نقل کیا ہے۔

(۸۹) نہج کا خطبہ نمبر ۱۸۸ حسب ذیل ہے۔ (۲/۸۵)

اما بعد، فان اللہ سبحانہ وتعالیٰ خلق الخلق حین خلقھم غنیّا عن طاعتھم۔

بعد ازاں، بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب مخلوق ک
وہ ان کی اطاعت سے بے نیاز تھا۔

یہ خطبہ شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۸۴) میں نقل کیا ہے۔

(۹۰) نہج کے کلام ۱۹۲ کا ٹکڑا ہے۔ (۲/۱۹۷)

ولقد قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وان راسہ لعلی صدری الخ

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہ
سر میرے سینے پر تھا۔

یہ ٹکڑا شیخ مفید نے امالی (بحار ۱۷/۱۰۵) میں نقل کیا ہے۔

(۹۱) نہج کا کلام نمبر ۱۹۵ ہے۔

واللہ ما معاویۃ بادھیٰ منّی، ولکنہ یغدر ویفجر ولو لا کراھیۃ الغدر لکنت من ادھی الناس۔

بخدا معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں لیکن وہ د
اور بڑا خطاکار ہے اور اگر دھوکا دینے کو میں بُرا نہ جانتا
سے زیادہ چالاک ثابت ہوتا

یہ کلام کلینی نے اصول الکافی (ص۲۳۲) میں نقل کیا ہے۔

(۹۲) امیرالمومنینؑ کا کلام نمبر ۱۹۷ ہے (۲/۲۰۷)

www.kitabmart.in

السلام علیك یا رسول الله عنّی و عن
ك النازلة فی جوارك۔

یا رسول اللہ، میری اور اپنی اُس بیٹی کی طرف سے آپ پر
سلام ہو، جو آپ کے پڑوس میں آگئی ہے۔

یہ کلام شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۶۷) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا کلام نمبر ۱۹۸ یہ ہے۔

ایها النّاس، انّما الدّنیا دار مجاز والآخرة
ار فخذوا من ممرّكم لمقرّكم

لوگو! دنیا گذرگاہ ہے اور آخرت قیامگاہ پس اپنی گذرگاہ سے
اپنی قیام گاہ کے لئے کچھ لے جاؤ۔

یہ خطبہ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/ ۲۵۳) میں۔ ابن عبدربہ نے العقد (۲/ ۲۰۰) میں ابو علی القالی نے کتاب الا
۲۵۸) میں۔ بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی (۲/ ۳۱) میں اور البکری نے سمط اللآلی (۱/ ۵۶۹) میں ایک اعرابی
ے اور ابن نباتہ مصری نے سجحان بن زخر الوائلی متوفی ۵۴ھ (۶۷۴) کے نام سے شرح العیون (ورق ۴۳۔ الف) میں
ے صدوق نے الامالی (مجلس ۲۳ و ۳۹) میں بنام امیر المومنینؑ درج کیا ہے۔

) نہج کا کلام ۲۰۱ ان لفظوں سے شروع ہوتا ہے۔ (۲/ ۲۱۱)

انی اکره لکم ان تکونوا سبّابین۔

میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے والے بنو۔

یہ کلام ابن المزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (بحار ۸/ ۴۷۵) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا کلام نمبر ۲۰۳ ہے:

ایها النّاس انه لم یزل امری لعلكم علی
ب حتی نهكتكم الحرب۔

لوگو، میرا معاملہ تمھارے ساتھ میری پسند کے مطابق رہا تا آ
جنگ نے تمھیں کمزور کر دیا۔

یہ کلام ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۲۶۱) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۲۰۵ واں کلام ہے۔ (۲/ ۲۰۶)

انّ فی ایدی الناس حقّاً و باطلاً وصدقاً
با و ناسخاً ومنسوخاً وعامّاً وخاصّاً ومحكماً
تشابهاً وحفظاً و وهماً، ولقد كذب علی
ل الله علی عهده، حتی قام خطیباً
ی "من كذب علیّ متعمّداً فلیتبوّا مقعده
نار۔

بیشک لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، نا
اور منسوخ، عام اور خاص، محکم اور متشابہ اور یاد اور وہم سب کچھ
اور یقیناً رسول اللہ پر خود ان کے زمانے میں جھوٹ بولا گیا۔ تا آ
آپ نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی اور کہا جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کے جھ
بولے وہ اپنا ٹھکانا آگ کو بنالے۔

یہ کلام ابو صادق سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی (صاحب امیر المومنین و حسن و حسین و زین العابدین علیہم السلام
کتاب میں (منہج المقال ۱۶۱۔ الف۔ ۱۶۲۔ الف) الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۵) میں اور کلینی نے اصول الکافی (
کیا ہے۔

www.kitabmart.in

(۹۷) امیر المومنینؑ کا ۲۱۱ واں خطبہ ہے۔ (۲/۲۲۳)

اما بعد فقد جعل اللہ سبحانہ لی علیکم حقا بولایۃ امرکم، ولکم علی من الحق مثل الذی لی علیکم

بعد ازاں، بیشک اللہ تعالیٰ نے تمھارے معاملے کی سربراہی سے میرا حق تم پر قرار دیا ہے۔ اور تمھارا حق بھی مجھ پر ویسا ہی ہے جیسا

یہ خطبہ کلینی نے فروع الکافی (۳/۱۶۳) میں نقل کیا ہے۔

(۹۸) نہج کا ۲۱۲ واں کلام ہے۔

اللھم انی استعیدک علی قریش ومن اعانھم فانھم قد قطعوا رحمی واکفاٴوا انائی واجمعوا علی منازعتی حقا کنت اولی بہ من غیری

اے اللہ میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ طالب ہوں انھوں نے مجھ سے رشتہ توڑ لیا اور میرے برتن کو الٹ بالاتفاق مجھ سے اس حق پر جھگڑے جس کا میں دوسروں سے زیادہ مستح

یہ کلام الثقفی کی کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۵) کے ایک لمبے خطبے کا جزو ہے۔ اس سے ملتے جلتے ا شیخ مفید نے کتاب الجمل (ص ۴۵ و ۶۹) میں نقل کئے ہیں۔

(۹۹) نہج کا ۲۱۴ واں کلام ہے۔ (۲/۲۲۹)

لقد اصبح ابو محمد بھذا المکان غریبا اما واللہ لقد کنت اکرہ ان تکون قریش قتلیٰ

ابو محمد اس جگہ مسافر کی طرح پڑے ہیں بخدا میں اسے ب تھا کہ قریش مارے جائیں۔

یہ کلام مبرد نے (الکامل ۱/۱۲۶) میں۔ ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۷۹) میں اور البیہقی نے المحاسن (۲/۵۳) میں نق

(۱۰۰) نہج کا ۲۱۶ واں کلام ہے۔ (۲/۲۳۰)

یالہ مرادما ابعدہ الخ

وہ شخص مقصد سے کتنا دور ہے!

یہ کلام علی بن محمد الواسطی نے عیون الحکم (بحار ۱۷/۱۱۳) میں نقل کیا ہے۔

(۱۰۱) نہج کا ۲۱۹ واں کلام ہے۔ (۲/۲۴۳)

واللہ لئن ابیت علی حسک السعدان سھدا واجر فی الاغلال مصفدا لاحب الی من ان القی اللہ ورسولہ ظالما لبعض العباد الخ

بخدا، سعدان کے کانٹوں پر ساری رات جاگ کر گزا گلے میں لوہے کا طوق ڈال کر کھینچا جانا مجھے اس سے زیا کہ اللہ اور اس کے رسول سے اس حال میں ملوں کہ میں نے ظلم کیا ہو۔

یہ کلام شیخ صدوق نے اپنی امالی (مجلس ۹۰) میں نقل کیا ہے۔

(۱۰۲) نہج کا ۲۲۱ واں خطبہ ہے۔ (۲/۲۴۶)

واعلموا عباد اللہ انکم وما انتم فیہ من ھذہ الدنیا علی سبیل من قد مضی قبلکم

بندگان خدا، یاد رکھو تم اور دنیا کی جن رنگ رلیوں میں ہو وہ سب اسی راہ پر گامزن ہے جس پر تمھارے پیش رو جا چک

یہ خطبہ علی بن محمد الواسطی نے عیون الحکم (بحار ۱۷/۱۱۴) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

۱) نہج کا ۲۲۳ واں کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں۔ (۲/۲۴۹)

للہ بلاد فلان! فقد قوّم الاود واوی العمد	اللہ فلاں کا بھلا کرے! اُس نے کجی کو سیدھا کیا اور مرض کا علاج
تف الفتنة، واقام السّنة، ذهب نقی الثوب	کیا اور فتنہ سے الگ رہا اور سنتِ رسول کو برپا کیا۔ پاک کپڑے لے کر
ل العیب۔ اصاب خیرها وسبق شرّها۔	کم عیب بن کر گیا۔ حکومت کی بھلائی تک پہنچا اور اس کے شر سے آگے
ی الی اللہ طاعتہ واتّقاہ حقّہ۔ رحل	نکل گیا اللہ کی اطاعت و تابعداری کی اور اس سے کما حقہ ڈرتا رہا
لهم فی طرق متشعّبة، لا یهتدی فیها	اس نے دنیا سے کوچ کیا اس حال میں کہ لوگ جدا جدا راستوں پر چل رہے
الّ ولا یستیقن المهتدی	تھے جن میں گمراہ کو راہ نہیں ملتی اور ہدایت یافتہ کو یقین نہیں آتا

طبری (۵/۲۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائے امیر المومنین نے بنت ابو حثمہ کی تصویب میں ظاہر کی تھی اور فرمایا تھا
اس نے خود نہیں کہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پر جاری فرما دیے ہیں۔

۱) نہج کا ۲۲۴ واں کلام ہے۔

وبستطم یدی فکففتها ومددتموها	تم نے میرا ہاتھ کھولا تو میں نے اسے روکا، اور تم نے اسے کھینچا
ضتها ثم تداککتم علی تداك الابل	میں نے اسے سمیٹ لیا پھر تم مجھ پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے اونٹ
یم علی حیاضها یوم ورودها۔	حوضوں پر اپنی باری کے دن ٹوٹتے ہیں۔

اس سے ملتے جلتے جملے ابن عبدربہ نے العقد (۲/۱۶۵) میں جو خط نقل کیا ہے اس کے اندر موجود ہیں اور خود یہ کلا
فید نے الارشاد (ص۱۴۲) میں اور کتاب الجمل (ص۱۲۸) میں نقل کیا ہے۔

۱۰) نہج کا ۲۲۶ واں خطبہ ہے۔ (۲/۲۵۳)

فصدع بما امر بہ وبلغ رسالات ربّہ	پس رسول اکرم نے ان باتوں کو جن پر مامور تھے برملا پیش کیا اور ر
ر اللہ بہ الصدع ورتق بہ الفتق	رب کے پیام پہنچائے پھر اللہ نے ان کے ذریعہ سے شگاف کو بھر د
	اور پھٹے کو سی دیا۔

یہ خطبہ بھی شیخ مفید کی الارشاد (ص۱۴۲) اور کتاب الجمل (ص۱۲۸) میں موجود ہے۔

۱) نہج کا ۲۳۳ واں خطبہ ہے (۲/۲۵۱)

جفاة طغام۔ عبید اقزام جمّعوا من	کھرے اوباش ہیں کمینے غلام ہیں، ہر کونے کھدرے سے اکٹ
اوب وتلقطوا من کل شوب	کر لئے گئے ہیں اور ہر دو غلے قبیلے سے انھیں پالیا گیا ہے۔

یہ ٹکڑا ایک طویل خطبے میں سے انتخاب کیا گیا ہے۔ جو ابراہیم الثقفی کی کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۶) میں موجود

۱) نہج کا ۲۳۴ واں خطبہ ہے۔ (۲/۲۵۹)

هم عیش العلم وموت الجهل	یہ لوگ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔

یہ خطبہ الحرانی نے تحف العقول (ص۵۳) میں اور کلینی نے کافی (۳/۱۸۰) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

ماخذ خطوط

ان خطبوں کے ساتھ ساتھ حسب ذیل خطوط بھی تاریخ و ادب کی کتابوں میں منقول ہوئے ہیں

(۱) نہج کا سب سے پہلا خط اہل کوفہ کے نام ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے برتاؤ کا ذکر فرمایا ہے اُس کا آغاز ہے۔

اما بعد فانی اخبرکم عن امر عثمان حتی یکون سمعه کعیانه۔

بعدازاں میں تمھیں عثمان کے قصے کی خبر سناتا ہوں۔ سننا ایسا ہو جیسا اُس کا دیکھنا۔

انّ النّاس طعنوا علیه، فکنت رجلاً من المهاجرین اکثر استعتابه و اقلّ عتابه

لوگوں نے ان پر الزام لگائے، میں مہاجرین میں سے کہ ان کو خوش زیادہ رکھتا تھا، اور خفا کم ہوتا تھا۔

یہ خط ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۶۸) میں اور ابن الشیخ نے امالی (ص۸۷) میں اور شیخ مفید نے کتاب الجمل (ص۱۱۶ و میں نقل کیا ہے۔

(۲) نہج کا تیسرا خط قاضی شریح کے نام ہے۔ (۳/۴)

یا شریح، اما انه، سیاتیك من لا ینظر فی کتابك ولا یسالك عن بیّنتك

اے شریح، تیرے پاس جلد ہی وہ آپہنچے گا جو نہ تیرا ہی دیکھے گا اور نہ تیرے گواہوں کو پوچھے گا۔

یہ خط شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۵۱) میں نقل کیا ہے۔

(۳) نہج کا ۵۱واں خط اشعث بن قیس عامل آذربیجان کے نام ہے اس کا آغاز ہے۔ (۳/۷)

وان عملك لیس لك بطعمة ولکنّه، فی عنقك امانة۔ وانت مسترعیً لمن فوقك۔

تیرا کام تیرا کھانا نہیں ہے بلکہ وہ تیری گردن میں امانت ہے اور تو اپنے سے بلند رتبہ کی نظر کے نیچے ہے۔

یہ خط ابن مزاحم نے کتاب الصفین (ص۱۳) میں، ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۹۲) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲ میں نقل کیا ہے۔

(۴) نہج کا چھٹا خط حضرت معاویہ کے نام ہے۔ فرماتے ہیں۔ (۳/۸)

انّه، بایعنی القوم الّذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یردّ۔

بیشک میری بیعت انھیں لوگوں نے کی ہے جنھوں نے ا اور عثمان کی بیعت کی تھی اور اُسی بات پر کی ہے جس پر ان ک پس حاضر کو پسند کرنے اور غائب کو رد کرنے کا حق نہیں

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۱۸) میں۔ ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۹۳) میں۔ ابو حنیفہ احمد بن متوفی ۲۹۰ھ (۹۰۳ء) نے الاخبار الطوال (ص۱۶۶) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۴) میں نقل کیا ہے۔

(۵) نہج کا ۷۱واں خط بھی انھیں کے نام ہے اور اس طرح شروع ہوا ہے:۔

اما بعد فقد اتتنی منك موعظة موتّلة ورسالة مجرّة

بعدازاں، مجھے تیری جانب سے بناوٹی نصیحت اور آراستہ خ

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۳۳ و ص۳۴) ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۱۰۱) میں۔ مبرد نے الکامل (ا

www.kitabmart.in

ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۴) میں نقل کیا ہے

) نہج کا ۸ واں خط جو جریر البجلی کے نام ہے یوں شروع ہوا ہے۔

اما بعد فاذا اتاك كتابي هذا فاحمل معاوية على الفصل۔	بعد ازاں۔ جب میرا یہ خط تجھے ملے تو معاویہ کو قطعی فیصلہ پر آمادہ کرنا۔

یہ خط ابن مزاحم نے کتاب الصفین (ص ۳۲) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۴) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۹ واں خط یہ ہے۔ (۳/۱۰)

فاراد قومنا قتل نبينا واجتياح اصلنا فابوا لهموم وفعلوا بنا الافاعيل	پس ہماری قوم نے چاہا کہ ہمارے نبی کو مار ڈالے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکے اور انھوں نے ہمارے سلسلے میں بہت سے ارادے اور بہت سے کام کئے۔

یہ پورا خط ابن مزاحم نے کتاب الصفین (ص ۴۸) اور اس کا تیسرا پیراگراف ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۸۶) میں نقل کیا ہے

) نہج کا ۱۰ واں خط یوں شروع ہوا ہے:۔ (۳/۱۲)

وكيف انت صانع اذا تكشفت عنك عيب ما انت فيه من دنيا قد تهجمت تها وخلعت بلذتها	تو اس وقت کیا کرے گا جب تیرے سامنے سے دنیا کے پردے اٹھ جائیں وہ دنیا جو اپنے سنگار کے باعث خوبصورت نظر آتی ہے اور اپنی لذت سے دھوکا دیتی ہے۔

اس خط کے ابتدائی دو پیرے "وانه یوشک سے ولا اشرف باس" تک ابن مزاحم نے کتاب الصفین (ص ۵۹) میں نقل کئے ہیں

) نہج کا ۱۱ واں خط ہے (۳/۱۴)

فاذا نزلتم بعدو او نزل بكم فليكن معسكركم بين الاشراف و سفاح الجبال۔	جب تم دشمن پر پڑاؤ ڈالو یا وہ تمھارے سامنے آکر اترے تو تمھارا لشکر گاہ بلندیوں کے آگے اور پہاڑوں کی تلیٹی میں ہونا چاہیئے

یہ خط ابن مزاحم نے کتاب الصفین (ص ۶۶) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۴) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کی ۱۲ ویں وصیت ہے (۳/۱۵)

اتق الله الذي لابد لك من لقائه	اُس خدا سے ڈرتے رہو جس سے ملنا لابدی ہے۔

یہ وصیت ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۷۰) میں نقل کی ہے۔

) نہج کا تیرھواں خط یہ ہے۔ (۳/۱۵)

وقد امرت عليكما وعلى من في حيزكما مالك بن حارث الاشتر۔ فاسمعا له واطيعا واجعلاه درعا ومجنا۔	میں نے تم پر اور تمھاری کمان کے آدمیوں پر مالک بن حارث اشتر کو حاکم بنا دیا۔ اب تم اس کی سنو اور مانو اور اسے زرہ اور ڈھال بنا لو۔

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۱۰۸) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (۵/۲۳۸) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

(۱۲) نہج کی ۱۴ ویں وصیت یہ ہے (۳/۱۶)

لا تقاتلوهم حتى يبدؤكم

اُن سے جنگ نہ کرنا جب تک وہ پہل نہ کریں۔

یہ وصیت ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۱۰۶) میں نقل کی ہے۔

(۱۳) نہج کا ۱۷ واں خط یہ ہے۔ (۳/۱۸)

فاما طلبك الى الشام فانى لم اكن لاعطيك اليوم ما منعتك امس۔

رہا تیرا مجھ سے شام کا ملک مانگنا تو تجھے آج بھی وہ نہ دوں گا جو کل روک چکا ہوں۔

یہ خط نصر بن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۷۹ و ص ۲۵۲) میں۔ ابن قتیبہ نے الامامہ (۱۱۵) میں۔ دینوری نے الاخبار الطول (ص ۱۹۹) میں۔ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ (۶۹۵۷) نے مروج الذہب (۲/۴۸) میں اور البیہقی نے کتاب المساوی (۱/۳۸) میں نقل کیا ہے۔

(۱۴) نہج کا ۱۸ واں خط ہے۔ (۳/۲۰)

اعلم ان البصرة مهبط ابليس ومغرس الفتن فحادث اهلها بالاحسان اليهم واحلل عقدة الخوف عن قلوبهم

یہ جان لو کہ بصرہ شیطان کا گھر اور فتنوں کی کھیتی ہے ان باشندوں سے احسان کا برتاؤ کرنا اور ان کے دلوں کی گانٹھ کھول ڈالنا۔

اس خط کا ایک جملہ بن مزاحم نے کتاب الصفین (ص ۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۱۵) نہج کا ۲۲ واں خط ہے۔ (۳/۲۳)

اما بعد فان المرء قد يسره درك ما لم يكن ليفوته ويسوءه فوت ما لم يكن ليدركه

بعد ازاں۔ آدمی کو کبھی اس شے کا پانا خوش کرتا ہے جو کھو نہ سکتا تھا اور اُسی شے کا کھو دینا غمگین بنا دیتا ہے جسے وہ پا نہ سکتا تھا

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۵۸) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۶) میں۔ القالی نے الامالی میں ابن عبدربہ نے العقد (۱/۳۵۵) میں۔ کلینی نے کافی (۳/۱۱۳) میں۔ ابوحیان التوحیدی نے کتاب البصائر میں اور باقلانی نے اعجاز القرآن (۱/۱۹۵) میں نقل کیا ہے۔

(۱۶) نہج کا ۲۷ واں خط ہے۔ (۳/۳۱)

فاخفض لهم جناحك والن لهم جانبك

پس اُن کے لئے اپنا بازو جھکا دے، اور اپنا پہلو نرم کر دے

یہ خط شیخ مفید نے کتاب المحاسن اور کتاب الامالی (بحار ۱۷/۱۰۱) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۱۶) الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۱) میں نقل کیا ہے۔

(۱۷) نہج کا ۳۰ واں خط ہے۔ (۳/۴۱)

فاتق الله فيما لديك وانظر فى حقه عليك وارجع الى معرفة ما لا تعذر

تو اللہ سے ان چیزوں کے بارے میں ڈرتے رہنا جو تیرے ہیں اور اپنے آپ پر اُس کے حق کو نظر میں رکھنا اور اس

www.kitabmart.in

الة | جاننے کی طرف دھیان دینا جس کے نہ جاننے پر معذور نہ قرار دیا جائے۔

ابن ابی الحدید (۲/۲۶۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ارباب سیر نے زیادہ مکمل شکل میں نقل کیا ہے چنانچہ وہ اس کا آغاز یوں بتاتا ہے۔

اما بعد فقد بلغنی کتابك تذکر مشاغبتی الخ | بعدازاں مجھے تیرا خط ملا، جس میں تو نے میری شرانگیزی کا ذکر کیا ہے

) نہج کا ۳۱ واں خط ہے۔

من الوالد الفان المقرّ للزمان المدبّر العمر | اُس باپ کی طرف سے جو مرنے والا ہے، زمانہ کے بس میں ہے، اور کہن سال ہے

یہ طویل خط ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری نے کتاب الزواجر والمواعظ میں (بحار ۱۷/۵۷) کلینی نے کتاب الرسائل میں

۱۷/۵۷) الحرانی نے تحف العقول (ص۱۴) میں اور ابن عبد ربہ نے العقد (۱/۳۶۲) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۳۲ واں خط ہے (۳/۶۴)

واردیت جیلاً من الناس کثیراً۔ خدعتهم | تو نے بہت لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ انھیں اپنی گمراہی سے دھوکا د

ك والقیتهم فی موج بحرك | اور اپنے سمندر کی موج میں ڈال دیا۔

یہ خط ابوالحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۴ھ (۸۳۹ء) نے مع اس کے جواب کے نقل کیا ہے۔ (ابن ابی الحدید ۲ ۱۸

ں کا آغاز یوں بتایا ہے۔

اما بعد فانّ الدنیا دار تجارة و ربحها او | بعدازاں، دنیا تجارت گاہ ہے اور اس کا نفع یا نقصان آخ

رها فی الاخرة | میں ملے گا۔

) نہج کا ۳۴ واں خط ہے۔ (۳/۶۶)

اما بعد فقد بلغتنی موجدتك من تسریح | بعدازاں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس سے رنجیدہ ہو کہ تمھارے کا

نتر الی عملك وانّی لم افعل ذلك استبطاءً | اشتر کو بھیج دیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام اس بنا پر نہیں کیا ہے کہ تمھیں کوشش

فی الجهد | کے اندر سست پاتا تھا۔

یہ خط ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۲/۲۹۲) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۵) میں نقل کیا ہے۔

) نہج کا ۳۵ واں خط ہے۔ (۳/۶۷)

امّا بعد فانّ مصر قد افتتحت ومحمد بن ابی بکر | بعدازاں، مصر (دشمن کے ہاتھوں) فتح ہو گیا اور محمد بن ابی بکر

ة الله، قد استشهد | اس پر رحم کرے شہید کر ڈالا گیا۔

یہ خط بھی ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۵) میں اور طبری نے تاریخ (۶/۶۳) میں نقل کیا ہے

) نہج کا ۳۶ واں خط ہے۔ (۳/۶۷)

فسرحت الیه جیشاً کثیفاً من المسلمین | میں نے اس کی طرف مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر بھیجا۔ جب اس ک

فبلغهٗ ذلك شمرها ربّا | اسے اطلاع ملی، تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۵۷) میں اور ابوالفرج اصفہانی نے الاغانی (۱۵/۴۴) میں اس خط کو پورا نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

(۲۳) نہج کا ۳۸ واں خط اہل مصر کے نام یوں شروع ہوا ہے۔ (۳/۷۰)

من عبد الله علیّ امیر المومنین الی القوم الذین غضبوا لله حین عصی فی امرہ منہ وذھب بحقہ

اللہ کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے ان لوگوں کے نام جو اس وقت خفا ہوئے جب اللہ کی نافرمانی کی گئی اور اُس کا حق غصب

یہ خط طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲۴) نہج کا ۳۹ واں خط ہے۔ (۳/۷۱)

فانّك قد جعلت دینك تبعًا لدنیا امرءٍ ظاھرٍ غیّہٗ مھوكٍ سترہٗ

بیشک تو نے اپنے دین کو ایسے آدمی کی دنیا کا تابع بنا دیا ہے گمراہی ظاہر ہے اور پردہ چاک ہو چکا ہے۔

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ابن ابی الحدید ۲/۲۸۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲۵) نہج کا ۴۰ واں خط ہے۔

اما بعد، فقد بلغنی عنك امرٌ ان کنت فعلتہٗ فقد اسخطت ربّك وعصیت امامك و اخزیت امانتك

بعد ازاں۔ مجھے تیری طرف سے ایسی بات کی اطلاع ملی ہے کہ اگر کی ہے تو اپنے رب کو ناراض کر لیا۔ اور اپنے حاکم کی نافرمانی امانت کو رسوا کیا۔

یہ خط ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۹۵) میں نقل کیا ہے۔

(۲۶) نہج کا ۴۱ واں خط ہے۔ (۳/۷۲)

اما بعد فانی کنت اشترکتك فی امانتی و جعلتك شعاری وبطانتی

بعد ازاں۔ میں نے تجھے اپنی امانت میں شریک کیا تھا اور ا و باطن لباس قرار دے لیا تھا۔

اس خط کو ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱/۵۷) میں ابن عبد ربہ نے العقد (۲/۲۹۶) میں اور ابو ہلال العسک کتاب الاوائل (صـ۳۰۲) میں نقل کیا ہے۔

(۲۷) نہج کا ۴۶ واں خط کسی گورنر کے نام ہے۔ (۳/۸۴)

اما بعد فانك ممن استظھر بہ علی اقامۃ الدّین واقمع بہ نخوۃ الاثیم

بعد ازاں۔ تو ان میں سے ہے جن سے میں امن کی اقامت لیا کرتا ہوں، اور جن کے ذریعہ گناہ گار کی نخوت کا قلع قمع کرتا ہو

طبری نے اپنی تاریخ (۶/۵۴) میں اس خط کو نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس کا مکتوب الیہ اشتر ہے۔

(۲۸) نہج کا ۴۷ واں خط حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو وصیت ہے۔ اس کا آغاز ہے۔ (۳/۸۵)

اوصیکما بتقوی اللہ وان لا تبغیا الدنیا وان بغتکما ولا تاسفا علی شیٔ منھا زوی عنکما و قولا للحق واعملا للاجر وکونا للظالم خصما و للمظلوم عونًا۔

میں تم دونوں کو تاکید کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی اور یہ کہ ذکرتا خواہ وہ تمہاری طالب ہی کیوں نہو۔ اور جو دنیوی شئے تم سے اُس پر غم نہ کھانا اور حق بات کہنا اور اجر کے لئے عمل کرنا اور ظ دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا۔

www.kitabmart.in

یہ وصیت مبرد نے الکامل (۱۵۲/۲) میں۔ طبری نے تاریخ (۸۵/۶) میں الحرانی نے تحف العقول (ص۴۶) میں۔
ج اصفہانی نے مقاتل الطالبین (ص۱۵) میں۔ اور ابوالقاسم الزجاجی متوفی ۳۳۷ھ (۹۴۸ء) نے کتاب الامالی (ص۱۱۵) میں نقل کی ہے
) نہج کا ۴۸ واں خط یوں شروع ہوتا ہے۔

وان البغی والزور یذ یعان بالمرء فی دینہ	بیشک بغاوت اور جھوٹ انسان کو اُس کے دین اور دنیا
نیا ہ	دونوں میں رسوا کر دیتے ہیں

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۲۶۷) میں اور الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱۰۴/۱) میں نقل کیا ہے
) نہج ۴۹ واں خط ہے۔

اما بعد فان الدنیا مشغلۃ عن غیرھا ولم	بعدازاں۔ دنیا دوسری چیزوں سے بے پروا بنا دیتی ہے اور دنیادار جب
ب صاحبھا منھا شیئاً الا فتحت لہ حرصاً علیھا	اُس کا کچھ حصہ پاتا ہے تو وہ اُس پر حرص کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (من ۶۰ و ص۲۶۹) میں اور دینوری نے الاخبار الطوال (ص۱۷۴) میں نقل کیا ہے۔
) نہج کا ۵۰ واں خط ہے:

اما بعد فان حقا علی الوالی ان لا یغیرہ علی	بعدازاں، والی کا فرض ہے کہ اگر اسے کوئی بڑائی ملے تو وہ اپنی
تہ فضل نالہ	رعایا کے ساتھ برتاؤ نہ بدلے۔

یہ خط ابن مزاحم نے کتاب الصفین (ص۵۸) میں نقل کیا ہے۔
۲) نہج کا ۵۱ واں خط ہے:

اما بعد فان من لم یحذر ما ھو صائر الیہ	بعدازاں، جو شخص اپنے انجام سے نہیں ڈرتا، وہ خطروں
قدم لنفسہ ما یحرزھا الخ	اپنے بچاؤ کا سامان بھی نہیں کرتا۔

یہ خط ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۵۸) میں نقل کیا ہے۔
۳) نہج کا ۵۳ واں خط یہ ہے (۹۲/۳)

ھذا ما امر بہ عبد اللہ علی امیر المومنین مالك	یہ وہ وصیت ہے جس کا حکم اللہ کے بندے علی امیرالمومنین
الاشتر فی عھدہ الیہ حین ولاہ مصر	مالک بن الاشتر کو مصر کا گورنر بناتے وقت آیا ہے۔

یہ خط الحرانی نے تحف العقول (ص۲۰۸) میں نقل کیا ہے۔
۳) نہج کا ۵۴ واں خط ہے۔

اما بعد فقد علمتما وان کتمتما انی لم اسر	بعدازاں تم دونوں جانتے ہو اگرچہ اسے چھپاتے ہو کہ میں نے لوگو
اس حتی ارادونی	اس وقت تک قصد نہ کیا جب تک وہ میری طرف نہ بڑھے۔

یہ خط ابن قتیبہ نے الامامہ (ص۷۲) میں اور اعثم کوفی نے کتاب الفتوح (مناقب ابن شہر آشوب ۹۰/۳) میں نقل کیا ہے
۳) نہج کا ۶۰ واں خط ہے (۱۲۸/۳)

www.kitabmart.in

اما بعد فانی قد سیرت جنودا ــــ وانا ابرا
الیکم والی ذمتکم من معرۃ الجیشی الخ

یہ خط بتغیر الفاظ ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص ۶۸) میں نقل کیا ہے۔

(۳۶) نہج کا ۶۲ واں خط اہل مصر کے نام ہے جو یوں شروع ہوا ہے۔

اما بعد فان اللہ سبحانہ بعث محمداً نذیراً
للعالمین۔

بعد ازاں، بیشک اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
جہان کے لئے تدبر بنا کر بھیجا تھا۔

یہ خط ایک طویل خطبہ کی شکل میں ابراہیم الثقفی نے کتاب الغارات (ابن ابی الحدید ۱/۲۹۵) میں نقل کیا ہے

(۳۷) نہج کا ۶۸ واں خط حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام ہے جو اپنے خلیفہ ہونے کے قبل تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط یوں شرو

اما بعد فان مثل الدنیا مثل الحیۃ لینٌ
مسّہا قاتلٌ سمّہا

بعد ازاں۔ دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سانپ کہ اس کی
نرم ہوتی ہے اور زہر قاتل۔

یہ خط کلینی نے اصول الکافی (ص ۱۸۷) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص ۱۳۷) میں نقل کیا ہے۔

ماخذ حکم

امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بہت سے حکیمانہ اقوال بھی نہج البلاغہ کے تیسرے
میں نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے شاید دو چار قول ہی ایسے ہوں جن پر کسی طرح کا شبہ کیا جا سکے
تاریخ و حدیث و ادب کے پہاڑوں میں سے ان ہیرے اور لعلوں کے معدنوں کا کھوج نکالنا بھی نہ آسان ہے اور نہ تھ
وقت میں یہ کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں ذیل میں صرف اُن چند اقوال کے مقدم حوالے پیش کرتا ہوں جن پر
میں مطلع ہو گیا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اذا قدرت علی عدوّک فاجعل العفو
عنہ شکراً للقدرۃ علیہ (۳/۱۵۳)

جب تو اپنے دشمن پر قدرت حاصل کر لے، تو اُسے معا
اُس پر قدرت ملنے کا شکریہ قرار دے۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص ۳۲) میں نقل کیا ہے۔

(۲) اعجز الناس من عجز عن اکتساب الاخوان
واعجز منہ من ضیّع من ظفر بہ منہم (۳/۱۵۳)

سب سے زیادہ عاجز آدمی وہ ہے جو دوست حاصل کرنے میں عا
اُس سے بھی زیادہ عاجز وہ ہے جو دوست پا کر اسے ضائع کر

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۳/۱) میں اور القالی نے ذیل الامالی (ص ۱۱۲) میں نقل کیا ہے۔

(۳) ما کلّ مفتون یعاتب (۳/۱۵۴)

ہر فتنہ زدہ پر عتاب نہیں کیا جا سکتا۔

یہ قول ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج ۱/۱۷۳) میں اور شیخ مفید نے کتاب الجمل (ص ۳۰) میں نقل کیا ہے۔

(۴) قرنت الھیبۃ بالخیبۃ والحیاء بالحرمان (۳/۵۵)

ڈر ناکامی سے ملا ہوا ہے اور شرم محرومی سے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۳) میں القالی نے امالی (۱/۱۹۷ و ۲/۹۵) میں الحرانی نے تحف العقول (ص
اور ابن الشیخ نے امالی (ص ۴۱) میں اور شیخ مفید نے امالی میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

لنا حقٌ، فان اعطیناہ ولا رکبنا اعجاز
وان ظال السُّریٰ (۳/ ۱۵۵)

ہمارا حق ہے اگر ہمیں دے دیا گیا تو فبہا۔ ورنہ ہم اونٹ کے سرینوں پر سوار ہو جائیں گے خواہ سفر طویل ہی کیوں نہ ہو

یہ قول ایک طویل خطبے کا ٹکڑا ہے جسے طبری نے اپنی تاریخ (۵/ ۳۹) میں نقل کیا ہے۔ اور اس ٹکڑے کو ابو عبید الہروی نے بغیر کے ساتھ کتاب الغریبین (ورق ۱۷۶۔ الف) میں درج کیا ہے۔

وسئل عن الایمان۔ فقال، الایمان علیٰ اربع
الصبر والیقین والعدل والجہاد (۳/ ۱۵۷)

ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا "ایمان کے چار ستون ہیں صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

یہ ارشاد الحرانی نے تحف العقول (ص ۳۸) میں کلینی نے اصول الکافی (ص ۱۶۷) میں القالی نے کتاب النوادر (ص ۱۷۳) میں صفہانی نے حلیۃ الاولیا، (۱/ ۷۴) میں۔ شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۲۳) میں اور قاضی محمد بن سلامۃ القضاعی نے دعائم الحکم (ص ۱۲۱) میں نقل کیا ہے۔

الکفر علی اربع دعائم علی التحمق والتنازع
والشقاق الخ (۳/ ۱۵۸)

کفر کے چار ستون ہیں: کرید، جھگڑا، ٹیڑھ اور اختلاف۔

الحرانی نے تحف العقول (ص ۳۸) میں نقل کیا ہے۔

یا بنیّ احفظ عنّی اربعًا اربعًا۔ لا یغرّک
سلت معہنّ (۳/ ۱۶۰)

میرے بچے مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کرلے، ان کے ساتھ جو کچھ بھی تو کرے گا وہ تجھے ضرر نہیں دے گا۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص ۳۰) میں نقل کیا ہے۔

لا غنی کالعقل ولا فقر کالجہل (۳/ ۱۶۴)

عقل جیسی دولت نہیں، اور جہالت جیسی ناداری نہیں۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص ۲۰) میں نقل کیا ہے۔

القناعۃ مال لا ینفک

قناعت نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔

یہ قول الطبرانی نے الاوسط میں (تمیز الطیب من الخبیث للشیبانی ۱۴۳)، اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۱۹ و ص ۲۱) میں نقل کیا ہے۔ (۳/ ۱۶۴ و ۲۳۶ و ۲۶۶)

یا دنیا یا دنیا، الیکِ عنّی! أبی تعرضتِ؟
تشوقت؟ لاحان حینک! اغرّی غیری (۳/ ۱۶۶)

اے دنیا اے دنیا! مجھ سے الگ رہنا کیا تو میرے درپے ہے؟ کیا میری مشتاق ہے؟ تجھے یہ وقت ہاتھ نہ آئے! کسی اور کو دھوکا دینا

یہ قول شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۹۱) میں اور القالی نے امالی (۲/ ۱۴۹) میں ابو نعیم نے حلیہ (۱/ ۸۵) میں برقی نے کتاب المحاسن (۱/ ۳۳) میں نقل کیا ہے۔

ویحک، لعلّک ظننت قضاء لازمًا (۳/ ۱۶۷)

تم پر رحم! تم نے شاید یہ گمان کیا کہ قضا و قدر لازمی ہے۔

یہ قول سید مرتضیٰ نے امالی (۱/ ۱۰۵) میں نقل کیا ہے۔

الحکمۃ ضالّۃ المومن، فخذ الحکمۃ ولو من

دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے پس دانائی کو لے لو خواہ

www.kitabmart.in

اھل النفاق۔ (۲/۱۶۸) | منافقین ہی سے کیوں نہ ملے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۳) میں القالی نے الامالی (۲/۹۵) میں۔ شیخ مفید نے امالی (بحار
میں اور ابن شیخ الطائفہ نے امالی (ص۴۱) میں اور الحرانی نے تحف (ص۴۷) میں نقل کیا ہے۔

(۱۴) قیمۃ کل امرئ ما یحسنہ | ہر آدمی کی قیمت اُس کا نیک کام ہے

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۳۶ و ۱۷۹) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۱۲۰) میں۔ مبرد نے کامل (۱/۴۰
ابن عبدربہ نے العقد (۱۹۹ و ۳۳۲) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (ص۴۷) میں۔ شیخ صدوق نے الامالی (مجلس ۶۸
شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۷۲) میں ابو حیان التوحیدی نے کتاب البصائر (ص۱۴۵) میں۔ ابو منصور ثعالبی نے الایجاز والا
میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۷۴) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۱۵) میں نقل کیا ہے۔

(۱۵) اوصیکم بخمس لو ضربتم الیھا آباط الابل | میں تمھیں پانچ باتوں کی تاکید کرتا ہوں اگر تم ان کے لئے
کانت لذلک اھلا لا یرجونّ احد منکم الا ربہ | دوڑاؤ تو یہ بجا ہوگا، سوائے اپنے رب کے کسی سے امید
ولا یخافنّ الا ذنبہ، الخ (۳/۱۶۸) | اور بجز اپنے گناہ کے اور کسی سے خوف مت کھانا۔

یہ ارشاد مثنی ابن الولید الخناط نے اپنی کتاب (بحار ۱۷/۴۱۵) میں جاحظ نے البیان (۱/۱۷۸) میں۔ ابن
عیون (۲/۱۱۹) میں۔ البرقی نے کتاب المحاسن والاداب (ورق ۴ ب) میں۔ الماوردی متوفی ۴۵۰ھ (ص۵۸
ادب الدنیا والدین (ص۶۷) میں۔ ابو الفرج القزوینی نے قرب الاسناد (بحار ۱۷/۱۰۵) میں۔ الحرانی نے تحف العقول
میں۔ ثعالبی نے الایجاز (ص۸) میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۵) میں نقل کیا ہے۔

(۱۶) انا دون ما تقول وفوق ما فی نفسک (۳/۱۶۸) | میں تیرے کہے ہوئے سے نیچا اور جو تیرے دل میں ہے اُس سے ا

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۱۷۹ و ۲۲۰) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۱/۲۷۶) میں۔ اور سید مرتضیٰ نے امالی
میں اور ثعالبی نے الایجاز (ص۸) میں نقل کیا ہے۔

(۱۷) بقیۃ السیف ابقی عددا واکثروا (۱/۱۶۹) | تلوار سے بچے کھچوں کی تعداد زیادہ پائدار اور اولاد کثیر ہوتی

یہ قول جاحظ نے البیان (۲/۳۵) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱/۱۳۰) میں اور ابن عبدربہ نے العقد
میں اور ابو منصور ثعالبی نے الایجاز والاعجاز (ص۸) میں نقل کیا ہے۔

(۱۸) رائی الشیخ احبّ الیّ من جلد الغلام (۱/۱۶۹) | بوڑھے کی رائے مجھے جوان) مضبوطی سے زیادہ محبوب

یہ قول جاحظ نے البیان (ص۱۵۷) میں اور ابن عبدربہ نے العقد (۲/۲۲۶) میں اور ابو حیان التوحیدی نے
کتاب البصائر (۳۲۷) میں نقل کیا ہے۔

(۱۹) عجبت لمن یقنط ومعہ الاستغفار | میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو ناامید ہو حالانکہ استغفار اُسکے

یہ قول بہ تغیر الفاظ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۷۲) میں اور مبرد نے کامل (۱/۱۷۷) میں نقل کیا ہے۔

(۲۰) من اصلح ما بینہ وبین اللہ اصلح اللہ

www.kitabmart.in

یہ وبین النّاس (۳/۱۷۰)

یہ قول شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۹) میں نقل کیا ہے۔

) الفقیہ کلّ الفقیہ من لم یقنط النّاس
حمۃ اللہ، ولم یؤیسھم من روح اللہ ولم
ھم من مکر اللہ۔ (۳/۱۷۰)

پورا سمجھ دار وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کر۔ اور اُس کی مہربانی سے مایوس نہ بنائے اور اُس کی پکڑ سے نڈ نہ کر دے۔

یہ قول کلینی نے اصول الکافی (ص ۲۶۹) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۷) میں۔ شیخ صدوق نے معانی الاخبار (ص ۸۴) ابن لال نے مکارم الاخلاق (کنز ۵/۲۱۱) میں۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۷) میں بحیثیت قول مرتضوی اور کتاب یات (بحار ۱۷/۴۰۷) میں بطور حدیث نبوی نقل کیا ہے۔

۲) لا یقلّ عمل مع التّقوی۔ وکیف یقلّ ما
بل (۳/۱۷۲)

پرہیزگاری کے ساتھ ہو، تو عمل کم نہیں ہوتا اور جو چیز قبول ہو وہ کم کہاں رہی۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (بحار ۱۷/۱۵۳) میں۔ کلینی نے اصول الکافی (۱۷۳) میں۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا ۷۵) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۳۸) میں نقل کیا ہے۔

) یاتی علی النّاس زمان لا یقرّب فیہ الا الماحل
یظرّف فیہ الا الفاجر (۳/۱۷۳)

لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں سوائے چغلخور کے کسی کو تقرب حاصل نہ ہوگا۔ اور بجز جھوٹے کے کوئی ظریف نہ مانا جائے گا۔

یہ قول مبرد نے الکامل (۱/۱۷۷) میں نقل کیا ہے۔

۱) رئی علیہ ازار خلق مرقوع، فقیل لہٗ
لک فقال یخشع لہ القلب وتذلّ بہ النفس
تدی بہ المومنون (۳/۱۷۳)

آپ کو پرانی پیوند دار تہبند باندھے دیکھا گیا۔ جب اس بارے میں کسی نے آپ سے کہا تو فرمایا: اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے نفس ذلیل ہوتا ہے اور اہل ایمان اس کی پیروی کرتے ہیں۔

یہ قول ابونعیم نے حلیہ (۱/۸۳) میں اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۱) طوبیٰ للزاھدین فی الدنیا الراغبین
لاخرۃ۔ (۳/۱۷۳)

پاکیزگی ہے دنیا سے منہ موڑنے والوں اور آخرت سے رغبت رکھنے والوں کے لئے۔

یہ ارشاد ابونعیم نے حلیہ (۱/۷۹) میں۔ اور شیخ صدوق نے اکمال الدین (بحار ۱۷/۱۰۵) میں نقل کیا ہے۔

۱) انّ اللہ افترض علیکم الفرائض فلا
تعوھا الخ

بیشک اللہ نے تم پر کچھ فرائض مقرر کئے ہیں، تو اسے ضائع مت کرنا۔

یہ قول شیخ الطائفہ نے امالی (ص ۳۲۵) میں نقل کیا ہے۔

۲) لقد علق بنیاط ھذا الانسان بضعۃ
اعجب مافیہ وذلک القلب الخ (۳/۱۷۵)

اس انسان کے اعصاب میں ایک گوشت کا لوتھڑا لٹک رہا ہے جس میں ایک تعجب انگیز چیز ہے اور وہ دل ہے۔

www.kitabmart.in

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۲۰) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۷۳) میں نقل کیا ہے۔

(۲۸) نحن النمرقة الوسطیٰ، بها یلحق التالی و الیها یرجع الغالی۔ (۳/۱۷۶)

ہم درمیانی گاؤ تکیہ ہیں اس سے آملتا ہے پیچھے آ اسی کی طرف لوٹتا ہے آگے بڑھ جانے والا۔

یہ قول ابو عبید نے غریب الحدیث (ورق ۲۰۴-الف) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۱/۳۲۶) میں اور ابن نے امالی (ص۴۲) میں نقل کیا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ پہلی دونوں کتابوں میں بجائے حصہ اول کے یہ ہے۔

خیر هذه الامة النمط الاوسط

اس امت کا بہترین حصہ درمیانی غالیچہ ہے۔

اور تیسری میں الا ان خیر شیعتی النمط الاوسط" ہے ان کے علاوہ الابی متوفی ۴۲۲ھ (۱۰۳۱ء) نے (بحار ۱۷/۱۶۷) میں امام محمد باقرؑ کی زبان سے یوں نقل کیا ہے: "(تقوا الله، شیعة آل محمد وکونوا النمرقة یرجع الیکم الغالی و یلحق بکم التالی"

(۲۹) من اجتنا اهل البیت فلیستعدّ للفقر جلبابًا۔ (۳/۱۷۶)

جو ہم اہل بیت سے محبت کرے تو چاہیئے کہ فقر کو بنالے۔

یہ قول ابو عبید نے غریب الحدیث (ورق ۲۰۱-الف) میں ابن قتیبہ نے غریب الحدیث (امالی سید مرتضیٰ ۱/۱۳) م

(۳۰) لامالَ اعود من العقل الخ (۳/۱۷۷)

عقل سے زیادہ مفید کوئی مال نہیں۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۲۰) میں اور کلینی نے کافی (۳/۱۰) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۹۱) میں نق

(۳۱) کم من مستدرج بالاحسان الیه الخ (۳/۱۷۸ و ۲۱۰)

بہت سے لوگ انعام الٰہی کے باعث تباہ ہو ر

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۴۷) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۲۸۳) میں نقل کیا ہے۔

(۳۲) "مثل الدنیا کمثل الحیّة لینٌ مسها" (۳/۱۷۸)

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جس کی کھال نرم ہ

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۲) میں اور ابو حیان التوحیدی نے کتاب البصائر (ص۱۹) میں اور کلینی نے اص (ص۱۸۷) میں نقل کیا ہے۔ کافی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خط کا ٹکڑا ہے۔

(۳۳) کانّ الموت علی غیرنا کتب الخ

گویا موت ہمارے سوا دوسروں پر مقرر کی گئی ہے

یہ قول علی بن ابراہیم القمی نے اپنی تفسیر (بحار ۱۷/۱۰۴) میں نقل کیا ہے۔

(۳۴) طوبیٰ لمن ذل فی نفسه وطاب مکسبه (۳/۱۷۹)

مبارک ہے وہ جس کا نفس خاکسار ہے اور معیشت پا

یہ قول بھی علی بن ابراہیم القمی نے اپنی تفسیر (بحار ۱۷/۱۰۴) میں نقل کیا ہے۔

(۳۵) لانسبنّ الاسلام نسبة لم ینسبها احد لی۔ الاسلام هو التسلیم۔ والتسلیم هو الیقین، الیقین هو التصدیق، والتصدیق هو الاقرار، الاقرار هو الاداء والاداء هو العمل (۳/۱۸۰)

میں اسلام کا ایسا نسب بتاؤں گا جو مجھ سے پہلے کسی ہوگا اسلام نام ہے تسلیم کا اور تسلیم یقین کو کہتے ہیں او تصدیق ہے اور تصدیق ہی اقرار ہے اور اقرار کہتے ہ اور ادا کرنا عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

www.kitabmart.in

یہ قول ابو جعفر البرقی نے کتاب المحاسن (ورق ۸۵ ب) میں شیخ صدوق نے معانی الاخبار (ص۷) اور امالی (مجلس ۵۶
شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۳۳) میں نقل کیا ہے۔

) یا اهل الدیار الموحشة والمحالّ المقفرة
والظلمة، یا اهل التربة، یا اهل الغربة
الوحشة، انتم لنا فرط سابق ونحن لکم
تبع۔ (۳/۱۸۱)

اے وحشت ناک گھروں اور سنسان جگہوں اور اندھیری قبروں کے
رہنے والو، اے مٹی کے باشندو، اے مسافرو، اے وحشت والو، تم
ہمارے لئے آگے پہنچ جانے والے ہو اور ہم تمہارے لئے پیچھے آنے وا
ہیں۔

یہ کلام جاحظ نے البیان (۲/۹۴) میں ابن مزاحم الکوفی نے کتاب الصفین (ص۲۰۹) میں۔ طبری نے اپنی تاریخ (۶/۴
بیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۴۲) میں شیخ مفید نے الامالی (بحار ۱۷/۱۲۵) میں۔ شیخ صدوق نے کتاب الامالی (مجلس ۲۳) میں
طائفہ نے امالی (ص۳۵) میں اور ابوحیان التوحیدی نے کتاب البصائر (۱۳۸) میں باختلاف الفاظ نقل کیا ہے۔

) ایّها الذّام للدنیا، المغترّ بغرورها۔
وع بأباطیلها، اتغترّ بالدنیا ثم
لها۔ (۳/۱۸۱)

اے دنیا کی مذمت کرنے والے، مگر اُس سے دھوکا کھائے ہوئے
اس کی جھوٹی باتوں میں آئے ہوئے، کیا تو دنیا سے دھوکا بھی کھ
جاتا ہے اور اس کی مذمت بھی کرتا جاتا ہے۔

یہ قول جاحظ نے البیان (۱/۲۱۹) میں۔ ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۲۹) میں۔ الحرانی نے تحف العقول (ص۴۳) میں
نے کتاب المحاسن (۲/۴۴) میں۔ شیخ مفید نے امالی (بحار ۱۷/۱۲۵) اور الارشاد (ص۱۷۱) اور الحسین بن سعید نے اپنی
النوادر میں (بحار ۱۷/۴۰۲) اور ابن الشیخ نے اپنی امالی (ص۳۶) میں اور ابوحیان التوحیدی نے کتاب البصائر (۱۳۸) میں نقل ک
) الدّنیا دار ممرّ لا دار مقرّ (۳/۱۸۳)

دنیا گذرگاہ ہے قیامگاہ نہیں۔

یہ ارشاد ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۲) میں نقل کیا ہے۔

) قلة العیال احد الیسارین۔ (۳/۱۸۵)

اولاد کی کمی ایک قسم کی دولت ہے۔

یہ قول امیر المومنین سے اور الدیلمی نے کسی اور سے (تمیز الطیب ۱۴۳) میں نیز شیخ صدوق نے امالی (بحار ۱۷/۱۹۱) میں را
نے تحف العقول (ص۵۲و۵۵) میں نقل کیا ہے۔

) یا کمیل، انّ هذه القلوب اوعیة فخیرها
اها (۳/۱۸۶ و ۱۸۷)

اے کمیل! بیشک یہ دل برتن ہیں۔ پس ان میں سے اچھا وہ
جو (اچھی باتوں کو) زیادہ محفوظ رکھتا ہے۔

یہ پوری وصیت ابونعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۹) میں اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۱۳) میں اور اس کے مختلف اجزا ابن عبد
ہ (۱/۲۰۰) میں اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۷۵) میں نقل کئے ہیں۔

) المرء مخبوء تحت لسانه (۳/۱۸۹)

انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہوتا ہے۔

شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۶۸) شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۷۳) میں شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۱۵) میں نقل کیا ہے
هلك امرؤ لم یعرف قدره (۳/۱۸۹)

جس نے اپنی قدر نہ جانی، وہ تباہ ہوگیا۔

www.kitabmart.in

شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۶۸) میں بحیثیت جملہ منفیہ نقل کیا ہے۔

(۴۳) "لا تکن ممن یرجو الآخرۃ بغیر العمل (۳/۱۸۹) | آخرت (کی بھلائی) کی امید بے عمل کے مت رکھ

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۰) میں الحرانی نے تحف العقول (ص۳۶) میں نقل کیا ہے۔

(۴۴) من وضع نفسہٗ مواضع التہمۃ فلا یلومن من اساء بہ الظّن (۳/۱۹۲) | جس نے اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھ دیا، وہ سوءِ ظ ملامت نہ کرے۔

یہ قول شیخ صدوق امالی (مجلس ۵۰) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص۵۲) میں اور کلینی نے فروع کافی اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۵۷) میں اور شیخ مفید نے کتاب الاختصاص (بحار ۱۷/۱۲۵) میں نقل کیا ہے

(۴۵) من کتم سرہٗ کانت الخیرۃ بیدہٖ (۳/۱۹۲) | جس نے اپنا بھید چھپایا وہ اپنے ہاتھ میں اختیار رکھ

یہ قول کلینی نے فروع کافی (۴/۷۴) میں شیخ مفید نے کتاب الاختصاص میں۔ الحرانی نے تحف العقول (ص۲ اور البیہقی نے المحاسن (۲/۵۷) میں نقل کیا ہے۔

(۴۶) الفقر الموت الاکبر (۳/۱۹۲) | ناداری سب سے بڑی موت ہے۔

یہ ارشاد الحرانی نے تحف العقول (ص۵) میں نقل کیا ہے۔

(۴۷) الناس اعداء ما جھلوا (۳/۱۹۳) | لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جا

یہ قول ثعالبی نے الایجاز والاعجاز (ص۸) میں، شیخ مفید نے الامالی (بحار ۱۷/۱۰۷) میں اور شیخ الطائفہ نے ا میں نقل کیا ہے۔

(۴۸) یا بن آدم ما کسبت فوق قوتک فانت فیہ خازن لغیرک | اے آدم کے بیٹے، جو تو نے اپنی ضرورت سے زیاد اُس میں تو دوسرے کا خزینہ دار ہے۔

یہ قول ابن قتیبہ کی عیون (۲/۳۷۱) میں موجود ہے۔

(۴۹) ان القلب اذا اکرہ عمی (۳/۱۹۷) | بیشک جب دل کو مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جا

یہ قول مبرد نے کامل (۲/۲) میں نقل کیا ہے۔

(۵۰) لم یذھب من مالک ما وعظک | تیرے مال کا وہ حصہ ضائع نہیں گیا جس سے تجھے نصیحت

یہ قول بھی مبرد کی کامل (۱/۱۲۰) میں موجود ہے۔ (۳/۱۹۷)

(۵۱) ایھا الناس، اتّقوا اللہ الذی ان قلتم سمع وان اضمرتم علم | لوگو! اللہ سے ڈرو جو سنتا ہے جب تم کہتے ہو اور ج جب تم چھپاتے ہو۔

یہ کلام بھی مبرد نے اپنی کامل (۱/۲۲۳) میں نقل کیا ہے۔

(۵۲) اتّقوا اللہ تقیّۃ من شمّر تجریدا (۳/۲۰۰) | اللہ سے اس شخص کی طرح ڈرو جو تنہا سفر کے لئے پائنچے چ

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۴) اور الحرانی نے تحف العقول (ص۴۶) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

۵) قال فی قوله تعالی - انّ الله یامرکم بالعدل حسان - العدل الانصاف، والاحسان التفضل" (۳/۲۰۴)

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ اللہ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے، تو عدل انصاف ہے اور احسان مہربانی کرنا ہے۔

یہ قول ابن قتیبہ کی عیون الاخبار (۳/۱۹) میں نقل ہوا ہے۔

۵) لا تدعونّ الی مبارزة وان دعیت ها فاجب - (۳/۲۱۱)

کسی کو مقابلہ کے لئے کبھی مت بلانا اور اگر تجھے مقابلہ کے لئے بلایا جائے تو اُسے قبول کرنا۔

یہ قول ابن قتیبہ کی عیون (۱/۱۲۸) میں باختلاف الفاظ موجود ہے۔

۵) هذا الخطیب الشحشح

یہ ماہر تقریر کرنے والا ہے۔

یہ قول ابو عبید نے غریب الحدیث (ورق ۱۹۷- الف) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (۵/۱۹۴) میں نقل کیا ہے۔

۵) یابن اٰدم لا تحمل همّ یومك الذی لم یاتك علی یومك الذی قد اتاك (۳/۲۱۱)

اے آدمی! اُس دن کے غم کو جو ابھی نہیں آیا اُس دن پر مت لاد جو آچکا ہے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۲/۳۷۱) میں اور مبرد نے کامل (۱/۹۲) میں نقل کیا ہے۔

۵) احبب حبیبك هوناما عسیٰ ان یکون بغیضك یوما مّا (۳/۲۱۷)

اپنے دوست سے بہ حد مناسب محبت کرو ممکن ہے کسی وہ دشمن ہو جائے۔

یہ قول حدیث نبوی کی حیثیت سے ترمذی متوفی ۲۷۹ھ (۶۸۹۲) نے کتاب الجامع۔ الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ (۷۱ المعجم الصغیر میں اور الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ (۶۹۹۵) نے الافراد میں درج کیا ہے۔ اور بحیثیت قول مرتضوی بخاری متوفی ۶۸۷ نے الادب المفرد (ص ۱۹۱ طبع مصر) میں۔ البلاذری نے انساب الاشراف (۵/۹۵) میں۔ القالی نے ا (۲۰۶/۲) اور کتاب النوادر (ص ۱۷۴) میں، ابو الطیب محمد بن احمد الوشاء النحوی متوفی ۳۲۵ھ (۶۹۳۷) نے کتاب ا (ص ۲۰) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۷) میں۔ العسکری نے جمہرۃ الامثال (ص ۴۹) میں اور ابن شیخ الطائف لی (ص ۷۹) میں نقل کیا ہے۔

۵۸) کان لی فی ما مضیٰ اخ فی الله (۳/۲۲۳)

زمانہ گذشتہ میں میرا ایک اللہ واسطے کا بھائی تھا۔

یہ ارشاد الحرانی نے تحف العقول (ص ۵) میں اور کلینی نے اصول الکافی (ص ۲۱۰) میں بالاختصار بنام امام حسن علیہ السلام نقل ک

۵۹) یا اشعث، ان تحزن علی ابنك فقد استحقّت ذلك الرحم (۳/۲۲۴)

اے اشعث! اگر تو اپنے بیٹے پر غم کھائے تو بیشک تج رشتہ کا یہی تقاضا ہے۔

یہ تعزیتی کلمات ابن قتیبہ نے عیون (۳/۶۱) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۶) میں باختلاف الفاظ نقل کئے

۶۰) لا تصحب المائق فانه یزیّن لك فعله ویودّ ان تکون مثله (۳/۲۲۵)

نادان سے دوستی مت کر کیونکہ وہ اپنا کام تجھے آراستہ کر اور یہ چاہے گا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے۔

یہ قول ابن قتیبہ نے عیون (۳/۷۹) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص ۴۵) میں اور شیخ صدوق نے مصادقۃ الاخوا

www.kitabmart.in

میں نقل کیا ہے۔

(۶۱) امیر المومنین سے سوال کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کا فاصلہ کتنا ہے۔ اس کا آپ نے جواب دیا

"مسیرۃ یوم للشمس" (۳/۲۲۵) | سورج کا ایک دن کا راستہ

یہ ارشاد ابوحیان توحیدی نے کتاب البصائر (ص۱۳۷) میں اور سید مرتضیٰ نے امالی (۱/۱۹۸) میں نقل کیا ہے

(۶۲) الایمان معرفة بالقلب واقرار باللسان وعمل بالارکان۔ (۳/۲۲۷) | ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور ہاتھ سے عمل کرنا ہے۔

اس قول کو شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۴۵) اور شیخ الطائفہ نے امالی (ص۲۸۶) میں بحیثیت قول رسول صلی آلہ وسلم نقل کیا ہے۔

(۶۳) انا یعسوب المومنین والمال یعسوب الفجار (۳/۲۲۹) | میں مومنوں کا سردار ہوں اور مال فاسقوں کا سردار

یہ قول ابوالقاسم الزجاجی نے کتاب الامالی (ص۱۹) میں۔ شیخ الطائفہ نے امالی (ص۳۳۱) میں اور ابن شیخ الطا امالی (ص۶) میں اور شیخ صدوق نے اکمال الدین (بحار ۱۷/۳۰۷) میں نقل کیا ہے۔

(۶۴) المومن لبشرہ فی وجھہ، وحزنہ فی قلبہ (۳/۲۳۲) | ایمان والے کی خوشی اس کے چہرے میں اور رنج اس کے اندر ہوا کرتا ہے۔

یہ ارشاد کلینی نے اصول الکافی (ص۲۰۸) میں اور شیخ صدوق نے امالی (بحار ۱۷/۲۸۸ و ۲۸۹) میں باختلاف ا نقل کیا ہے۔

(۶۵) من نظر فی عیب نفسہ اشتغل عن عیب غیرہ الخ (۳/۲۳۵) | جو اپنی ذات کے عیب دیکھے گا وہ دوسروں کے عیب نظرانداز

کلینی نے فروع کافی (۳/۱۰) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص۱۹ و ۲۰) میں نقل کیا ہے۔

(۶۶) امیر المومنین کے سامنے کسی شخص نے دوسرے شخص کو بیٹے کے پیدا ہونے کی مبارکباد دی

یھنئك الفارس (۳/۲۳۶) | شہسوار مبارک ہو!

اس کو سن کر ارشاد فرمایا لا تقل ذلك

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۵۵) میں بحیثیت قول امام حسنؑ نقل کیا ہے۔

(۶۷) لا تظنن بکلمة خرجت من احد سوء انت تجد لھا فی الخیر محتملاً (۳/۲۳۸) | کسی شخص کی اس بات پر سوءظن مت کر جس میں کوئی بھ نکل سکتا ہو۔

شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۵۰) میں اور شیخ مفید نے کتاب الاختصاص (بحار ۱۷/۱۲۵) میں اور کلینی صول الکافی (۲۳۶) میں امیر المومنینؑ سے اور البیہقی نے کتاب المحاسن (۲/۵۷) میں نبی علیہ السلام سے نقل کیا

(۶۸) یا ایھا الناس متاع الدنیا حطام موبیٔ الخ (۳/۲۳۹) | لوگو! دنیا کا مال ہلاکت آفریں ہے۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۵۲) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

) لاشرف اعلی من الاسلام الخ (۳/۲۴۲) | اسلام سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں۔

یہ وصیت الحرانی نے تحف العقول (ص۲۰) میں اور کلینی نے فروع کافی (۳/۱۰) میں اور شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۵۲ ل کی ہے۔

) للمومن ثلث ساعات الخ (۳/۲۴۷) | مومن کے لئے تین گھڑیاں ہوتی ہیں۔

یہ ارشاد شیخ الطائفہ نے امالی (ص۹۱) میں اور الحرانی نے تحف العقول (ص۴۷) میں نقل کیا ہے۔

) المنیۃ ولا الدنیۃ (۳/۲۴۸) | موت قبول، ذلت نامنظور۔

یہ ارشاد الحرانی نے تحف العقول (ص۲۰و۴۸) میں اور شیخ مفید نے الارشاد (ص۱۷۲) میں باختلاف الفاظ نقل کیا ہے

) سئل عن معنی قولھم "لاحول ولا قوۃ الا باللہ انا لا نملک مع اللہ شیئًا (۳/۲۵۰) | آپ سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے معنی پوچھے گئے تو فرما ہم اللہ کے ساتھ کسی شے کی ملکیت میں شریک نہیں ہیں۔

یہ قول ابن درید نے المجتنیٰ (ص۳۰) میں نقل کیا ہے۔

) وقال لغاتل۔ قال بحضرتہ استغفر اللہ، ك امّك اتدری ما الاستغفار الخ (۳/۲۵۲) | کسی نے حضرت کے روبرو استغفر اللہ کہا۔ اس پر آپ نے فرما بدنصیب، تو یہ بھی جانتا ہے کہ استغفار کیا چیز ہے؟

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۴۶) میں نقل کیا ہے۔

) من اصلح سریرتہ اصلح اللہ علانیتہ (۳/۲۵۴) | جس نے اپنا باطن سنوار لیا، اللہ اس کا ظاہر سنوار دے گا۔

یہ قول شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۹) میں نقل کیا ہے۔

) انّ اولیاء اللہ ھم الذین نظروا الی باطن نیا اذا نظر الناس الی ظاھرھا (۳/۲۵۶) | بیشک اللہ کے دوست وہ ہیں۔ جو دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں جب کہ اور لوگ اُس کے ظاہر کو ہی دیکھتے ہیں۔

یہ قول ابونعیم نے حلیہ (۱/۱۰) میں عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے طور پر اور شیخ مفید نے مجالس (بحار ۱۷/۴۱۹ حیثیت ارشاد علوی نقل کیا ہے۔

) مالك وما مالك۔ لو كان جبلًا لكان فندا (۳/۲۵۸) | مالک، کون مالک؟ اگر وہ پہاڑ ہوتا، تو اُس وقت بھی دیکھتا ہو

یہ قول ابوعمر الکندی متوفی سنہ ۳۵۰ھ (۹۶۱ء) نے کتاب الولاۃ (ص۲۴) میں نقل کیا ہے۔

) الایمان ان تؤثر الصدق حیث یضرك الکذب حیث ینفعك (۳/۲۶۱) | ایمان یہ ہے کہ سچ کو، جب کہ وہ ضرر دے رہا ہو، جھوٹ پر ترجیح دے، جب کہ اُس سے فائدہ پہنچ سکتا ہو۔

یہ قول الحرانی نے تحف العقول (ص۵۱) میں اور البرقی نے کتاب المحاسن (۸۷ الف) میں نقل کیا ہے۔

) یھلك فیّ رجلان محبّ غال ومبغض ((۳/۲۶۴) | میرے معاملے میں دو قسم کے انسان ہلاک ہو گئے غلو کے ساتھ محبت کرنے والے اور کینہ رکھنے والا دشمن۔

یہ قول شیخ صدوق نے امالی (مجلس ۸۹) اور البیہقی نے المحاسن (۱/۲۹) میں نقل کیا ہے۔

www.kitabmart.in

کریم کا بلند ترین فعل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ان عیوب کو بھلا دے جو اُس کو معلوم ہیں

۷) شر الاخوان من تکلف لہٗ[۵۱] (۳/۲۶۶) | سب سے برا بھائی وہ ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے

یہ قول ابوحیان التوحیدی نے کتاب فی الصداقۃ والصدیق (ص۱۸۶) میں اور کتاب البصائر (ص۱۴۵) میں نقل کیا

امعین خطب وغیرہ

نہج البلاغہ کی جمع و ترتیب سے پہلے جن اصحاب نے امیرالمومنین کے خطبوں اور خطوں وغ
اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا تھا۔ ان میں سے اکثر کے حوالے اوپر گزر چکے ہیں۔ ذیل میں اُن
ے نام پیش کرتا ہوں۔ جن کا ذکر اس لئے نہ کر سکا کہ ان کی کتابیں ضائع ہو چکی ہیں۔ یا ان کی خاص خطبوں وغیرہ پر لکھی ہوئی کتابو
پر مذکور نہیں ہوا۔ یا ان کی بعض ایسی تالیفات کا نام نہیں لیا گیا تھا۔ جن میں خطبے اور خطوط وغیرہ کا اندراج ہوا ہوگا۔

آگے بڑھنے سے قبل یہ بھی عرض کر دوں کہ مسعودی کے بیان کے مطابق امیرالمومنینؑ کے خطبوں کی تعداد (۴۸۰) سے
۔ یہ خطبے علی البدیہہ دیے گئے تھے اور اہل علم میں قولاً و عملاً متداول ہیں[۵۲]

۱) زید بن وہب الجُہنی الکوفی متوفی ۹۶ھ (۶۷۱۴)۔ انھوں نے "کتاب خطب امیرالمومنینؑ علی المنابر فی الجمع والاعیاد و
نام کی تالیف چھوڑی تھی۔ یہ کتاب پانچویں صدی ہجری تک محفوظ تھی اور شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی متوفی ۴۶۰ھ (
نے اسے روایت کیا تھا[۵۳]

۲) ابو یعقوب اسمٰعیل بن مِہران بن محمد بن ابی نصر السُّکونی الکوفی متوفی بعد ۱۴۸ھ (۶۷۱۵)۔ انھوں نے "کتاب خطب امیرا
مرتّب کی تھی اور یہ کتاب بھی پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔ اس لئے کہ ابوالعباس احمد النجاشی متوفی ۴۵۰ھ
نے اسے روایت کیا تھا[۵۴]

۳) ابومِخنَف لُوط بن یحییٰ الازدی الغامدی متوفی قبل ۱۷۰ھ (۶۷۸۶) مؤرخِ مشہور۔ ابن ندیم نے اس کی ۳۲ کتا
نام لکھے ہیں۔ جن میں سے حسب ذیل کے اندر آپ کے خطبوں کا درج ہونا یقینی ہے[۵۵]

کتاب الجمل۔ کتاب صفین۔ کتاب اہل النہروان والخوارج۔ کتاب الغارات۔ کتاب مقتل علیؑ۔ کتاب مقتل محمد بن
والاشتر و محمد بن ابی حذیفہ۔ کتاب الشوریٰ و مقتل عثمانؓ۔

۴) ابومحمد (یا ابوبشر) مسعدہ بن صَدَقہ العبدی الکوفی شاگرد امام موسیٰ الکاظمؑ متوفی ۱۸۳ھ (۶۷۹۹)۔ انھوں
خطب امیرالمومنینؑ مرتب کی تھی۔ اسے بھی نجاشی نے روایت کیا ہے[۵۶]

۵) ابواسحٰق ابراہیم بن الحکم بن ظہیر الفزاری الکوفی۔ یہ قاضی شریک متوفی ۱۷۷ھ (۶۷۹۳) کا بھی شاگرد ہے۔ اس
"کتاب الملاحم" کے علاوہ خاص طور پر "کتاب خطب علیؑ" بھی تالیف کی تھی اور اسے بھی نجاشی نے پڑھا تھا[۵۷]

۶) ابواسحٰق ابراہیم بن سلیمان النہمی الکوفی الخزّاز۔ یہ ابراہیم الفزاری کا شاگرد اور "کتاب الخطب"، "کتاب الدعا"
خلق السموات" اور "کتاب مقتل امیرالمومنین" کا مصنّف ہے۔[۵۸]

---

۵۱ نہج ۳/۲۶۶ ۵۲ مروج الذہب ۲/۳۰۶ ۵۳ فہرست الطوسی ۱۴۸ و منہج المقال ورق ۱۴۲۔ الف ۵۴ طوسی: ۶۱ و نجاشی
لسان المیزان ۱/۴۳۹ و ابن ندیم: ۳۱۳ و منہج ورق ۴۱۔ الف۔ ۵۵ فہرست ابن ندیم ۱۳۶ و منہج ورق ۲۷۷ ب۔ ۵۶ نجاشی ۵
منہج ۳۴۳ ب ولسان ۶/۲۲۔ ۵۸ طوسی ۱۱ و نجاشی ۱۱ و منہج ورق ۷ ب و کشف العجب ۲۰۶ ۵۸ طوسی ۱۳ و منہج ورق ۸ ب ولسا

www.kitabmart.in

) ابو منذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی متوفی ۲۰۶ھ (۶۸۲۱)۔ ابن ندیم نے اس کی کتابوں کی جو لمبی فہرست دی ہے اس میں "کتاب مقتل عثمان"، "کتاب الجمل"، "کتاب صفین"، "کتاب النہروان"، "کتاب الغارات"، "کتاب مقتل امیر المومنین" کے علاوہ خود "کتاب خطب علیؑ" بھی ہے۔ جو نجاشی کے مطالعہ میں بھی آچکی ہے۔ [۱]

) ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی المدنی قاضی بغداد متوفی ۲۰۷ھ (۶۸۲۳)۔ ابن ندیم نے اس کی جن کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اُن میں سے "کتاب الجمل" کا حوالہ خود سید رضیؒ دے چکے ہیں۔ باقی میں سے "کتاب صفین" اور "کتاب السنۃ والجماعۃ وذم الہوی وترک الخوارج فی الفتن" بھی قابل لحاظ ہیں [۲]

) ابو الفضل نصر بن مزاحم المنقری الکوفی العطار متوفی ۲۱۲ھ (۶۸۲۷) کی "کتاب صفین" کے حوالے اُوپر گزر چکے ہیں لیکن نجاشی نے اس کی "کتاب الجمل۔ کتاب النہروان اور کتاب الغارات" بھی پڑھی تھیں۔ یہ سب بھی خطب و خطوط امیر المومنین پر مشتمل ہیں۔ [۳]

) ابو الخیر صالح بن ابی حماد الرازی متوفی بعد ۲۱۴ھ (۶۸۲۹)۔ اس کی "کتاب خطب امیر المومنین" بھی نجاشی نے روایت کی ہے۔ [۴]

) ابو الحسن علی بن محمد المدائنی متوفی ۲۲۴ھ (۶۸۳۹)۔ ابن ندیم نے اس کی مصنفات بھی گنائی ہیں اور ان میں علاوہ "تاریخ الخلفاء" اور کتاب الاحداث والفتن" کے "کتاب خطب علیؑ وکتبہ الی عمالہ" بھی درج کی ہے۔ [۵]

) ابو القاسم عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی الحسنی الرازی متوفی ۲۵۰ھ (۶۸۶۴) تقریباً۔ انھوں نے بھی "کتاب خطب علیؑ" مرتب کی تھی۔ [۶]

۱۲) ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الثقفی متوفی ۲۸۳ھ (۶۸۹۶) کی "کتاب الغارات" کا ذکر آچکا ہے لیکن مسئلہ زیر بحث پر اس حسب ذیل کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں:۔

"کتاب رسائل علیؑ"، "کتاب کلام علی فی الشوری" اور "کتاب الخطب المعربات"۔

ان کے علاوہ "کتاب السقیفہ۔ کتاب مقتل عثمانؓ۔ کتاب بیعت امیر المومنین۔ کتاب الجمل۔ کتاب صفین۔ کتاب النہروان اور کتاب مقتل امیر المومنین" میں بھی آپ کے خطبات اور مکاتیب کی خاص تعداد منقول ہونا چاہیئے۔

۱۳) ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم الطبری (معاصر ابن جریر الطبری مورخ مشہور) اس نے کتاب المسترشد فی الامامت" ا "کتاب الرواۃ عن اہل البیت" میں آپ کے خطبے وغیرہ نقل کئے ہیں۔ [۸]

۱۴) ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی متوفی ۳۲۸ھ (۶۹۳۹) نے "کتاب الکافی" کے علاوہ جس کے حوالے اوپر گزر چکے "کتاب رسائل الائمہ" بھی خاص زیر بحث موضوع پر لکھی تھی۔ [۹]

---

۱ ابن ندیم ۱۴۰ و نجاشی ۳۰۵ و منہج ورق ۳۷۴ ب ۲ ابن ندیم ۱۴۴ ۳ نجاشی ۳۰۱ و منہج ورق ۳۶۲۔ الف ۴ نجاشی ۱۴۰ و منہج ورق ا
ابن ندیم ۱۴۹ و معجم الادبا لیاقوت ۱۴/ ۱۲۴ ۶ منہج ورق ۱۸۹۔ ب و فہرست کتاب خانہ عمومی معارف ۱۳۹۔ ۷ طوسی ۱۶۔ معجم الیاقوت ا
منہج ورق ۱۲۔ ب و منہاج ۳۱۔ ۸ منہج ورق ۲۹۶۔ الف۔ لسان ۵/ ۱۰۳۔ و فہرست کتاب خانہ عمومی ۱۳۸ ۹ منہج ورق ۳۳۹۔ ا
فہرست کتاب خانہ عمومی ۱۳۸۔

www.kitabmart.in

۱۶) ابو احمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ الجلودی الازدی البصری متوفی ۳۳۲ھ (۹۴۴ء) نے حسب ذیل تصنیف کی تھیں :-

کتاب الجمل، کتاب صفین۔ کتاب الحکمین۔ کتاب الغارات۔ کتاب الخوارج۔ کتاب حروب علی۔ کتاب خطب علی شعر علی۔ کتاب رسائل علی۔ کتاب مواعظ علی۔ کتاب ذکر کلام علی فی الملاحم۔ کتاب قول علی فی الشوری۔ کتاب ما علی و عثمان من الکلام۔ کتاب قضار علی۔ کتاب الدعا عن علی۔ کتاب الادب عن علی علیہ السلام۔ [۱]

۱۷) ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی متوفی ۳۴۶ھ (۹۵۷ء)۔ اس نے "کتاب اخبار الزماں"، "کتاب اور مروج الذہب کے علاوہ "حدائق الاذہان فی اخبار آل محمدؐ" اور "مزاہر الاخبار و طرائف الآثار" میں امیر المومنین خطبے وغیرہ خاصی تعداد میں نقل کئے تھے۔ مگر سوء اتفاق سے یہ کتابیں اب دستیاب نہیں ہوتیں۔ [۲]

۱۸) ابو طالب عبیداللہ بن ابی زید احمد بن یعقوب بن نصر الابناری متوفی ۳۵۶ھ (۹۶۷ء) نے جو ۱۴۰ کتابوں کا مؤلف ایک کتاب بنام "کتاب ادعیۃ الائمہ" لکھی تھی جس میں امیر المومنین سے مروی دعائیں مندرج تھیں۔ [۳]

۱۹) ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم بن ابی رافع الصمیری الکوفی البغدادی استاد شیخ مفید نے "کتاب الکشف فیما یتعلق اور "کتاب الضیاء (یا الصفاء) فی تاریخ الائمہ" میں آپ کا کلام درج کیا ہے۔ [۴]

۲۰) ابوالعباس یعقوب بن احمد الصمیری نے جو متقدم الذکر کا بیٹا معلوم ہوتا ہے "کتاب فی کلام علیؑ و خطبہ" لکھی تھی

۲۱) ابوسعید منصور بن الحسین الآبی الوزیر متوفی ۴۲۲ھ (۱۰۳۱ء) نے "نزہتہ الادب فی المحاضرات" اور اس کے اخ "نثر الدرر" میں آپ کا کلام نقل کیا ہے۔ موخر الذکر کا ایک مخطوطہ نجف اشرف کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

آخر میں اتنا عرض کر دینا مناسب ہے کہ میرا یہ مقالہ جامع و مانع حیثیت نہیں رکھتا جیسے جیسے میرا مطالعہ وسیع مزید حوالے ملتے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ کسی اگلی صحبت میں نئے نتائج مطالعہ بھی پیش کروں گا۔

جہاں تک نہج البلاغہ کے "استناد" کا تعلق ہے یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ اس کے بعد وہ حصہ لکھا جائے گا جس البلاغہ کے مضامین سے ہے اور یہ جانچنے کی کوشش کی جائے گی کہ کیا یہ باتیں امیر المومنینؑ کی کہی ہوئی یا لکھی ہو سکتی ہیں۔

والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

رجال نجاشی ۱۶۷ و ابن ندیم ۱۶۷ و نقد الایضاح ۱۸۳ و منہج ورق ۱۸۸۔ ب [۲] مروج الذہب ۲/ ۳۹۔ [۳] طوسی ۱۶۱ و منہج ۱۹۲۔ الف۔ [۴] طوسی ۱۹ و نجاشی ۶۱ و منہج ۱۶۔ الف۔ [۵] ابن ابی الحدید ۲/ ۲۲۰ [۶] کشف الظنون، ج ست کتاب خانہ عمومی ۱۳۸ و ۱۳۹۔

www.kitabmart.in

نہج البلاغہ

سرکار سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی
سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

نہج البلاغہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام
کلام کا وہ مشہور ترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف مرتضیٰ
رضی نے چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے
پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہو گیا ہے اور نہج البلاغہ
انداز تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انھوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان
خالی اوراق چھوڑ کر امیر المومنین کے کلام کو متفرق مقامات سے یکجا
کیا، جس میں ایک طویل مدت انھیں صرف ہوئی ہوگی اور اس لیے ضائع
سلسلہ اُن کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا، یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب
یکجا ہونے کے بعد ملا ہے، اُس کی تعجیل میں اُنھوں نے اُس مقام کی تلاش
بغیر جہاں اُسے درج ہونا چاہیئے تھا، کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے
جہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس کے پہلے کہیں
درج ہوا ہے۔ یہ انداز جمع و تالیف خود ایک غیر جانبدار شخص کے لئے یہ
ماننے کے واسطے کافی ہے کہ اس میں خود سید رضی کے ملکۂ انشاء اور
طرز تحریر کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اُنھوں نے صرف مختلف مقامات
سے جمع آوری کر کے امیر المومنین کے کلام کو یکجا کر دینے پر اکتفا کی ہے۔ یہ
ترتیب اور پریشانی جسے بحیثیت تالیف کے کتاب کا ایک نقص سمجھنا چاہیئے
ہم اعتبار میں اُس پر اعتماد پیدا کرنے والا ایک جوہر ہو گیا ہے۔ اُنھوں نے
مختلف نسخوں اور مختلف راویوں کی یادداشت کے مطابق نقل الفاظ میں

اتنی احتیاط کی ہے کہ بعض وقت دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جاتا ہے
اس عبارت کے نقل کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا جب کہ ابھی ابھی ہم ایسی
عبارت پڑھ چکے ہیں جیسے ذم اہل بصرہ میں اس شہر کی غرقابی کے تذکرہ
میں اُس کی مسجد کا نقشہ کھینچنے میں مختلف عبارات کبھی نعامۃ جاثم
اور کبھی کجوء جوء طیر فی لجۃ بحر اور اس سے ملتے جلتے ہوئے
الفاظ، یہ اسی طرح کا اہتمام صحت نقل میں ہے جیسے موجودہ زمانہ میں
کتابوں کی عکسی تصویر شایع کی جاتی ہے جس میں اغلاط کتابت تک کی
اصلاح نہیں کی جاتی اور صرف حاشیہ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ بظاہر یہ
غلط ہے صحیح اس طرح ہونا چاہیئے۔ دیکھنے والے کا دل تو ایسے مقام پر یہ
ہے کہ اصل عبارت ہی میں غلط کو کاٹ کر صحیح لفظ لکھ دی گئی ہوتی،
صحت نقل کے اظہار کے لئے یہ صورت اختیار کی جایا کرتی ہے، جیسے قرآن
میں بعض جگہ تالیف عثمانی کے کاتب نے جو کتابت کی غلطیاں کر دی ہیں
جیسے لا اذبحنہ میں لا کے بعد ایک الف جو یقیناً غلط ہے، اس لیے
یہ لائے نافیہ نہیں، جس کے بعد اذبحنہ فعل آئے بلکہ لام تاکید ہے جو
اذبحنہ فعل متصل ہے مگر اس قسم کے اغلاط کو دُور کرنا بھی بعد کے
نے صحت نقل کے خلاف سمجھا اسی طرح املائے قرآن گویا ایک تعبد
سے معین ہو گیا۔ بعض جگہ رحمۃ کی ت لمبی لکھی جاتی ہے، بعض
جنّٰت بغیر الف کے لکھا جاتا ہے، بعض جگہ ید عو ایسے فعل وا
بھی وہ الف لکھا ہوا ہے کہ جو جمع کے بعد غیر ملفوظی ہونے کے باوجود
جایا کرتا ہے۔ ان سب خصوصیات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے
سے مقصود وثاقت نقل میں قوت پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح علماء

www.kitabmart.in

نی نے جس شکل میں جو فقرہ دیکھا اُس کو درج کرنا ضروری سمجھا، تاکہ کسی
م کا تصرف کلام میں ہونے نہ پائے۔ یہ ایک دراہتی پہلو ہے جو اس تصور
بالکل ختم کر دیتا ہے کہ یہ کتاب سید رضی رحمہ اللہ کی تصنیف کی حیثیت
تی ہو۔

دوسرا پہلو خطبوں کے درمیان کے ومنھا ۔۔۔ ومنہ ہیں۔
ں میں عموماً بعد کا حصہ قبل سے بالکل غیر مرتبط ہوتا ہے، بلکہ ایسا بھی
اہے کہ قبل کا حصہ قبل بعثت سے متعلق ہے یا اوائل بعثت سے اور بعد
حصہ بعد وفات رسول سے متعلق ہے۔ یہ بھی دیکھنے والے کے ذوق پر
ہو جایا کرتا ہے مگر اس سے بھی اس مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے
سید رضی کا کلام ہوتا تو فطری طور پر اس میں تسلسل ہوتا۔ یا اگر انھیں
موضوعوں پر لکھنا ہوتا تو اُسے وہ دو خطبوں میں مستقل طور پر تحریر کرتے
ن وہ کیا کرتے جب کہ انھیں کلام امیر المومنین ہی کا انتخاب پیش کرنا تھا۔
اس لئے جہاں خطبہ کا پہلا جزو اور آخر کا جزو دو مختلف موضوعوں
متعلق ہے اور درمیان کا حصہ کسی وجہ سے وہ درج نہیں کر رہے ہیں تو
وہ اس کو کلام واحد بنا سکتے ہیں نہ مستقل دو خطبے بلکہ انھیں ایک
کلام میں ومنھا کے فاصلے قائم کرنا پڑتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ
علی بعض جگہ تو انتخاب کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور بعض جگہ یہ بھی وجہ ہو سکتی
ے کہ سابق میں قلمی کتابوں کے سوا کوئی دوسری شکل معاد کے فراہم ہونے کی
ہوتی تھی اور قلمی کتابوں کے اکثر نسخے منحصر بفرد ہوتے تھے۔ اب اگر ان میں
درمیان کا حصہ کرم خوردہ ہو گیا ہے یا اوراق ضایع ہو گئے ہیں یا رطوبت
ے روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے وہ ناقابل قرأت ہے تو علامہ سید رضی
ں موقع پر درمیان کا حصہ نقل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حرص جمع
حفاظت میں انھوں نے اس کے قبل یا بعد یا وسط کے وہ سطور تلاش کئے
ی جو مستقل مفاد کے حامل ہیں اور اس طرح درمیان کے حصوں میں انھوں
ے ومنھا کہہ کر اس کے درج کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ یہ بھی ہے
اس وقت علم کا ایک بڑا ذخیرہ حفاظ و ادبا، و محدثین کے سینوں میں
تا تھا۔ فرض کیجئے کسی اپنے استاد و شیخ حدیث سے علامہ رضی نے کسی
قع کی مناسبت سے خطبہ کا ابتدائی حصہ سن لیا اور انھوں نے اُسے فوراً
بند کر لیا، پھر دوسرے موقع پر انھوں نے ان کی زبان سے اسی خطبہ کے
ہ دوسرے فقرات سنے اور انھیں محفوظ کر لیا اور اتنا موقع نہ مل سکا کہ

ورمیانی اجزا ان سے دریافت کر کے لکھتے۔ اس طرح انھوں نے ا
خانہ پُری ومنھا کے ذریعہ سے کی۔ یہ بھی اس کی دلیل قوی
نے اصل کلام امیر المومنینؑ کے ضبط و حفظ ہی کی کوشش کی ہے
کوئی تصرف خود نہیں کرنا چاہا۔

تیسرا شاہد اس کا خود جناب رضی کے وہ مختصر تبصرے ہیں
کہیں کچھ خطبوں کے بعد انھوں نے اس کلام کے متعلق اپنے احسا
و تاثرات کے اظہار پر مشتمل درج کر دیے ہیں یا بعض جگہ کچھ الفاظ
ضروری سمجھی ہے۔ ان تبصروں کی عبارت نے ان خطبوں سے متص
ہر صاحب ذوق عربی داں کے لئے یہ اندازہ قطعی طور پر آسان
کہ ان تبصروں کا انشا پرداز وہ ہرگز نہیں ہو سکتا جو اُن خطبوں
ہے۔ جس طرح خود علامہ رضی نے اپنی مایۂ ناز تفسیر حقائق التنزیل
قرآن کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ امیر المومنین کا کلا
و بلاغت میں مافوق البشر ہے مگر جب خود حضرت کے کلام میں کو
کی آیت آجاتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جس طرح سنگریزوں میں گ
بالکل اسی شکل سے اگرچہ علامہ سید رضی اپنے دور کے افصح زمانہ
عربی میں معراج کمال پر فائز تھے مگر نہج البلاغہ میں امیر المومنین
کے بعد جب اُن کی عبارت آجاتی ہے تو ہر دیکھنے والا محسوس کر
اس کی نگاہ بلندیوں سے گر کر نشیب میں پہنچ چکی ہے، حالانکہ ا
میں علامہ سید رضی نے ادبیت صرف کی ہے اور اپنی حد بھر اپنی
دکھائی ہے مگر سابق کلام کی بلندی کو ہر مطالعہ کرنے والے کے
امر محسوس کی حیثیت سے ظاہر کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا واض
ہے اس تصور کے غلط ہونے کا کہ وہ علامہ سید رضی کا کلام
جو تھا امر یہ ہے کہ جناب سید رضی اپنے دور کے کوئی
نہ تھے۔ وہ دینی و دنیوی دونوں قسم کے ذمہ دار منصبوں پر فا
یہ دور بھی وہ تھا جو مذہب و ملت کے علماء و فضلاء سے بھرا
بغداد سلطنت عباسیہ کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے مر
ادب بھی تھا۔ خود سید رضی کے استاد شیخ مفید بھی نہج البلاغ
تالیف کے دور میں موجود تھے۔ اس لئے کہ جناب شیخ مفید
رضی کی وفات کے بعد تک موجود رہے ہیں اور شاگرد کا ا
کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا اور معاصرین کو تو ایک شخص کے مت

www.kitabmart.in

ہتی ہے۔ پھر شریف رضی سے تو خود حکومت وقت کو بھی مخاصمت
تھی۔ اس حضر پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے جو فاطمیین مصر کے
حکومت نے مرتب کیا تھا اور جس پر علامہ رضی کے بڑے بھائی
کے والد بزرگوار تک نے حکومت کے تشدد کی بنا پر دستخط کر دیئے
علامہ سید رضی نے عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر دستخط
کر دیا تھا علاوہ اس کے کہ اس کردار کا شخص جو صداقت کو ایسے
محرکات کے خلاف محفوظ رکھے اس طرح کی بچھوری بات کر ہی
کہ وہ ایک پوری کتاب خود لکھ کر امیر المؤمنین کی جانب
دے جس کا غلط ہونا علمائے عصر سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور
ض وہ ایسا کرتے بھی تو اُن کے دور میں اُن کے خلاف علمائے وقت
ن حکومت کی طرف سے اس الزام کو اس شدت سے اچھالا جاتا
ے سخت نکتہ چینی کی جاتی۔ حالانکہ ہمارے سامنے خود اُن
کے علماء کی کتابیں اور اُن کے بعد کے کئی صدی تک کے مصنفین
ات موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں کمزور سے کمزور طریقہ پر
کے حالات زندگی میں اس قسم کے الزام کا عائد کیا جانا یا اس
اُن پر کسی قسم کی نکتہ چینی کا ہونا موجود نہیں ہے۔ اس سے ظاہر
صرف بر بنائے جذبات نہج البلاغہ کے بعض مندرجات کو اپنے
ت کے خلاف پا کر کچھ متعصب افراد کی بعد کی کارستانی ہے جو
نے نہج البلاغہ کے کلام سید رضی قرار دینے کی کوشش کی ہے ورنہ
ب سید رضی اعلی اللہ مقامہ کے دور میں اس کے مندرجات کا کلام
تین ہونا بلا تفریق فرقہ و مذہب ایک مسلم چیز تھی اور اسی لئے
اس بارے میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکا۔

اب رہا یہ سوال امر یہ ہے کہ سید رضی اعلی اللہ مقامہ کے قبل ایسا نہیں
امیر المومنین کے خطبوں کا کوئی نام و نشان عالم اسلامی میں نہ
ہو بلکہ کتب تاریخ و ادب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک
ثبوت ذخیرہ بحیثیت خطب امیر المؤمنین علیہ السلام کے سید
اللہ کے قبل سے موجود تھا چنانچہ مؤرخ مسعودی نے جو علامہ
سے مقدم طبقہ میں ہیں بلکہ اُن کی ولادت کے قبل وفات پا چکے
لئے کہ علامہ سید رضی کا دور شباب ہی میں ۴۰۶ھ میں انتقال
اور مسعودی کی وفات ۳۴۶ھ میں ہو چکی تھی، جس وقت سید

رضی کے استاد شیخ مفید ہی نہیں بلکہ اُن کے بھی استاد شیخ صدوق محمد
بن علی ابن بابویہ قمی بھی زندہ تھے۔ مسعودی نے اپنی تاریخ مروج الذہب
میں لکھا ہے کہ:-

"والذی حفظ الناس عنه من خطبه فی سائر
مقاماته او جماعة خطبة ونیف وثمانون خطبة یورد
علی البدیهة قد اول الناس ذالك عنه قولا وعملا"

(مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۴۳۱ طبع مصر)

"لوگوں نے آپ (حضرت علی ابن ابی طالب) کے جو خطبے مختلف
موقعوں کے محفوظ کر لئے ہیں، وہ چار سو اسی سے کچھ زیادہ تعداد میں
ہیں جنھیں آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا، جنھیں لوگوں نے نقل
قول کے طور پر بھی بتواتر نقل کیا ہے اور اپنے خطب و مضامین میں
اُن کے اقتباسات وغیرہ سے بکثرت کام بھی لیتے رہے ہیں۔"

ظاہر ہے کہ یہ چار سو اسی کچھ اوپر خطبے اگر تمام و کمال یکجا کر
جائیں تو بلاشبہہ نہج البلاغہ سے بڑی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ جب یہ اتنا
بڑا ذخیرہ سید رضی کی ولادت سے پہلے موجود تھا تو پھر علامہ سید رضی کو
اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اس ذخیرہ سے کام نہ لیں اور اپنی طرف سے
نہج البلاغہ ایسی کتاب کو تحریر کر دیں۔ ایسا اُس شخص کے لئے کیا جاتا ہے
جو گمنام ہو اور جس کا کارنامہ کوئی موجود نہ ہو اور اُس کے اخلاف
متبعین خواہ مخواہ اُس کو نمایاں بنانے کے لئے اُس کی جانب سے کوئی
کارنامہ تصنیف کر دیں۔ صرف علامہ مسعودی کا یہ قول ہی اس ذخیرہ کے
ثبوت کے لئے کافی تھا جب کہ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ذخیرہ آثار
قدیمہ کے طور پر کسی دُور دراز عجائب خانے یا کسی ایک عالم کے متروکات
میں شامل نہیں تھا، جس تک رسائی کسی زحمت کی طلبگار ہوتی ہو، بلکہ
حفظ الناس اور تداول الناس کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ
عموماً اہل علم کے ہاتھوں میں موجود اور متداول تھا۔ اس کے علاوہ
عباسیہ کے یگانۂ روزگار کاتب عبد الحمید بن یحییٰ متوفی ۱۳۲ھ کا یہ قول
علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں درج کیا ہے:-

"حفظت سبعین خطبة من خطب الاصلع
فاضت ثم فاضت" "میں نے ستر خطبے علی ابن طالب علیہ السلام
از بر کئے ہیں جن کے فیوض و برکات میرے یہاں نمایاں ہیں"

www.kitabmart.in

اس کے بعد ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کا اعتراف ہے جسے علامہ حسن الندوبی نے اپنے اُن حواشی میں، کتاب البیان والتبیین للجاحظ پر لکھے ہیں، وہ ابن مقفع کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"الظاھر انہ تخرج فی البلاغۃ علی خطب الامام علی و ذلک کان یقول شربت من الخطب من دیا ولم اضبط بھار دیا فاضت ثم فاضت"

"غالباً ابن المقفع نے بلاغت میں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبوں سے استفادہ کیا تھا اور اسی بنا پر وہ کہتے تھے کہ میں نے خطبوں کے چشمے سے سیراب ہو کر پیا ہے اور اسے کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں رکھا ہے۔ تو اس چشمہ کے برکات بڑھے اور ہمیشہ بڑھتے رہے۔"

اس کے بعد ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ یہ بھی سید رضی سے مقدم ہیں ان کا یہ قول ہے:۔

"حفظت من الخطابۃ کنزا لا یزیدہ الانفاق الا سعۃ و کثرۃ حفظت مائۃ فصل من مواعظ علی ابن ابیطالب"

"میں نے خطابت کا ایک خزانہ محفوظ کیا ہے، جس سے جتنا زیادہ کام لیا جائے، پھر بھی اس میں برکت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔ میں نے سو فصلیں علی ابن طالب کے مواعظ میں سے یاد کی ہیں"

ابن نباتہ کے اس قول کا بھی ابن ابی الحدید نے تذکرہ کیا ہے۔

رجال کشی میں ابو الصباح کنانی کے حالات میں لکھا ہے کہ زید ابن علی ابن الحسین کہ جو زید شہید کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانۂ امامت میں ہوئی وہ برابر امیر المومنین کے خطبوں کو سُنا کرتے تھے۔

ابو الصباح کہتے ہیں کان یسمع منی خطب امیر المؤمنین علیہ السلام ۔۔ دوسری صدی ہجری کا ذکر ہے اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایک ذخیرہ خطبوں کا اُس وقت بھی موجود تھا جو مسلم طور پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف نسبت رکھتا تھا۔

ان تمام مقامات پر بطور ارسال مسلمات خطب علیؑ کہنا بتاتا ہے کہ اس زمانہ میں اس بارے میں کوئی شک و شبہہ بھی محسوس نہیں کیا جاتا تھا۔ ورنہ جیسا کئی صدی بعد جب کچھ اغراض کی بنا پر مصنفین نے

اس حقیقت کو مشکوک بنانا ضروری سمجھا تو المنسوبۃ الی
لگے۔ دورِ اول میں اس قسم کے شک و شبہہ کے اظہار کرنے والے
پائی نہیں جاتی۔

رجال کبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ زید ابن وہب جہنی متو
۹۰ھ نے جو خود حضرت امیر المومنینؑ کے رواۃ احادیث
ہیں آپ کے خطبوں کو جمع کیا تھا اور اس کے بعد اور متعدد افراد
نے سید رضی کے پہلے حضرت کے خطب و اقوال کو جمع کیا جیسے

(۱) ہشام ابن محمد ابن صائب کلبی متوفی ۲۰۶ھ، اُن کے
کا ذکر فہرست ابن ندیم جزو ے صفحہ ۲۵۱ میں موجود ہے۔

(۲) ابراہیم ابن ظہیر فزازی۔ ان کا ذکر فہرست طوسی میں
"صنف کتبا منھا کتاب الملاحم وکتاب خ
علی علیہ السلام"
"متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ منجملہ اُن کے کتاب الملا
کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔"

اور رجال نجاشی میں بھی ان کا تذکرہ ہے:۔

(۳) ابو محمد مسعدہ ابن صدقہ عبدی۔ ان کے متعلق رجا
میں ہے:۔
"لہ کتب منھا کتاب خطب امیر المؤ منین
علیہ السلام"
"اُن کے متعدد تصنیفات ہیں، جن میں سے ایک کتاب
علی علیہ السلام ہے"

(۴) ابو القاسم عبد العظیم ابن عبد اللہ حسنی، جن کا مز
سے تھوڑے فاصلے پر شاہ عبد العظیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ
نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے جمع کردہ خطب
رجال نجاشی میں اس طرح ہے:۔
"لہ کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام"
"ان کی ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے"

(۵) ابو الخیر صالح ابن ابی حماد رازی۔ یہ بھی امام علی نقی ع
کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی میں ہے:۔
"لہ کتب منھا کتاب خطب امیر المومنین علی

www.kitabmart.in

منجملہ آپ کی تالیفات کے کتاب خطب علی علیہ السلام ہے"
علی بن محمد ابن عبداللہ مدائنی متوفی ۲۳۵ھ۔ اُنھوں نے
کے خطبوں کو اور اُن مکاتیب کو جمع کیا، جو حضرت نے اپنے
تحریر فرمائے تھے۔ اس کا ذکر معجم الادبا یاقوت حموی جزو ۵
۲ میں ہے۔

۷) ابو محمد عبدالعزیز جلودی بصری متوفی سنہ ۳۳۰ھ کے تصانیف
ب خطب علیؑ، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علیؑ، کتاب خطب
السلام فی الملاحم، کتاب دعا علیؑ" موجود ہیں، جن کا تذکرہ
ی نے فہرست میں اور نجاشی نے اُن کے طویل تصنیفات کے
اپنے رجال میں کیا ہے۔

۸) ابو محمد حسن ابن علی ابن شعبہ حلبی متوفی سنہ ۳۲۰ھ نے اپنی
کتاب تحف العقول (صفحہ ۲ طبع ایران) میں امیر المومنین کے
ات امثال اور خطب کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

انا لو استخرقنا جمیع ما وصل الینا من خطبه
مه فی التوحید خاصة دون ما سواه من المعانی لکان
جمیع هذا الکتاب"

اگر ہم وہ سب لکھنا چاہیں، جو ہم تک حضرت کے خطبے اور
کلام صرف توحید کے بارے میں پہنچا ہے علاوہ دوسرے موضوعات
وہ پوری اس کتاب (تحف العقول) کے برابر ہوگا"

اب مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ
سدی میں زید ابن وہب جہنی نے حضرت کے خطبوں کا ایک
تیار کیا تھا۔ دوسری صدی میں عبدالحمید ابن یحییٰ کاتب اور
فع کے دور میں وہ ذخیرہ مسلم طور پر موجود تھا اور اس صدی کے
دور میں وہ خطبے پڑھے اور سُنے جاتے تھے، جیسا کہ زید شہید کے
سے ظاہر ہوا اور ادبا اس کو زبانی حفظ کرتے تھے، جیسا کہ عبدالحمید
فع کے تصریحات سے ظاہر ہوا۔

اور تیسری صدی میں متعدد مصنفین نے جو جو خطبے اُن تک
تھے، اُن کو مدوّن کیا۔ ایسی صورت میں جناب سید رضیؒ کو اس
ورت ہی کیا تھی کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے یہ دماغی
ں و کاہش گوارا کریں کہ وہ از خود کلام امیر المومنین کے نام سے
کوئی چیز تصنیف کریں۔

چھٹا امر یہ ہے کہ ان تمام ذخیروں کے سابق سے موجود ہونے کے
بعد ظاہر ہے کہ علامہ سید رضیؒ کے لئے یہ تو قطعی ممکن نہیں تھا کہ وہ ان
تمام ذخائر کو تلف کرا دیتے اور پھر اسی کی ترویج کرتے جو اُنھوں نے
کلام امیر المومنین قرار دیا تھا۔ یہ قطعی ناممکن تھا۔ اگر وہ ذخیرہ کسی ایک
مصنف کے پاس کسی ایک دُور دراز جگہ ہوتا تو یہ امکان بھی تھا، جیسا
کہ مشہور ہے کہ شیخ بوعلی سینا نے فارابی کے تمام مصنفات کو کسی شخص
سے حاصل کر کے اُنھیں تلف کر دیا اور ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا
یہاں یہ صورت قطعاً ناممکن تھی جب کہ وہ کلام ادبا کے سینوں میں محفوظ
تھا۔ اطراف و اقطار عالم اسلامی میں منتشر تھا اور بہت سے مصنفین
اس کی تدوین کر چکے تھے۔ پھر جب کہ سید رضیؒ کی تصنیف کے ساتھ ان
ذخائر کا موجود ہونا لازمی تھا تو اگر سید رضیؒ کا جمع کردہ کلام اس ذخیرہ
سے مختلف ہوتا یا اسلوب بیان میں اس سے جدا ہوتا تو وہ تمام ادبائے
زمانہ، خطبائے روزگار، علمائے وقت جو اس کلام کو دیکھے ہوئے پڑھے
ہوئے یا یاد کئے ہوئے تھے، صدائے احتجاج بلند کر دیتے، ان میں تلاطم
ہو جاتا اور سید رضیؒ تمام دنیا میں اس کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ کم
کم کوئی اُن کے ہمعصر ادبا میں سے اس کی تنقید ہی کرتا ہوا ایک کتاب
ہی اس موضوع پر لکھ دیتا کہ امیر المومنینؑ کا جو کلام اب تک محفوظ تھا
یہ سید رضیؒ کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے مختلف ہے۔ خصوصاً جب وہ
جو بعد میں ایک طبقہ کو اس باب میں انکار یا تشکیک کی موجب ہوئی جب
کی تفصیل کسی حد تک آئندہ درج ہوگی۔ وہ ایک مذہبی بنیاد تھی یعنی
یہ کہ نہج البلاغہ میں ان افراد کے بارے میں جنھیں سواد اعظم قابل احترام
سمجھتا ہے کچھ تعریضات یا انتقادی کلمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سلطنت عباسیہ کے دارالسلطنت میں لکھی
گئی جو اہل سنت کا علمی مرکز تھا۔ اُس وقت بڑے بڑے علما، حفاظ
ادبا، خطبا، اہل سیر اور محدثین اہل سنت میں موجود تھے اور اُن کا
جم غفیر خاص بغداد میں موجود تھا اگر امیر المومنینؑ کے وہ خطبات جو
ابن المقفع، ابن نباتہ، عبدالحمید ابن یحییٰ، جاحظ اور دیگر مسلم الثبوت
ادبا کے دور میں موجود تھے، ان تعریضات سے خالی تھے اور اس قسم
کے مضامین ان میں نہ تھے بلکہ فطری طور پر اس صورت میں اس کے خلاف

www.kitabmart.in

چیزوں پر انھیں مشتمل ہونا چاہیے تھا تو اس وقت کے اہلسنت کے علماء
اس پر قیامت برپا کر دیتے اور اس کو اپنے مذہب کے خلاف
ایک عظیم الشان حملہ تصور کر کے پورے طور سے اس کا مقابلہ کرتے
اور اس کی دھجیاں اڑا دیتے مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ کوئی دھیمی سی
آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ یہ اس کا قطعی ثبوت ہے
کہ سید رضی کے جمع کردہ مجموعہ میں کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ وہ وہی تھا جو
ان کے پہلے مضبوط و مدون، متداول، و محفوظ رہا تھا۔ علماء قطعاً اس سے
اجنبیت نہ رکھتے تھے بلکہ اس سے مانوس اور اس کے سننے اور
پڑھنے کے عادی تھے، وہ اس ادبی ذخیرہ کو اس کی ادبی افادیت کے
اعتبار سے سر اور آنکھوں پر رکھتے تھے اور اس تنگ نظری میں مبتلا
نہ تھے کہ جو کچھ چیزیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں اس لیے اس کا
انکار کیا جائے یا اس سے اجنبیت برتی جائے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں علامہ سید رضی کے قبل کی
اور اس وقت بھی ایسی موجود ہیں جن کے امیر المومنینؑ کے اکثر مواقع کے
کلام یا خطبات کو کسی مناسبت سے ذکر کیا ہو جیسے جاحظ متوفی سنہ ۲۵۵ھ
البیان والتبیین، قتیبہ دینوری متوفی سنہ ۲۷۶ھ کی عیون الاخبار
غریب الحدیث ابن واضح یعقوبی متوفی سنہ ۲۷۸ھ کی مشہور تاریخ
حنیفہ دینوری سنہ ۲۸۰ھ کی اخبار الطوال ابو العباس المبرد متوفی
سنہ ۲۸۶ھ کی کتاب "الکامل" مشہور مورخ ابن جریر طبری متوفی
سنہ ۳۱۰ھ کی تاریخ کبیر ابن درید متوفی سنہ ۳۲۱ھ کی کتاب المجتنیٰ ابن
عبد ربہ متوفی سنہ ۳۲۸ھ کی عقد الفرید، ثقۃ الاسلام کلینی متوفی
سنہ ۳۲۹ھ کی مشہور کتاب "کافی" مسعودی متوفی سنہ ۳۴۶ھ کی تاریخ
مروج الذہب ابو الفرج اصفہانی متوفی سنہ ۳۵۶ھ کی کتاب "اغانی"
قالی متوفی سنہ ۳۵۶ھ کی کتاب النوادر، شیخ صدوق سنہ ۳۸۱ھ کی
کتاب التوحید" اور ان کے دوسرے جوامع حدیث مفید رحمہ اللہ متوفی
سنہ ۴۱۳ھ۔ اگرچہ تاریخ وفات کے اعتبار سے جناب رضی سے
متاخر ہیں مگر ان کے استاد ہونے کی وجہ سے طبقتاً مقدم ہیں ان کی
کتاب الارشاد اور کتاب الاجل ان تمام کتابوں میں جو خطبے حضرت
درج ہیں ان کا جب مقابلہ سید رضی کے مندرجہ خطب اور اجزاء
سے کیا جاتا ہے تو اکثر تو وہ بالکل متحد ہوتے ہیں اور نہج البلاغہ میں

ایسا درج شدہ کلام اگر کوئی ہے جو ان کتابوں میں د
ہے یا ان کتابوں میں کوئی کلام ایسا ہے جو نہج البلا
مذکور نہیں ہے تو اسلوب بیان اور انداز کلام تسلسل و بلا
و حقایق نگاری کے لحاظ سے یقینی متحد ہوتا ہے جس میں
عربیت کو شک نہیں ہو سکتا۔ امیر المومنین کے اس ک
نہج البلاغہ میں درج ہے اس تمام کلام سے جو حضرتؑ کی طرف
اور دوسری کتابوں میں درج ہے متحد الاسلوب ہونا
کے ضمیمہ کے ساتھ جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ
رضی کے اس کلام سے جو نہج البلاغہ میں بطور مقدمہ یا بطو
ہے۔ بالکل مختلف ہونا ایک غیر جانب دار شخص کے لیے ا
ثبوت ہے کہ یہ واقعی امیر المومنینؑ ہی کا کلام ہے۔ جیسے
رضی نے صرف جمع کیا ہے۔

آٹھواں امر یہ ہے کہ خود علامہ سید رضی کے معاصر
قریب العہد متعدد لوگوں نے بطور خود بھی کلام امیر ال
جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے اپنی کتا
ضمن میں درج کیا ہے۔ جیسے ابن مسکویہ متوفی س
تجارب الامم میں حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی سنہ ۴۳۰
حلیۃ الاولیا میں، شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی متوفی س
نے جو شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ کی حیثیت سے علامہ
کے ہم طبقہ اور علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کے شاگرد ہو
حیثیت سے اور نیز سال وفات کے اعتبار سے ان
مؤخر ہیں اپنی کتاب تہذیب اور کتاب الامالی میں
ابن محمد ابن عبد الواحد آمدی جو اسی عصر کے تھے اپنی مستند
غرر الحکم و درر الکلم جو امیر المومنین کے مختصر کلمات پر
اور مصر و صیدا اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے او
اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ نیز ابو سعید منصور ابن حسن
وزیر متوفی سنہ ۴۲۲ھ اپنی کتاب نزہۃ الادب و نزہۃ الل
جس کا ذکر کشف الظنون باب النون میں ہے اور
ابو عبید اللہ محمد بن سلامہ قطاعی شافعی متوفی سنہ ۴۵۳ھ
عظیم الشان کتاب اس موضوع پر دستور معالم الحکم کے نا

www.kitabmart.in

روہ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ سب تقریباً سید رضی کے
ین ہی ہیں۔ ان سب کی کاوشیں ہمارے سامنے موجود
سوائے ابوسعید منصور کی کتاب کے جس کا کشف الظنون
رہ ہے۔ باقی یہ سب کتابیں مطبوع و متداول ہیں۔ ان میں
ندرج ہے وہ بھی علامہ سید رضی کے درج کردہ کلام سے
دیا اسلوب میں متفق ہی ہے۔ پھر اگر سید رضی کی نسبت
کیا جائے کہ انھوں نے خود اس کلام کو تصنیف کر دیا ہے
م جامعین اور اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کرنے والے
افراد کو کیا کہا جائے گا۔ پھر ان کی نسبت بھی یہی تصور کرنا
جبکہ ان میں سے سب یا زیادہ افراد یقیناً جلالت شان
ع و تقوی وغیرہ میں علامہ سید رضی سے بالاتر نہیں معلوم
اب اگر ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے، تو خیر
ید رضی تو اشعر الطالبیین تھے اور کتب سیر انھیں خود ادبیت
حت و بلاغت میں معراج کمال پر ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان میں
شخص کی نسبت، تو یہ تصور قطعی غلط ہے کہ وہ سب علامہ
ضی ہی کے ادبی حیثیت سے ہم پایہ تھے۔ پھر ایسے مختلف المرتبہ
ں کی ذہنی کاوشوں اور قلمی تحریرات میں اتنا ہی فرق کیوں
ہے، جو خود ان اشخاص کے مبلغ علمی میں یقینی طور پر پایا
ے۔ اشخاص کہ جو کلام جمع کرنے والے ہیں۔ ان میں آپس میں
آسمان کا فرق اور کلام جو انھوں نے جمع کیا ہے، وہ سب
مرتبہ، ایک ہی شان کا اُسے دیکھتے ہوئے سوائے ایسے
کے جو جان بوجھ کر حقیقت کے انکار پر تلا ہوا ہو اور کسی کو اس
ک و شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ ان اشخاص کا کارنامہ
جمع و تالیف ہی ہے جس میں ان کے سلیقہ اور ذوق کا
ت فقط شان ترتیب اور عنوان تالیف میں نمودار ہے یا ہو
اصلی کلام میں ان کی ذاتی قابلیت، ذہانت اور مبلغ علمی اور
دبی کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔

اں امر یہ ہے کہ مذکورۂ بالا افراد اگرچہ اپنے زمانۂ حیات کے
ں میں علامہ سید رضی سے متحد ہیں، مگر ان میں سے متعدد افراد
ل وفات کو دیکھتے ہوئے یہ یقین ہے کہ ان کا زمانہ جمع و

تالیف نہج البلاغہ سے مؤخر ہے اور اس کے بعد ایک ایسا طبقہ ہے
جو بالکل علامہ رضی سے مؤخر ہی ہے جیسے ابن ابی الحدید متوفی
۶۵۵ھ، سبط ابن جوزی متوفی ۶۰۶ھ اور اس کے بعد
بہت سے مصنفین۔ ظاہر ہے کہ علامہ رضی کی کتاب نہج البلاغہ
گوشۂ گمنامی میں اور ان لوگوں سے مخفی نہ تھی۔ ان لوگوں کی
محرک اس جمع و تالیف پر صرف یہ تھا کہ علامہ سید رضی نے انتخاب
سے کام لیتے ہوئے یا ماخذوں کی کمی سے یا ان نسخوں کے
کرم خوردہ یا ناقص ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس تھے
بہت سے اجزاء کلام امیرالمومنینؑ کے نقل نہیں بھی کیے تھے
اس لیے مصنفین کو مستدرک در مستدرک کی ضرورت پڑتی
رہی جس کا سلسلہ ماضی قریب میں علامہ شیخ ہادی آل
کاشف الغطاء تک جاری رہا، جنھوں نے مستدرک نہج البلاغہ
تحریر فرمایا جو نجف اشرف میں طبع ہو چکا ہے۔ اگر علامہ
سید رضی کے قریب العہد یا ان کے بعد اہل قلم میں کسی کو
نہج البلاغہ کے مندرجہ کلمات و خطب میں یہ خیال ہوتا کہ یہ
جناب سید رضی نے تصنیف کر کے اس میں شامل کر دیے ہیں
تو وہ سب بالخصوص معاصرین جو کسی روایت کے لیے
کبھی تیار نہیں ہوتے، اپنی کتابوں کی وجہ تالیف میں اس کا
تذکرہ ضروری سمجھتے۔ کیونکہ اس کے قبل جو کتاب امیرالمومنینؑ
کے خطبوں پر مشتمل کہہ کر لکھی گئی ہے۔ اس میں آپ کا اصلی کلام
موجود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ساختہ و پرداختہ اور وضعی ہے
اس لیے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم آپ کا اصلی کلام
منظر عام پر لائیں، جیسا کہ ایسا نہیں ہوا، اور یہ بالکل مشاہدہ
کہ ایسا نہیں ہوا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان سب کے نزدیک
علامہ سید رضی نے جو کلام جمع کیا، وہ بلاشبہ کلام امیرالمومنینؑ
حیثیت سے اس کے پہلے سے مدون و متداول تھا اور ان
سید رضی سے شکایت صرف بعض خطبوں کے چھوڑ دینے یا اہ
و استقصا نہ کرنے یا شان ترتیب و عنوان تالیف میں کسی مناسب
ترصورت کو اختیار نہ کرنے ہی کی تھی، جس کے لیے انھوں نے
بھی اس بارے میں کوشش ضروری سمجھی جس کا سلسلہ ابھی تک

www.kitabmart.in

جاری ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض مصنفین اب بھی کسی خاص ترتیب سے
نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب کو دیکھنے کے متمنی ہوں۔ یہ دوسری چیز ہے
در اصل کلام کے بارے میں شک و شبہ کا رکھنا دوسری چیز ہے۔

دسواں امر یہ ہے کہ تلاش کی جاتی ہے تو نہج البلاغہ کے مندرجہ
خطب و اقوال کا پتہ اب بھی بعینہٖ الفاظہا نہج البلاغہ کے قبل
تالیف شدہ کتابوں میں مل جاتا ہے اور جبکہ اکثر حصہ اس کا قبل
کی کتابوں میں مندرج موجود ہے تو تھوڑا سا حصہ اگر دستیاب
نہ بھی ہو۔ تو ایک معتدل ذہن میں اس سے کوئی شک و شبہ پیدا
نہیں ہو سکتا، جبکہ یہ معلوم ہے کہ دنیا میں مختلف حوادث کے
ذیل میں کتابوں کے اتنے ذخیرے تلف ہوئے ہیں جو اگر موجود ہوتے
تو یقیناً موجودہ ذخائر سے بدرجہا زیادہ ہوتے۔ خود تاریخ نے کلام
امیر المومنینؑ کے جن جمع شدہ ذخیروں کا پتہ علامہ سید رضی کے
قبل ہم تک پہنچا دیا ہے۔ وہی سب اس وقت کہاں موجود ہیں؟
اس لیے اگر بعض مندرجات آج الوقت کتابوں میں نہیں بھی ملتے۔
تو ذہن یہی فیصلہ کرتا ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہوں گے جن تک
ہمارا اس وقت دسترس نہیں ہے۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کے
ان حوالوں کو پہلے علامہ شیخ ہادی کاشف الغطاء نے مستدرک نہج البلاغہ
کے اثنائے تالیف ہی میں مدارک نہج البلاغہ کے نام سے مرتب کیا تھا
جو غالباً مکمل شائع نہیں ہوا ہے اور ایک قابل قدر کوشش رامپور کے
ایک سنی فاضل عرشی صاحب نے کی ہے، جو سرفراز کے اسی رجب نمبر میں مقالہ کی
صورت میں شائع ہو رہی ہے اور مزید تلاش کی جائے تو اس سلسلہ میں مزید
کامیابی کا بھی امکان ہے۔

گیارھواں امر یہ ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے
تو وہ ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین میں سے کسی کی طرف منسوب
ہو بلا چون و چرا صرف اس لیے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو جاتے
کہ وہ معصومین کی جانب منسوب ہے بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے
ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اگر وہ قابل انکار ہوتا ہے تو
صاف کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار
کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام معصومینؑ
کے نام سے موجود ہیں مقام اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں

مثلاً دیوان امیر المومنین بھی تو بطور کلام علی ہی رائج ہے
شیعہ بلا رد و روایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے با
تفسیر امام حسن عسکریؑ کا ہے حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً
سے کم نہیں ہے۔ اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محد
اس پر اعتماد کیا ہے مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے،
ہمارے قریبی دور کے محقق علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک
اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔ فقہ الرضا ا
طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث
بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں
جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذہبیہ وغیرہ کوئی
سے نہیں بچا ہے۔ اس رویہ کے باوجود سید رضی کے بعد
تک کسی دور میں بھی کسی شیعہ عالم کا نہج البلاغہ کے خلاف
نہ کرنا اور اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کا اظہار نہ کرنا اس
قطعی ہے کہ ان سب کی نظر میں اس کی حیثیت ان تمام مجموعہ
اور جداگانہ ہے۔ نہج البلاغہ کے ہم پلہ اس حیثیت سے اگر
ہے تو وہ صرف صحیفہ کاملہ جو اسی طرح مسلم طور پر امام زین العابدینؑ
مجموعہ ہے اور کوئی کتاب اس ذیل میں ان دونوں
نہیں ہے۔

مذکورۂ بالا وجوہ کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ سید رضی کے
دو ڈھائی سو برس تک نہج البلاغہ کے خلاف کوئی آ
ہوئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ متعدد علمائے اہلسنت نے ا
لکھیں جیسے ابو الحسن علی ابن ابی القاسم بیہقی متوفی
امام فخر الدین متوفی ۶۰۶ھ ابن ابی الحدید متوفی
سعد الدین تفتازانی وغیرہ غالباً انھیں علمائے اہلسن
شروح وغیرہ لکھنے کا نتیجہ یہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغ
پھیلا اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفائے
بارے میں ہیں۔ اہلسنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب
بحثیں شروع ہو گئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے
عقائد سنبھالنے کے لیے اور عوام کو تسلی دینے کے لیے نہج
بارے میں شکوک و شبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرور

www.kitabmart.in

سب سے پہلے ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اس کو مشکوک بنانے
ش کی اور علامہ سید مرتضیٰ کے حالات میں لکھا کہ
ہ اختلف الناس فی کتاب نهج البلاغة المجموعة
م علی ابن طالبؑ هل هو جمعه او اخیه الرضی
ل انه لیس من کلام علی ابن ابی طالبؑ وانما
عه ونسبه الیه هو الذی وضعه والله اعلم
لوگوں میں کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں جو امیر المومنین علی
طالبؑ کے کلام کا مجموعہ ہے اختلاف ہے کہ وہ انہی (سید مرتضیٰ)
وہ ہے یا ان کے بھائی سید رضی کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جناب
لام ہی نہیں ہے۔ بلکہ جسے جامع سمجھا جاتا ہے۔ اسی کی یہ
ہے۔ واللہ اعلم)

ام بہت قابل لحاظ ہے کہ نہج البلاغہ کے بارے میں اختلافی آواز
صدی کے بعد بھی نہج البلاغہ کے تالیف کے مرکز یعنی بغداد
عراق کے کسی شہر سے بلند نہیں ہوئی بلکہ مغربی مملکت جہاں
کی سلطنت تھی اور قیروان و قرطبہ میں جس سلطنت کے زیر اثر
یہ درس ہو رہی تھی وہاں ابن خلکان مغربی کی زبان سے یہ
ہو رہی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنھیں اختلف الناس
ہے یہ مسلمان دار الخلافہ کے کوئی ذمہ دار افراد نہیں ہیں ورنہ
ف العلماء اختلف المحققون اختلف الکلا دباء
ی دقیع الفاظ درج کیے جاتے بلکہ یہ الناس اموی سلطنت کے
مملکت مغربیہ کے سنی عوام ہیں جنھیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ
سید رضی کی جمع کردہ ہے یا سید مرتضیٰ کی اور یہ جناب ابن
کا تقیہ ہے کہ وہ خود اپنے اطلاعات کو جو اس کتاب اور
جامع کے بارے میں یقیناً ان کو تھے پیش نہیں کرتے بلکہ عوام
بات کی تسلی کے لیے خود انھیں عوام کے اختلافات کی ترجمانی
مناسب سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ اسے سید مرتضیٰ کا جمع کردہ کہتے
بعض سید رضی کا اور خود ان کے ضمیر کا فیصلہ پہلے آجاتا ہے کہ
نے والا کوئی ابھی ہو، لیکن ہے وہ کلام امیر المومنینؑ ہی کا اور پھر عوامی
کو دھچکا پہنچنے کے اندیشے سے وہ بعض ان متعصب مجہول الاسم
اشخاص کے اس عذر کو جو اس کے مضامین کے تسلیم کرنے سے
گریز کے لیے وہ مقام مناظرہ میں پیش کرتے تھے کہ ہم اسے کلام علی ہی
تسلیم نہیں کرتے وہ قیل کہہ کے ذکر کر دیتے ہیں کہ بعض ایسا کہتے
ہیں کہ یہ امیر المومنینؑ کا کلام ہے ہی نہیں بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی نے
اس کو تصنیف کر دیا ہے۔ یہ خود قیل اس قول کے ضعف
کے لیے کافی تھا لیکن خود ان کا ضمیر اس قیل سے چونکہ مطمئن نہیں
ہو لہٰذا آخر میں واللہ اعلم کہہ کر وہ اس میں مزید شک و شبہ کا
اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ابن
خلکان اس بارے میں اپنے فیصلہ کو ماحول کے دباؤ سے ظاہر کرنا
نہیں چاہتے اور وہ صرف عوام کی باہمی چہ میگوئیوں کا تذکرہ کر کے
اپنا دامن بچا لے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تشکیک کا
علمی دنیا میں کوئی وزن ہی نہیں مانا جا سکتا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ ابن خلکان
نے اپنی ضمیر کی تحریک سے بہت حد تک اپنے کو نہج البلاغہ کے انکار
کی ذمہ داری سے بچایا تھا مگر ان کے ان الفاظ نے بعد والے میدان
مناظرہ کے پہلوانوں کو آسانی سے یہ داؤں بتا دیا کہ وہ نہج البلاغہ
کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کا انکار کر دیں چنانچہ ابن کے ایک صدی
کے بعد ذہبی نے جو اپنے دور کے انتہائی متعصب شخص تھے، یہ جرأت
کی کہ وہ اس شک کو یقین کا درجہ دے دیں اور انھوں نے سید مرتضیٰ
کے حالات میں لکھ دیا کہ

من طالع کتابه نهج البلاغة جزم بانه مکذوب
علی امیر المومنینؑ ففیه الشتب الصریح بل حط
علی السیدین ابی بکر و عمر۔

(جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کر سکتا
کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ ہے
اس لیے کہ اس میں کھلا ہوا سب و شتم اور حملے دونوں سردار
ابو بکر و عمر کی تنقیص ہے۔

اب آپ ذرا اس عجیب رفتار کو دیکھیے کہ تالیف نہج البلا
سے دو ڈھائی سو برس بعد یعنی ابن خلکان کے عہد تک تو اختلا
یا شک و شبہ کا بھی نہج البلاغہ کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ اس
بعد ابن خلکان ملک مغرب میں بیٹھ کر عوام الناس کے اختلاف کا

www.kitabmart.in

اس بارے میں اظہار کرتے ہیں کہ یہ سید مرتضیٰ کی جمع کردہ کتاب ہے یا سید رضی کی اور ایک ضعیف قول اس کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی نسبت امیرالمومنینؑ کی جانب غلط ہے اور پھر واللہ اعلم کہہ کر اس تغلیط کو مشکوک کرتے ہیں۔ یہ اس وقت جب کہ قرب عہد کی وجہ سے پھر بھی ذرایع اطلاع زیادہ ہو سکتے تھے اور اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی پہلے تو بیک گردش قلم اس اختلاف کو جو جامع کے بارے میں تھا ختم کر کے اسے سید مرتضیٰ کا کارنامہ قرار دیتے ہیں اور پھر اس شک کو یقین کا درجہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ جو بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے وہ ایسا ہی یقین کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے وقت تک تین سو برس میں گویا کسی نے اس کتاب کا مطالعہ ہی نہ کیا تھا یا انھیں کوئی ایسی عینک ملی ہے جو اس کے پہلے کسی کے پاس نہ تھی اور اب وہ اسی عینک سے اپنے دور کے بعد ہر شخص کو نہج البلاغہ کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ عینک کیا ہے اسے خود اپنے کلام میں درج کر دیتے ہیں۔ علمی حیثیت سے اصول روایت کے لحاظ سے تنقیدی قوانین کے پیش نظر انھیں چاہیئے تھا کہ اس کی نسبت غلط ہونے کے ثبوت میں امیرالمومنینؑ کا وہ مسلم کلام پیش کرتے جو سید رضی کے علاوہ دوسرے مستند ماخذوں سے ان کے یہاں ایک مسلم ہوتا اور وہ سید رضی کے مندرجہ مضامین سے مختلف ہوتا خود سید رضی کے زمانے والے مصنفین کے اقتباسات کا حوالہ دیتے یا انھوں نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے۔ اس تین سو برس کی مدت میں دوسرے علماء و ناقدین نے جو کچھ اس کی ردّ و قدح کی ہوتی اسے پیش کرتے مگر ان کے جیب و دامن تحقیق میں کوئی ایسی سند یا وجود نہیں ہے۔ ان کی دلیل اس نسبت کے یقینی طور پر جھوٹ ہونے کی صرف یہ ہے کہ اس میں ان کے دوسروں کی تنقیص ہے یہ علمی دنیا میں اس دلیل کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے قرآن نازل ہونے کے چند صدی بعد کوئی طبقہ مشرکین قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے صرف اس لیے انکار کرے کہ اس میں ان کے الٰہ کے خلاف تنقیص و مذمت کی آیتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے حقیقت کو اپنے جذبات کا تابع بنا کر اگر جانچا جائے تو کوئی حقیقت قبول ہی نہیں کر سکتی لو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض

اس دروازہ کے کھل جانے کے بعد تمام اصول روایت و درا
و بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ہر عقیدہ اور خیال کی
پھر ہر قوی سے قوی نص کو صرف اس بنا پر رد کر دے گا
عقیدہ اور خیال کے خلاف ہے۔ جہاں تک خلف
کے مقابل میں شیعوں کے استدلال کا تعلق ہے وہ احا
رسولؐ یہاں تک کہ صحاح ستہ میں درج شدہ احا
سے بھی اس میں تمسک کرتے ہیں اور نہج البلاغہ کے مند
سے کچھ کم وہ احادیث پیغمبرؐ سے فائدہ نہیں اٹھاتے
اور علمی اصول کے کسی حد تک پابند علماء اہلسنت
طریقہ رہا کہ وہ ان احادیث کے مضامین و مطالب کے
سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور بالکل ان احادیث کے
جرأت نہیں کی۔ مناظرانہ ضرورتوں سے انکار نصوص
جس کا مظاہرہ ذہبی نے کیا ہے یہ بڑھتے بڑھتے مرزا غلا
صاحب قادیانی کے زمانہ میں یہاں تک آیا کہ شروع
عیسائی مبلغین سے مناظرہ میں انھیں وفات مسیح کے
پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ صرف اس جذبہ کے
کہ جناب عیسیٰ کی یہ ایک طرح کی فضیلت عیسائی پیش کر
وہ زندہ ہیں، لہذا اس کو ختم کرنا چاہیئے۔ انھوں نے اس
ترکیب کو اصل قرار دیا اور پھر جو اسلامی نصوص اور
احادیث اس بارے میں تھے ان سب کا انکار کر دیا
میں خود ان کے دعوائے مسیحیت کے لیے ایک راستہ
یہی جذبہ ترقی کر کے اب اہل قرآن کے ہاتھوں، جن کی
طلوع اسلام وغیرہ کر رہے ہیں، یہاں تک پہنچا ہے کہ
دیکھتے ہوئے کہ طبری اور دوسرے مفسرین اور محدثین سب
کچھ نہ کچھ شیعوں کے موافق باتیں موجود ہیں۔ اس لیے کلیتہً
و تفاسیر اور تواریخ کے اعتبار پر انھوں نے ضرب لگا دی
اور ان سب کے انکار کی یہی بنیاد ہے کہ ان لوگوں نے س
موافق چیزیں درج کی ہیں، لہذا یہ سب جھوٹ ہے جو
ایک غلط اساس پر قائم کی جاتی ہے، اس کا آخری انجام
ہے۔ کاش یہ لوگ حقیقت کو صرف حقیقت کے اعتبار سے د

www.kitabmart.in

پنے جذبات کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کرتے ہو عام
ں کا ایک فریضہ ایمانی ہے۔ چہ جائیکہ وہ افراد جو اپنے کو علماء
قرار دیتے ہوں یا دنیا میں اس حیثیت سے متعارف ہوں۔
اس کے بعد صدیوں میں یہ دروازہ پاٹوں پاٹ کھل ہی گیا تھا۔
ب تو مناظرہ کے میدان کا یہ بہت ہی عام ہتھیار بن گیا کہ جب
لاغہ کا کوئی کلام پیش ہو تو اُسے غلط کہدیا جائے۔ اس کے
موجودہ دور میں تو اور بھی بہت سے جذبات کارفرما ہو گئے ہیں
پسند طبقے کا یہ رجحان کہ عورت ہر بات میں مرد کے برابر ہے
ج البلاغہ کے مندرجات سے مجروح ہوتا ہے تو اس جذبہ کے
کے لیے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حضرت علیؑ
م نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں عورتوں کی تنقیص ہو اور موجودہ
ں سے اس کے نظریات کو ٹکراتے ہوئے دیکھا جاتا ہو تو سائنس
قرار دے کر اس کا انکار کر دیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کا کلام ہو
س جذبہ کے ماتحت کہ اس میں ان علوم و فنون کی حقیقتوں کا
ہے جسے بعد والے اپنے وقت کا کارنامہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے
لام بعد کی پیداوار ہے۔ اس لیے کہ اس وقت عرب میں یہ علوم
ن تھے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ کسی ایک لفظ مثلاً سلطان بمعنی
اہ کو حادث قرار دے کر اس لفظ کے استعمال کو نہج البلاغہ میں اسکی
بنایا جاتا ہے کہ یہ جناب امیرؑ کی زبان سے نہیں نکل سکتا
لکہ یہ سب باتیں صرف اپنی خواہشوں کے تکمیل کا ایک بہانہ ہیں
پنے مزعومات کو اصل قرار دے کر حقیقتوں کو ان کا تابع بنا لیتے
ہے۔ قرآن مجید میں مندرج شدہ حقائق کب ایسے ہیں جو اس وقت
وں کو معلوم ہوں اور احادیث رسولؐ کے بہت سے معلومات کب
وقت کی دنیا کو معلوم تھے جو باب مدینۃ العلم کے اقوال میں کچھ ایسے
و فنون کے انکشاف پر تعجب کیا جائے، جن کی اس وقت کی دنیا کو
تھی۔ ہر لفظ جس کے لیے قدیم عربی شعر کو سند میں پیش کیا جاتا ہے۔
ہے کہ اس شعر سے پہلے اس کے ماخذ کا ہمیں علم نہیں ہوتا۔ ورنہ
شعر کو ہم سند ہی قرار دینے کی کیوں زحمت محسوس کرتے، تو کیا اس
ر کو حقیقت قرار دے کر اس سے پہلے یہ لفظ کہیں نہیں ہے ہم اس
کا انکار کر دیں گے یا صحیح طریقہ یہ ہو گا اور یہی اصول معمول بہ ہے کہ اس

شعر میں اس لفظ کے وجود سے خود ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس لفظ کا
زبان عرب میں رواج تھا۔ اسی طرح ہم آخر لفظ سلطان میں یہ اصول
کیوں اختیار کرتے ہیں کہ ہم اپنے اس مزعومہ کو وحی منزل قرار دیں کہ یہ لفظ
حادث ہے اور کلام عرب میں موجود نہ تھی۔ خود جناب امیر علیہ السلام کے
کلام میں اس کا وارد ہونا اس کا ثبوت کیوں نہ ہو کہ یہ لفظ چاہے عام
اکثریت کی زبان پر جاری نہ ہو، لیکن وہ کلیۃً مفقود نہیں تھی اور اسکا
شاہد یہی کلام امیر المومنین کیوں نہ قرار پائے۔ پھر السلطان کو
لفظی طور پر بمعنی ملک قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جبکہ وہ بمعنی
مصدری یعنی حکومت و اقتدار اور قلبہ یقینی موجود تھا اور قرآن مجید میں بھی
اس کے نظائر موجود ہیں۔ ذریعۂ غلبہ ہونے ہی کی بنا پر دلیل کو سلطان
کہا گیا ہے جس طرح اسی اعتبار سے اس کو حجت کہا جاتا ہے
اور یہی معنی مصدری بعد میں بھی اسی شکل اختیار کر کے بمعنی ملک ہو گئے
ہیں تو اس میں کیا دشواری ہے کہ اذا تغیر السلطان تغیر
الزمان میں ہم السلطان کو حاکم کے معنی میں نہیں، بلکہ حکومت
و اقتدار کے معنی میں لیں، جو ہماری زبان میں بھی بمعنی حاکم برابر رائج
ہے۔ لفظی طور پر یہ معنی نہ کہیں کہ جب بادشاہ بدلتا ہے تو زمانہ بدل
جاتا ہے، بلکہ یہ معنی کہیں کہ جب اقتدار بدلتا ہو تو زمانہ میں بھی تغیر
ہو جاتا ہے۔ نتیجہ وہی ایک ہے مگر وہ ہمارا مزعومہ بھی اگر ہمیں بہت عزیز
ہو تو اس صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ غرض یہ سب بے بنیاد باتیں
ہیں۔ جو کسی اصول روایت و درایت پر منطبق نہیں ہوتیں۔ خلفاء
بارے میں ہرگز کوئی ایسی سخت بات نہیں ہے جو دوسری کتابوں
میں موجود نہ ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے ان رجحانات کے مطا
نہ ہو، جو مسلم الثبوت حیثیت سے دوسرے کتب اہلسنت میں
موجود ہیں۔ ایسی صورت میں . . . . . ا
قسم کے الفاظ کا حضرت کی زبان پر آنا تو اس کا ثبوت ہے کہ وہ آپ
کلام ہے۔ ہاں اگر آپ کے واقعی رجحانات کے خلاف اس میں الف
ملتے تو اس پر تو غور کرنے کی بھی ضرورت ہوتی کہ وہ کس بنا پر ہیں یا
کسی مجبوری کا نتیجہ قرار دینا پڑتا جیسے بعض علماء کے خیال کے مطا
للہ در فلاں والا خطبہ یہی نوعیت رکھتا ہے مگر وہ کلام جو اپنے
کے خیالات کا نمایاں طور پر آئینہ بردار ہو اُسے تو کسی حیثیت سے

www.kitabmart.in

متکلم کی طرف نسبت صحیح ماننے میں تامل کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔
یہی وجہ ہے کہ باوجود ان خلکان کے اس اظہار تذبذب اور ذہبی کے
اس جسارت انکار کے پھر بھی منصف مزاج اور حقیقت پسند علماء و محققین
بلا تفریق مذہب و ملت نہج البلاغہ کے مندرجات کو کلام امیر المومنینؑ مانتے
رہے اور اس کا اظہار کرتے رہے۔ جن میں سے کچھ افراد کا جو سر دست
پیش نظر ہیں ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے،

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ قریشی شافعی متوفی سنہ ۶۵۲ھ
اپنی کتاب مطالب السئول فی مناقب آل الرسول میں جو لکھنؤ میں بھی طبع
ہو چکی ہے۔ علوم امیر المومنین کے بیان میں لکھتے ہیں:-

وہ ابعها علم البلاغة والفصاحة وكان فيها
ما ما لا يشق غباره ومقدما لا تلحق اشاره ومن
وقف على كلامه المرقوم الموسوم بنهج البلاغة صار الخبر
عنده عن فصاحة عيانا والظن بجلو مقامه
فيه ايقانا۔

(چوتھے علم فصاحت و بلاغت آپ اس میں امام کا درجہ رکھتے
تھے جن کے گرد قدم تک پہونچنا ناممکن ہے اور ایسے پیشرو تھے جن کے
شان قدم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور جو حضرت کے اس کلام پر مطلع ہو
نہج البلاغہ کے نام سے موجود ہے اس کے لیے آپ کی فصاحت کی سیاحی
مشاہدہ بن جاتی ہے، اور آپ کی بلند ہی مرتبہ کا اس باب میں گمان
یقین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

النوع الخامس فی الخطب والمواعظ مما نقلته الرواة
وتلقته الثقات عنه عليه السلام قد اشتمل كتاب
نهج البلاغة المنسوب اليه على انواع من خطبه و
مواعيظه الصادعة بامره ونواهيها المطلعة
انوار الفصاحة والبلاغة مشرقة من الفاظها
ومعانيها الجامعة حكم عيون علم المعانى والبيان
على اختلاف اساليبها

پانچویں قسم ان خطب اور مواعظ کی شکل میں ہے جسکو راویوں نے بیان کیا ہے
ثقات نے حضرت علیؑ سے ان کو نقل کیا ہے اور نہج البلاغہ جسکی تصنیف حضرتؑ کی طرف

دی جاتی ہے وہ آپ کے مختلف قسم کے خطبوں اور موعظو
ہے جو اپنے امر و نواہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتے اور فصاح
کے انوار کو اپنے الفاظ و معانی سے تابندہ شکل میں نمودار
فن معانی و بیان کے اصول اور اسماء کو اپنے مختلف انداز
میں ہمہ گیر صورت سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس میں مندرجات نہج البلاغہ کو معتبر و ثقہ راویوں کے
کا حوالہ دیتے ہوئے یقینی طور پر کلام امیر المومنینؑ تسلیم کیا ہے
جو منسوب کی لفظ ہے، اس سے کوئی غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے
بحیثیت مجموعی کتاب بشکل کتاب سے متعلق ہے اور یہ ظاہر
کتاب امیر المومنینؑ کی جمع کردہ نہیں ہے۔ کتاب تو حقیقتہً
کی ہے مگر عوام مجازی طور پر یا ناواقفیت کی بنا پر یوں ہی کہ
کہ یہ امیر المومنینؑ کی کتاب ہے۔ یہ نسبت اس کلام کے لح
دی جاتی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اور اسی لیے اس
علامہ ابن طلحہ نے منسوب کی لفظ صرف کی ہے، جو بالکل
ہے اس سے اصل کلام کے بارے میں اُن کے وثوق و اط
کوئی دھچکا نہیں پہنچتا۔

(۲) علامہ ابو حامد عبد الحمید ابن ہبۃ اللہ المعروف
ابی الحدید مدائنی بغدادی متوفی سنہ ۶۵۵ھ جنھوں نے اس ک
کی مبسوط شرح لکھی ہے وہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل
میں فصاحت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اما الفصاحة فهو امام الفصحاء وسيد
وعن كلامه قيل دون كلام الخالق وفوق فى ك
المخلوقين ومنه تعلم الناس الخطابة والكتابة

فصاحت کی آپ کا یہ عالم ہے کہ آپ فصحاء کے امام او
بلاغت کے سرگروہ ہیں آپ ہی کے کلام کے متعلق یہ مقول
کہ وہ خالق کے کلام کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالا
اور آپ ہی سے دنیا نے خطابت و بلاغت کے فن کو سیکھا۔

اس کے بعد عبد الحمید بن یحیی اور ابن نباتہ کے وہ
درج کئے گئے ہیں جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔ پھر لکھا

ولما قال محقن ابن ابی محقن لمعاویة جئتد

www.kitabmart.in

عند اعیی الناس قال له ویحك کیف یکون
الناس فوالله ما سنّ الفصاحة لقریش غیره
هذا الکتاب الذی نحن مشارحوه دلالة علی
یجاری فی الفصاحة ولایبارری فی البلاغة۔

(اور جب محقن ابن ابی محقن نے (خوشامد میں) معاویہ سے کہا کہ
ب سے زیادہ گنگ شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ معاویہ نے
ائے ہو تم پر وہ گنگ کیونکر کہے جا سکتے ہیں، حالانکہ خدا کی قسم
ت کا راستہ قریش کو سوا ان کے کسی اور نے نہیں دکھایا ہے اور
ب جس کو ہم شرح لکھ رہے ہیں اس امر کو ثابت کرنے کے لیے
ے کہ حضرت فصاحت میں وہ بلند درجہ رکھتے ہیں کہ کوئی آپ کے
یں چل سکتا۔ اور بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا)

علامہ مذکور دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :-

ن کثیرا من فصوله داخل فی باب المعجزات
لدیة لاشتمالها علی الاخبار الغیبیة وخروجها
سع الطبیعة البشریة

(اس کتاب کے اکثر مقامات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
کہے جا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ غیبی خبروں پر مشتمل ہیں اور
طاقت کے حدود سے باہر ہیں۔)

حالانکہ علامہ ابن ابی الحدید اپنے معتقدات میں جو شیعیت
ت ہیں پورے راسخ ہیں اور اس لیے نہج البلاغہ میں جہاں
ن کے معتقدات کے خلاف چیزیں ہیں ان کو کافی زحمت
ی ہوئی ہے مگر اس کے باوجود کسی ایک مقام پر بھی وہ اس شک
یہ کا اظہار نہیں کرتے کہ یہ شاید امیر المومنین کا کلام نہ ہو۔ بلکہ
شقشقیہ تک میں جو سب سے زیادہ ان کے جذبات کے خلاف
ن پر مشتمل ہے وہ اس امر کو بقوت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہے
ن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ضرور اور اس کے خلاف ہر تصور
ں کے ساتھ رد کر دیتے ہیں۔ انھوں نے خطبہ میں قدم المفضول
فاضل خدا نے (معاذ اللہ) کسی مصلحت سے غیر افضل کو
پر مقدم کر دیا اور اسی طرح خطبہ شقشقیہ وغیرہ کے تشریحی حصوں
ں نے اپنے معتقدات کا اظہار کر دیا ہے اور امیر المومنینؑ کے

الفاظ کو معاذ اللہ آپ کے بشری جذبات کا تقاضا قرار دیا ہے۔ یہ امور
اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انھوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس
کی خوشامد مدنظر رکھی ہے جس کے نام پر انھوں نے یہ شرح معنون کی تھی۔
ابن العلقمی شیعہ ضرور تھے مگر وہ سلطنت بنی عباس کے وزیر تھے
اور یہ کتاب دولت عباسیہ کے سقوط سے پہلے ان کے دور وزارت
میں لکھی گئی ہے۔ اول تو اگر خوشامد مدنظر ہوتی تو وزیر کے بجائے خود
خلیفہ کے جذبات کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری ہوتا۔ دوسرے ظاہر ہے
کہ سلطنت عباسیہ کے وزیر ہونے کی بنا پر خود ابن العلقمی بھی کھل کر ایسے
شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے، جو حکومت وقت کے مذہب
کے موافق کوئی بات کہے نہ وہ خود بھی ایسے جذبات کا علانیہ اظہار
کرتے تھے۔ پھر اگر ان کی خوشامد ہی پیش نظر ہوتی تو ابن ابی الحدید اسی
کتاب میں شیعیت کی رد کیوں کرتے اور خلافت ثلاثہ کو شروع سے
لے کر آخر تک بقدر امکان مضبوط کرنے کی کوشش کس لیے کرتے۔ انکا
یہ طرز عمل صاف بتا رہا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں اپنے حقیقی خیالات
اور جذبات کو برابر پیش نظر رکھا ہے۔ وہ اگر نہج البلاغہ کی صحت میں ذرا
سا شک و شبہ کا اظہار کر دیتے تو وہ اس سے زیادہ ابن العلقمی کیلئے
تکلیف دہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جتنا خدا کی طرف اس غلط کام کو منسوب
کرنا کہ وہ مفضول کو فاضل پر ترجیح دے دیتا ہے یا امیر المومنین کے اقوال
کو معاذ اللہ نصانیت پر محمول کرنا جو خطبہ شقشقیہ وغیرہ کی شرح میں
انھوں نے لکھ ڈالا ہے، بلکہ ایک شیعہ کے لیے ان الفاظ کے کلام
امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینا اتنا صدمہ نہیں پہنچا سکتا اور
حضرت علی ابن ابی طالب کی اتنی بڑی توہین نہیں ہے جتنا کہ
تصور کرنا کہ حضرت نے معاذ اللہ حقیقت کے خلاف صرف اپنی
ذاتی رنجش کی بنا پر یہ الفاظ فرما دیے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر
ہے کہ ہرگز ابن ابی الحدید کو ابن العلقمی کی کوئی خاطر داری اظہار خیالات میں
پیش نظر نہ تھی اور اس کتاب پر ابن العلقمی نے اگر کوئی انعام دیا
ہو تو یہ صرف ان کے وسعت صدر اور وسعت نظر اور تحمل کا ثبوت
ہے کہ انھوں نے ایک مخالف مذہب کے ایک علمی کارنامہ ہونے
کی بنا پر قدر کی جو کہ خود ان کے عقائد و خیالات سے متضاد مضامین
پر بھی مشتمل تھا۔ میرے خیال میں تو ابن ابی الحدید نے اپنی سنیت

www.kitabmart.in

کو اس کتاب میں اتنا ضرورت سے زیادہ طشت از بام کیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی رو رعایت کا تصور بھی پیدا ہونا غلط ہے۔

(۳) ابو السعادات مبارک مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایہ میں جو احادیث و آثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے کثیر التعداد مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ابن اثیر کی حیثیت فقط ایک عام لغوی کی نہیں ہے بلکہ وہ محدث بھی ہیں۔ اگر صرف ادبی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ان الفاظ کا حل کرنا ضروری تھا تو وہ بھی نہج البلاغہ کا نام لکھ کر درج کرتے۔ پھر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو وہ کلام امیر المومنینؑ سمجھتے ہی نہ، تو انھیں اس کتاب میں جو صرف احادیث اور آثار کے حل کے لیے لکھی گئی ہے، ان لغات کو جگہ دینا چاہیے تھی کیونکہ اصطلاحی طور پر اثر صرف صحابہ اور ممتاز تابعین کی زبان سے نکلے ہوئے اقوال کو کہتے ہیں۔ کسی متاخر عالم کی کتاب کے الفاظ نہ حدیث میں داخل ہیں اور نہ اثر میں ان کا ان الفاظ کو جگہ دینا ہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ اس کو سید رضی کا کلام نہیں سمجھتے، بلکہ کلام امیر المومنینؑ قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان لغات کو درج کرتے ہیں ہر مقام پر تصریحاً وہ حدیث علیؑ کی لفظ کا استعمال کرتے ہیں، جیسے لغت جوئی میں مستہ حدیث علی۔ یوں ہی فتق الاجواء وفتق الاوجاء میں زیادہ تر ان الفاظ کا تذکرہ حدیث علیؑ کی لفظوں کے ساتھ ہے اور کہیں پر خطبۃ علیؑ ہے، جیسے لغت لوط میں فی خطبۃ علیؑ ولا طھا بالبلۃ حتی نذیت ایک جگہ لغت ایہم میں یہ الفاظ ہیں کلام علیؑ مات فیھما وطال تایمھا اسی طرح لغت اصل میں فی کلام علیؑ کے الفاظ ہیں اور ایسے ہی دو ایک جگہ اور باقی تمام مقامات پر حدیث علیؑ لکھا ہے اور جو مکاتیب کے الفاظ ہیں، انھیں کتاب علیؑ کہہ کر درج کیا ہے۔ ان تمام مقامات کو استقصا کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب "نہج البلاغہ کا استناد" میں درج کیا ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں واذا ھوا فصحھم لسانا علی ما یشھد بہ کتاب نہج البلاغہ۔ حضرتؑ سب سے زیادہ فصیح اللسان بھی تھے جس کی گواہی کتاب نہج البلاغہ دے رہی ہے۔

(۵) جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی متوفی ۷۱۱ھ۔ انھوں نے بھی نہایہ کی طرح اپنی عظیم الشان لسان العرب میں مندرجہ الفاظ کو کلام علی کہتے ہوئے حل کیا

(۶) علامہ جلال الدین دوانی متوفی ۹۰۸ھ شرح قول محقق طوسی افصحھم لسانا کی شرح میں لکھتے ہیں یشھد بہ کتاب نہج البلاغۃ وقال البلاغۃ ان کلامہ دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق جس کی شہادت کتاب نہج البلاغہ اور اہل بلاغت کا قول ہے کہ آپ کا کلام نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

(۷) محمد بن علی بن طباطبا معروف بہ ابن طقطقی تاریخ الفخری فی الاداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ ص صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:-

عدل ناس الی نہج البلاغۃ من کلام امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ فانہ الکتاب الذی منہ الحکم والمواعظ والخطب والتوحید والزھد وعلو الھمۃ وادنی فوائد الفصاحۃ والبلاغۃ

(بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جس سے حکم مواعظ اور توحید اور علو ہمت ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور سب سے ادنی فیض فصاحت و بلاغت ہے۔)

(۸) علامہ محدث ملا طاہر قفنی گجراتی انھوں نے بھی بحار الانوار نہایہ کی طرح احادیث و آثار کے لغات ہی میں لکھی ہے اور انھوں نے بھی الفاظ نہج البلاغہ کو کلام تسلیم کرتے ہوئے ان کی شرح کی ہے۔

(۹) علامہ احمد بن منصور کازرونی اپنی کتاب مفتاح میں امیر المومنین کے حالات میں لکھتے ہیں:-

ومن تامل فی کلامہ وکتبہ وخطبہ وجد

www.kitabmart.in

ان علمه لا یوازی علم احد و فضائله
کل فضائل احد بعد محمد صلی اللہ علیہ
ه و من جملتها کتاب نهج البلاغة

(جو حضرت کے کلام اور خطوط اور خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ
سے معلوم ہوگا کہ حضرت کا علم کسی دوسرے کے علم کی طرح اور
کے فضائل پیغمبرؐ کے بعد کسی دوسرے کے فضائل کے قبیل سے نہیں
بدرجہا زیادہ تھے) اور انھیں میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے۔
اس کے معنی یہ ہیں کہ مصنف کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ حضرت
کا ذخیرہ نہج البلاغہ کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے
صرف اس کا ایک جزو ہے)

و ایم اللہ لقد وقف دونه فصاحة الفصحاء
غة لبلغاء و حکمة الحکماء۔

(اور خدا کی قسم آپ کی فصاحت کے سامنے تمام فصحا کی
ت اور بلیغوں کی بلاغت اور حکمائے روزگار کی حکمت مفلج و مضمحل
جاتی ہے)

(۱۰) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں واضح کی
ں لکھتے ہیں :-

ومن اراد مشاهدة بلاغة ومسامعة فصاحته
ظر الی نهج البلاغة و لا ینبغی ان ینسب هذا
م البلیغ الی رجل مثلی۔

(جو شخص آپ کی فصاحت کو دیکھنا اور آپ کی بلاغت کو سننا
ہو وہ نہج البلاغہ پر نظر کرے اور ایسے فصیح و بلیغ کلام کو کسی شیعہ
طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔)

(۱۱) علامہ شیخ احمد ابن مصطفی معروف بہ طاشکبری زادہ اپنی
شقائق نعمانیہ فی علماء دولۃ عثمانیہ قاضی توام الدین یوسف
نیف کی فہرست میں لکھتے ہیں :-

وشرح نهج البلاغة للامام الهمام علی بن
الب کرم اللہ وجهه،

(۱۲) مفتی دیارِ مصریہ علامہ شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ھ جن کی
جمیل کے مشکور ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے

مصر اور بیروت وغیرہ اہلسنت کے علمی مرکزوں کو نہج البلاغہ کے
فیوض سے بہرہ مند بنانے کا سامان کیا اور وہاں کے باشندوں کو
ان کے سبب سے اس جلیل القدر کتاب کا تعارف ہو سکا انھوں نے
نہج البلاغہ کو اپنے تفسیری حواشی کے ساتھ مصر میں چھپوایا جس کے
بہت سے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں وہ اپنے اس مقدمہ
میں جو شروح کتاب میں درج کیا ہے، اپنی اس دہشت و حیرت کا
اظہار کرتے ہوئے جو نہج البلاغہ کے حقائق آگیں عبارات سے
ان پر طاری ہوئی ہے تحریر کرتے ہیں :-

کان یخیل الی فی کل مقام ان خرو باشبث
وعبارات مشغشغة وان للبلاغة دولة و
للفصاحة صولة وان الاوهام عن امة وللریب
دعارة وان حجافل الخطابة وکتائب الذراریة
فی عقود النظام وصفوف الانتظام تناخ بالصفیح
الابلج والقویم الامیلج وتمثل الهیج بواضح المحج فتنقل
من دعارة الوساوس وتصیب مقاتل الخوانس
فاما الباطل منکسر وموج الشک
فی خمود وهرج الریب فی رکود وان مدل برتلاد
الدولة وباسل تلک الصولة هو حامل لوائها الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب بل کنت کلما
انتقلت من موضع الی موضع احس بتغیر المشاهد
وتحول المعاهد فتارة کنت اجدنی فی عالم یعبر
من المعانی ارواح عالیه فی حلل من العبارات
الزاهریة تصرف علی النفوس الزاکیه
وتد نومن القلوب الصافیه توحی الیها رشادها
وتقوم منها مرادها وتنفض بها عن مدارج النزا
الی جواد الفضل والکمال وطورا کانت تنکشف
لی الجمل وعن وجوه باسرة وانیاب کالضراة وارو
فی اشباح النموس ومخالب النسور قد تحفزت
للوثاب ثم انقضت للاختلاف فخلیت القلوب
عن هواها واخذت الخواطر دون مرماها

www.kitabmart.in

ظالم کے ظلم سے دل تنگ نہ ہو کیونکہ وہ خود اپنا نقصان اور تمھارا نفع کر رہا ہے

واغتالت فاسد الاهواء وباطل الاراء عواجانا
لت اشهد ان عقلا نورانيا لايشبه خلقا جسمانيا
فصل عن المركب الانسي واتصل بالروح
لانساني فخلصه عن غاشيات الطبيعة وسمابه
الى الملكوت الاعلى ونبابه الى مشهد النور الاجلى
وسكن به الى عماد حاسب التقديس بعد استخلاصه
من شوائب التلبيس وانات كاني اسمع الخطيب
الحكمه يناوى باعلياء الكلمة واولياء امر الامة
يرفهم مواقع الصواب ويبصرهم مواضع الارتياب
يحذرهم مزالق الاضطراب ويرشدهم الى
حقائق السياسة ويهديهم طرق الكياسة
ويرتفع بهمم الى منصات الرياسة ويقعدهم
شرف التدبير ويشرفهم على حسن المصير۔

ہر مقام پر اس کے اثنائے مطالعہ میں مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا
جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں۔ ہر دو آزمائیاں ہو رہی ہیں بلاغت
کا زور ہے اور فصاحت پوری قوت سے حملہ آور ہے۔ توہمات
شکست کھا رہے ہیں۔ شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں۔
خطابت کے لشکر صف بستہ ہیں۔ طلاقت لسان کی فوجیں
شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں مصروف ہیں، وسوسوں کا خون بہا
جا رہا ہے اور توہمات کی لاشیں گر رہی ہیں اور ایک دفعہ یہ محسوس
ہوتا ہے کہ لیجئے حق غالب آگیا اور باطل کی شکست ہو گئی اور شک
و شبہ کی آگ بجھ گئی۔ اور تصورات باطل کا زور ختم ہو گیا اور
اس فتح و نصرت کا سہرا اس کے علم بردار اسد اللہ الغالب علی
بن طالب کے سر ہے۔ بلکہ اس کتاب کے مطالعہ میں جتنا جتنا میں
ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا میں نے مناظر کی تبدیلی اور مواقف
کے تغیر کو محسوس کیا۔ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا تھا
جہاں معانی کی ملکہ روحیں خوشنما عبارتوں کے جامے پہنے ہوئے
پاکیزہ نفوس کے گرد چکر لگاتی اور صاف دلوں کے نزدیک آکر انھیں
سیدھے رستے پر چلنے کا اشارہ کرتی اور نفسانی خواہشوں کا قلع قمع
کرتی اور لغزش مقامات سے متنفر بنا کر فضیلت و کمال راستوں کا
سالک بناتی ہیں اور کبھی ایسے ایسے جلے سامنے آجاتے ہیں
ہوتا ہے کہ تلواریاں چمکائے ہوئے اور دانت نکالے
ہولناک شکلوں میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور ایسی روحیں
جو چیلوں کے پیکروں میں اور شکاری پرندوں کے جسم
ساتھ حملہ پر آمادہ ہیں اور ایک دم شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں
کو ان کے ہوا و ہوس کے مرکزوں سے جھپٹ کر لے جاتے ہیں
کو پست جذبات سے زبردستی علیحدہ کر دیتے ہیں اور غلط
اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کر دیتے ہیں اور بعض اوقات
مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو جسمانی مخلوق
حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے خداوندی بارگاہ سے
ہوئی اور انسانی روح سے متصل ہو کر اسے طبیعت کے پ
اور ماديت کے حجابوں سے نکال لیا۔ اور اسے عالم ملکو
پہونچا دیا اور تجلیات ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور
عالم قدس میں اک کو ساکن بنا دیا اور بعض لمحات میں محسو
کہ حکمت کا خطیب صاحبان اقتدار اور قوم کے اہل حل
للکار رہا ہے اور انھیں صحیح راستے پر چلنے کی دعوت د
اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر رہا ہے اور انھیں سیاست ک
اور تدبر اور حکمت کے دقیق نکتے سمجھا رہا ہے اور ان کی ص
کو حکومت کے منصب اور تدبیر و سیاست کی اہلیت پیدا کر
بنا رہا ہے

اس میں علامہ محمد بن عبدہ نے جس طرح یقینی طو
کلام امیر المومنینؑ تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح اس کے مضامی
حقانیت اور اس کے مندرجات کی سچائی کا بھی اعتر
وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین حق کی فتح اور با
شکست اور شکوک و اوہام کی فنا اور توہمات و وساو
بیخ کنی کا سبب ہیں اور وہ شروع سے آخر تک انسانی ر
لیے روحانیت و طہارت اور جلال و کمال کی تعلیمات کے حا
علامہ محمد عبدہ کو نہج البلاغہ سے اتنی عقیدت تھی
قرآن مجید کے بعد ہر کتاب کے مقابلہ میں ترجیح کا مستحق سمجھ
انھوں نے اپنا یہ اعتقاد ہے کہ جامعہ اسلامیہ میں ا

www.kitabmart.in

ہ سے زیادہ اشاعت ہونا اسلام کی ایک صحیح خدمت ہے
رف اس لیے کہ وہ امیر المومنین ایسے بلند مرتبہ مصلح عالم کا کلام
چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

لیس فی اھل ھذہ اللغۃ الا قائل بان کلام
م علی بن ابی طالب ھو اشرف الکلام و
ہ بعد کلام اللہ تعالیٰ و کلام نبیہ - واغزرہ
ارفعہ اسلوبا واجمعہ لجلائل المعانی
و بالطالبین لنفائس اللغۃ و الطامعین
تدرج لم اقیھا ان یجعلوا ھذا الکتاب اھم
ظھم و افضل ماثورھم مع تفھم معانیہ
لاغراض التی جاءت لاجلھا و تامل الفاظہ
عانی التی صیغت للدلالۃ علیھا لیصیبوا
ک افضل غایۃ و ینتھوا الی خیر نھایۃ

س عربی زبان والوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس کا قائل نہ ہو کہ
ومنین علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کا کلام کلام خدا و کلام رسولؐ
ہر کلام سے بلند تر زیادہ پُر معنی اور زیادہ فوائد کا حامل ہے
زبان عربی کے نفیس ذخیروں کے طلاب کے لئے یہ کتاب
سے زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے اپنے محفوظات اور منقولات میں
جہ پر رکھیں اور اس کے ساتھ ان معانی و مقاصد کے سمجھنے
شش کریں، جو اس کتاب کے الفاظ میں مضمر ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ علامہ محمد عبدہ کی یہ کوشش پورے طور پر بار آور
ئی۔ ایسے تنگ نظری کے ماحول میں جب کہ علمی دنیا کا یہ افسوسناک
ہے کہ خود اہلسنّت کی وہ کتابیں جو اہل بیت معصومینؑ میں سے
رت علیؑ ابن ابی طالب سے متعلق ہیں، انھیں زیادہ تر ایران کے
طبعوں نے شائع کیا ہے مگر مصر و بیروت کے علمی مرکزوں نے
بھی قابل اشاعت نہ سمجھا۔ مثلاً سبط ابن جوزی کتب سیر میں پوری
الت سے یاد کیے گئے ہیں مگر ان کی کتاب تذکرہ صرف اس لئے
نظم کی بارگاہ میں درخور اعتنا نہیں سمجھی گئی کہ اس میں اہلبیت رسولؐ
الات زیادہ ہیں۔ اسی طرح حافظ نسائی کی خصائص وغیرہ مگر
لاغہ اپنے تمام مندرجات کے باوجود جن سے سواد اعظم کو اختلاف
ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی مصر اور بیروت کے علمی حلقوں میں پوری
مقبولیت اور مرکزیت رکھتی ہے۔ اس کے مسلسل ایڈیشن شائع
ہوتے ہیں اور مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصابوں میں داخل ہے۔
یہ صرف ہندوستان یا پاکستان کی مناظرانہ ذہنیت اور اسکی مسموم فضا
ہے کہ یہاں کے مدارس میں اکثر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو
خالص شیعی کتاب سے ہونا چاہئے۔ علامہ شیخ محمد عبدہ نے نہ صرف
اس کتاب پر حواشی لکھ دیئے اور اسے طبع کرو دیا بلکہ وہ اپنی گفتگوؤں
میں برابر اسکی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مجلّہ الہلال مصر نے اپنی
جلد نمبر ۳ کے شمارہ اول بابت نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۷۸ پر چار سوالات
علمی توجہ کے لئے شائع کئے تھے، جن میں پہلا سوال یہ تھا۔

ما ھو الکتاب او الکتب التی طالعتموھا
فی شبابکم فافادتکم و کان لھا اثر فی حیاتکم

(وہ کون سی کتاب یا کتابیں ہیں جن کا آپ نے دور شباب
میں مطالعہ کیا تو انھوں نے آپ کو فائدہ پہونچایا اور ان کا آپکی
زندگی پر اثر پڑا۔

اس سوال کا جواب جو استاد شیخ مصطفےٰ عبدالرزاق نے دیا ہے
وہ شمارہ دوم بابت دسمبر سنہ ۲۶ء کے صفحہ (۵) پر شائع ہوا ہے
اس میں وہ لکھتے ہیں :-

طالعت بامر شیخنا الاستاذ المرحوم الشیخ
محمد عبدہ دیوان الحماسۃ و نھج البلاغۃ

میں نے استاد مرحوم شیخ محمد عبدہ کی ہدایت سے دیوان حما
اور نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔

عبدالمسیح انطاکی نے بھی جن کی رائے اس کے بعد آئے گی اس
ذکر کیا ہے کہ علامہ محمد عبدہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ
پردازی کا درجہ حاصل کرو، تو امیر المومنین حضرت علی کو اپنا استا
بناؤ اور ان کے کلام کو اپنے لیے چراغ ہدایت قرار دو۔

موصوف کا یہ عقیدہ نہج البلاغہ کے متعلق کہ وہ تمام کلا
امیر المومنین کا کلام ہے، اتنا نمایاں تھا کہ ان کے تمام شاگرد جو
بعد سے اب تک مصر کے بلند پایہ اساتذہ میں رہے ہیں اس حقیق
سے واقف تھے۔ چنانچہ استاد محمد محی الدین عبدالحمید مدرس

www.kitabmart.in

کلیۂ لغت عربیہ جامعۂ ازہر جن کے خود خیالات ان کی عبارت میں
اس کے بعد پیش ہوں گے، اپنے شائع کردہ ایڈیشن کے مقدمہ میں
لکھتے ہیں :-

عسیت ان تسأل رائی الاستاذ الامام الشیخ
محمد عبدہ فی ذالك وھو الذی بعث الکتاب
من مرقدہ ولم یکن لہ احد اوسع منہ اطلاعا
ولا ادق تفکیرا او الجواب علی ھذا التساؤل انا
نعتقد انہ رحمہ اللہ کان مقتنعا بان الکتاب کلہ
للامام علی رحمہ اللہ۔

ممکن ہے تم اس بارے میں استاد امام شیخ محمد عبدہ کی رائے
دریافت کرنا چاہتے ہو جنھوں نے اس کتاب کو خواب گمنامی سے
بیدار کیا اور اُن سے بڑھ کر کوئی وسعتِ اطلاع اور باریکی نگاہ میں
تا بھی نہیں جا سکتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یقین کے
ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام و کمال امیر المومنینؑ
کا کام سمجھتے تھے۔

علامہ محمد عبدہ کا یہ مقدمہ جس کے اقتباسات ہم نے درج
کئے ہیں، خود دنیائے ادبیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ
سید احمد ہاشمی نے اپنی کتاب جواہر الادب حصہ اول میں صفحہ
۳۱۱ سے تمام و کمال درج کر دیا ہے اور اس پر عنوان قائم کیا ہے
وصف نہج البلاغہ للامام المرحوم الشیخ محمد عبدہ
المتوفی سنہ ۱۳۲۳ھ

(۱۳) ملک عرب کے مشہور مصنف، خطیب اور انشا پرداز
شیخ مصطفےٰ غلائینی استاذ التفسیر والفقہ والآداب
العربیۃ فی الکلیۃ الاسلامیۃ، بیروت اپنی کتاب
ریح الزھر میں زیر عنوانِ نہج البلاغہ واسالیب
الکلام العربی ایک مبسوط مقالہ کے تحت میں تحریر
رتے ہیں :-

من احسن ما ینبغی مطالعتہ لمن یتطلب
لاسلوب العالی کتاب النہج البلاغۃ للامام
لی رضی اللہ عنہ وھو الکتاب الذی

انشأت ھذا المقال لاجلہ فان فیہ من بلیغ
والاسالیب المدھشۃ والمعانی السرا
منافی الموضوعات الجلیلۃ مایجعل مطا
اذا اولۃ مزاولۃ صحیحۃ بلیغانی فی کتابتہ وخ

بہترین چیز کا مطالعہ معیار ادبی کے طلبگاروں کو لازم ہے وہ
علیہ السلام کی کتاب نہج البلاغہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جسکے لیے خاص طور پر
(اس کتاب میں بلیغ اور ششدر کر دینے والے طر
خوش نما مضامین اور مختلف عظیم الشان مطالب ایسے ہیں
کرنے والا اگر ان کی صحیح مزاولت کرے تو وہ اپنی انشا پرد
خطابت اور اپنی گفتگو میں بلاغت کے معیار پر پورا اتر س

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے کثیر التعداد
اقوام نے استفادہ کیا ہے جن میں سے ایک کاتب الحرو
میں ان تمام افراد کو جو عربی کے بلند اسلوب تحریر کے طا
کلام بلیغ کے جویاں ہوں، اس کتاب کے حاصل کرنے کی دعوت دیتا

(۱۴) استاذ محمد کرد علی رئیس مجمع علمی دمشق نے
چار سوالات کے جواب میں، جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا
الکتب التی تنصحون لشبان الیوم یقرأتھا۔
کتابیں ہیں، جن کے پڑھنے کی موجودہ زمانے کے نوجو
آپ ہدایت کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں لکھا

اذا اطلب البلاغۃ فی اتم مظاھرھ
الفصاحۃ التی لم تشبھا عجمۃ فعلیك ب
دیوان خطب امیر المومنین علی بن ابی
ورسائلہ الی عمالہ یرجع الی فصل الا
المنشئین فی کتابی "القدیم والحد
طبع بمصر سنہ ۱۹۲۵ء

اگر بلاغت کا اس کے مکمل ترین مظاہرات کے ساتھ
مطلوب ہو اور اس فصاحت کو جس میں ذرہ بھر بھی زبا
شامل نہیں ہے دیکھنا ہو تو تم کو نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنا چا
امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے خطب و مکاتیب کا
تفصیل کے لیے ہماری کتاب "القدیم والحدیث" مطبوعہ

www.kitabmart.in

سفر سے پہلے سفر کے ساتھیوں کو دیکھ لو۔ ٹھہرنے سے پہلے پڑوسیوں کی جانچ کر لو

انشاء والمنشوٗن دیکھنا چاہیئے۔

جواب الہلال کی جلد نمبر سینتیس کے شمارہ نمبر ۵ بابت ۱۹۲۰ء میں صفحہ ۲۷ پر شایع ہوا ہے۔

۱۵ استاذ محمد محی الدین المدرس فی الکلیۃ اللغۃ العربیہ
ج الازہر جنھوں نے نہج البلاغہ پر تعلیقات تحریر کیے ہیں
شیخ محمد عبدہ۔ کے حواشی برقرار رکھتے ہوئے بہت سے
وشروح کا اضافہ کیا ہے اور ان حواشی کے ساتھ یہ کتاب
ستقامہ مصر میں طبع ہوئی ہے۔ انھوں نے اس اڈیشن
میں اپنی جانب سے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں
غہ کے استناد و اعتبار پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے
ضروری اجزا یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

بعد فھذا کتاب نھج البلاغہ وھو ما اختارہ
الرضی ابو الحسن محمد بن الحسن الموسوی من
سیر المومنین علی ابن ابی طالب الذی جمع
فیہ عیون البلاغۃ وفنونھا وتھیأت
ظر فیہ اسباب الفصاحۃ ودنا منہ
ما اذ کان من کلام افصح الخلق بعد الرسول
للہ علیہ وسلم منطقا واشدھم اقتدارا
عھم بحجۃ واملکھم لغۃ یدیرھا کیف
لحکیم الذی تصدر الحکمۃ عن بیانہ
ب الذی ھیلاء القلب حتی لسانہ العالم
تھیا لہ من خلاط الرسول وکتابۃ الوحی
اح عن الدین سیفہ ولسانہ منذ حد اللہ
ینھیا لاحد سواہ ھذا کتاب نھج البلاغۃ
یہ حفی منذ طراءۃ السن ومیعتہ الشباب
کنت اجدو الذی کثیرا القراءۃ فیہ وکنت
ی الاکبر یقضی معہ طویل الساعات یردد
ہ ویستخرج معانیھا ویتقبل اسلوبہ وکان
عظیم التاثیر علی نفسہ ما جعلنی اقفو اثرھما
من قلبی المحل الاول واجعلہ سمیری الذی

کا یمل وانیسی الذی احتلو امنیہ اذا عراالانیس

(یہ کتاب نہج البلاغہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام
کے کلام کا وہ انتخاب ہے جو شریف رضی ابو الحسن محمد بن حسن
موسوی نے کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے دامن میں بلاغت کے
نمایاں جوہر اور فصاحت کے بہترین مرقعے رکھتی ہے اور ایسا ہونا ہی
چاہیئے۔ کیونکہ وہ ایسے شخص کا کلام ہے، جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے بعد تمام خلق میں سب سے زیادہ فصیح البیان، سب سے
زیادہ قدرت کلام کا مالک اور قوت استدلال میں زیادہ اور الفا
لغت عربی پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والا تھا کہ جس صورت سے
چاہتا تھا انھیں گردش دے دیتا تھا اور وہ بلند مرتبہ حکیم جس کے
بیان سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور وہ خطیب جسکی جادو بیا
دلوں کو بھر دیتی ہے۔ وہ عالم جس کے لیے پیغمبر خدا کے ساتھ انتہا
روابط اور وحی کی کتابت اور دین کی نصرت میں شمشیر و زبان دونوں
سے جہاد کے ابتدائی عمر سے وہ مواقع حاصل ہوئے جو کسی دوسرے
کو ان کے سوا حاصل نہیں ہوئے، یہ ہے کتاب نہج البلاغہ! اور میں
اپنے عنفوان شباب اور ابتدائے عمر ہی سے اس کا گرویدہ رہا ہوں
کیونکہ میں اپنے والد کو دیکھتا تھا کہ وہ اکثر اس کتاب کو پڑھتے تھے
اور اپنے بڑے چچا کو بھی دیکھتا تھا کہ وہ گھنٹوں پڑھتے رہتے۔ اس کے
معانی کو سمجھتے رہتے اور اس کے انداز بیان پر غور کرتے رہتے تھے
اور ان دونوں بزرگوں کا میرے دل پر اتنا بڑا اثر تھا، جس نے مجھ
بھی اُن کے نقش قدم پر چلنے کے لیے مجبور کر دیا اور میں نے اس کتاب
کو اپنے قلب میں سب سے مقدم درجہ دے دیا۔ اسے اپنا مونس
تنہائی قرار دیا جو ہمیشہ میرے لیے دلبستگی کا باعث ہے۔

اس کے بعد علامہ مذکور نے ان اشخاص کا ذکر کیا ہے، جن کا
رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضی کا خود کلام قرار دیتے ہیں
ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں کہتے ہیں
کہ سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلام امیر المومنینؑ ہونے
سے متعلق پیش کیے جاتے ہیں صرف چار ہیں، پہلے یہ کہ اس میں
اصحاب رسول کی نسبت ایسے تعریضات ہیں، جن کا حضرت سے
سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً معاویہ، طلحہ، زبیر

www.kitabmart.in

عمرو بن العاص اور ان کے اتباع کے بارے میں سب و شتم تک موجود ہے
دوسرے اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس
حد پر ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔
تیسرے اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و مناظر
کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتہ صدر اسلام میں اور کہیں
نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت و فلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل
کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا، یہ باتیں اس زمانہ میں رائج
نہ تھیں۔ چوتھے۔ اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے
دعا کا پتہ چلتا ہے، جو حضرت علی ایسے پاکباز انسان کی شان سے
بعید ہے۔

موصوف ان خیالات کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور
ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل بلکہ دلیل نما شکل بھی اس
دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے، بلکہ
زیادہ سے زیادہ تو ایسے شکوک و شبہات کا درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا
جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا تردد پیدا کر سکتے
ہوں اور جن کے رفع کرنے کی ضرورت ہو۔ پھر انھوں نے ایک ایک
کے ہر بات کو رد بھی کیا ہے، پہلی بات کے متعلق جو کچھ انھوں نے
کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد مسئلہ خلافت میں
طرز عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا، جس سے فطرتاً حضرت علی علیہ السلام
کو شکایت ہونا ہی چاہیئے تھی اور آپ کی خلافت کے دور میں
اہل شام نے آپ کے خلاف جو بغاوت کی، اس سے آپکو تکلیف
ہونا ہی چاہیئے، ہر دو کے متعلق آپ کے جس طرح کے الفاظ ہیں
وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں، اس لیے اس میں
شک و شبہ کا کیا محل ہے۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب
کا سا مرتبہ فصاحت اور حکمت دونوں میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں
تھا، تو پھر آپ کے کلام کی خصوصیتیں اس دور میں کسی اور کے
کلام میں مل ہی کیونکر سکتی ہیں۔ رہ گیا سجع و قافیہ کا التزام، وہ
آپ کے یہاں اس طرح نہیں، جس سے آورد ظاہر ہو یا معانی پر اس کا

اثر پڑے اور اس حد تک قافیہ وغیرہ کا التزام اس
عموماً رائج تھا۔

چوتھی دلیل کے جواب میں علامہ مذکور نے جو کہا
مذہبی عقائد کے بے شک مطابق نہیں ہے، مگر وہ خ
نقطۂ نظر کا حامل ہے، وہ کہتے ہیں کہ جسے علم غیب سے تع
ہے اسے ہم فراست اور زمانہ کی نبض شناسی کا نتیجہ سمجھتے
ایسے حکیم انسان سے بعید نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے کہا، ی
انھوں نے مادی ذہنیت کے مطابق دیا ہے اور حقیقت
اگر خدا کے دیئے ہوئے علم غیب کا مظاہرہ باعث انکا
جائے، تو اکثر احادیث نبوی بھی اس زد میں آجائیں
کی طرف سے علم غیب کا مظاہرہ تو اکثر قرآن کی آیات
ہی ہے، پھر قرآن کی آیتوں کا بھی انکار کرنا چاہیئے اور ا
کی بنا پر ان آیات کو تسلیم کیا جائے تو اس کے عطا کردہ علم
ایسے عالم ربانی کے کلام میں اس طرح کی باتوں کا تذکرہ بھ
حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

(۱۶) استاذ شیخ محمد حسن نائل المرصفی نے بھی نہج
کی ایک شرح لکھی ہے جو دار الکتب العربیہ سے شائع ہوئی
مقدمہ میں کلمۃ فی اللغۃ العربیۃ کا عنوان قا
لکھتے ہیں۔

ولقد کان المجلی فی ھذہ الحلبۃ علی ص
علیہ وما حسبنی احتاج فی اثبات ھ
دلیل اکثر من نھج البلاغۃ ذلک الکت
الذی اقامہ اللہ حجۃ واضحۃ علی ان ع
اللہ عنہ قد کان احسن مثال حی لنور الف
وحکمتہ وعلمہ وھدایتہ واعجازہ وف
اجتمع لعلیؑ فی ھذا الکتاب ما لم یجتمع لکبار
وافذ اذا الفلاسفۃ ونوابغ الربانیین
ایات الحکمۃ السامیہ وقواعد السیاسۃ
المستقیمۃ ومن کل موعظۃ باھرۃ وحجۃ با
تشھد الی بالفضل وحسن الاثر خاض عل

www.kitabmart.in

کتاب لجة العلم والسياسة والدين فكان في كل المسائل فائقة مبرزاً

میدان میں سب سے آگے حضرت علی ابن ابی طالب تھے اور ان کا سب سے بڑا ثبوت نہج البلاغہ ہے، جسے اللہ نے ٹھوس حجت اس کی بنایا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ قرآن کے نور اور حکمت اور علم و ہدایت اور اعجاز و فصاحت کی زندہ مثال تھے۔ اس میں حضرت علی کی زبان سے اتنی باتیں ہیں جو بڑے حکما، اور یکتائے زمانہ فلاسفہ اور شہرۂ آفاق ربانیین ان سب کی زبانی ملا کر بھی یکجا نہیں ملتیں۔ حکمت نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد حیرت خیز موعظ اور استدلال اس کتاب میں علی ابن ابی طالبؑ نے علم سیاست کے ہر دریا کی غواصی کی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ان میں بے یکتائے روزگار تھے۔

(۱۷) استاذ محمد الزہری الغمراوی جنھوں نے مرصفی کی مذکورہ پر ایک مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس میں طبقات الفصحاء کے عنوان وہ لکھتے ہیں :-

لم ينقل عن احد من اهل هذه الطبقات عن امير المومنين علي ابن ابي طالب كرم الله فقد اشتملت مقالاته على المواعظ الزهدية السياسية والزواجر الدينية والحكم والاداب الخلقية والادلة التوحيدية ارشادات الغيبية والرد على الخصوم و على وجه العموم وقد احتوى على غرر كرم الله وجهه كتاب نهج البلاغة الذي وهذبه ابو الحسن محمد بن طاهر الملقب بـ ريف الرضي رحمه الله واثابه ورضاه

ان تمام طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی وہ کارنامہ کر ہم تک نہیں پہونچا جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ زبانی پہنچا ہے۔ آپ کے مقالات زاہدانہ مواعظ، سیاسی اور دینی ہدایات، نفیس فلسفی بیانات، اخلاقی تعلیمات، توحید کے جواہر، غیبی اشارات مخالفین کی رد و قدح اور عمومی نصائح پر مشتمل ہے۔ اور آپ کے کلام کے روشن اقتباسات پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ ہے، جسے ابو الحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

(۱۸) الاستاذ عبد الوہاب حمودہ استاذ الآداب الحدیث بکلیۃ الآداب جامعہ فواد الاول مصر نے اپنے مقالہ الاسلام الاجتماعیہ فی نہج البلاغۃ میں جو رسالۃ الاسلام قاہرہ کے جلد ۳، عدد ۳ بابت ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ مطابق جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے، لکھا ہے کہ

وقد اجتمع له رضي الله عنه في كتاب نهج البلاغة ما يجتمع لكبار الحكماء واذا نا لفلاسفة ونوابغ الربانيين من ايات الحكمة السامية قواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة باهرة وحجة بالغة وآداء اجتماعيه واحسن ما يليق بما يشتهي للامام بالفضل وحسن الاثر۔

حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی زبان سے کتاب نہج البلاغہ میں تن تنہا وہ تمام چیزیں اکٹھا ہو گئی ہیں جو اکابر علمائے اور یکتائے روزگار فلاسفہ اور سربرآوردہ علمائے ربانیین سے مجموعی طور پر یکجا کی جا سکتی ہیں، بلند حکمت کی نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد اور ہر طرح کا حیرت خیز موعظہ اور موثر استدلال اور اجتماعی تصورات یہ سب امیر المومنین کی فضیلت اور بہترین کارگذاری کے بین گواہ ہیں۔

(۱۹) علامہ ابو نصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب علی ابن ابی طالب کی فصل ۳۱ میں امیر المومنین کے آثار عربی میں نہج البلاغہ کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں لکھا ہے کہ یہ کتاب علی ابن ابی طالبؑ کی عظیم شخصیت کی مظہر ہے۔

(۲۰) قاضی علی ابن محمد شوکانی صاحب نیل الاوطار نے اپنی کتاب "اتحاف اکابر بامانید الدفاتر" طبع حیدر آباد (باب النون) میں نہج البلاغہ کے لیے اپنی سند متصل درج کرتے ہوئے لکھا ہے نہج البلاغة من كلام علي رضي الله عنه

www.kitabmart.in

یہ وہ حقیقت ہے، جس کا متعدد عیسائی محققین نے بھی اعتراف کیا ہے۔

(۱) عبدالمسیح انطاکی صاحب جریدہ "العمران" مصر، جنھوں نے امیرالمومنینؑ کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب "شرح قصیدہ علویہ" تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمسیس فجالہ مصر میں شائع ہوئی ہے، وہ اس کے صفحہ ۳۹۵ پر تحریر کرتے ہیں :-

کان جدال ان سیدنا علیا امیر المومنین ھو امام الفصحاء واستاذ البلغاء واعظم من خطب وکتب فی عرف اھل ھذہ الصناعۃ الالباء وھذا کلام قد قیل فیہ بحق انہ فوق کلام الخلق وتحت کلام الخالق قال ھذا کل من عرف فنون الکتابۃ واشتغل فی صناعۃ التحبیر والتحریر بل ھو استاذ الکتاب ومعلمھم بلا مراء فما من ادیب لبیب حاول اتقان صناعۃ التحریر الا وبین یدیہ الفقرات من نھج البلاغۃ ذالک کلام الخالق وھذا کلام اشرف المخلوقین وعلیھما یعول فی التحریر والتحبیر اذا اراد ان یکون فی معاش الکتبۃ المجیدین وافضل من خلام لغۃ قریش الشریف الرضی الذی جمع خطب واقوال وحکم ورسائل سیدنا امیر المومنین من افواہ الناس واماثلھم واصاب کل الاصابۃ باطلاقہ علیہ اسم "نھج البلاغۃ" وماھذا الکتاب الا صراطھا المستقیم لمن یحاول الوصول الیھا من معاشر المتأدبین

اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ سیدنا حضرت علی امیرالمومنینؑ عیسیوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی زبان میں خطابت اور کتابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور یہ وہ کلام ہے، جس کے بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ یہ کلام خلق سے بالا اور خالق کلام سے نیچے ہے، یہ ہر اس شخص کا قول ہوگا، جس نے انشاپردازی کے فنون سے واقفیت حاصل کی ہو اور تحریر کا مشغلہ رکھا ہو، بلکہ آپ بلاشبہ تمام عرب انشاپردازی کے اُستاد اور معلم ہیں۔ کوئی ادیب ایسا نہیں ہے، جو تحریر کے فن میں کمال چاہے، مگر یہ کہ اس کے سامنے قرآن ہوگا اور نہج البلاغہ کا کلام ہے اور دوسرا اشرف المخلوقین کا اور انھیں پر اعتماد ہر وہ شخص جو چاہے گا کہ اچھے لکھنے والوں میں اس کا شمار زبان عربی کی خدمت کرنے والوں میں سب سے بڑا درجہ کا ہے، جنھوں نے امیرالمومنینؑ کے یہ خطبے اور اقوال اور ارشادات اور خطوط لوگوں کے محفوظات اور مخطوطات سے ہیں اور انھوں نے اس کا نام "نہج البلاغہ" بھی بہت ٹھیک بلاشبہ یہ بلاغت کا صراط مستقیم ہے ہر اس شخص کے لئے جو تک پہونچنا چاہے۔

اس کے بعد انھوں نے شیخ محمد عبدہ کی رائے بیان کی ہے کے بعد لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم یازجی نے جو اسکی آخری متفقہ طور پر عربی کے کامل انشاء پرداز اور امام اساتذہ فن گئے ہیں، مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس فن میں جو مہارت حاصل ہے، وہ صرف قرآن مجید اور نہج البلاغہ کے مطالعہ سے۔ یہ عربی زبان کے دو خزانۂ عامرہ ہیں، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے

(۲) فواد افرام البستانی، استاذ الآداب العربیہ فی کلیۃ یوسف (بیروت) انھوں نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں کا روا سے شروع کیا ہے، جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے اور تصانیف سے مختصر انتخابات، مصنف کے حالات، کتاب کی تاریخی تحقیقات وغیرہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعہ صورت میں ترتیب دیئے ہیں اور وہ کیتھلک عیسائی پریس (بیروت) میں شائع ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ امیرالمومنین نہج البلاغہ سے متعلق ہے، جس کے بارے میں مؤلف نے مقدمہ میں تحریر کیا ہے :-

اننا نبدء الیوم بنشر منتخبات من البلاغۃ للامام علی بن ابی طالبؑ اول مفکری الع

ہم سب سے پہلے اس سلسلہ کی ابتدا کرتے ہیں کچھ انتخابات نہج البلاغہ کے جو اسلام کے سب سے پہلے مفکر امام علی ابن کی کتاب ہے۔

www.kitabmart.in

ں کے بعد وہ سلسلہ شروع ہوا ہے جو سلسلۂ روایات کی پہلی قسط
کا پہلا عنوان ہے "علی ابن ابی طالب" جس کے مختلف
کے تحت میں امیر المومنین کی سیرت اور حضرت کی خصوصیات
روشنی ڈالی گئی ہے، جو ایک عیسائی کی تحریر ہوتے ہوئے
ور سے شیعی نقطۂ نظر کے موافق نہ سہی، لیکن پھر بھی حقیقت
کے بہت جوہر اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوسرا عنوان ہے
لاغہ" اور اس کے ذیلی عناوین میں ایک عنوان ہے "جمعہ"
ان ہے صحۃ نسبتہ اس کے تحت میں لکھا ہے "نہج البلاغہ"
یف کو بہت زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بعض اہل نظر اور مورخین
صحت میں شک کرنا شروع کیا، ان کا پیشرو ابن خلکان ہے
اس کتاب کو اس کے جامع کی طرف منسوب کیا ہے اور
غدادی وغیرہ نے اسکی پیروی کی اور پھر شریف رضی کے بسا اوقات
امر تضیٰ کے لقب سے یاد کئے جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو
و گیا اور وہ ان میں اور ان کے بھائی علی بن طاہر معروف بہ
ی متولد ۹۶۶ء متوفی ۱۰۴۴ء میں تفرقہ نہ سمجھ سکے اور
نہج البلاغہ کے جمع کو ثانی الذکر کی طرف منسوب کر دیا جیسا کہ
یدان نے کیا ہے اور بعض لوگوں نے جیسے مستشرق کلیمان
ہ کیا کہ اصل مصنف کتاب سید مرتضیٰ ہی کو قرار دے دیا
اس شک کے وجوہ و اسباب پر غور کرتے ہیں تو وہ ہر
پانچ امر ہوتے ہیں"۔

ں کے بعد انھوں نے شک کے وہی اسباب تقریباً تحریر
جو اس کے پہلے محی الدین عبد الحمید شارح نہج البلاغہ
میں گزر چکے ہیں اور پھر انھوں نے ان وجوہ کو رد کیا ہے
ا) بیروت کے شہرہ آفاق مسیحی ادیب اور شاعر یوسف سلامہ
ب" اول ملحمہ عربیہ عبد الغدیر" میں جو مطبعۃ النشر بیروت میں
وئی ہے۔ صفحہ ۱۷ و ۱۸ پر لکھتے ہیں:۔

نہج البلاغہ" مشہور ترین کتاب ہے، جس سے امام علی علیہ السلام
ت حاصل ہوتی ہے اور اس کتاب سے بالاتر سوا قرآن کے کسی
ب کی بلاغت نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد حسب ذیل اشعار
غہ کی مدح میں درج کئے ہیں:۔

هذه الكهف للمعارف باب
مشرع من مدينة الاسرار
قنش الدر في كتاب مبين
سف نهج البلاغة المختار
هو روض من كل زهر جنيّ
طلعته السماء في نوّار
فيه من نضرة الورد العذاري
والخزامى والفدا والجلنار
في صفاء الينبوع يجري زلالا
كوثر اس القتا بعيد القرار
كلمخ الشط والضفاف ولكن
بالعجن العيون في الاغوار

یہ معارف و علوم کا مرکز اور اسرار و رموز کا کھلا ہوا دروازہ ہے
یہ نہج البلاغہ کیا ہے، ایک روشن کتاب میں بکھرے ہوئے موتی۔
یہ چنے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے جس میں پھولوں کی لطافت
چشموں کی صفائی اور آب کوثر کی شیرینی، جس کے نہر کی وسعت اور
کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں مگر تہ تک نظریں پہونچنے سے
قاصر ہیں۔

مذکورۂ بالا ادبا و محدثین کے کلام سے نہج البلاغہ کی لفظی اور
معنوی اہمیت بھی ضمناً ثابت ہو گئی ہے۔ اب اس کے متعلق مزید کچھ
لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب رہ گیا ہمارے فنی اصول سے اس کتاب کا وہ درجہ جس اعتبار
سے ہم اس سے استدلال کر سکتے ہیں، تو مجموعی طور پر ہمارے نزدیک اس
کتاب کے مندرجات کی نسبت امیر المومنین کی جانب اسی حد تک
ثابت ہے جیسے صحیفۂ کاملہ کی نسبت امام زین العابدینؑ کی جانب
یا کتب اربعہ کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف یا معلقات سبع کی نسبت
ان کے نظم کرنے والوں کی جانب۔ رہ گیا خصوصی عبارات اور الفاظ
میں سے ہر ایک کی نسبت اطمینان وہ اسلوب کلام اور انداز بیان سے
وابستہ ہے اور ان مندرجات کی مطابقت کے اعتبار سے ہے ان
ماخذوں کے ساتھ جو صحیح طور پر ہمارے یہاں مسلم الثبوت ہیں۔ اصطلاحی

www.kitabmart.in

جو کوئی راہ اعتدال سے تجاوز کرتا ہے بدراہ ہو جاتا ہے

حیثیت سے قدما کی تعریف کے مطابق جو صحت خبر کے لئے وثوق بالصدور
و کافی سمجھتے ہیں۔ ان شرائط کے بعد اس کا ہر جز صحیح کی تعریف میں داخل
ہے اور متاخرین کی اصطلاح کے مطابق جو صحت کو باعتبار صفات راوی
قرار دیتے ہیں۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کو مرسلات کی حیثیت حاصل ہے
مراسلات کی اہمیت ارسال کرنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے
یہاں تک کہ ابن ابی عمیر اور بعض جلیل القدر اصحاب کے بارے میں علماء نے
یہ رائے قائم کرلی ہے کہ ان تک جب خبر کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر ان
کے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون راوی ہے۔ اس لئے کہ ان کا
نقل کرنا خود اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ مراسلات
ابن ابی عمیر حکم مسند میں ہیں۔ اس بنا پر خود جناب سید رضی اعلی اللہ مقامہ

کی جلالت قدر ضرور اسے عام مراسلات سے ممتاز کر دیتی ہے۔ پھر بھی
تواریخ وغیرہ کا ذکر نہیں، جس میں عقیدہ و عمل ایسی اہمیت نہ
لیکن مقام اعتقاد و عمل میں ہم نہج البلاغہ کے مندرجات کو
کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں اصول تعادل و تراجیح کے
جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضو
ہو اس پر نہج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقا
ہر تکا فو ہو جاتے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہو جا
اس سے نہج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس
اسی طرح برقرار رہتا ہے جس طرح کافی کی بعض حدیثوں کو کسی
نظر انداز کرنے کے بعد بھی کافی کا وزن مسلم ہے۔

کوئی شخص بھی خواہ وہ کتنا ہی صاحب مال و دارائی کیوں نہ ہو اپنے مفلوک الحال عزیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا کہ انھیں کے ہاتھوں اور زبان سے اس کا دفاع ہوتا ہے۔ یہی لوگ سب سے زیادہ (اسکی عدم موجودگی میں اس کا دفاع کرتے ہیں اس کی پراگندگی دور کرتے ہیں۔ اور کوئی مصیبت نازل ہو تو اسکی ہمدردی میں پیش پیش رہتے ہیں

(نہج البلاغہ)

وہ نام نیک جسے خدا لوگوں میں جاری رکھتا ہے اس مال و دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہے جسے وہ بطور ترکہ اور میراث کے لوگوں میں (اپنے پیچھے) چھوڑ جائے گا۔

(امیر المومنینؑ)

وہ شخص جو اپنے لوگوں کی مدد کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے (تو اسے یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ) اس کا ایک ہاتھ (کٹا ہوا) اور ان کے عزیزوں کے بہت سے ہاتھ رک جاتے ہیں

(امیر المومنینؑ)

جو کوئی اپنے لوگوں سے متواضع اور مہربان ہو کر ملتا ہے وہ ان کی دائمی اور پائیدار دوستی کا حامل بن جاتا ہے

(امیر المومنینؑ)

www.kitabmart.in

رجال نہج البلاغۃ

عالیجناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی رضا لائبریری رام پور

البلاغہ عربی ادب کی ان گرانقدر کتابوں میں ہے جو
و بلاغت کے اس نقطہ پر ہے جس کے لیے کہا گیا ہے "تحت
ی، فوق کلام المخلوق" یہی وجہ ہے کہ وہ طبقہ جو اس کے مندرجات
جامع "سید شریف رضی" کی کاوش دماغی کا نتیجہ قرار دیتا ہے
ی کی فصاحت و بلاغت کا معترف ہے۔

البلاغۃ کی حیثیت اگر صرف ایک ادبی کتاب کی ہوتی تو
و اتنی اہمیت نہ دیجاتی لیکن اس کی نسبت چونکہ اسلام کی
اہم شخصیت سے ہے جس کو تمام مسلمانوں کے درمیان ایک
ت حاصل ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ ہر صدی
ا اور اہل ادب کی توجہ کا مرکز رہی اور جس کثرت کے ساتھ
وؤں سے اس پر کام کیا گیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔
خ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ کے وجود میں آنے کے
ی تک اس کے مشمولات کے بارے میں اہل علم کے درمیان
ف نہ تھا۔ اس لیے کہ جامع کتاب "سید شریف رضی"
ے مولفین میں ہیں جب مسلمان کافی ترقی کر چکے تھے اور ہزاروں
ں تاریخ و سیر وغیرہ کی کتابیں لکھی جا چکی تھیں، اگر یہ خطبات
م خیال ہے سید رضی یا دیگر فصحائے شیعہ کی تصنیف ہوتے
ا کہ اہل علم جامع کی اس عبارت پر خاموش بیٹھے رہتے
ائے اس کے خلاف ظاہر نہ کرتے۔ خود سید رضی کے
ی اور ان کے بعد تک زندہ رہنے والوں میں حسب ذیل
نام ملتے ہیں۔

) شیخ ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ الشہیر بابن مسکویہ
متوفی سنہ ۴۲۱ھ

) ابو بکر محمد الباقلانی متوفی سنہ ۴۰۳ھ۔

(۳) ابو عبید احمد بن محمد الہروی متوفی سنہ ۴۰۱ھ۔

(۴) حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی سنہ ۴۰۳ھ۔

(۵) ابو منصور ثعالبی النیشاپوری متوفی سنہ ۴۲۹ھ۔

(۶) ابو سعید منصور بن الحسین الابی الوزیر متوفی سنہ ۴۲۲ھ

(۷) ابو بکر الخطیب احمد بن علی بن ثابت البغدادی
متوفی سنہ ۴۰۷ھ۔

(۸) ابو عبید عبد اللہ بن عبد العزیز البکری الادیبی
متوفی سنہ ۴۸۷ھ۔

(۹) ابو عبد الرحمن اسمٰعیل بن احمد بن عبد الضریر النیشاپوری
متوفی بعد سنہ ۴۳۰ھ۔

(۱۰) ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی سنہ ۴۲۷ھ

لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ ان میں سے کسی نے مندرجات نہج البلاغۃ
کے بارے میں شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنی مولفات میں جگہ جگہ
ان خطبوں سے استناد کیا ہے، جس کی بہ کثرت مثالیں ہیں، ان میں
ابو بکر باقلانی اور ابو عبید ہروی کے علاوہ سب وہ مورخین ہیں جو
سید رضی کے بعد تک زندہ رہے۔ خصوصاً عبد اللہ البکری اور خطیب
بغدادی تو ان سے نصف صدی بعد تک بقید حیات رہے اس لیے
یہ خیال کرنا کہ نہج البلاغہ ان تک نہ پہنچی ہو کسی طرح صحیح نہیں۔

دراصل نہج البلاغہ کے جعلی ہونے کا خیال سید رضی کے انتقال
سے دو سو سال بعد کی پیداوار ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا
نام ابن خلکان کا ملتا ہے جس کا انتقال سنہ ۶۸۱ھ میں ہوا ہے بظاہر
اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک وہ بہت سے قدیم ماخذ
ضائع ہو چکے تھے جن میں امیر المومنینؑ کے خطبات کا بیشتر سرمایہ تھا
ان ماخذ کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس خیال کو زیادہ پنپنے کا

www.kitabmart.in

موقع مل گیا۔

بہرحال نہج البلاغۃ پر اب تک جتنے اعتراض کئے گئے ہیں ان پر کافی لکھا جا چکا ہے حال ہی میں علامہ امتیاز علی خاں صاحب عرشی کا ایک گرانقدر مقالہ "نہج البلاغۃ کا استناد" شائع ہوا ہے جو ہندوستان و پاکستان کے علمی حلقوں میں عام پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا فاضل مقالہ نگار نے اپنے اس مقالہ میں سید رضی کے بیشتر کے ماخذوں سے مندرجات نہج البلاغۃ کے حوالے فراہم کئے ہیں اور آخر میں جامعین خطب کی ایک مختصر فہرست بھی دی ہے۔ جس سے اس کی افادیت میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ دراصل "منہاج نہج البلاغۃ" مولفہ مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی کے بعد موصوف کا یہ مقالہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے بعد اس کو سید رضی کی تصنیف قرار دینے کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے۔ البتہ اس سلسلہ میں ایک اہم سوال اس کے رجال کے بارہ میں رہ جاتا ہے اس لیے کہ جامع کتاب "سید شریف رضی" چوتھی صدی ہجری کے بالکل آخر کے مصنف ہیں، اس وقت تک حضرت علی کی وفات کو ۳۰۰ سال گذر چکے تھے بایں ہمہ روایت کی کوئی سند اس میں نہیں ملتی جس سے اس کی تاریخی صحت اور سلسلہ رواۃ معلوم ہو جائے۔

یہ اعتراض اپنے مقام پر کافی اہمیت رکھتا ہے اس لئے کہ کسی بھی تاریخی واقعہ کی صحیح تحقیق اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کے رجال اور سلسلہ سند سامنے نہ ہو۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جامع نے اپنی اس کتاب میں سلسلہ رواۃ کا لحاظ کیوں نہیں کیا۔ غور کرنے پر اس کی حسب ذیل دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ دراصل نہج البلاغہ ایک ادب کی کتاب ہے اور اسی نقطۂ نظر سے اس کی تالیف کی گئی ہے۔ ادب کی کتابوں میں عموماً سلسلہ روایت نہیں دیا گیا چنانچہ سید رضی سے قبل کی جتنی ادب کی کتابیں ہیں باوجودیکہ ان میں کثرت سے تاریخی واقعات کو بیان کیا گیا ہے لیکن سلسلہ روایت کہیں ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتا جیسا کہ عقد الفرید، عیون الاخبار، البیان والتبیین وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، سید رضی چونکہ خود ایک ادیب تھے اور اسی نظر سے انھوں نے نہج البلاغۃ کی تالیف کی تھی اس لئے سلسلۂ روایت کا بیان کرنا اس میں ضروری نہیں سمجھا۔

۲۔ سید رضی جس زمانے کے مولف ہیں اس وقت کے خطبات اور امثال وحکم اتنے شائع اور متداول ہو چکے کے بیان کرنے کے لیے کسی سلسلہ سند کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان خطبات کی جمع و تالیف کا صدی ہجری ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ پہلا نام زید بن وہب جہنی متوفی سنہ ۹۰ھ کا ملتا ہے جو "خطب امیر المومنین علی المنابر فی الجمع والاعیاد" کے نام کتاب تالیف کی تھی جو پانچویں صدی ہجری تک محفوظ تھی اس کے بعد دوسری اور تیسری صدی میں راویان ایک کثیر تعداد ملتی ہے جن کی ایک مختصر فہرست اس مقالہ دی گئی ہے۔

نوضکہ چوتھی صدی ہجری تک یہ خطبات اتنے عام کہ اس دور کے قریب قریب تمام مصنفین نے اپنی کتابوں طور پر ان کے اقتباسات دیئے ہیں، ان میں حسب ذیل طور سے قابل ذکر ہیں

۱۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المورخ متوفی سنہ ۳۱۰

۲۔ ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی المعتزلی متو سنہ ۳۰۳ھ۔

۳۔ ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود اللیعی البلخ المعتزلی متوفی سنہ ۳۱۹ھ۔

۴۔ ابو بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی البصر متوفی سنہ ۳۲۱ھ

۵۔ ابو بکر محمد بن القاسم بن محمد بن بشار المعروف بابن الانباری متوفی سنہ ۳۲۷ھ۔

۶۔ الشیخ ابو عمر واحمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی المالکی متوفی سنہ ۳۲۸ھ۔

م ۷۔ ابو احمد عبد العزیز بن یحییٰ الجلودی متوفی سنہ ۳۳۲ھ

خ ۸۔ الشیخ ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحٰق الزجاجی النہاوندی البغدادی متوفی سنہ ۳۳۷ھ۔

www.kitabmart.in

۹- ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی المورخ متوفی ۳۴۶ھ

۱۰- ابو طالب عبد اللہ بن ابی زید احمد بن یعقوب الانباری متوفی ۳۵۶ھ۔

۱۱- الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری متوفی ۳۷۶ھ۔

۱۲- ابو ہلال الحسن بن عبد اللہ بن العسکری متوفی بعد ۳۹۵ھ۔

مذکورہ بالا مولفین میں صرف چند ایسے ہیں جن کی پوری مولفات موجود نہیں اور صرف پرانی فہرستوں اور تذکرے کی کتابوں سے ان کی تالیفات کا پتہ چلتا ہے، زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جن کی تصانیف مخطوطہ یا مطبوعہ کسی نہ کسی حیثیت سے موجود ہیں اور ان میں نہج البلاغہ کے مندرجات متفرق طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً عقد الفرید، عیون الاخبار، کتاب المجتنی، تاریخ طبری، وغیرہ میں ان کا معتدبہ حصہ موجود ہے۔ جناب عرشی صاحب نے ان کتابوں سے کافی حوالے فراہم کر دیئے ہیں مگر اب بھی بہت کچھ موجود ہے۔

اس سے ہر شخص آسانی کے ساتھ یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ سید رضی کے زمانہ تک یہ خطبے اہل علم کے درمیان کس حد تک شائع اور متداول تھے اور اس وقت کی مروجہ کتابوں میں کس کثرت سے پائے جاتے تھے کاش اگر آج بھی وہ تمام مآخذ موجود ہوتے جو سید رضی اور ان کے معاصرین کے سامنے تھے تو نہج کے متعلق کوئی نئی چیز نہ معلوم ہوتے نہ ان پر کوئی شک و شبہ کیا جا سکتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام کی دیگر صفات، شجاعت و سخاوت، عفت و زہد وغیرہ کا مظہر اتم تھی اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی بے مثل و نظیر نہ رکھتی تھی، آپ نے اپنی زندگی میں بکثرت خطبے بیان فرمائے اور چونکہ وہ فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ اور ادب عربی کی روح رواں تھے اس لیے لوگوں نے ان کو محفوظ کر لیا اور اس طرح ان کی روایت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ نہج البلاغۃ میں چونکہ امیر المومنینؑ کے بیشتر وہ خطبے ہیں جو آپ نے عام مجمعوں میں بیان فرمائے اس لیے قدرتی طور پر ان کی زیادہ اشاعت ہوئی اور ہر زمانہ میں ان کے راوی کثیر تعداد میں رہے۔

اس صورت میں نہج البلاغۃ میں سلسلہ رواۃ کا نہ پایا جانا اس کی تاریخی صحت میں قدح کا موجب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جبکہ اس سے متقدم مآخذ میں اس کے مندرجات اپنے سلسلہ رواۃ کے ساتھ موجود تھے۔ پھر بھی جس طرح مجرد صورت میں اس کے حوالے آج متعدد کتابوں میں ملتے ہیں اسی طرح اگر اس کے رجال اور رواۃ کو بھی دیگر کتابوں میں تلاش کیا جائے تو بہت کچھ مواد فراہم ہو سکتا ہے۔

ذیل میں راویان مندرجات نہج البلاغۃ کی ایک فہرست معہ کلام مرویہ کے دیجاتی ہے جس سے اس کے رجال پر بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔

مہاجر بن عمیر

بالاتفاق صحابی رسول ہیں، آپ نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے احادیث کو سنا ہے اور آپ سے ابو سلمہ بن حصین بن منذر رقاشی نے روایت کی ہے، ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں یہ اہل شرطہ میں تھے آخر عمر میں بصرہ چلے گئے تھے وہیں ان کا انتقال ہوا[1]۔

امیر المومنین کا ایک خطبہ مندرجہ نہج البلاغۃ (۱/۸۵) آپ سے مروی ہے جس کو حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ نے اپنی مشہور کتاب "حلیۃ الاولیا" (۱/۷۶) میں اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اس طرح نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو بکر الطلحی ثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی ثنا عون بن سلام ثنا ابو مویہ عن زبید عن مہاجر بن عمیر قال قال علی بن ابیطالب،

[1] تہذیب التہذیب ۱۰/۳۲۳

www.kitabmart.in

ہم سے ابو بکر طلحی نے بیان کیا ان سے محمد بن عبداللہ حضرمی نے ان سے عون بن سلام نے ان سے ابو مریم نے ان سے زبید نے زبید نے مہاجر بن عمیر سے سنا کہ علی بن ابی طالب فرماتے تھے۔

ان اخوف ما اخاف اتباع الھوی وطول الامل فاما اتباع الھوی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الآخرۃ الخ

یقیناً مجھے سب سے زیادہ خوف دو باتوں کا ہے، خواہشات کی پیروی اور طول امل، پس خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتی ہے اور طول امل آخرت کا خیال دل سے بھلا دیتا ہے۔

یہ پورا کلام نقل کرنے کے بعد مولف لکھتے ہیں:۔

رواہ الثوری وجماعۃ عن زبید مثلہ عن علی مرسلا ولم یذکروا مہاجر بن عمیر

ترجمہ:۔ (اس کلام کو ثوری اور ایک جماعت نے زبید سے اسی طرح حضرت علی سے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ اس میں مہاجر بن عمیر کا نام مذکور نہیں ہے۔)

محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ نے یہ کلام قول رسول کی حیثیت سے اپنی کتاب "محاضرات الابرار ومسامرۃ الاخیار" (۲/۲/۷) میں نقل کیا ہے۔ جس کے راوی اول حضرت ابو ہریرہ ہیں۔

اصبغ بن نباتۃ الحنظلی المجاشعی الکوفی

امیر المومنینؑ کے مخصوص اصحاب میں تھے۔ عجلی نے ان کو تابعین اہل کوفہ میں شمار کیا ہے اور ثقہ کہا ہے۔ آپ نے حضرت عمر، حضرت علی، حسن بن علیؑ، عمار یاسرؓ، ابو ایوب وغیرہ صحابہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے سعد بن طریف، اجلح بن خلیفہ، محمد بن السائب الکلبی نیز دیگر محدثین نے، ابن ماجہ نے ایک حدیث حجامۃ کے باب میں ان سے اپنی سنن میں نقل کی ہے[۱] حاشی نے ان کو خواص امیر المومنین میں لکھا ہے[۲]۔ شیخ ابو جعفر طوسی نے ان کی تصانیف سے ایک کتاب "مقتل ا روایت کی ہے[۳]۔

امیر المومنینؑ کا ایک عہد جو آپ نے مالک اشتر والی بناتے وقت تحریر کیا ہے آپ سے مروی ہے، طویل ہے جو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کے ۶، صفحا جس کے بارے میں جامع نہج البلاغہ لکھتے ہیں "وہو عہدہ واجمع کتبہ للمحاسن" اس کی ابتدا اس

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ھذا ما ا عبداللہ علی امیر المومنین مالک بن الح الاشتر فی عھدہ الیہ حین ولاہ مصر جبایۃ خرا جہاد عدوھا واستصلاح اھلھا وعمارۃ بلادھا الخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ وصیت ہے جس پر بن علی امیر المومنین نے مالک اشتر کو حاکم مصر مقرر کرتے ہوئے کا حکم دیا ہے۔ خراج کی تحصیل، دشمن کے ساتھ اہالیان مصر کی اصلاح۔ مصر کے شہروں کا آباد کرنا۔ الخ

طوسی نے اپنی فہرست میں حسب ذیل اسناد کے اس عہد کی روایت کی ہے۔

والاصبغ بن نباتۃ من خاصۃ امیر المومنین عمر بعدہ عھد مالک الاشتر رحمہ اللہ الذی کتبہ امیر المومنین لما ولاہ مصر وروی وصیۃ امیر المومنین الی ابنہ محمد بن الحنفیہ، اخبرنا بالعھد ابن ابی جید محمد بن الحسن عن الحمیری عن ھارون بن مسلم والطویف جمیعا عن الحسین بن علوان الکلبی عن سعد عن الاصبغ بن نباتۃ عن امیر المومنین علیہ السلام

اصبغ بن نباتہ خواص امیر المومنین میں ہیں، اور آپ مالک اشتر کے زمانہ تک زندہ رہے جن کو امیر المومنین والی مقرر کرتے وقت ایک وصیت تحریر کی تھی نیز امیر المومنین کی دوسری وصیت بھی جو آپ نے محمد حنفیہ کو کی تھی آپ

---

[۱] تہذیب التہذیب ۱/۳۶۳ [۲] حاشی ص۶ [۳] فہرست طوسی ص۶۳ [۴] نہج ۲/۴۵ تا ۶۰۔
[۵] فہرست طوسی ص۶۳

www.kitabmart.in

ہے اس عہد (عہد مالک اشتر) کی ہم کو ابن ابی جید نے محمد بن
سے، حمیری سے، ہارون بن مسلم سے اور حسن بن طریف سے خبر دی
ن سب نے حسین بن علوان کلبتی سے، سعد بن طریف سے اصبغ
اتہ سے امیر المومنین علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے۔
نجاشی نے بھی اپنی کتاب میں اس طرح ان کا تذکرہ کیا ہے۔
کان من خاصّة امیر المومنین وممّن بعده روی عنه عهد الاشتر
ه الی محمد بن الحنفیه علیه

اصبغ بن نباتہ خواص امیر المومنین میں تھے اور ان کے بعد تک
ہے، حضرت کا عہد جو اشتر کو آپ نے تحریر فرمایا تھا نیز محمد بن
کو آپ کی وصیت یہ دونوں کلام آپ سے مروی ہیں۔

ابو اراکہ

ان کا کوئی تذکرہ رجال کی کسی کتاب میں مجھ کو نہیں ملا، البتہ
مومنین کا ایک خطبہ مندرجہ نہج (۱/۱۱۳) آپ کی روایت
حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۶) میں نقل کیا ہے جس سے
سرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے امیر المومنین کی صحبت اٹھائی
ذیل میں اس خطبہ کو مع اسناد کے درج کیا جاتا ہے۔

حدثنا محمد بن جعفر وعلی بن احمد قالا: ثنا اسحق
براهیم ثنا محمد بن یزید ابو هشام، ثنا المحاربی عن
ی بن مغول عن رجل من جعفی عن السدی عن ابی اراکة قال:
صلی علیؑ الغداة ثم لبث فی مجلسه حتی ارتفعت
س قدر رمح کانّ علیه کابة، ثم قال:
لقد رأیت اشرّا من اصحاب رسول الله صلی الله
وسلم فما نری احدًا یشبههم والله ان کانوا لیصبحون شعثا
صفرا بین اعینهم مثل رکب المعزی الخ

ہم سے محمد بن جعفر اور علی بن احمد نے بیان کیا، ان دونوں کا بیان
ہم سے اسحٰق بن ابراہیم نے، ان سے محمد بن یزید ابو ہشام نے،
ے محاربی نے، ان سے مالک بن مغول نے ان سے قبیلہ جعفی کے
ص نے اس نے سدی سے، سدی نے ابو اراکہ سے ابو اراکہ کا
ہے کہ ایک مرتبہ علی بن ابی طالبؑ نے صبح کی نماز پڑھی، نماز کے
بعد کچھ دیر تک اپنی جگہ پر بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ
کی بقدر بلند ہو گیا اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ پر کچھ کبیدگی ہے
اس کے بعد اس طرح فرمایا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھ
ہے، میں کسی کو ان سے مشابہ نہیں پاتا، قسم بخدا وہ اس حالت میں صبح
کرتے تھے کہ دھول میں اٹے ہوئے ہوتے تھے، اور ان کے آنکھوں
کی درمیان کی جگہ گھٹنے پڑ پڑ کے ایسی ہو گئی تھی جیسے بکریوں کے زانو

انہی اسناد کے ساتھ یہ کلام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶
نے عیون الاخبار۔ (۲/۳۰۱) میں نقل کیا ہے اور چونکہ مصنف
حلیۃ الاولیا سے وہ ڈیڑھ سو سال متقدم ہیں اس لیے آخر کے چ
راوی اس میں حذف ہیں۔

نعمان بن سعد

کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں ہیں، انھوں نے براہ را
حضرت علیؑ، اشعث بن قیس، مغیرہ بن شعبہ، زید بن ارقم
احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے ان کے بھانجے ابو شیب
عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی نے، ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے
امیر المومنینؑ کے بیشتر خطبات آپ سے مروی ہیں جو مختلف
کتابوں میں پائے جاتے ہیں نہج کا ایک مشہور خطبہ جو نوف بکالی
مروی ہے اور اس طرح شروع ہوتا ہے۔

الحمد لله الذی الیه مصائر الخلق وعواقب الامر
اس خطبہ کا حسب ذیل اقتباس آپ ہی کی روایت سے کتابوں میں
منقول ہے۔

الذی کلّم موسیٰ تکلیما واراه من آیاته عظیما بلا جوا
ولا ادوات ولا نطق ولا لهوات بل ان کنت صادقا ای
المتکلف لوصف ربك فصف جبرائیل ومیکائیل
وجنود الملائکة المقربین فی حجرات القدس مرجحنین
وہ خدا ایسا ہے جس نے موسیٰ کے ساتھ اس طرح کلام کیا
کرنے کا حق ہوتا ہے اور ان کو اپنی عظیم ترین نشانیاں دکھائیں

رجال نجاشی صـ۲۰۶ تہذیب التہذیب ۱۰/۴۵۳ نہج ۱/۱۹۱

www.kitabmart.in

اعضاء و جوارح اور نطق و گویائی کے اے تکلف! اب اگر تو اپنے رب کا وصف بیان کرنے میں سچا ہے تو جبرئیل و میکائیل اور ان ملائکہ مقربین کے لشکروں کی صفت بیان کر جو اس کے اطراف عالم قدس میں موجود ہیں۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۳) میں یہ کلام حسب ذیل اسناد اور شان نزول کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو بکر احمد بن محمد بن الحارث ثنا الفضل بن الحباب الجمحی ثنا مسدد ثنا عبد الوارث بن سعید عن محمد بن اسحٰق عن النعمان بن سعد قال

کنت بالکوفۃ فی دار الامارۃ دار علی بن ابی طالب اذ دخل علینا نوف بن عبد اللہ فقال، یا امیر المومنین بالباب اربعون رجلا من الیہود فقال علیؑ علیّ بہم فلما وقفوا بین یدیہ قالوا لہ یا علی صف لنا ربک ہذا الذی فی السماء کیف ہو وکیف کان ومتی کان وعلی ای شی ہو، فاستوی علیؑ جالسا وقال:

ہم سے ابو بکر احمد بن محمد بن الحارث نے بیان کیا، ان سے فضل بن حباب الجمحی نے، ان سے مسدد نے، ان سے عبد الوارث بن سعید نے، ان سے محمد بن اسحٰق نے، ان سے نعمان بن سعد نے۔ نعمان کا بیان ہے کہ میں کوفہ کے دار الامارۃ حضرت علی بن ابی طالب کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں نوف بن عبد اللہ داخل ہوئے اور کہا یا امیر المومنین یہود کے چالیس آدمی دروازے پر کھڑے ہیں، حضرت علی نے فرمایا ان کو اندر میرے پاس لے آؤ، وہ لوگ جب آپ کے سامنے آکر کھڑے ہوئے تو کہا اے علیؑ آپ ہمیں اپنے اس رب کی تعریف بتائیں جو آسمان میں ہے، یعنی وہ کیسا ہے اور کیسا تھا اور کب تھا اور وہ کس چیز پر ہے یہ سنکر علی بن ابی طالب سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔

اس مقام پر مولف نے معرفت باری پر امیر المومنین کا ایک خطبہ نقل کیا ہے اس خطبے میں نہج البلاغہ کے مذکورہ فقرے اس طرح آئے ہیں۔

"سبحانہ کلم موسیٰ تکلیما بلا جوارح ولا ادوات ولا شفۃ ولا لہوات .... فان کنت صادقا لوصف الرحمٰن بخلاف التنزیل والبرہان جبرائیل ومیکائیل واسرائیل"

دوسرا کلام جو نعمان بن سعد سے مروی ہے حس (وقال ع) نحن الفرقۃ الوسطیٰ یرجع الغالی ویلحق بہم التالی ع[1]

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱/۳۲۶) اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وروی ابو معاویۃ عن عبد الرحمٰن اسحٰق عن النعمان بن سعد عن علی علیہ خیر ہذہ الامۃ النمط الاوسط یرجع الغالی و یلحق بہم التالی۔

ابو معاویہ نے عبد الرحمٰن بن اسحٰق سے روایت کیا ہے نعمان بن سعد سے، انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اس امت کا بہترین گروہ درمیانی گروہ ہے آگے بڑھ ان کی طرف پلٹتا ہے اور پیچھے رہ جانیوالا ان سے آکر ملتا

ضرار بن ضمرۃ الضبائی

ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۷/۳۵) میں ان کا تذکر نیز امیر معاویہ کے دربار میں آنے اور امیر کی فرمائش پر کی منقبت بیان کرنے کا پورا واقعہ نقل کیا ہے۔ نہج کا کلام:۔

"یا دنیا، یا دنیا الیک عنی، ابی تعرضت الی تشوقت لا حان حینک ہیہات غری ع لا حاجۃ لی فیک، قد طلقتک ثلاثا لا رج نعیشک قصیر وخطرک یسیر، وامالک آہ من قلۃ الزاد وطول الطریق وبعد ا وعظیم المورد" ع[2]

تاریخ و ادب کی متعدد کتابوں میں ضرار ہی کی رد

[1] نہج البلاغۃ ۲/۸۸ [2] نہج ۲/۸۴

www.kitabmart.in

چنانچہ مسعودی نے مروج الذہب (۲/۳۷) میں ابن عساکر
تاریخ (۷/۳۵) میں، خود جامع نے اپنی دوسری کتاب
الائمہ (قلمی کتاب خانہ رام پور) میں محی الدین ابن عربی
رت الابرار و مسامرہ الاخیار (۲/۱۶۸) میں ابو سعید عثمان
تالیف میں، بہائی نے کامل میں (مجالس المومنین ص۳۱)
اس کے مورد کے نقل کیا ہے۔ غالباً اس کی شہرت
جہ یہ ہے کہ یہ کلام معاویہ کے دربار میں پڑھا گیا، اور تمام
نے اس کو سنا نیز جیسا کہ روایت بتاتی ہے خود امیر
اس کو سن کر اس حد تک متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے
نسو جاری ہو گئے اور ضرار سے کہا کہ اے ضرار تم کو علی
ہے ضرار نے جواب دیا "حزن من ذبح واحدها فی حجرها
ی غم ہے جتنا اس عورت کو ہوتا ہے جس کا اکلوتا بچہ اس کی
ح کر دیا جائے۔

ظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۸۵) میں یہ پورا واقعہ اپنی
ساتھ نقل کیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ثنا سلیمان بن حمد ثنا محمد بن ذکریا الغلابی
اس بن بکار الضبی ثنا عبد الواحد بن
ر والاسدی عن محمد بن السائب الکلبی عن ابی صالح
خل ضرار بن ضمرۃ الکنانی علی معاویۃ،
ہ صف لی علیاً فقال اوتعفینی یا امیر المومنین
عفیک قال اما اذ لابدّ فانہ کان واللہ،
دی، شدید القوی یقول فصلاً ویحکم عدلاً،
علم من جوانبہ و تنطق الحکمۃ من نواحیہ،
ش من الدنیا وزہرتہا ویستانس باللیل
ہ، کان واللہ غزیر العبرۃ طویل الفکرۃ،
ہ ویخاطب نفسہ، یعجبہ من اللباس ما قصر، ومن
ا جشب، کان واللہ کاحدنا یدنینا اذا اتیناہ و
سألناہ، وکان مع تقربہ الینا وقربہ منا لا نکلمہ
فان تبسم فعن مثل اللولوء المنظوم، یعظم اہل
حب المساکین، لا یطمع القوی فی باطلہ ولا ییأس
الضعیف من عدلہ فاشہد باللہ لقد رأیتہ فی بعض مواقفہ وقد
ارخی اللیل سدولہ، وغارت نجومہ یمیل فی محرابہ قابض علی لحیتہ
یتململ تململ السلیم ویبکی بکاء الحزین فکانی اسمعہ الآن وہو یقول
یا دنیا یا دنیا... یتضوع الیہ... ثم یقول للدنیا الی
تعرّضت، الی تشوقت ہیہات ہیہات غرّی غیری قد بتتک
ثلاثا، فعمرک قصیر ومجلسک حقیر وخطرک یسیر آہ آہ
من قلۃ الزاد وبُعدِ السفر ووحشۃ الطریق الخ

ہم سے سلیمان بن احمد نے بیان کیا، ان سے محمد بن زکریا
الغلابی نے ان سے عباس بن بکار الضبی نے ان سے عبد الواحد
بن ابی عمرو الاسدی نے، ان سے محمد بن السائب الکلبی نے، ان سے
ابو صالح نے، ابو صالح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ضرار بن ضمرہ
کنانی معاویہ کے دربار میں آئے، معاویہ نے ان سے کہا اے ضرار! کچھ
علی کا وصف بیان کرو ضرار نے کہا اے امیر المومنین مجھے اس سے
معاف رکھئے معاویہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ضرار نے جب کوئی چارہ
کار نہ دیکھا تو اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔ علی بن ابی طالب وہ
تھے جن کی انتہا بہت دور تھی جن کے قوی شدید تھے بات فیصلہ کن
کہتے تھے اور عدل کے ساتھ حکم کرتے تھے ان کے پہلوؤں سے
علم کے چشمے جاری ہوتے تھے اور حکمت ان کے اطراف سے بولتی تھی
وہ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت کرتے تھے اور رات اور
اس کی تاریکی سے آسودگی ضمیر محسوس کرتے تھے وہ موٹے موٹے آنسوؤں
سے روتے تھے بہت لمبی فکر کرتے تھے اپنی ہتھیلیوں کو رگڑتے تھے اور اپنے
نفس کو مخاطب کرتے تھے۔ چھوٹے سے چھوٹا لباس اور موٹی سے موٹی
غذا ان کو پسند تھی۔ قسم خدا کی وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کی طرح تھے
کہ جب ہم ان کے پاس آتے تھے تو ہم کو قریب کرتے تھے اور جب ہم
ان سے پوچھتے تھے تو جواب دیتے تھے اور باوجودیکہ وہ ہم سے اور
ہم ان سے ہر وقت قریب تھے اس کے باوجود ہیبت کی وجہ سے ہم
ان سے بات نہیں کرتے تھے پس اگر آپ کبھی تبسم کرتے تھے تو ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے پروئے ہوئے موتی چمک رہے ہوں اہل دین کی
آپ تعظیم کرتے تھے اور مسکینوں کو دوست رکھتے تھے طاقتور اپنے باطل
میں ان سے کسی طمع کی امید نہیں کر سکتا تھا نہ ضعیف ان کے عدل سے

www.kitabmart.in

مایوس ہوتا تھا، میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر ان کو دیکھا ہے جبکہ رات اپنے پردے چھوڑے ہوئے تھی اور ستارے ڈوب رہے تھے کہ آپ اپنی محراب عبادت میں جھکے ہوئے اور داڑھی کو پکڑے ہوئے، اس طرح بیچین ہوتے تھے جس طرح عقرب گزیدہ تڑپتا ہے اور اس طرح روتے تھے جس طرح غمزدہ روتا ہے، میرے کان میں اس وقت بھی ان کے یہ فقرے گونج رہے ہیں۔ اے دنیا! اے دنیا! میرے پاس سے چلی جا، پھر آپ دنیا کو مخاطب کرکے کہتے تھے کیا تو مجھ کو دھوکا دیتی ہے کیا تو میری مشتاق ہے، بہات بہات میرے غیر کو دھوکا دے میں نے تجھ کو تین مرتبہ طلاق دیدی، پس تیری عمر کم ہے اور تیری مجلس حقیر ہے اور تیرا سرمایہ بہت کم ہے آہ آہ زاد کم ہے اور سفر طویل اور راستہ وحشتناک۔

عبد خیر

ان کا شمار بھی کوفہ کے تابعین میں ہے۔ نیز علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے عبد خیر نے صحابہ رسول ہیں ابن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب، زید بن ارقم، حضرت عائشہ وغیرہ سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے مسیب، ابو اسحٰق سبیعی عامر شعبی، خالد بن علقمہ بن مرثد، عطا بن سائب حکم بن عتیبہ نیز دیگر تابعین نے عجلی نے ان کو ثقہ کہا ہے، مسلم نے تابعین اہل کوفہ کے طبقہ اولی میں ان کا ذکر کیا ہے، ابن حبان نے ثقات تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے[۱]۔

نہج البلاغہ کا حسب ذیل کلام آپ سے مروی ہے۔

(وسئل عن الخیر ما ھو فقال) لیس الخیر ان یکثر مالك وولدك[۲] الخ

یہ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۵) میں اپنی اسناد کے ساتھ اس کلام کو انہی کی روایت سے نقل کیا ہے۔

حدثنا عمر بن محمد بن عبد الصمد ثنا الحسن بن محمد بن غفیر ثنا الحسن بن علی ثنا خلف بن تمیم ثنا عمر بن الرحال عن العلا بن المسیب عن عبد خیر عن علی قال،

لیس الخیر ان یکثر مالك وولدك ولکن الخیر ان یکثر علمك ویعظم حلمك وان تباھی الناس بعبادة ربك فان احسنت حمدت اللہ وان اسأت استغفرت اللہ ولا خیر فی الدنیا الا لاحد رجلین، رجل اذنب ذنبا فتدارك ذلك بتوبة، او رجل یسارع فی الخیرات الخ

ہم سے عمر بن محمد بن عبد الصمد نے بیان کیا ان سے حسن بن غفیر نے ان سے حسن بن علی نے ان سے خلف بن تمیم نے ان سے عمر بن الرحال نے ان سے علا بن المسیب نے ان سے عبد خیر نے امیر المومنینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

خیر یہ نہیں ہے کہ تیرا مال اور اولاد زیادہ ہوجائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تیرا علم زیادہ ہو اور حلم بڑا ہو نیز یہ کہ تو اپنے پروردگار کی عبادت سے لوگوں پر فخر و مباہات کرے پس اگر تو نے کوئی نیکی کیا تو خدا کا شکر کر اور اگر برا کام کیا تو اللہ سے توبہ اور طلب مغفرت کیونکہ دنیا میں دو شخصوں کے سوا اور کسی کے لیے خیر نہیں ہے وہ جس نے گناہ کیا اور فوراً ہی توبہ و استغفار سے اس کا تدارک کیا دوسرا وہ شخص جو اعمال نیک بجالانے میں عجلت کرے۔

عاصم بن ضمرۃ متوفی ۷۴ھ

تابعین اہل کوفہ میں ہیں، انھوں نے براہ راست امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ سے احادیث کو سنا ہے، حکم بن عتیبہ ابو اسحٰق سبیعی نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ علی بن مدینی احمد عبداللہ وغیرہما نے ان کو ثقہ کہا ہے[۳]۔

نہج البلاغہ کا حسب ذیل کلام آپ سے مروی ہے۔

(وقال ع) الفقیہ کل الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمة اللہ ولم یؤیسھم من روح اللہ ولم یؤمنھم من مکر اللہ

حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۷) میں اپنی اسناد کے ساتھ اس کو حسب ذیل طریقہ سے نقل کیا ہے:۔

---

[۱] تہذیب التہذیب ۶/۱۳۴ [۲] نہج ۲/۸۶ [۳] تہذیب ۳۲۸۔

www.kitabmart.in

د ثنا ابی ثنا ابو جعفر محمد بن ابراهیم بن الحکم
ب بن ابراهیم الدورقی ثنا شجاع بن الولید عن
خیثمه عن ابی اسحٰق عن عاصم بن ضمرة عن علیؑ قال:
لا ان الفقیه کل الفقیه الذی لم یقنط الناس
ة الله ولا یؤمنهم من عذاب الله ولا یرخص
معاصی الله الخ

مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ابو جعفر محمد بن ابراہیم
نے ان سے یعقوب بن ابراہیم دورقی نے ان سے شجاع بن الولید
سے زیادہ بن خیثمہ نے ان سے ابو اسحٰق نے، ان سے عاصم بن
، عاصم کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے
گاہ ہو جاؤ کامل فقیہ وہی ہے جو بندگان خدا کو اللہ کی رحمت سے
کرے نہ عذاب خدا سے ان کو نڈر بنا دے نیز ارتکاب معاصی
ڈھیل نہ دے۔

یل بن زیاد النخعی متوفی ۸۳ھ بعہد حجاج

میر المومنین کے ذی اختصاص اصحاب میں ہیں اور سفر و حضر
جلوت میں آپ کے ہمراہ رہے ہیں۔ علامہ ذہبی ان کے
لکھتے ہیں:۔

احب علیؑ رضی الله عنه، روی عنه عباس بن
وعبد الرحمٰن بن زیاد، قال ابن حبان کان
طین فی علی — وثقه ابن سعد وابن معین علیہ

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابی تھے، ان سے عباس بن
عبد الرحمٰن بن زیاد نے احادیث کی روایت کی ہے ابن حبان
ہے کہ علیؑ کی محبت میں وہ غلو کرتے تھے، ابن سعد اور ابن معین
ثقہ کہا ہے۔

میر المومنینؑ کی ایک وصیت مندرجہ نہج البلاغہ (۲/۹۳)
مروی ہے جس کو حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱/۷۹)
سلسلۂ سند کے ساتھ درج کیا ہے۔

د ثنا حبیب بن الحسن ثنا موسیٰ بن اسحٰق۔ وثنا
سلیمان بن احمد ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبه۔ قالا
ثنا ابو نعیم ضرار بن صرد۔ وثنا ابو احمد محمد بن محمد
بن احمد الحافظ ثنا محمد بن الحسین الخثعمی ثنا اسمٰعیل
بن موسیٰ الفزاری۔ قالا: ثنا عاصم بن حمید الحناط
ثنا ثابت بن ابی صفیه ابو حمزة الثمالی عن عبد الرحمٰن
بن جندب عن کمیل بن زیاد قال: اخذ علی بن
ابی طالب بیدی فاخرجنی الی ناحیة الجبان فلما
اصحرنا جلس ثم تنفس ثم قال

یا کمیل بن زیاد القلوب اوعیة فخیرها اوعاها الخ

ہم سے حبیب بن الحسن نے، موسیٰ بن اسحٰق نے بیان کیا، اور
سلیمان بن احمد نے، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے، ان دونوں کا بیان
ہے کہ ہم سے ابو نعیم ضرار بن صرد نے بیان کیا، اور ابو احمد محمد بن محمد
بن احمد الحافظ نے، محمد بن الحسین الخثعمی نے اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری
نے، ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم سے عاصم بن حمید الحناط نے
ثابت بن ابی صفیہ ابو حمزہ ثمالی نے، عبد الرحمٰن بن جندب نے،
ان سے کمیل بن زیاد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ علی بن ابی طالب میرا
ہاتھ پکڑ کر جنگل کی طرف لے گئے۔ جب ہم جنگل میں داخل ہوئے تو
آپ بیٹھ گئے اور ایک لمبی سانس کھینچی اس کے بعد فرمایا!

اے کمیل بن زیاد دل علوم کے ظرف ہیں پس بہتر ظرف وہ
ہے جو ان علوم کی نگہداشت کرے۔

یہی وصیت ابن عبد ربہ الاندلسی متوفی ۳۲۸ھ نے عقد الفرید
(۲/۷۸) میں ایک دوسرے سلسلہ سند کے ساتھ درج کی ہے۔

حد ثنا ایوب بن سلیمان بن عامر بن معاویة عن
احمد بن عمران الاخفش عن الولید بن صالح الهاشمی
عن عبد الله بن عبد الرحمٰن الکوفی عن ابی مخنف
عن کمیل النخعی .....

ہم سے ایوب بن سلیمان بن عامر بن معاویہ نے بیان کیا، ان سے
احمد بن عمران الاخفش نے، ان سے ولید بن صالح الہاشمی نے ان سے
عبد اللہ بن عبد الرحمٰن کوفی نے، ان سے ابو مخنف نے ان سے

www.kitabmart.in

کمیل نخعی نے .....

اس کے بعد مولف نے یہ پوری وصیت قدرے اختصار کے ساتھ نقل کی ہے۔

نوف بن ابی فضالۃ البکالی

قبیلہ ہمدان کے ایک گروہ بکال سے تعلق رکھتے تھے، امیرالمومنین کے خواص اصحاب میں تھے اور راتوں کی تاریکی میں آپ سے اسرار معرفت حاصل کئے تھے، حافظ ابونعیم اصبہانی ان کے تذکرے کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

ومنهم المرغب فی المحاسن والمعالی نوف بن ابی فضالة البکالی، کان للکتب قاریا والی المحامد داعیا وعن المحاذر ناهیا[1] .....

اور ان میں (اولیاء اللہ) محاسن ومعالی کی طرف رغبت کرنیوالے نوف بن ابی فضالۃ البکالی ہیں، آپ بہت سی کتابوں کے قاری تھے اور اچھائیوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے تھے۔

رجال نہج البلاغۃ کے سلسلہ میں نوف کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آپ سے امیرالمومنین کا حسب ذیل ایک خطبہ اور ایک گفتگو مروی ہے، سید رضی نے اگرچہ عموماً راویوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن نوف کا حوالہ دونوں جگہ انھوں نے بھی دیا ہے۔

۱۔ نہج کا ایک مشہور خطبہ ہے جس کی ابتدا اس طرح ہے۔

الحمد لله الذی الیه مصائر الخلق وعواقب الامر نحمده علی عظیم احسانه ونیّر برهانه ونوامی فضله وامتنانه[2] الخ

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو تمام مخلوق کا مرجع اور تمام امور کا منتہا ہے، ہم اس کے عظیم احسان اور اس کی روشن برہان وربابرکت فضل واحسان پر اس کی حمد کرتے ہیں۔

یہ ایک طویل خطبہ ہے جو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کے چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تمہید میں جامع لکھتے ہیں۔

روی عن نوف البکالی، قال خطبنا هذ
بالکوفة امیرالمومنین علیه السلام وهو قائم
نصبها له، جعده بن هبیرا لمخزومی وعلیه مد
صوف وحمائل سیفه لیف وفی رجلیه نعلان
وکأن جبینه ثفنة بعیر فقال علیه السلام.

نوف بکالی سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علیہ ال
یہ خطبہ اس حالت میں دیا تھا کہ آپ ایک پتھر پر کھڑے
جعدہ بن ہبیر مخزومی نے آپ کے لیے نصب کیا تھا ا
آپ پشمینہ کا ایک جبہ پہنے ہوئے تھے اور پہلو میں شمشیر لٹکی
جس کا پرتلہ خرمے کی چھال کا تھا اور اس کا جوتہ آپ کے پا
اور پیشانی آپ کی سجدوں کی کثرت سے ایسی نظر آرہی
اونٹ کے زانو (جو زمین کی بار بار رگڑ سے گھس جاتے
آپ نے یہ خطبہ دیا۔

۲۔ طوبی للزاهدین فی الدنیا الراغ
فی الاخرة[3]

اس کلام کی کیفیت میں جامع نے اس طرح نوف
تحریر کیا ہے۔

عن نوف البکالی قال رأیت امیرالمومنین
ذات لیلة وقد خرج من فراشه فنظر فی النج
لی یا نوف" ارا قد انت امرامق فقلت بل را
یا نوف، طوبی للزاهدین فی الدنیا الراغ
فی الاخرة الخ

نوف بکالی سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات
کو دیکھا کہ آپ اپنی خواب گاہ سے باہر تشریف لائے
پر نظر کی، اور مجھ سے فرمایا، اے نوف! تم جاگتے ہو یا
میں نے عرض کی نہیں، جاگ رہا ہوں فرمایا اے نوف
ان لوگوں کا جو دنیا سے کنارہ کش ہیں اور آخرت کی
رکھتے ہیں۔

یہ کلام حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱/۹

---

[1] حلیۃ الاولیا ۴/۴۸ [2] نہج البلاغۃ ۱/۱۹۱ [3] نہج ۲/۸۷۔

www.kitabmart.in

ں اسناد کے ساتھ درج کیا ہے۔

ں ثنا سلیمان بن احمد ثنا ابو مسلم الکشی ثنا
عزیز بن الخطاب ثنا سہل بن شعیب عن ابی
سیقلی عن عبد الاعلیٰ عن نوف البکالی قال
لی بن ابی طالب خرج فنظر الی النجوم فقال
ا اراقد انت ام رامق قلت بل رامق یا
سومنین فقال یا نوف الخ

سے سلیمان بن احمد نے ابو مسلم کشی نے عبد العزیز بن الخطاب نے
شعیب نے ابو علی صیقلی نے عبد الاعلی نے، ان سے نوف بکالی
کیا کہ میں نے دیکھا کہ علی بن ابی طالب خوابگاہ سے باہر نکلے۔
وں پر نظر کی اور مجھ سے فرمایا اے نوف! تم جاگ رہے ہو یا
و میں نے کہا جاگ رہا ہوں پس آپ نے فرمایا۔

ابو عبد اللہ الجدلی

نی نے اصحاب امیر المومنینؑ میں ان کا ذکر کیا ہے، آپ سے
منین کا قول "انا یعسوب المومنین والمال
ب الفجار" مندرجہ نہج البلاغۃ (۲/۱۱۴)
ہے۔

ابو القاسم زجاجی متوفی ۳۳۷ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ
سب ذیل طریقہ سے نقل کیا ہے۔

خبرنا ابو الحسن الاخفش قال اخبرنا احمد بن
ثعلب قال اخبرنا ابن الاعرابی قال روی عن ابی
اللہ الجدلی قال دخلت علی امیر المومنین علی
طالب رضوان اللہ علیہ فرأیت بین یدیہ ذهبا
با فقلت ماهذا یا امیر المومنین فقال هذا
ب المنافقین فقلت وما معنیٰ یعسوب یا امیر المومنین
هذا یلوذ به المنافقون کما یلوذ المومنون بی
یعسوب المومنین۔

(امالی لابی القاسم الزجاجی)

ہم کو ابو الحسن الاخفش نے خبر دی ہے اس کا بیان ہے کہ ہم کو
احمد بن یحییٰ ثعلب نے خبر دی، ان کو ابن الاعرابی سے ابن الاعرابی کا
بیان ہے کہ ابو عبد اللہ الجدلی سے مروی ہے کہ میں ایک روز
امیر المومنین علی بن ابی طالب رضوان
اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تو میں نے ان کے سامنے پگھلا ہوا سو
دیکھا میں نے حیرت سے پوچھا یا امیر المومنینؑ یہ کیا ہے؟ آپ نے
فرمایا یہ منافقین کا یعسوب ہے میں نے کہا یعسوب کسے کہتے ہیں فرمایا
یہ وہ چیز ہے جس کے دامن میں منافق لوگ پناہ لیتے ہیں جس طرح
مومنین میری پناہ لیتے ہیں پس میں یعسوب المومنین ہوں۔

مالک بن وحیہ

صحابی امیر المومنین تھے، ان کے والد وحیہ کلبی مشہور صحا
رسول ہیں جو معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔[1] نہج البلاغۃ کا حص
ذیل کلام ان سے مروی ہے جس کو جامع نے مع اسناد کے نقل
کیا ہے۔

روی الیمانی عن احمد بن قتیبہ عن عبد ا
بن یزید عن مالک بن وحیۃ قال کنا عند امیر المومنی
علیہ السلام وقد ذکر عندہ اختلاف الناس، فقال
انما فرق بینهم مبادی طینهم وذلک انهم کا
فلقة من سبخ ارض وعذبها وحزن تربة وسهلها
فهم علی حسب قرب ارضهم یتقاربون وعلی قد
اختلافها یتفاوتون[2] الخ

یانی نے احمد بن قتیبہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے عبد ا
بن یزید سے، انھوں نے مالک بن وحیہ سے مالک کا بیان ہے
ہم امیر المومنین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے لو
کے اختلاف کا ذکر ہوا، پس آپ نے ارشاد فرمایا۔

بیشک یہی بات ہے کہ اختلاف طینت و سرشت کے اس
نے ان میں تفرقہ اندازی کی اور یہ اس طرح سے کہ یہ لوگ اصلاً
میں شور زار، شکر زار، ناہموار اور مسطح زمینوں کی مٹی کا ایک

---

[1] عارف ص ۱۴۲ [2] نہج ۱/۲۵۴۔

www.kitabmart.in

عہ تھے پس اب یہ اپنی مٹی کے قریب پر ایک دوسرے کے نزدیک
تے ہیں اور اسی مٹی کے اختلاف کے بقدر ایک دوسرے سے دور
ہتے ہیں۔

زید بن وہب متوفی سنہ ۹۰ھ

اجلہ تابعین اور ثقات محدثین میں ہیں، علامہ ذہبی نے ان کے
میں لکھا ہے کہ آپ اپنی آخر عمر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یارت کی غرض سے گھر سے روانہ ہوئے تھے لیکن ابھی راستے ہی میں
آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا اور شرف زیارت سے محروم رہے۔
آپ نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ
ین سے احادیث کی روایت کی ہے اور آپ سے محدثین کی ایک
ماعت نے، ابن معین اور دیگر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے
نے تو یہاں تک کہا ہے کہ زید بن وہب اگر تم سے کوئی حدیث
ریں تو یہ سمجھو کہ گویا اسی کی زبان سے سنی ہے جس سے زید بیان
ہیں[1]۔ شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی فہرست میں ان کا ذکر کیا ہے۔
کی تصانیف سے ایک کتاب "خطب امیر المومنین علی المنابر
والاعیاد" کی روایت کی ہے[2]۔ ان کا انتقال سنہ ۹۰ھ سے
بعد میں ہوا ہے[3]۔ منہج المقال میں ان کی تاریخ وفات سنہ ۹۶ھ ہے[4]
راویان کلام امیر المومنین میں آپ کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے
ج البلاغۃ کے حسب ذیل دو کلام آپ سے مروی ہیں جو آپ نے
ست امیر المومنین سے سن کر بیان کیے ہیں۔

(۱) عجبنا لابن النابغۃ یزعم لاھل الشام ان فی
وانی امرء تلعابۃ اعافس واما رس[5]

یہ پورا کلام ابن قتیبہ دینوری متوفی سنہ ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب
الاخبار" (۱/۱۶۴) میں اس طرح نقل کیا ہے۔
والمنذر قال حدثنا زید بن وھب قال قال لی
ابی طالب رضی اللہ عنہ
عجبنا لابن النابغۃ یزعم انی تلعابۃ اعافس واما رس الخ

ابو المنذر (ہشام بن محمد السائب الکلبی) نے زید بن
روایت کی ہے کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمات
ہمیں ابن النابغہ پر تعجب ہوتا ہے اہل شام سے کہتا ہے
کودکا آدمی ہوں۔

(۲) (وقال ع فی ذکر خباب) یرحم اللہ
ابن الارت فلقد اسلم راغبا و ھاجر
وقنع بالکفاف و رضی اللہ عن اللہ
مجاھدا[6]۔

یہ کلام بھی زید بن وہب کی روایت سے کتابوں
چنانچہ حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء (۱/
اس کو حسب ذیل اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد ثنا محمد بن عبد اللہ ا
ثنا محمد بن عبد الملک الواسطی ثنا معلی بن ع
ثنا منصور بن ابی الاسود عن الاعمش عن زید ب
قال سرنا معہ یعنی علیا۔ حین رجع من صف
اذا کان عند باب الکوفۃ اذا نحن بقبور س
فقال علی: ما ھذہ القبور قالوا یا امیر الم
ان خبابا توفی بعد مخرجک الی صفین واو
یدفن فی ظھر الکوفۃ فقال علیؑ:
رحم اللہ خبابا لقد اسلم راغبا و ھاج
وعاش مجاھدا، وابتلی فی جسمہ احوالا
یضیع اللہ اجر من احسن عملا ثم قال
ذکر المعاد وعمل للحساب وقنع بالکفاف ور
عز وجل

ہم سے سلیمان بن احمد نے بیان کیا ان سے محمد بن عب
نے ان سے محمد بن عبد الملک الواسطی نے، ان سے معلی بن
نے، ان سے منصور بن ابی الاسود نے ان سے اعمش نے ا
بن وہب نے، زید بن وہب کا بیان ہے کہ امیر المومنین ج

---

[1] میزان الاعتدال ۱/۳۲۶ [2] فہرست طوسی صـ ۱۴۵ [3] میزان الاعتدال ۱/۳۲۶ [4] منہج المقال ورق ۱۴۲ الف
منہج ۲/۱۰۱۔

www.kitabmart.in

واپس ہوئے، تو ہم بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب
ازہ کے پاس پہنچے تو سامنے سے سات قبریں نظر آئیں
نے فرمایا کہ یہ کیسی قبریں ہیں لوگوں نے بیان کیا اے
ن! آپ کے صفین تشریف لیجانے کے بعد حباب کا انتقال
نے یہ وصیت کی تھی کہ کوفہ کے عقب میں مجھ کو دفن کیا جائے
ر المومنین نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔
حباب پر رحم کرے وہ رغبت کے ساتھ اسلام لائے اور بطوع
کی مجاہدانہ زندگی گزاری اور جسمانی تکالیف میں مبتلا رہے
عمل نیک بجالانے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اس کے
شخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے آخرت کو یاد کیا اور
ے لیے عمل کیا اور بقدر کفاف روزی پر قناعت کی اور
اضی ہوا۔

ں بن ابی حازم الاحمسی البجلی الکوفی متوفی سنہ ۹۷ھ[1]

کنیت ابو عبد اللہ ہے اور نام عبد عوف بن حارث،
ین نے ان کا نام عوف الاحمسی لکھا ہے، کوفہ کے جلیل القدر
یں، انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے
مرتبہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت تھے
ض سے گھر سے روانہ ہوئے، لیکن ابھی راستے ہی میں
رتؐ کا انتقال ہو گیا اور شرف زیارت سے محروم رہے
د ابو حازم مسلّمہ طور سے صحابی رسول تھے، آپ نے
صحابۂ رسول سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے
ب جماعت نے، ابن خراش کا قول ہے کہ تابعین میں بجز
ئی ایسا نہیں ہے جس نے دس صحابۂ رسول سے احادیث
ی ہو[2]۔ شذرات میں ہے کہ قیس نے حضرت
رین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے اور کوفہ کے
ر علماء میں تھے[3]۔

ابو داؤد سجستانی نے کہا ہے کہ قیس بن ابی حازم اسنا
لحاظ سے اجود الناس ہیں[4]۔

امیر المومنین کا حسب ذیل ارشاد مندرجہ نہج البلاغۃ (۲/
"لا یقل عمل مع التقوی وکیف یقل ما یتقبّ
آپ ہی کی روایت سے ملتا ہے صاحب حلیۃ الاولیا، نے اپنی اس
کے ساتھ اس کو حسب ذیل طریقہ پر نقل کیا ہے۔
حدثنا علی بن محمد بن اسمعیل الطوسی وابو ھی
اسحٰق. قالا: ثنا ابو بکر بن خزیمۃ ثنا علی بن حجر ثنا یو
بن زیاد عن یوسف بن ابی المتعد عن اسمٰعیل بن ابی خ
عن قیس بن ابی حازم قال قال علی علیہ السلام:
کونوا لقبول العمل اشد اھتماما منکم با
فانہ لن یقل عمل مع التقوی وکیف یق
عمل یتقبل۔

ہم سے علی بن محمد بن اسمعیل طوسی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن
نے ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم سے ابو بکر بن خزیمہ نے، علی بن حجر نے
بن ابی المتد نے اسمٰعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم نے قیس
بیان ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب فرماتے تھے۔
اے لوگو! عمل کی بہ سبت قبولیت عمل کے لیے زیادہ اہتما
اس لیے کہ جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ قلیل نہیں ہے، اور وہ عمل
قلیل ہو سکتا ہے جو قبول ہو جائے۔

خلاس بن عمرو الہجری متوفی قبل سنہ ۱۰۰ھ

امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابی اور سواد اعظم کے مشہو
حدیث ہیں مولف تہذیب الاسماء نے ان کو تابعین بصرہ میں لکھ
انھوں نے عمار بن یسار، ابن عباس، ام المومنین حضرت ع
سے احادیث کو سنا ہے نیز امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ا
ابو ہریرہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ تابعین میں جن لو

الذہب (۱/ ۱۱۲) ۲ تہذیب ۵۱۴ ۳ شذرات ۱/ ۱۱۲ ۴ تہذیب ۵۱۴ ۵ میزان الاعتدال ۱/ ۲۰۳۔

www.kitabmart.in

ان سے روایت کی ہے ان میں مالک بن دینار، قتادہ عوف اعرابی وغیرہم خاص شہرت رکھتے ہیں رجالین کا ان کے بارے میں یہ بھی خیال ہے کہ حضرت علیؓ سے ان کی روایت کتاباً ہے نہ کہ سماعاً[1]

امیر المومنین کا کلام مندرجہ نہج البلاغۃ (۲/۸/۷) جس میں آپ نے ایمان کی تعریف بیان کی ہے آپ ہی کی روایت سے کتابوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا (۱/۷۵) میں یہ کلام حسب ذیل اسناد اور شان نزول کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا احمد بن السندی ثنا الحسن بن علویۃ القطان ثنا اسمٰعیل بن عیسیٰ العطار ثنا اسحٰق بن بشر اخبرنا مقاتل عن قتادہ عن خلاس بن عمرو قال:

کنا جلوساً عند علی بن ابی طالب اذ اتاہ رجل من خزاعہ فقال یا امیر المومنین بل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینعت الاسلام قال نعم سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بنی الاسلام علی اربعۃ ارکان، علی الصبر والیقین، والجہاد، والعدل وللصبر اربع شعب، الشوق، والشفقۃ والزہادۃ، والترقب، فمن اشتاق الی الجنۃ، سلا عن الشہوات الخ

ہم سے احمد بن السندی نے بیان کیا، ان سے حسن بن علویہ القطان نے، ان سے اسمٰعیل بن عیسیٰ العطار نے، ان سے اسحاق بن بشر نے، ان سے مقاتل نے، ان سے قتادہ نے، اس سے خلاس بن عمر نے، خلاس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم علیؓ بن ابی طالب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنی خزاعہ کا ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المومنین کیا آپ نے کبھی رسول اللہ کو اسلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا! بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

اسلام کی بنیاد چار ستونوں پر ہے۔ صبر، یقین، جہاد اور عدل پر، اب صبر کی چار شاخیں ہیں، شوق، خوف، زہد و تقوی۔

اور انتظار پس جو شخص جنت کا مشتاق ہوا اس نے خواہ
کو فراموش کر دیا۔

یہ پورا کلام نقل کرنے کے بعد مؤلف لکھتے ہیں
ورواہ الاصبغ بن نباتہ عن علی مرفو
فقال: الایمان رواہ الحارث عن ع
مرفوعاً مختصراً، رواہ قبیصہ ب
جابر عن علی من قولہ. رواہ العلا
عبد الرحمٰن عن علی من قولہ

ترجمہ: (اس کلام کو اصبغ بن نباتہ نے حضرت علی
مرفوعاً روایت کیا ہے ان کی روایت میں "الاسل
کی جگہ "الایمان" ہے (جیسا کہ نہج میں ہے) نیز حا
نے قدرے اختصار کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا۔
اور قبیصہ بن جابر اور علا بن عبد الرحمٰن نے بھی اس
حضرت علی کے قول کے طریقہ پر روایت کیا ہے

الامام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام
متوفی ۹۵ھ

سواد اعظم میں آپ کا شمار اجلہ تابعین میں ہے،
کے چوتھے امام ہیں۔ آپ کے مناقب سے تمام کتب
بھری ہوئی ہیں، امام زہری اور ابن عیینہ کا قول ہے کہ ا
سے افضل ہم نے کسی کو نہیں پایا نیز حضرت سے زیادہ
والا بھی کوئی نہیں پایا[2]

دمیری نے لکھا ہے کہ آپ حدیث بیان کرنے میں
معتمد اور صادق الروایۃ ہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی
بکثرت احادیث روایت کی ہیں، اہل بیت میں ان
کوئی نہیں تھا[3]

امیر المومنین علی بن ابی طالب کے بیشتر اقوال
آپ کی روایت سے متفرق کتابوں میں مذکور ہیں۔ چنانچ

---

[1] تہذیب الاسماء ص ۲۳۰ [2] ابن خلکان ۱/۳۲۰ [3] حیوۃ الحیوان ۱/۱۲۱۔

www.kitabmart.in

ین کا ایک طویل خطبہ معرفت باری پر آپ کی روایت سے
ہے۔ اس خطبہ میں نہج کے حسب ذیل اقتباسات

۔

) اوصیکم عباد اللہ بتقوی اللہ الذی ضرب
م الامثال ووقت لکم الآجال

) فانّ الدنیا دفق مشربها رد ع مشرعها
ق منظرها ویوبق فجرها غرور حائل
ل زائل وسناد مائل

) جعل لکم اسماعاً لتعی ماعناها وابصاراً لتجلو
ی غشاها واشلاءً جامعة لاعضائها ملائمة
خائها فی ترکیب صورها ومدد عمرها[1]

کورہ بالا خطبہ حلیۃ الاولیا (۱/۷۸) میں حسب ذیل سناد
نزول کے ساتھ درج ہے

د ثنا ابی ثنا ابراهیم بن محمد بن الحسن قال
ثنی احمد بن ابراهیم بن هشام الدمشقی
صفوان القاسم بن یزید بن عوانة عن ابن
ن ابن عجلان عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جدّه
ن علیاً شیّع جنازة فلما وضعت فی لحدها
ها وبکوا فقال ما تبکون اما واللہ لو عاینوا
ن مبتهم، لاذهلتهم معاینتهم عن میتهم
ه فیهم لعودة ثم عودة حتی لا یبقی منهم
ثم قام فقال ــــ

وصیکم عباد اللہ بتقوی اللہ الذی ضرب
مثال ووقت لکم الآجال وجعل لکم اسماعاً
عناها وابصاراً لتجلوا عن غشاها وافئدةً
ادها فی ترکیب صورها ومدد عمرها ــــ
فانّ الدنیا لا یدوم نعیمها ولا تؤمن
ها غرور حائل وشیک زائل وسناد

.....

مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن محمد بن
الحسن نے کہ احمد بن ابراہیم بن ہشام دمشقی نے مجھ کو لکھا کہ مجھ سے
ابو صفوان قاسم بن یزید بن عوانہ نے بیان کیا، انھوں نے
ابن جریج سے، ابن عجلان سے، امام جعفر صادقؑ سے، ان کے باپ
سے، ان کے دادا سے امام زین العابدینؑ سے۔

ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک جنازہ کی مشایعت
کی جب وہ لحد میں رکھا جانے لگا تو ورثہ نے رونا چلانا شروع کیا،
آپ نے فرمایا، کیا روتے ہو! قسم بخدا، اگر یہ لوگ ان حالات کو
دیکھ لیں جو میت پر گذر رہے ہیں تو یقیناً اپنے مردے کو بھول جائیں
کیونکہ ان سب کو ایک دن اسی طرف پلٹنا ہے یہاں تک کہ ان میں
کوئی بھی باقی نہیں رہ سکتا، اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور
اس طرح خطبہ دیا۔

اے بندگان خدا! میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت
کرتا ہوں جس نے تمہارے لیے امثال بیان کیں اور تمہارے موت
کا وقت مقرر کیا، تم کو اس نے کان عطا کئے تاکہ ان کے ذریعے تم
اس چیز کی حفاظت کرو جو اس کے لیے ضروری ہیں، اور آنکھیں
عطا کیں تاکہ ان کے ذریعہ سے تم تاریکی اور سیاہی سے نکل آؤ
اور دل عطا کئے تاکہ اشیاء میں تمیز کر سکو، ترکیب اشکال اور مدتہائے عمر میں تفکر
دنیا کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہیں نہ اس کے مکروہات سے کوئی امن
رہ سکتا ہے دنیا ایک ایسا دھوکا ہے جو تمہارے لیے سدراہ ہے اور زائل ہونے
والی پر چھائیں اور جھکا ہوا ستون ہے۔

مسطورہ بالا اقتباسات کے علاوہ حسب ذیل دو قول
بھی آپ سے مروی ہیں۔

(۱) (وقال ع) ان قوما عبدوا اللہ رغبة
فتلک عبادة التجار وان قوما عبدوا اللہ رهبة
فتلک عبادة العبید، وان قوما عبدوا اللہ شکرا
فتلک عبادة الاحرار[2]

(۲) (وقال ع) من مزح مزحة الاقیم
عقله حجّة[3]

---

[1] ۸۲-۸۵ [2] نہج ۲/ ۱۰۲ [3] نہج ۲/ ۱۲۸۔

www.kitabmart.in

یہ دونوں قول حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (۳/ ۱۳۴) میں خود امام زین العابدین کے قول کی حیثیت سے حسب ذیل سناد کے ساتھ نقل کئے ہیں۔

۱- حدثنا ابو الحسین محمد بن محمد بن عبد اللہ قال ثنا ابو بکر بن الانباری قال ثنا احمد بن الصلت قال ثنا قاسم بن ابراھیم العلوی قال حدثنی ابی عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال قال علی بن الحسین .....

ان قومًا عبد واللہ رھبۃ فتلک عبادۃ العبید واخرین عبدوہ رغبۃ فتلک عبادۃ التجار و قومًا عبد واللہ شکرا فتلک عبادۃ الاحرار۔

ہم سے ابو الحسین محمد بن محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ابو بکر بن الانباری نے ان سے احمد بن الصلت نے ان سے قاسم بن ابراہیم العلوی نے ان سے ان کے باپ نے، ان سے امام جعفر صادقؑ نے، ان سے ان کے والد بزرگوار نے، ان کا بیان ہے کہ علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے تھے۔ یقیناً ایک جماعت اللہ کی عبادت خوف سے کرتی ہے یہ عبادت غلاموں کی عبادت ہے، دوسری جماعۃ اللہ کی عبادت جنت کی طمع میں کرتی ہے یہ عبادت تجار کی ہے البتہ ایک جماعت اللہ کی عبادت اس کو مستحق عبادت سمجھتے ہوئے کرتی ہے یہ عبادت یقیناً آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

۲- حدثنا احمد بن جعفر قال ثنا عبد اللہ بن احمد قال قال حدثنی ابو معمر قال ثنا جریر عن فضیل بن غزوان قال قال لی علی بن الحسین:

من ضحک ضحکۃ جج بھا من العلم

ہم سے احمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن احمد نے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو معمر نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ ہم سے جریر نے، فضیل بن غزوان سے، بیان کیا کہ علی بن الحسینؑ نے مجھ سے یہ فرمایا:۔

جو ایک مرتبہ کھل کھلا کر ہنس پڑا اس نے گویا اپنے علم کا ایک حصہ باہر پھینک دیا۔

عکرمہ بن خالد المخزومی متوفی بعد ۱۰۵ھ

اجلۂ تابعین اور راویان حدیث میں ہیں انھوں والد، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عمر و ابی الطفیل، ا اوس بن الحدثان، سعید بن جبیر، جعفر بن المطلب وغ احادیث کی روایت کی ہے، ان سے ایوب، ابن جریج بن طاوس، عبد اللہ بن عطاء مکی، حنظلہ بن ابی سفیا بن منصور، قتادہ، ابن اسحٰق، عطا بن عجلان نیز دیگر تا روایت کی ہے، ابو زرعہ، نسائی اور ابن حبان نے ان ثقات میں کیا ہے، بخاری نے بھی ان کی توثیق کی ہے پہلی اور دوسری صدی کے راویان کلام امیر میں آپ کا نام بھی ملتا ہے۔ چنانچہ نہج کا ایک کلام حا نے "حلیۃ الاولیاء" (۱/ ۷۵) میں ان ہی کی روایت ہے، جو ذیل میں درج ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد ثنا اسحٰق بن ابراھ عبد الرزاق اخبرنا معمر عن ابن طاوس عن ع خالد قال قال علی بن ابیطالب۔

و ثنا عبد اللہ بن محمد قال ثنا عبد اللہ بن سوار ثنا عون بن سلام ثنا عیسیٰ بن مسلم ا عن ثابت بن ابی صفیہ (ابو حمزۃ الثمالی) عن الزعل قال قال علی بن ابی طالب:

احفظوا عنّی خمسًا فلو رکبتم الابل فی ط لا نضیتموھن قبل ان تدرکوھن لا یرجو عبد ولا یخاف الا ذنبہ ولا یستحی جاھل ان یسأل لا یعلم، ولا یستحی عالم اذا سئل عما لا یعلم یقول اللہ اعلم والصبر من الایمان بمنزلۃ ا ولا ایمان لمن لا صبر لہ، عن[۲] الخ

ہم سے سلیمان بن احمد نے بیان کیا، ان سے اسحٰق بن نے، ان سے عبد الرزاق نے، ان سے معمر نے ان سے ابن طاو

[۲] تہذیب التہذیب ۷/ ۲۵۹۔ [۱] نہج ۲/ ۸۵۔

www.kitabmart.in

ی عکرمہ بن خالد نے، عکرمہ کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالب فرماتے

نیز ہم سے عبداللہ بن محمد نے، ان سے عبداللہ بن محمد بن سلم
سے عون بن سلام نے، ان سے عیسیٰ بن مسلم الطہوی نے ان سے
ن ابی صفیہ ابوحمزہ ثمالی نے، ان سے ابوالزغل نے امیرالمومنینؑ
شاد بیان کیا۔

آپ فرماتے ہیں۔

مجھ سے پانچ باتیں یاد کرلو وہ پانچ باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان کی
ں اونٹ بھی دوڑاؤ گے تو قبل اس کے کہ تم ان کو حاصل کر سکو
ے اونٹ تھک کر بیٹھ جائیں گے۔ ۱ بندہ کو چاہیئے کہ سوائے
ے کے کسی دوسرے سے امید نہ رکھے اور سوائے اپنے گناہوں کے
بات سے نہ ڈرے، جاہل کو چاہیئے کہ ایسی بات کے پوچھنے میں
کرے جس کو وہ نہ جانتا ہو اور عالم سے اگر کسی ایسی بات
ی کیا جائے جس کو وہ نہ جانتا ہو تو اعتراف جہل میں شرم
ے۔ اور صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بقیہ جسم کے
ر جس میں صبر نہیں اس میں ایمان نہیں۔

عمرو بن قیس السکونی الکندی متوفی سنہ ۱۴۰ھ

سواد اعظم کے مشہور راویان حدیث میں ہیں، انھوں نے
ثر بن عمرو بن العاص اور کبار صحابہ سے احادیث کی روایت
اسمٰعیل بن عیاش کا قول ہے کہ انھوں نے ستر صحابہ رسول
ت کیا ہے ۲ ابوحاتم اور ابن عقدہ نے ان کو ثقہ کہا ہے ۳
ے روایت کرنے والوں میں عمرو بن امیۃ الرتجمی کا نام ملتا ہے۔ ۴
ت میں ہے کہ عمرو بن قیس عبدالملک بن مروان کے امرا
یں تھے اور اہل حمص کے سردار اور ان کے شرفا
ے ۵۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری کے راویان خطب میں
نام بھی ملتا ہے چنانچہ نہج کے حسب ذیل دو اقتباس

آپ کی روایت سے متفرق کتابوں میں ملتے ہیں۔

(۱) اوصیکم بخمسٍ لو ضربتم الیھا آباط الابل
لکانت لذلک اھلاً الخ

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۱۱۹) میں اپنی س
کے ساتھ بتغیر الفاظ نقل کیا ہے جس کے راوی دوم عمرو بن
قیس ہیں۔

وروی ابوخالد بن الاحمر عن عمرو بن قیس
عن ابی اسحٰق قال قال علی علیہ السلام لو رحلتم
المطی فیھن لا تصیبوھن قبل ان تدرکوھن الخ

اور ابوخالد بن الاحمر نے عمرو بن قیس سے، انھوں نے ابو آ
سے روایت کیا ہے ان کا بیان ہے کہ علی بن ابی طالبؑ فرماتے تھے کہ
تم ان باتوں کی طلب میں سواریوں میں سوار ہو کر نکلو گے تب بھ
نہ پا سکو گے .....

(۲) وروی علیہ ازار خلق مرقوع فقیل
فی ذلک فقال)
یخشع لہ القلب وتذل بہ النفس عنہ

یہ کلام حلیۃ الاولیاء (۱/۸۳) میں حسب ذیل اسناد
ساتھ درج ہے جس میں عمرو بن قیس کا نام راوی اول کی حیثیت
آیا ہے۔

حدثنا احمد بن جعفر بن حمدان ثنا عبداللہ
احمد بن حنبل حدثنی ابوعبداللہ السلمی ثنا ابراھیم
عیینہ عن سفیان الثوری عن عمرو بن قیس قا
قیل لعلی یا امیر المومنین لم ترقع قمیصک ف
یخشع القلب ویقتدی بہ المومن

ہم سے احمد بن جعفر بن حمدان نے بیان کیا، ان سے عبدا
بن احمد بن حنبل نے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوعبداللہ السلمی
نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن عیینہ نے، ان سے سفیان ثو
نے، عمرو بن قیس نے کہ علیؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ اے امیرالمومن

۱ شذرات ۱/۲۰۹ ۲ ایضاً ۳ لسان المیزان ۴/۳۷۴ ۴ تہذیب التہذیب ۸/۹۲ ۵ شذرات ۱/۲۰۹ ۶ نہج ۲/۸۷۔

www.kitabmart.in

تاجر ایک لحاظ سے قمار باز ہوتا ہے۔ کبھی قلت میں کثرت سے زیادہ برکت ہوتی ہے۔

آپ کی قمیص میں پیوند کیوں لگے ہیں فرمایا! اس سے قلب میں خشوع پیدا ہوتا ہے
مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔

حماد بن سلمہ متوفی ۱۶۷ھ[۱]

مشہور راوئی حدیث ہیں، ان کے مناقب سے کتب رجال بھری
وئی ہیں، آپ نہایت عابد و زاہد، قاری قرآن اور عبادت گزار
تھے، بعض رجالیین کا کہنا ہے کہ وہ ابدال میں سے تھے، انھوں نے
ت النبانی، قتادہ، حمید الطویل، اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ
س بن سیرین، ثامہ بن عبداللہ بن انس، محمد بن زیاد القرشی،
و زبیر لی، عبدالملک بن عمیر، عبدالعزیز بن صہیب نیز تابعین
ایک کثیر جماعت سے روایت حدیث کی ہے، اور ان سے ابن
ج، سفیان ثوری، شعبہ، ابن المبارک، ابن مہدی وغیرہ
نہ ابن قتیبہ دینوری ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

ویقال ان حماد بن سلمہ کان عالمًا بالنحو والعربیۃ
ان سیبویہ النحوی، استملی لہ[۲]

کہا جاتا ہے کہ حماد بن سلمہ نحو اور عربیہ کے عالم تھے اور یہ کہ سیبویہ
ی نے ان سے۔

امیر المومنین کا قول "انا دون ما تقول و فوق ما
ی نفسک[۳]"

ابن قتیبہ نے اپنی مشہور کتاب "عیون الاخبار" (۱/۲۷۶)
حسب ذیل اسناد کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہے۔

قال حدثنی الریاشی عن الاصمعی عن حماد بن سلمہ
ل اتنی رجل علی علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجھہ
وجھہ وکان تھمۃ فقال علی انا دون ما تقول
فوق ما فی نفسک

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ریاشی نے، اصمعی نے حماد بن سلمہ
بیان کیا، حماد کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب
م اللہ وجہہ کے سامنے ان کی تعریف بیان کی۔

امیر المومنین نے فرمایا جو کچھ تو کہتا ہے اس سے میں کم ہ
جو تیرے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں۔

عبدالرحمن بن جندب

قرن اول کے راویان اخبار میں ہیں ان کے والد ج
امیر المومنین کے خاص اصحاب میں تھے انھوں نے کمیل
سے احادیث کی روایت کی ہے، اور ان سے ابو حمزہ ثمالی
امیر المومنین کی ایک مشہور وصیت جو آپ نے کمیل
سے فرمائی ہے آپ ہی کی روایت سے کتابوں میں ملتی ہے، یہ پو
کمیل کے ذکر میں معہ اسناد درج کی جا چکی ہے۔

اس کے علاوہ امیر المومنین کی ایک دوسری وص
بھی آپ سے مروی ہے جس کو ابو حاتم السجستانی متوفی س
نے کتاب الوصایا (قلمی کتاب خانہ رام پور ص۴۹) میں حس
اسناد اور شان نزول کے ساتھ نقل کی ہے۔

قال ابو حاتم وحدثونا عن ابی مخنف قال
عبدالرحمن بن جندب عن ابیہ قال دخل
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسئل بہ لما
ابن ملجم فقمت قائمًا ولما جلس لمکان ا
دخلت وھی مستترۃ فدعا علی الحسن والحسین
اللہ علیھم فقال:

اوصیکما بتقوی اللہ ولا تبغیا الدنیا وان
ولا تبکیا علی شیء منھا زوی عنکما قولا الحق وا
الیتیم واعینا الضائع واضیفا الجائع وکونا للظ
خصما وللمظلوم عونا ۔

وانی اوصیک یا حسن وجمیع ولدی ومن
کتابی ھذا بتقوی اللہ ربکم فانی سمعت حبیبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

صلاح ذات البین افضل من عام الصیام والص

---

[۱] معارف ص۲۲۲ [۲] تہذیب التہذیب ۳/۱۱ [۳] معارف ص۲۲۲ [۴] نج ۲/۸۵ - [۵] لسان المیز
۱۷۰/

www.kitabmart.in

ابو حاتم کا بیان ہے کہ ہم سے ابو مخنف نے، ان سے عبدالرحمن
جندب نے، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ
یک مرتبہ امیر المومنین علی بن
طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ دریافت کرنے کی غرض سے گیا
ت ابن ملجم آپ کے ضرب لگا چکا تھا اسی اثنا میں آپ کی صاحبزادے
ڑھے ہوئے گھر میں داخل ہوئیں میں ان کو دیکھ کر فوراً کھڑا
اور ان کے بیٹھ جانے کے بعد میں نے بیٹھنے کی جرأت نہیں کی
یر المومنینؓ نے حسن و حسین رضوان اللہ علیہم کو بلایا اور اس طرح
روع کیا۔

میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں
ہ دنیا کی کبھی طلب نہ کرنا چاہے دنیا تمہاری کتنی خواہش کرے
ں کی کسی چیز پر جو تم سے کھو جائے افسوس نہ کرنا، ہمیشہ حق بات
یم پر رحم کرنا، بیکس کی اعانت اور بھوکے کی ضیافت کرنا
لم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔ اور اے حسن! میں
ر اپنی تمام اولاد کو اور جس کو میرا یہ نوشتہ پہنچے اللہ سے ڈرتے
ی وصیت کرتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ
سلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپس کی بہتری افضل ہے
سال کے نماز، روزے سے۔

یہی وصیت ابو القاسم زجاجی متوفی ۳۳۷ھ نے اپنی امالی (ص ۱۵)
ب ذیل اسناد کے ساتھ نقل کی ہے

اخبرنا علی بن سلیمان و ابراھیم بن السری عن
بن یزید قال حدث لوط بن یحیی عن عبدالرحمن
جندب عن ابیہ قال دخلت علی بن
طالب الخ

ہم کو علی بن سلیمان اور ابراہیم بن السری نے محمد بن یزید کے
سے بیان کیا ہے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے لوط بن یحیی نے ان سے
رحمن بن جندب نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں
رتبہ علی بن ابی طالب کے پاس گیا۔

یہ وصیت نہج البلاغۃ جلد ۲ ص ۴۲ پر درج ہے۔

ابو عبیدہ معمر بن المثنی التیمی متوفی سنہ ۲۰۹ھ

شیخ ابو علی القالی متوفی ۳۵۶ھ نے ان سے نہج کا حسب ذ
کلام روایت کیا ہے۔

ما اصف من دار اولھا عناء و اخرھا فناء علہ

یہ پورا کلام الامالی لابی علی القالی (۲/۲۲) میں حسب ذ
اسناد کے ساتھ درج ہے۔

وحدثنا ابو بکر رحمہ اللہ قال حدثنا ابو حا
عن ابی عبیدہ قال سأل رجل علی بن ابی طالب رضی
عنہ قال صف لنا الدنیا، فقال:
ما اصف من دار اولھا عناءٌ واخرھا فناء
حلالھا حساب و فی حرامھا عقاب من استغنی ف
فتن ومن افتقر فیھا حزن الخ

ہم سے ابو بکر نے (اللہ ان پر رحم کرے) بیان کیا، ان سے ا
نے، ان سے ابو عبیدہ نے، ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ ایک شخص
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنین
دنیا کی صفت بیان فرمائیے آپ نے فرمایا میں اس گھر کی کیا
بیان کروں، جس کی ابتدا تکلیف اور جس کی انتہا فنا ہے، ا
حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے، جو اس سے بے نی
ہوا، وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا اور جو اس کا محتاج ہوا وہ غمگین

ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ

تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ مورخین میں ہیں۔ نجا
نے ان کی تصانیف کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ ان
کتاب الجمل، کتاب الصفین، کتاب النہروان، کتاب الغ
کتاب مقتل امیر المومنین، کتاب الحکمین، کتاب الخطب خل
سے قابل ذکر ہیں، سخت افسوس ہے کہ یہ تمام کتابیں ضائع
ورنہ نہج البلاغۃ کے مندرجات کا ایک بڑا حصہ معہ رجال
روشنی میں آسکتا تھا۔ طبری اور مسعودی کے زمانہ تک یہ کت
اہل علم میں متداول تھیں۔ چنانچہ ان مورخین نے جگہ جگہ ان سے استفادہ ک

نہج ۱/۱۸۲ رجال نجاشی ص ۳۰۳۔

www.kitabmart.in

بہرحال نہج کے حسب ذیل دو کلام کلبی کی روایت سے ملتے ہیں۔

۱۔ امیرالمومنینؑ کا ایک عہدنامہ جو آپ نے ربیعہ اور یمن کے درمیان لکھا تھا جس کا آغاز اس طرح ہے۔

ھذا ما اجتمع علیہ اھل الیمن حاضرھا وبادیھا وربیعۃ حاضرھا وبادیھا انھم علی کتاب اللہ یدعون الیہ ویامرون بہ ویجیبون من دعی الیہ وامر بہ الخ[1]

یہ وہ عہدنامہ ہے کہ جس پر تمام اہل یمن شہری اور غیر شہری اور ربیعہ شہری اور غیر شہری متفق ہیں کہ وہ کتاب اللہ پر قائم رہیں گے اور لوگوں کو اس کی طرف بلائیں گے اور اسی کا حکم دیں گے اور جو شخص انکو کتاب اللہ کی طرف بلائے گا اور اس سے تمسک کرنے کا حکم دے گا اس کی قبول کریں گے۔

جامع نے یہ عہدنامہ انہی کے خط سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ خود لکھتے ہیں۔

وحلف لہٗ علیہ السلام کتبہ بین ربیعہ والیمن نقل من خط ھشام بن الکلبی

(۲) واللہ لو وجدتہ قد تزوج بہ النساء وملک الاماء لرددتہ، فان فی العدل سعۃ ومن ضاق علیہ العدل فالجور علیہ اضیق[2]

امیرالمومنین علیہ السلام کا یہ وہ حلف نامہ ہے جو آپ نے ربیعہ اور یمن کے درمیان تحریر کیا تھا جس کو ہشام بن کلبی کے خط سے نقل کیا جاتا ہے۔

بخدا اگر میں جاگیروں کو ایسا پاتا کہ ان کی آمدنی سے عورتوں کو بیاہ دیا گیا اور باندیاں خریدی جاچکیں تب بھی میں ان کو واپس لے لیتا کیونکہ عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس پر عدل تنگ ہوجائے تو ظلم اس پر اور زیادہ تنگ ہوگا۔

اس خطبہ کے متعلق ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (۱/۵۰) میں لکھا ہے کہ اس کو کلبی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

عقبہ بن ابی الصہبا الباہلی

انھوں نے حسن اور سالم بن عبداللہ سے احادیث روایت کی ہے، نیز یہ اور امام رفاعی شیوخ کی اس جماعت میں مشترک ہیں جنھوں نے باہلی یزید بن ہارون، ابو اور حوضی نیز ایک جماعت سے روایت کی ہے، ابن معین ان کو ثقہ کہا ہے اور احمد نے صالح الحدیث، ذہبی نے وفات نہیں دیا بلکہ اتنا لکھا ہے کہ رفاعی کے چند ماہ بعد انتقال ہوا[3]

امیرالمومنین کی ایک وصیت مندرجہ نہج البلاغہ ابن درید متوفی ۳۲۱ھ نے "کتاب المجتنیٰ" (ص۳۰) میں شان نزول کے ساتھ آپ سے روایت کی ہے۔

اخبرنا عقبہ بن ابی الصھبا، قال لما ضرب علیاً رضی اللہ عنہ دخل علیہ الحسن وھو فقال لہٗ ما یبکیک یا بنیّ، فقال مالی ولا انت فی اول یوم من الاخرۃ واخر یوم من فقال یا بنیّ احفظ عنی اربعاً واربعاً لا یضر ما عملت معھن، اغنی الغنیٰ العقل واکبرا الحمق واوحش الوحشۃ العجب واکرما حسن الخلق، یا بنیّ ایاک ومصا الاحمق فانہ یرید ان ینفعک فیضرک الخ

ہم کو عقبہ بن ابی الصہبا نے خبر دی ہے کہ جب ابن امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے ضرب لگائی تو امام حسن ہوئے آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو نے جواب دیا میں کس طرح نہ روؤں حالانکہ آپ آخرت دن اور دنیا کے آخر دن میں ہیں، اس وقت امیرالمومنین فرمایا، اے میرے بیٹے! مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کرلو

---

[1] نہج البلاغۃ ۲/۴۲، [2] نہج البلاغۃ ۱/ ۳ [3] میزان الاعتدال (۳/ ۱۸۴)۔

www.kitabmart.in

پیش نظر رکھتے ہوئے کام کرو گے نقصان نہیں اٹھا سکتے، وہ چاہ
ہیں علہ بہترین غنیٰ عقل ہے لہ بدترین فقر بیوقوفی ہے لہ سب سے
یشان خاطری خود پسندی ہے ۴ سب سے بڑی بزرگی حسن
ہے، اے میرے بیٹے احمق کی دوستی سے پرہیز کرتے رہو
ہ تم کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے اور نتیجہ میں نقصان
ہے۔

یل میں ان چند راویوں کا مختصر تذکرہ اور توثیق درج کیجاتی
کے نام مذکورہ بالا اقتباسات کے سلسلہ روایت کے
ں آئے ہیں اور جنھوں نے مختلف زمانوں میں امیر المومنینؑ
کی روایت کی ہے ان میں بیشتر کا سلسلۂ روایت تیسری
ی صدی ہجری کے کسی نہ کسی مصنف سے ملتا ہے۔

۔ قبیصہ بن جابر متوفی قبل ۸۳ھ۔ کوفہ کے
میں ہیں، انھوں نے حضرت عمر، طلحہ بن عبید اللہ عبد الرحمن
ن، ابن مسعود، معاویہ، عمر بن العاص، مغیرہ نیز دیگر صحابہ
سے براہ راست احادیث کو سنا ہے، ان سے امام شعبی
الملک بن عمیر وغیرہما نے روایت کی ہے، مولف طبقات
عد نے ان کو ثقہ لکھا ہے لہ

یر المومنین کا کلام مندرجہ نہج (۲/۸۷) "بنی الاسلام
دعة اسکان" ان سے مروی ہے لہ

۔ ابو صالح متوفی ۱۰۱ھ۔ ان کا شمار بھی کوفہ
ین میں ہے۔ انھوں نے سعد بن ابی وقاص عبد اللہ
جابر، ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، ابو عیاش الزرقی
نین حضرت عائشہ نیز تابعین کی ایک جماعت سے
کو سنا ہے، ان سے عطا بن ابی رباح، عبد اللہ بن
محمد بن سیرین، امام زہری، حبیب بن ابی ثابت، رجا
یحییٰ الانصاری، ابو اسحٰق سبیعی وغیرہ نے احادیث کی
ہے۔ تمام رجالیین ان کی توثیق اور جلالت قدر پر متفق
م احمد حنبل کا قول ہے کہ ابو صالح راویان حدیث میں سب سے
قدر اور سب سے زیادہ ثقہ یہ ہے لہ

ضرار بن ضمرہ ضبائی کا پورا واقعہ جو پیشتر مذکور ہو
ہشام بن محمد السائب الکلبی نے انہی کی زبانی روایت کیا۔
اور ان سے دوسرے مورخین نے۔

۳۔ ابو شبل العلاء بن عبد الرحمن متوفی سنہ ۱۳۰ھ ی
صدی کے راویان اخبار میں ہیں انھوں نے اپنے والد یعقو
مدنی اور انس نیز ایک جماعت سے روایت کی ہے۔ ابو حا
قول ہے کہ ابو شبل کے مرویات میں کوئی چیز منکر نہیں پائی
علامہ ذہبی نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے۔

صدوق مشهور يروى عن ابيه وعن ال
وعنه مالك والناس، قال احمد ثقة لم
من يذكره بسوء وقال النسائي وغيره ليس به با

علامہ بن عبد الرحمن صدوق اور مشہور ہیں، انھوں نے ا
باپ اور انس سے روایت کی ہے اور ان سے مالک اور دوس
محدثین نے احمد کا قول ہے کہ وہ ثقہ ہیں، میں نے کسی کو نہیں
کہ ان کا ذکر برائی سے کرتا ہو نیز نسائی وغیرہ نے کہا ہے ک
سے حدیث کی روایت کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

امیر المومنین کا کلام مندرجہ نہج (۲/۸۷) "بنی الاسلام
علے اربعة اسکان" دیگر تابعین کے علاوہ آپ
بھی مروی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۴۔ اسمعیل بن ابی خالد الاحمسی المتوفی سنہ ۱۴۶ھ
سواد اعظم کے مشہور راوی حدیث ہیں انھوں نے صحابۂ رس
میں اپنے والد ابو خالد، ابو جحیفہ، عبد اللہ بن ابی اوفی، عمرو بن
اور ابو کاہل سے روایت حدیث کی ہے نیز تابعین میں زید
وہب، محمد بن سعد، ابو بکر بن عمارہ، بن رویبہ، قیس بن ابی
شبیل بن عوف، حارث بن شبیل، طارق بن شہاب اور ش
وغیرہم سے، ان سے شعبہ، سفیانان، زائدہ، ابن المبارک
ہشیم، یحییٰ القطان، یزید بن ہارون اور عبد اللہ بن موسیٰ
روایت کی ہے۔

احمد نے روایت حدیث میں ان کو اصح الناس کہا ہے

ب ۵ھ ۵ھ حلیۃ الاولیاء ۵/۷ ۳ھ تہذیب الاسماء ص ۱۳۱ ۴ھ شذرات الذہب ۱/۲۰۰ ۵ھ میزان الاعتدال ۲/۱۹۱۔

www.kitabmart.in

ابن مہدی، ابن معین اور نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ عجلی نے کوفہ کے ثقات تابعین میں ان کا شمار کیا ہے۔

بخاری کا قول ہے کہ اسمٰعیل نے امیر المومنین علی بن ابی طالب سے تین سو احادیث کے قریب روایت کی ہیں[۱] کاش اگر ان کے تمام مرویات کو جمع کیا جائے تو نہج البلاغۃ کے بہت سے حوالے ان میں مل سکتے ہیں۔

۵۔ ثابت بن ابی صفیہ ابو حمزہ الثمالی متوفی ۱۵۰ھ

اپنے زمانہ کے متبحر علماء اور محدثین میں تھے۔ آپ نے ائمہ اہل بیت میں، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم علیہم السلام چار اماموں کا زمانہ پایا ہے اور ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ امام رضا علیہ السلام کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ابو حمزہ اپنے زمانہ میں اسی طرح ہیں جیسے سلمان فارسی اپنے زمانہ میں نجاشی نے ان کو ثقہ اور معتمد کہا ہے اور ان کی تصانیف سے حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں۔

"کتاب التفسیر، کتاب النوادر، کتاب الزہد، رسالۃ الحقوق عن علی بن الحسین"[۲]

علامہ ذہبی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے انس، شعبی نیز ایک جماعت سے روایت کی ہے اور ان سے وکیع ابو نعیم اور ایک جماعت نے، احمد بن حنبل اور ابن معین نے کہا ہے کہ وہ کچھ نہیں ہیں ابو حاتم نے ان کو لین الحدیث کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں اس سلسلہ میں انھوں نے عبید اللہ بن موسیٰ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں ایک روز ابو حمزہ ثمالی کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں عبد اللہ بن مبارک بھی آ گئے ان کو دیکھ کر ابو حمزہ نے عثمان کے بارے میں ایک حدیث بیان کی اور حضرت کی مذمت اور ان پر طنز کرنا شروع کر دیا، ابن المبارک یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور جتنی احادیث ان سے سن کر لکھی تھیں سب پھاڑ کر پھینک دیں اور باہر چلے گئے، اس روایت سے اتنا ضرور

معلوم ہوتا ہے کہ ابو حمزہ کا شمار اپنے زمانہ کے فضلا میں تھا یہاں تک کہ وکیع اور ابو نعیم اور عبد اللہ جیسے علماء ان سے استفادہ کرتے تھے[۳]

امیر المومنین کا کلام مندرجہ نہج [illegible] در احفظوا عنی خمسًا[۱]

ابو الزغل کی سند سے انھوں نے روایت کی عکرمہ بن خالد کے بیان میں مذکور ہوا۔

۶۔ عاصم بن حمید الحناط۔ دوسری صدی

راویان خطب میں ہیں انھوں نے امام جعفر صادق حرب اور ابو حمزہ ثمالی سے احادیث کی روایت کی ہے محمد بن عبد اللہ بن نمیر، یحییٰ الحمانی، اسمٰعیل بن موسیٰ ابو نعیم الطحان نے احادیث بیان کی ہیں، ابو زرعہ نے ان ہے۔ نجاشی اور طوسی نے ان کی تصانیف سے ایک روایت کی ہے[۴]

۷۔ عیسیٰ بن مسلم الطہوی۔ دوسری صدی

خطب میں ہیں، انھوں نے عبد اللہ بن شریک عامری سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے ابو غسان عبید بن اسحٰق نے[۵]

۸۔ علا بن المسیب الکوفی۔ علامہ ذہبی

صدوق اور مشہور لکھا ہے یحییٰ کا قول ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ ان سے عنبر اور جریر وغیرہ نے حدیث کی روایت ابو حاتم نے ان کو صالح الحدیث کہا ہے[۶]

۹۔ عبد الوارث بن سعید متوفی ۱۸۰

زمانہ کے فصیح ترین لوگوں میں تھے یہاں تک کہ ان کی مثل کے طور پر بیان کی جاتی تھی۔ قرآن کے حافظ نے ایوب اور یزید الرشک اور ان کے طبقے سے کی روایت کی ہے اور ان سے مسدد، حمید بن مسعدہ

---

[۱] تہذیب التہذیب ۱/ ۲۹۱ [۲] رجال نجاشی صفحہ ۸۴ [۳] میزان الاعتدال ۱/ ۱۴۶ [۴] تہذیب التہذیب ۵/ ۴۱، نجاشی فہرست طوسی صفحہ ۱۷۴ [۵] میزان الاعتدال ۲/ ۲۸۵ [۶] ایضاً ۲/ ۹۳ [۷] شذرات الذہب ۱/ ۲۹۳۔

www.kitabmart.in

شیر جماعت نے کہا ہے
سان اور باقی ائمہ حدیث کا ان سے احتجاج کرنے پر
ہے [۲]

عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ الشامی البصری
متوفی ۱۸۹ھ ۔ اپنے زمانہ کے علماء حدیث میں
نے حمید الطویل اور اس کی جماعت سے احادیث کی
ں ہے [۳]

ابو علی الصیقلی ۔ دوسری صدی کے راویان خطب
منصور اور سفیان ثوری نے ان سے روایت حدیث
[۴]

سہل بن شعیب النہمی الکوفی ۔ انھوں نے شعبی
للہ بن عبد اللہ الکندی سے احادیث کی روایت کی ہے
سے ابو غسان مالک بن اسمٰعیل اور ابو داؤد طیالسی

ابو خالد الاحمر متوفی ۱۸۹ھ ۔ کبار علماء
نھوں نے ابو مالک اشجعی اور ان کے طبقہ کے کثیر التعداد لوگوں
یت حدیث کی ہے ۔ ابن معین اور ابن عدی کے علاوہ دیگر
نے ان کی توثیق کی ہے [۶]

ابو معاویہ الضریر محمد بن معاویہ الکوفی الحافظ
۱۹۵ھ دوسری صدی کے جید علماء میں تھے ۔
تک اعمش کی خدمت میں رہے ہیں ۔ چنانچہ شعبہ کو جب
حدیث میں توقف ہوتا تھا تو ابو معاویہ سے رجوع کرتے
ن ناصر الدین نے ان کو کوفہ کے ثقات محدثین میں
[۷]

عبد الرحمٰن بن محمد المحاربی متوفی ۱۹۵ھ حافظ
، انھوں نے ملک بن عمیر اور ایک جماعت سے احادیث
یت کی ہے ۔ وکیع کا قول ہے کہ طوال کا حافظ ان سے

زیادہ کوئی نہیں تھا [۸]

۱۶۔ محمد بن یزید ابو ہشام الکوفی ۔ دوسری صدی کے
علماء میں ہیں، انھوں نے ابو بکر بن عیاش اور ابن فضیل سے احادیث
کی روایت کی ہے اور ان سے محاملی اور دیگر محدثین نے ۔ احمد العجلی
کا قول ہے کہ ان کی روایت سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں
ہے اور دوسرے لوگوں نے ۔ ان کو صدوق کہا ہے [۹]

۱۷۔ ابراہیم بن عیینہ بن ابی عمران الہلالی متوفی
۱۹۷ھ ۔ مشہور راوئی حدیث ہیں انھوں نے ابو حیان تیمی،
ثوری، شعبہ، معمر، عمرو بن منصور الحمانی سے روایت کی ہے اور
اور ان سے ابن معین اور ابن ابی عمر العدنی نے
ابن حبان نے ان کا شمار ثقات میں کیا ہے اور عجلی ان کو صدوق
کہتے ہیں ۔ ابن معین نے کہا ہے کان مسلمۃ صدوقا وہ مسلمان
اور صدوق تھے [۱۰]

۱۸۔ عون بن سلام الکوفی متوفی ۲۳۰ھ ۔ کوفہ کے
محدثین میں ہیں انھوں نے اسرائیل اور ابو بکر نہشلی سے روایت
حدیث کی ہے اور ان سے مسلم اور مطین نے ذہبی نے کہا ہے کہ
صدوق تھے، لیکن قدرے تلقین سے کام لیتے تھے [۱۱]

۱۹۔ زیاد بن خیثمہ الجعفی الکوفی ۔ انھوں نے مجاہد
شعبی، ابو اسحٰق سبیعی، سعد طائی اور دارم سے احادیث کی روایت
کی ہے ان سے زہیر بن معاویہ، ہشیم، وکیع اور شجاع بن الولید
نے، یحییٰ بن معین اور ابو زرعہ نے ان کو ثقہ کہا ہے [۱۲]

۲۰۔ شجاع بن الولید متوفی ۲۰۴ھ ۔ کوفہ کے
محدثین میں ہیں، ابن ناصر الدین کا قول ہے کہ وہ ثقہ، پرہیزگار
عبادت گزار اور معتمد تھے اور عجلی میں ان کو صلحاء محدثین اور عبا
میں کہا ہے ۔ اعمش اور کبار محدثین سے انھوں نے حدیث کی روایت
کی ہے ۔ سفیان ثوری کا قول ہے کہ کوفہ میں شجاع بن الولید
سے زیادہ عابد کوئی نہیں ہے [۱۳]

الاعتدال ۲/۱۴۴ [۳] شذرات الذہب ۱/۲۹۳ [۴] ایضاً ۱/۳۲۴ [۵] لسان المیزان ۶/۴۱۴ [۶] کتاب الجرح والتعدیل ج
۱۹ [۷] شذرات ۱/۳۴۵ [۸] شذرات ۱/۳۴۳ [۹] شذرات ۱/۳۴۳ [۱۰] میزان الاعتدال ۲/۴۵۹ [۱۱] تہذیب التہذ
[۱۲] میزان الاعتدال ۲/۲۷۸، [۱۳] کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ قسم ۲ ص ۵۳ [۱۴] شذرات ۲/۱۲۔

www.kitabmart.in

۲۱۔ الاصمعی۔ (ابو سعید عبد الملک الباہلی) متوفی ۲۱۶ھ۔ تیسری صدی کے مشہور ادیب اور مولف ہیں۔ اشعار عرب پر ان کو کامل بصیرت حاصل تھی، ابو عبیدہ معمر بن المثنی کے ہم عصر اور خلیفہ ہارون رشید عباسی کے مصاحبین میں تھے۔ صاحب اکتفاء القنوع نے حسب ذیل کتابیں ان کی تصنیف سے لکھی ہیں۔

(۱) کتاب خلق الانسان (۲) کتاب الانشاء۔
(۳) کتاب الامثال والنوادر۔ (۴) کتاب النبات [1]۔

۲۲۔ مسدد بن مسربل بن مسربل بن شریک الاسدی متوفی ۲۲۸ھ۔ تیسری صدی کے علماء میں ہیں انھوں نے حماد بن زید، مہدی بن میمون سلام بن ابی مطیع، یحیی القطان جویریہ بن اسماء، ابو عوانہ اور عبد الواحد بن زیاد سے روایت حدیث کی ہے [2]۔

۲۳۔ ضرار بن صرد متوفی ۲۲۹ھ۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے اسناد کے ساتھ ان سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

یا علی انت تبین لا متی ما اختلفوا فیہ من بعدی [3]

اے علی! تم میرے بعد امت کے اختلافی و نزاعی مسائل میں فیصلہ کردگے۔

۲۴۔ اسمٰعیل بن عیسیٰ البغدادی العطار متوفی ۲۳۲ھ۔ ازدی نے ان کو ضعیف کہا ہے لیکن ان کے علاوہ دیگر محدثین خطیب اور ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ ان سے حسین بن محمد بن عکرمہ القطان نے روایت کی ہے۔ ابن حاتم کا قول ہے کہ میں نے اپنے والد اور ابو زرعہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے ان سے احادیث لکھی ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم سے علی بن حسین نے ان کے واسطہ سے حدیث کی روایت کی ہے

۲۵۔ الحافظ الامام ابو الحسن السعدی ا
علی بن حجر نزیل نیشاپور متوفی سنہ ۲۴۴ھ

میں ہے کہ انھوں نے اسمٰعیل بن جعفر اور شریک نیز محد
کثیر جماعت سے احادیث کی روایت کی ہے اور ثقا
میں تھے [5]۔

۲۶۔ اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری متوفی
انھوں نے مالک ابراہیم بن سعد ابن ابی الزناد، ابو س
خیثم، ابن عیینہ، عمر بن شاکر البصری وغیرہم سے احا
روایت کی ہے۔ بخاری نے کتاب خلق افعال العباد میں
ایک حدیث لکھی ہے۔ نیز ابو داؤد، ترمذی، ابن ما
خزیمہ، ساجی، ابو یعلی اور ابو عروبہ جیسے محدثین نے ا
میں ان سے احادیث نقل کی ہیں، ابن ابی حاتم کا قول
اپنے والد سے ان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے
صدوق ہیں۔" اسی طرح عطین نے بھی ان کو صدوق
ابن حبان نے ثقات میں ان کا شمار کیا ہے لیکن یہ کہ
کبھی کبھی ان سے خطا ہوتی ہے [6]۔

۲۷۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ متوفی س
کوفہ کے رہنے والے ہیں، انھوں نے اپنے باپ عثمان
شیبہ، ابن المدینی، احمد بن یونس نیز محدثین کی ایک کث
سے احادیث کو سنا ہے، ان سے نجاد، شافعی البزار او
نے روایت کی ہے۔

مؤلف لسان المیزان ان کے تذکرے میں لکھتے ہ
عالما بصیرا بالحدیث والرجال لہ تو
مفید ہ " محمد بن عثمان، حدیث اور رجال
اور اس میں بصیرت رکھنے والے تھے ان کی مفید تالیف
صالح جزیرہ اور ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے خطیب
نے ان کی تالیفات میں ایک کتاب "تاریخ کبیر" کا تذ

[1] اکتفاء القنوع ص ۶۳ [2] کتاب الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی ۴/۳۳۸ [3] میزان الاعتدال ۱/۴۲۴ [4] لسان المیزان ا
[5] شذرات الذہب ۲/۱۰۵ [6] تہذیب التہذیب ۱/۳۳۶۔

www.kitabmart.in

کہا ہے کہ وہ صاحب فہم و معرفت تھے [1]

۲۸۔ احمد بن یحیی ثعلب متوفی ۲۹۱ھ ۔ تیسری ری کے مشہور علمائے ادب میں ہیں، انھوں نے عبید اللہ بن عمران المرزبانی سے روایت کی ہے۔ مولف "اکتفاء، وع بما ہو مطبوع" نے لغت عربی میں ان کی ایک ب "الفصیح" کا ذکر کیا ہے جو لایپزک میں طبع ہو چکی [2]

۲۹۔ محمد بن ذکریا الغلابی متوفی ۲۹۸ھ ۔ بصرہ ی وجاہت اصحاب میں تھے نجاشی نے ان کی تصانیف کی طویل فہرست دی ہے جن میں حسب ذیل کتابیں خاص طور قابل ذکر ہیں۔

کتاب الجمل الکبیر[1]، والجمل المختصر[2]، کتاب صفین الکبیر[3] ین المختصر[4]، مقتل الحسین[5]، کتاب النہر[6]، کتاب الاجواد[7]، ں امیر المومنین [8]

مذکورہ بالا کتابوں میں نہج البلاغۃ کے کم و بیش مندرجات یا جانا یقینی ہے اس کے علاوہ ضرار کے واقعہ کے سلسلہ ۃ میں بھی ان کا نام ملتا ہے جیسا کہ ضرار کے ذکر میں لکھا چکا ہے۔

۳۰۔ فضل بن الحباب الجمحی متوفی ۳۰۵ھ بصرہ ستند علما، حدیث میں تھے۔ انھوں نے قعنبی، مسلم بن ابراہیم ان بن حرب اور ان کی جماعت سے احادیث کی روایت ہے۔ علامہ ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ فضل بن ب ثقہ اور عالم تھے میں نے حدیث کے بارے میں ان کے کوئی تلیین نہیں پائی مگر یہ کہ سلیمان نے ان کو رافضی ہے لیکن ابو حنیفہ نے اس کی تردید کی ہے [1]

۳۱۔ ابوبکر محمد بن القاسم محمد بن بشار المعروف بابن نباری متوفی ۳۲۷ھ ۔ چوتھی صدی ہجری کے مشہور

مولفین علمائے ادب میں ہیں۔ صاحب اکتفاء القنوع ان کی مولفات میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

کتاب الانصاف، کتاب الاضداد، اسرار العربیہ ان کی ایک کتاب "مرسوم الخط" کا ایک مخطوطہ کتاب خانہ رام پور میں موجود ہے۔

۳۲۔ احمد بن محمد بن الحارث متوفی ۳۵۹ھ حافظ ابو نعیم، محمد بن عمیر بن بکیر اور حلال نے ان سے روایت کی ہے [1]

۳۳۔ عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل نے اپنے والد احمد بن محمد بن حنبل، ابو المنیع الزہرانی عبد علی بن حماد الزہبی، ہدبہ بن خالد، ابراہیم بن سلمان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ ابو محمد کا قول کہ میں ان سے ملا ہوں اور ہم دونوں نے ایک ساتھ مل کر بن مالک البزاز سے حدیث سنی ہے وہ صدوق اور ثقہ ہیں

۳۴۔ ابو القاسم الرحل حبیب بن الحسن القزار متوفی ۳۵۹ھ ۔ انھوں نے ابو مسلم الکجی اور جماعت سے احادیث کو سنا ہے ان سے عامی، حافظ ابو نعیم وغیرہ روایت کی ہے برقانی نے ان کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن الفوارس، خطیب بغدادی اور حافظ ابو نعیم نے ان کی توثیق کی ہے [1]

۳۵۔ احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک ابن القطیعی متوفی ۳۶۸ھ ۔ مولف لسان المیزان نے صدوق فی نفسہ لکھا ہے خطیب بغدادی ان کے تذکرہ لکھتے ہیں "لا اعلم احدا تراک الاحتجاج ب میں نے کسی کو ایسا نہیں پایا جس نے ان سے احتجاج کر ترک کیا ہو۔ حاکم نے ان کو ثقہ اور مامون اور اپنے زمانہ مستند ترین محدثین میں لکھا ہے [1]

لسان المیزان ۵/ ۲۸۰ [1] اکتفاء القنوع ص ۳۱۶ [2] رجال نجاشی ص [3] میزان الاعتدال ۲/ ۲۹۶، شذرات ۲/ میزان الاعتدال ۱/ ۵۴ [4] کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ قسم ۲ ص [5] لسان المیزان ۲/ ۱۷۰، شذرات ۳/ ۲۸ [6] لسان المیزان ۱/

www.kitabmart.in

آخر میں حسب ذیل چند حوالے نہج البلاغۃ کے درج کئے جاتے ہیں جو اس مقالہ کی تیاری کے دوران میں میری نظر سے گذرے ہیں اور غالباً جناب عرشی صاحب کی دسترس میں نہیں آسکے۔

۱۔ امیر المومنین کا ایک مشہور خط ہے جو آپ نے امیر معاویہ کو لکھا ہے، اس کا آغاز اس طرح ہے۔

اما بعد، فقد اتانی کتابک تذکر فیہ اصطفاء اللہ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لدینہ و تائیدہ ایاہ بمن ایدہ من اصحابہ فلقد خبأ لنا الدھر منک عجباً الخ[1]

اما بعد! تمہارا خط مجھ کو ملا جس میں تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا اپنے دین کے لیے برگزیدہ بنانے اور ان کے مددگار اصحاب کے ذریعے اس کی تائید کا ذکر کیا ہے۔ ضرور زمانہ نے ہمارے لیے تم سے عجیب عجیب باتوں کو چھپا رکھا تھا۔

یہ خط قاضی شہاب الدین ابو العباس احمد بن علی بن احمد مصری متوفی ۸۲۱ھ نے اپنی مشہور کتاب صبح الاعشی (۱/۳۹) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ امیر المومنینؑ کا خط طلحہ و زبیر کے نام جس کے متعلق ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ابو جعفر اسکافی نے کتاب "المقامات فی مناقب امیر المومنین" میں اس خط کا ذکر کیا ہے یہ خط اس طرح شروع ہوتا ہے۔

اما بعد فقد علمتما و ان کتمتما انی کرہت ان یرد الناس حتی اراد و نی ولم ابایعھم حتی بایعونی الخ[2]

اما بعد! ضرور تم دونوں کو اس بات کا علم ہے اگرچہ چھپاتے ہو کہ میں نے خلافت کی خواہش نہیں کی یہاں تک کہ لوگ خود میری طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت تک میں نے بیعت نہیں کی جب تک انھوں نے میری بیعت نہیں کی۔

یہ خط ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب "الامامۃ والسیاسۃ (۱/۵۵) میں نقل کیا ہے۔

۳۔ امیر المومنینؑ کی ایک مشہور وصیت ہے جو جنگ صفین سے واپسی پر "حاضرین" کے مقام پر امام علیہ السلام کو لکھ کر بھیجی ہے۔ یہ ایک طویل وصیت ہے نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کے گیارہ صفحات پر ہے شروع ہوتی ہے۔

من الوالد الفان المقر للزمان المدبر المستسلم للدھر الذام للدنیا، الساکن مساکن الموتی والظاعن عنھا غدا۔ الی المولود المؤمل مالا یدرک السالک سبیل من قد ھلک الاسقام و رھینۃ الایام و رمیۃ المصائب و عبد الدنیا و تاجر الغرور[3] الخ

فنا ہونے والے، زمانہ کی خصومتوں کے سامنے سپر کرنے والے، بڑھاپے کی طرف عمر کو رد و گردان کرنے والے، کی فریب کاریوں کے سامنے سپر انداختہ ہونے والے مذمت کرنے والے، مُردوں کی سکونت گاہوں میں والے اور اس دنیا سے کل کو کوچ کر جانے والے باپ سے اس بیٹے کے نام جو میسر نہ ہونے والی چیز (ہدایت) کی آرزو رکھتا ہے اور جو ہلاک ہو چکا ہو اس کے راستے ہے بیماریوں کے تیروں کا نشانہ شد ائد روزگار کا مرہون کاہف، دنیا کا بندہ، خدع و فریب کا تاجر ہے۔

یہ پوری وصیت قدرے اختصار کے ساتھ ابن عبد الاندلسی نے، عقد الفرید (۳/۱۰۱ تا ۱۰۴) میں نقل کی

۴۔ (وقال علیہ السلام فی ذکر خباب یرحم اللہ خبابا ابن الارت فلقد اسلم راغبا وھاجر طائعا وقنع بالکفاف و رضی عن اللہ وعاش مجاھدا[4]

یہ کلام عقد الفرید میں اس طرح نقل ہے۔

وقف علیؑ علی قبر خباب فقال، رحم

---

[1] نہج البلاغۃ ۲/۱۷ [2] نہج البلاغۃ ۲/۶۰ [3] نہج ۲/۸۱ [4] نہج ۲/۸۱۔

www.kitabmart.in

لقد اسلم راغبا وجاهد طائعا وعاش
دا وابتلی فی جسمه احوالا ولن یضیع الله
من احسن عملا۔

خذ الحکمة انّی کانت فانها الحکمة
فی صدر المنافق، فتلجلج فی صدره حتّی
فتکن الی صواجها فی صدر المومن علہ

علی بن ابی طالبؑ جناب کی پر کھڑے ہوئے اور اس طرح فرمایا
ب پر رحم کرے وہ برغبت اسلام لائے اور بطوع خاطر جہاد کیا
نی آزار میں مبتلا رہے، اور اللہ نیک عمل بجالانیوالے کے اجر
ائع نہیں کرتا۔

کمت جہاں بھی ہو اس کو حاصل کرو اس لیے کہ وہ منافق کے سینے
کے لیے بیچین رہتی ہے، پس وہ اپنے صحیح مقام مومن کے سینے
سکون پذیر ہوتی ہے۔

کلام ابن درید نے کتاب "المجتنیٰ" (صہ ۶۲) میں نقل

عجبت لمن یقنط ومعه الاستغفار علہ

کلام عقد فرید میں اس طرح درج ہے۔

با لمن یهلك ومعه النجاة قیل له وما هی
توبة والاستغفار۔

ب ہے اس شخص پر جس کے ساتھ نجات ہو اور پھر ہلاک
چھا گیا کہ وہ (نجات) کیا ہے فرمایا توبہ و استغفار۔

ولا خیر فی الدنیا الا لاحد رجلین، رجل اذنب
تدارك ذلك بتوبة، او رجل یسارع فی الخیرات علہ

یا میں نیکی صرف دو آدمیوں کے لیے ہے ایک وہ شخص کہ جس نے
ر فوراً ہی توبہ سے اس کا تدارک کر لیا یا وہ شخص جو اعمال
ں جلدی کرتا ہے۔

کونوا لقبول العمل اشد اهتماما منکم
ل، فانه لن یقل عمل مع التقوی وکیف
ل یتقبل علہ

لوگو! عمل کی بہ نسبت قبولیت عمل کے لیے زیادہ اہتمام کرو اسلیے
کہ تقویٰ کے ساتھ جو عمل ہوگا وہ قلیل نہیں ہو سکتا اور وہ عمل کس طرح
قلیل ہو سکتا ہے جو قبول ہو جائے۔

مذکورہ بالا دونوں کلام جمال الدین ابو بکر الخوارزمی متوفی
سنہ ۳۸۳ھ نے اپنی کتاب مفید العلوم ومبید الہموم صہ ۲۵۹ پر
نقل کیے ہیں۔

۹- طوبی لمن ذلّ فی نفسه وطاب کسبه وصلحت
سریرته وحسنت خلیقته وانفق الفضل من
ماله وامسك الفضل من لسانه وعزل عن
الناس شره ووسعته السنة ولم ینسب الی البدعة علہ

خوشا حال اس شخص کا جو اپنے نفس میں ذلیل ہو اور اس کی
کمائی پاک ہو اس کا باطن اچھا ہو اور اخلاق پاکیزہ ہوں اور اپنے
مال کا فاضل حصہ راہ خدا میں نکالتا ہو اور فضول باتوں سے زبان
کو روکے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہے سنت اس پر وسیع ہو اور
بدعت سے دور رہے۔

اس کلام کے متعلق جامع نے یہ نوٹ دیا ہے کہ کچھ لوگ
اس کو رسول اللہ کی طرف نسبت دیتے ہیں، چنانچہ محی الدین ابن
عربی متوفی سنہ ۶۳۸ھ نے اس کو قول رسول کی حیثیت سے اپنی کتاب
محاضرات الابرار ومسامرة الاخبار (صہ ۱۰۱) میں حسب ذیل اسناد
کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا ابو بکر السجستانی ثنا هبة الله بن علی
ثنا ابن برکات السعیدی ثنا محمد بن سلامه
ثنا احمد بن محمد بن الحاج ثنا عبد الله
الفضل بن عبیده الهاشمی حدثنا ابو محمد
بکر بن سهل الدمیاطی املاء ثنا محمد بن
ابی السری ثنا عبد العزیز بن عبد الصمد ثنا
ابان بن ابی عیاش عن انس بن مالك قال
خطبنا رسول الله الجدعاء فقال فی خطبته...
.....طوبی لمن ذلّ فی نفسه الخ

---

۱ صہ ۸۴/۲ ۲ صہ نہج ۲/۸۵ ۳ صہ نہج ۲/۸۶ ۴ صہ ایضاً ۵ صہ نہج ۲/۹۰۔

www.kitabmart.in

۱۰- ان الدنیا دار صدق لمن صدقها و دار عافیة لمن فهم عنها و دار غنی لمن تزود منها[1] الخ

دنیا اس شخص کے لیے سچائی کا گھر ہے جو اس کی تصدیق کرے اور عافیت کا گھر ہے اس کے لیے جو اس کی باتوں کو سمجھے اور تونگری کا مقام ہے اس کے لیے جو اس سے زاد راہ آخرت حاصل کرے۔

یہ کلام بھی محی الدین ابن عربی نے، محاضرات الابرار (۲/۸۳) میں نقل کیا ہے۔ اسناد حسب ذیل ہیں:

ومن مواعظ علی بن ابی طالب رضی الله عنه ما رویناه من حدیث ابی بکر بن ابی الدنیا قال حدثنا علی بن الحسن ابن ابی مریم عن عبد الله بن صالح بن مسلم العجلی عن معاذ الهراء قال سمع علی بن ابی طالب رضی الله عنه رجلا یسب الدنیا فقال علیؑ، انها دار صدق لمن صدقها الخ

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مواعظ میں سے ایک وہ موعظہ بھی ہے جس کو ہم نے ابوبکر بن ابی الدنیا کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ ابوبکر کا بیان ہے کہ ہم سے علی بن حسن بن ابی مریم نے۔ ان سے عبداللہ بن مسلم العجلی نے، ان سے معاذ الہراء نے بیان کیا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دنیا کو ملامت کرتے سنا اس پر آپ نے فرمایا کہ دنیا اس شخص کے لیے سچائی کا گھر ہے جو اس کی تصدیق کرے۔

۱۱- (وقال ع) ان هذه القلوب تمل کما تمل الابدان فابتغوا لها طرائف الحکمة[2]

یہ کلام ابن عبدربہ الاندلسی عقد الفرید (۸/۹۵) میں اس طرح نقل کیا ہے۔

اجموا هذه القلوب والتمسوا لها طرف الحکمة فانها تمل کما تمل الابدان

ان قلوب کو بالیدہ کرو اور ان کے لیے تازہ تازہ حکمتیں فراہم کرو اس لیے کہ دل بھی اسی طرح تھک جاتے ہیں جس طرح جسم۔

۱۲- (وقال ع) یا بن آدم ما کسبت فوق قوتک فانت فیه خازن لغیرک[3]

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۲/۱۷۳) میں اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

قال علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه یا ابن آدم لهم یومك الذی انت فیه رزقك، واعلم انك لا تکسب من المال شیئاً فوق قوتك الا کنت فیه خازنا لغیرك

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے، اے آج کے دن کل کا غم، جو ابھی نہیں آیا ہے۔ مت کھا اس وہ تیرے لیے مقدر ہے تو ضرور اس دن کا رزق تجھ کو پہنچے رکھ کہ تو اپنی قوت سے زائد جو کچھ کمائیگا وہ گویا تو اپنے غیر کیلیے خزا

۱۳- اول عوض الحلیم من حلمه ان الـ انصاره علی الجاهل[4]

حلیم آدمی کے حلم کا پہلا عوض یہ ہے کہ جاہل کے خلا مددگار زیادہ ہو جاتے ہیں۔

یہ کلام ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (۱/۲۸۵) میں کے ساتھ نقل کیا ہے نیز ابن عبدربہ الاندلسی نے عق (۲/۱۲۳) میں اس طرح لکھا ہے۔

حلمك علی السفیه یکثر انصارك علی

۱۴- لسان العاقل وراء قلبه وقلب الـ وراء لسانه[5]

یہ کلام عقد الفرید (۲/۱۰۱) میں حسن بصری کے قو سے اس طرح درج ہے۔

لسان العاقل من وراء قلبه فاذا اراد تفکر فان کان له قال وان کان علیه س قلب الاحمق من وراء لسانه فاذا ان یقول قال۔

عقلمند کی زبان دل میں ہوتی ہے پس جب وہ بو کرتا ہے تو سوچتا ہے اگر وہ کلام اس کے مفید ہوتا ہے

[1] نہج ۲/۹۱ [2] نہج ۲/۹۰ [3] ایضاً [4] نہج ۲/۹۹ [5] نہج ۲/۸۱۔

www.kitabmart.in

بدترین فقر بے وقوفی ہے۔

ن ہوتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے اور بیوقوف کا دل اسکی
تا ہے پس جب وہ بولنے کا ارادہ کرتا ہے کہہ ڈالتا ہے۔
وقال ع الجود حارس الاعراض والحلم فدام
والعفو زکاۃ الظفر والسلو عوضك ممن
لاستشارۃ عین الھدایۃ، وقد خاطر من
برأیہ، والصبر ینا ضل الحدثان، والجزع
ن الزمان، واشرف الغنی ترك المنی، وکم
اسیر تحت ھوی امیر، ومن التوفیق حفظ
، والمودۃ قرابۃ مستفادۃ ولا
لولا ع

المومنین کا ارشاد ہے، سخاوت و بخشش، ناموس کی نگہبان
دان کے ہونٹوں پر مہر لگا دیتا ہے اور معاف کرنا دشمن پر فتح
ۃ ہے، اور مشورہ کرنا ہدایت کا سرچشمہ ہے جس شخص نے
بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا صبر حوادث روزگار کا مقابلہ کرتا
واد یلا زمانہ کے مددگار ہیں، بہترین تونگری یہ ہے کہ آرزوؤں
یا جائے بہت سی عقلیں ہیں جو امیر کی خواہشات نفسانی
گرفتار ہیں، زمانہ کے تجربوں کا یاد رکھنا بھی ایک توفیق ہے
دہ دینے والی قرابت ہے، جو شخص تجھ سے آزردہ خاطر ہو
ا امین نہ بنا۔

۔ (وقال ع) عجب المرء بنفسہ احد حساد عقلہ ع
ی کا اپنے نفس کو پسند کرنا عقل کے حاسدوں میں سے
دہے۔

۔ الخلاف یھدم الرائ ع
ی اختلاف تدبیر کو خراب کر دیتا ہے۔

۔ من نال استطال ع
ں نے سخاوت کی اس نے تفوق اور بزرگی کو پالیا۔

۔ فی تقلب الاحوال علم جواھر الرجال ع
لات کی پے در پے کروٹوں سے مردوں کے جوہر پہچانے
ں۔

۲۰۔ اکثر مصارع العقول تحت بروق المطامع
اکثر عقلوں کی قتل گاہیں حرص و طمع کی بجلیوں کے نیچے ہیں۔

۲۱۔ لیس من العدل القضاء علی الثقۃ بالظن
عدل یہ نہیں ہے کہ محض اپنے گمان پر بھروسہ کر کے حکم نافذ
کر دیا جائے۔

۲۲۔ بئس الزاد الی المعاد العدوان علی العباد۔
بندوں پر ظلم کرنا، آخرت کے لیے نہایت برا توشہ ہے

۲۳۔ من اشرف افعال الکریم غفلتہ عما یعلم۔
کریم کا بلند ترین فعل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ان عیوب کی جنہیں
جو اس کو معلوم ہیں۔

۲۴۔ من کساہ الحیاء ثوبہ لم یر الناس عیبہ
جس نے حیا کا جامہ پہن لیا پھر لوگ اس کے عیوب نہیں
دیکھ سکتے۔

۲۵۔ بکثرۃ الصمت تکون الھیبۃ وبالنصفۃ یکثر
المواصلون، وبالافضال تعظم الاقدار، وبالتواضع
تتم النعمۃ، وباحتمال المؤن یجب السودد، وبالسیرۃ
العادلۃ یقھر المنادی وبالحلم عن السفیہ تکثر
الانصار علیہ ع

زیادہ خاموشی سے ہیبت میں اضافہ ہوتا ہے اور انصاف
کرنے سے ملنے والے زیادہ ہوتے ہیں، اور احسان و اکرام کرنے
سے مرتبہ بلند ہوتا ہے اور تواضع سے نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے، بہم
تکالیف برداشت کرنا سرداری کا موجب ہے۔ میانہ روی سے دشمن
مغلوب ہو جاتے ہیں۔ نادان کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنے سے
اس کے خلاف یاور و انصار بڑھ جاتے ہیں۔

۲۶۔ العجب نغفلۃ الحساد عن سلامۃ الاجساد ع
جسمانی صحت و سلامتی سے غفلت پر حاسدوں سے تعجب ہی

۲۷۔ الطامع فی وثاق الذل ع
حرص کرنے والا ذلت و خواری کی قید میں ہے۔

مذکورہ بالا تمام ارشادات علویہ ابن درید نے اپنی کتاب

۱۔ ۲/۱۰۰ ۲۔ نہج ۲/۱۰۰ ۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً ۶۔ نہج ۲/۱۰۱ ۷۔ ایضاً ۸۔ ایضاً۔

www.kitabmart.in

"المجتبیٰ" ص۳۵ تا ص۴۷ میں اقول الحکماء کے عنوان کے وقت نقل کئے ہیں۔

۲۸۔ (وقد سئل) عن مسافة مابین الشمس المشرق والمغرب (فقال علیه السلام) مسیرة یوم للشمس ع۱

یہ کلام عقد الفرید (۲/۱۱۷) میں قدرے اضافہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

وقیل لعلی بن ابی طالب علیه السلام کم بین المشرق والمغرب فقال مسیرة یوم للشمس قیل له فکم بین السماء والارض قال مسیرة ساعة لدعوة مستجابة

علی بن ابی طالب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے فرمایا بقدر مسافت یک روزہ آفتاب پھر پوچھا گیا کہ زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے فرمایا اس ایک ساعت کی مسافت کے بقدر جو دعائے مستجاب طے کرتی ہے۔

۲۹۔ (وقال ع) اشد الذنوب ما استهان به صاحبه ع۲

یہ کلام، ابو العباس عبد اللہ بن المعتز بن المتوکل متوفی ۲۹۶ھ نے کتاب البدیع، ص۱۳۷ پر اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وقال علی رضی الله عنه ان اعظم الذنب ما صغر عنه صاحبه

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ بڑا گناہ وہ ہے جو اس کے صاحب کے نزدیک حقیر ہو

۳۰۔ (وقال ع) الحلم والاناة توأمان علو الهمة ع۳

یہ کلام کتاب البدیع ص۵ پر انہی الفاظ کے

آخر میں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کی تیاری کے لیے مجھ کو صرف دو ہفتے مل سکے ہیں جس اس سلسلہ کی بہت سی کتابیں نہیں دیکھ سکا جو میری نظ جس کے بعد مقالہ کی افادی حیثیت میں بہت کچھ اضافہ توقع تھی۔ انشاء اللہ کسی دوسری صحبت میں اس مقا حسب دلخواہ ہدیۂ ناظرین کر سکوں گا۔

گورنر بصرہ عبد اللہ بن عباس کے نام
بنی تمیم کی سفارش

تمہیں جاننا چاہیئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں ابلیس اترتا ہے اور جہاں فتنوں کی کھیتی ہوتی ہے۔ تم بصرہ والوں سے اچھا سلوک کرو۔ ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں نکال دو۔

مجھے خبر ملی ہے کہ اے عبد اللہ تو بنی تمیم کے مقابلے میں دلیر بن گیا ہے اور ان پر تیری سختیاں جاری ہیں حالانکہ بنی تمیم وہ ہیں کہ ان کا ایک ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ان سے

کوئی پیش نہ پا سکا۔ پھر ہم سے ان کا رشتہ قریبی ہے تعلق کا ہے۔ ہم اس رشتہ کو جوڑیں گے تو ثواب پائیں گے توگنا ہگار ہوں گے۔ لہٰذا ابن عباس! احسن رحمت ہو تجھ پر اپنی زبان سے اور ہاتھ شر میں ہشیار رہ کیونکہ تو میری طرف حاکم ہے۔ اور تیرے کاموں کی ذمہ د مجھ پر بھی ہے میرے حسن ظن کے ثابت ہو۔ تجھ سے میرا حسن ظن کمزور نہ پائے۔ والسلام

(نہج البلاغۃ)

ع۱ نہج ۲/۱۲ ع۲ نہج ۲/۱۱۷ ع۳ نہج ۲/۱۲۹۔

www.kitabmart.in

نہج البلاغۃ

جناب سیّد محمود حسن صاحب قیصر امروہوی رضا لائبریری رامپور

(۱)

ب علم و حکمت، اے بلاغت کی سبیل — ہے فروغِ چہرۂ ایماں ترا نقشِ جمیل
سید سے لبریز ہے تیرا ایاغ — جلوہ گر افکار میں تیرے رسالت کا دماغ
ہام ہے ہر نقطۂ زیبا ترا — ہے زلالِ وحی کا ساغر ترا ہر دائرہ
ئی میں تری بحرِ تجلی موج زن — ہے تری ہر سطر، تسبیحِ خلیل ذوالمنن
ب کی جان ہے، تو فلسفہ کا تاج ہے — نقشِ پائے فکر تیرا علم کی معراج ہے

دولتِ ایمان ہے تو، مسلم کا سرمایہ ہے تو
بابِ شہرِ علم کی جنس گراں مایہ ہے تو

(۲)

شریحات ہیں روشن گر حق و صواب — چہرۂ اوہام سے تو نے الٹ دی ہے نقاب
استدلال کے تیشوں سے باطل دل فگار — صحنِ قرآن تیرے استنباط سے ہے پُر بہار
لحاد پر تیری شعاعیں تہر ریز — کفر و بدعت سے ہے تجکو دعوتِ رزم و ستیز
وکے واسطے تیرے اشارے ذوالفقار — حیدری ضربت کا آئینہ ترے فقروں کا وار

دیو باطل کے لئے تو آتشیں صمصام ہے
فتنۂ تثلیث تجھ سے لرزہ بر اندام ہے

www.kitabmart.in

(۳)

آج تک ہے تازہ درنگیں، ترے معنی کا باغ — دہر کے حکمت کدہ میں تو ہے اک روش
دفتر صد حکمت و معنی ہے تیرا ہر ورق — تجھ سے سیکھا ہے زمانہ نے سیاست
دانش آموز خرد ہیں تیرے امثال و حکم — تیرے جملوں میں ہے نبض زندگی کا
ہے تصوف مست تیرے ساغر گلفام کا — ہے ترا مرہون منت فلسفہ اسلا
فصحان دہر سر دھنتے ہیں تیرے ساز پر — خیمہ زن تیری بلاغت سرحد اعج
شقشقہ تیرے بیان میں اخطب اسلام کا — ہمہمہ زور خطابت میں ترے ضر

آج بھی ہے عصر نو محتاج پانی کا ترے
اب بھی طغیانی پہ ہے وجلہ معانی کا ترے

الہیات

نہج البلاغۃ کے اقوال سے متاثر ہو کر

(بانو سید پوری)

محالِ محض پہ گفت و شنید کیا ہوگی
یہاں پہ بحث قریب و بعید کیا ہوگی
بدل بھی جائیں یہ ارض و سما تو کیا ہوگا
جو حد میں آ نہ سکے اس کی دید کیا ہوگی
حد ادراک سے کیونکر قدم آگے بڑھائیگی
کہاں تک عقل انسانی احاطہ کرنے جائیگی
تکلم جب کہ پابند تصور ہے تو اے بانو
بیاں کی حد میں حمد خالق عالم نہ آئے گی

نہ آئے حد میں جو اس کو کہاں پہ دیکھیں گے
بدل وہ جائیگا واں کیا جہاں پہ
تصور ہوتا نظر کا تو کہہ بھی سکتے تھے
یہاں پہ دیکھ نہ پائے وہاں پہ دیکھیں گے
وہ بے نیاز بھی ہے، سب کا غمگسار بھی ہے
وہ اپنے آپ کا اخفا بھی اشتہا
یہ کہنہ ذات کا عالم، نشانیوں کا یہ رنگ
چھپا ہوا بھی ہے نظروں سے آشکار بھی ہے
کیا حشر و نشر اس پہ کسی کا اثر نہیں
اس پر تغیرات کا کوئی گذ
ہے دور نقص دید سے بھی اسکی پاک ذات
محرومِ دید ہونا قصور نظر نہیں

www.kitabmart.in

نہج البلاغہ اور جامع نہج البلاغہ سید شریف رضی

مفتی محمد عبدربہ سابق مفتی مصر

بعد حمد و نعت ——— قضا و قدر کے فیصلہ کے مطابق مجھے
بلا ارادہ کتاب نہج البلاغہ کے دیکھنے کا موقع ملا، مجھے یہ کتاب
وقت ملی جب میں پریشان حال تھا، دل کو اطمینان نہ تھا،
شغولیتیں بہت تھیں مگر کام کوئی نہ تھا، اس لیے میں نے
موقع تسلی و تنہائی سمجھ کر بعض صفحات دیکھے، مختلف مقامات
رق موضوعات کے تھوڑے تھوڑے جملوں پر غور کیا، تو مجھے
م پر ایسا معلوم ہونے لگا، جیسے لڑائیاں ہو رہی ہیں، حملے
ر رہے ہیں، ساتھ ہی معلوم ہوتا تھا کہ بلاغت کی حکومت ہے
ت کا اقتدار قائم ہے، نیز اوہام سرکشیاں کر رہے ہیں اور شکوک
ی پر آمادہ ہیں، جن کے ساتھ خطابت کے لشکر اور زوربیان بلاغت
تے نظم کی لڑیوں اور انتظام کی صفوں میں منسلک ہو کر برق وش
ں اور گندی نیزوں کے ساتھ شدید ضرب و پیکار میں مصروف
و دلائل کے لبوں سے دلوں کا خون چوس رہے ہیں جس کے
وسوسوں کی شیطنت ختم (کند) ہوتی جا رہی ہے اور اوہام کے
ا ہوتے جا رہے ہیں اور پھر میں ذرا ہی دیر میں کیا دیکھتا کیا ہوں کہ
فتح نصیب ہو چکی ہے اور باطل شکست کھا چکا ہے، شک کا
وخروش ختم ہو چکا ہے، اور وہم کا فتنہ ختم ہو گیا ہے، اور اس
ت کا مدبّر اور اس غلبہ و اقتدار کے مرد میدان امیر المومنین
ی طالبؓ ہیں، جن کے دست مبارک میں پرچم حکومت تھا۔
بلکہ میں جتنا ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہونچتا مجھے مناظر
، اور آثار متغیر ہوتے ہوئے دکھائی دیتے تھے، چنانچہ کبھی میں
ایسے عالم میں پاتا جیسے اچھی عبارتوں کے حلوں میں معانی کی بلندترین

روحیں آباد ہی ہوتی تھیں، اور وہ معانی اچھے اور پاکیزہ نفوس
کے گرد طواف کر کے اور صاف قلوب سے قریب ہو کر اصلاح کا پیا
دیتے، مقصد کو پائیدار کرتے، اور قلوب کو لغزشوں کے غار میں
گرنے سے بچا کر فضل و کمال کے راستوں پر ڈال دیتے!

اور کبھی اس (کتاب نہج البلاغہ) کے جملے، ایسی خرام طبع ہستیاں
نظر آتیں جن کے دانت نمایاں ہوتے، اور جن کی روح چیتوں کی شکل
میں اور شاہیں کا پنجہ بن کر اپنے شکار پر حملہ کرنے تیار نظر آتی، پھر
وہ اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتی، اور قلوب سے خواہشات چھین لیتی
اور طبائع کی ہوس اُچک لیتی، اور غلط خواہشات، اور باطل خیال
کو چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیتی!

اور کبھی میں یہ دیکھتا کہ ایک عقل نورانی جو جسمانی مخلوق سے کو
مشابہت نہیں رکھتی ہے، خداوندی کے شاہانہ جلوس اور سوار
سے الگ ہو کر روح انسانی سے مل گئی ہے، اور اس پر پڑے ہو
مادی عناصر کے پردوں کو چاک کر کے اُسے ملکوت اعلیٰ کی طرف
اُٹھا لے گئی ہے، یا مشہد نور مجلیٰ تک اُسے لیکر پہونچ گئی ہے، ا
فتنوں اور اوہام کے داغ دھبوں سے صاف کر کے، پایۂ عرش
ایک طرف ٹھہرا دیا ہے،

اور کبھی میں ایسا محسوس کرتا جیسے ایک حکمت نواز خطیب
آوازیں کانوں میں آ رہی ہیں، جو بلند آواز سے کچھ کہہ رہا ہے،
امت کے ارباب حل و عقد کو ندا دے رہا ہے، اُنھیں درست
صحیح راستہ بتا رہا ہے، شک کے مقامات بھی دکھا رہا ہے، اور
پھسل جانے والی جگہوں سے ڈرا رہا ہے، ان کی سیاست کے دقائق

www.kitabmart.in

باریکیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور عقل مندی کی راہوں پر لگا رہا ہے۔ سرداری و امارت کے منصب پر فائز کر رہا ہے اور سیاست و تدبیر کی بلندیوں پر چڑھا رہا ہے، اور وہ جگہ دکھا رہا ہے، جو انسانی اعمال کے انجام و عاقبت کی جگہ ہے!

یہ کتاب جلیل وہ مجموعہ ہے جسے سید شریف رضی رحمہ اللہ نے سیدنا و مولانا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کلام مبارک سے منتخب کیا ہے، اس کلام کے بکھرے ہوئے حصوں کو جمع کیا، اور اس کو "نہج البلاغہ" کا نام دیا، اور میرے علم میں اس نام سے بہتر اس کتاب کی حقیقت کو ظاہر کرنے والا کوئی دوسرا نام ہو بھی نہیں سکتا ہے، میرے لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ میں اس کتاب کے نام سے بہتر اس کے وصف و تعریف کے لیے کوئی دوسرا نام لاؤں۔

اگر پیدائشی خصوصیات اور فرائض کا احساس ہم پر اعتراف جمیل اور محسن کے احسانات کی شکر گزاری فرض نہ ہوتی تو ہم کو یہ بھی بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ نہج البلاغہ میں کیا کیا فنون، فصاحت، اور بلاغت کے کیسے کیسے نکتے موجود ہیں، جب کہ اس نے کلام کے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے، اور عقل کے لئے قبول کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رکھا ہے، مگر عبارت کتاب میں بُعد زمانہ، نیز ہمارے زمانہ کے لوگوں کا اہل زبان سے بے تعلق ہو جانے کی وجہ سے کہیں کہیں غیر معروف الفاظ بھی اپنی خوبیوں کے ساتھ، اور بلیغ جملے تعقید کے بغیر نظر آجاتے ہیں، جس کی وجہ سے مطالعہ کرنے کی فہم بعض مفردات مضمون کے بعض مفہومات کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے، مگر یہ لفظ یا معنی میں کسی ضعف یا کمزوری کی وجہ سے نہیں پیدا ہوتی اس کا سبب خود پڑھنے والے کے ذہن و عقل کی کمزوری ہوتی ہے۔ اور اسی چیز کو دیکھ کر مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان مشکلات کو بھی حل کرتا جاؤں، اور دیکھنے کے ساتھ توضیح بھی کرتا چلوں، اور اس کے مشکل لغات کو حل کر دوں، اور جملوں کی شرح کر دوں، اور اس کے کچھ اشارات کو بھی متعین کر دوں، اور پھر یہ سب چیزیں بقدر ضرورت ہی ہوں، اور توضیح و تشریح بھی حتی الامکان مختصر ہی ہو، اور ان توضیحات میں لغات کی مشہور کتابوں پر اعتماد کروں، اور صحیح روایات ہی کو درج کروں،

ساتھ ہی ساتھ میں نے امام علیہ السلام کے مسئلہ امامت سے متعلق روایتیں اس میں درج کی ہیں، ان کے جرح و تعدیل سے کوئی بحث نہیں رکھا ہے، بلکہ مطالعہ کرنے والے کے فیصلہ پر اُسے چھوڑ دیا ہے کہ وہ ان مسائل سے متعلق مشہور اخبار و آثار و روایات پر نظر یا دوسرے رُخ سے معاملات کو پرکھے، اس کے باوجود عبارت اور اشارات کی تعیین میں بھی کوئی کمی نہیں کی ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں موجود ہے محفوظ اور جو حافظہ میں محفوظ ہے وہ یاد آجائے، تاکہ نسیان اور فراموشی سے بچ سکوں، اور اس کتاب میں مجھے صرف اس سے تعلق رہا ہے کہ اس کے بلند و عالی معنی، کلام و بلاغت کے شعبوں میں کس طرح رفیع و اعلیٰ عبارات و الفاظ کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہیں۔

اکابر علماء کی ایک اچھی خاصی جماعت نے اس کتاب سے دلچسپی لی ہے، اور شرح کی ہے، اور ان میں سے ہر ایک نے ان اسرار کو جو اس کتاب میں موجود ہیں، بیان کرنے میں تطویل سے کام لیا ہے، اور ہر ایک شخص ایک مسلک کی تائید کی اور ایک مشرب کی تقویت میں مصروف رہا ہے، مگر مجھے تمام شرحوں میں یہ چیز بکھری ہوئی، اور ان شارحین کی کتاب میں نقل اور درج کی ہوئی نظر آئیں، اس لئے اگر میں کہیں اتفاق کیا ہے تو یہ اتفاقی امر ہے، اور اگر کہیں مخالفت تو اپنے خیال میں وہی صحیح ہے۔

نیز میں اپنی اس فرہنگ کو کوئی شرح یا شروح کے ضمن بھی نہیں شمار کرتا ہوں بلکہ یہ "نہج البلاغہ" کی صرف ایک فرہنگ تسہیل ہے، اور ایک ایسی چیز ہے جس سے نہج البلاغہ کے کتاب آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ساتھ ہی مجھے امید ہے کہ میرا یہ مختصر بیان اس زمانہ نوجوانوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا، کیونکہ میں نے ا طلب علم کے راستہ میں کھڑا ہوا دیکھا ہے، کہ وہ زبان عر کو حاصل کر کے اپنے مقصد کو پہونچنا چاہتے ہیں، اور ا لئے عربی سلیقہ ڈھونڈھتے ہیں، اور لغوی ملکہ حاصل کرنا چا

www.kitabmart.in

ص خطیب و مقرر اور منشی و ادیب بننا چاہتا ہے، لیکن وہ
ں اور کوشش میں بطور وسیلہ، مقامات اور کتب مراسلات کو
تا ہے، جن کو مولدین نے لکھا ہے، اور پھر متاخرین نے
ر کی ہے، جنھوں نے ان کتابوں کے لکھنے میں سوائے اچھے
ور صنائع بخنیس و سجع کی مراعات اور اس طرح کے دوسرے
ات اور خوبیوں کے اور کوئی خوبی کی بات نہیں پیدا کی ہے،
کا نام فنون بدیعہ رکھا ہے، اگرچہ عبارتیں عظیم و جلیل معانی
ی رہیں، یا رفیع و اعلیٰ اسالیب بیان سے محروم، بہرحال
س نوع کو بعض لسان عربی کہہ سکتے ہیں، کل نہیں کہہ سکتے
صنف کلام تنہا پیش کی جائے تو کلام کے ادنیٰ طبقات میں
گی، اور اواخر القاظ میں اس کی خوبی اور حسن اُسے درمیانی
بھی نہیں پہونچا سکتا ہے، اس لئے اگر وہ مذکورہ طریقہ کے
ان چیزوں کے پڑھنے کی طرف مائل ہوتے جو اہل زبان اور
اہل زبان کے طبقہ اعلیٰ سے منقول و مروی ہے تو اپنی غرض
مقصود کو ضرور پالیتے اور جس چیز کے لئے ان میں تڑپ تھی اُسے
کر لیتے، اور ماہرین عرب میں ہر شخص اس کا قائل ہے کہ
رسولؐ کے کلام کے بعد علی ابن ابی طالبؑ کا کلام اشرف
بلیغ ترین زبان ہے، اور مواد کے اعتبار سے اس کی
کی کوئی تھاہ نہیں ہے، اسلوب کے اعتبار سے بہت بلند
ور معانی کے لحاظ سے تو وہ جلیل ترین حقائق کا جامع ہے۔
نفاسی زبان کو حاصل کرنے کی طلب میں سرگرداں
والے، اور اس کے ذہنوں پر چڑھنے کی خواہش رکھنے والوں
ضروری ہے کہ وہ اس کتاب (نہج البلاغہ) کو اپنا اہم ترین
اور بہترین ذخیرہ قرار دیں، اور جس مقصد کے لئے یہ کتاب
کی گئی ہے ان معانی کو بھی سمجھنے اور اُن پر غور کرنے کی کوشش
اس کے الفاظ میں وہ معانی تلاش کریں، جن کے لئے وہ
استعمال کیا گیا ہے، تاکہ اس طرح وہ اپنے بہترین مقاصد تک
سکیں، اور اچھے نتائج و فوائد حاصل کر سکیں۔

اس کے بعد میں اپنے کام میں اور ان طلبہ کی خواہشات میں
سلے سے کامیابی کی دعا کرتا ہوں، اور اپنی اور اُنکی امیدوں کے
برلانے کی تمنا کرتا ہوں۔

جامع کتاب سیّد شریف رضی کا تذکرہ

اب میرا فرض ہے کہ میں مختصراً اس کتاب کے جامع شریف رضی
کے نسب اور ان کے حالات زندگی سے بھی مطالعہ کرنے والوں کو
کچھ باخبر کروں، ان کا نام ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین بن موسیٰ
بن محمد ابن موسیٰ ابن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر
بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہے
ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت حسین بن حسن الناصر امیر دیلم بن علی بن حس
بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے
شریف رضی ۳۵۹ھ میں پیدا ہوئے، اور تحصیل علم کے بعد نقابہ او
فرائض میں یگانۂ روزگار قرار پائے، اور علم و ادب میں اپنے زما
کے تمام اہل علم سے بازی لے گئے۔

صاحب الیتیمہ کہتے ہیں کہ وہ آج اپنے تمام معاصرین میں س
سے زیادہ فاضل و نادر اور سادات عراق میں نجیب الطرفین ہ
ہے۔ اپنے نسبی شرف اور اعلیٰ خصوصیات کے ساتھ وہ ظاہری او
و اخلاق اور بے شمار فضائل سے آراستہ ہیں، اور ہر قسم کے مجا
اور خوبیوں سے انھیں پورا پورا حصہ ملا ہے، خاندان طالبین
نقباء کی مسند و عہدۂ نقابت انھیں ۳۸۸ھ میں ورثہ میں
اور اس عہدۂ نقابت کے ساتھ وہ تمام عہدے بھی ان کے سپر
ہوئے، جن پر ان کے والد ماجد فائز تھے، مثلاً عہدۂ قضا (فیصلہ
خود اپنی) عہدۂ امیر الحج وغیرہ، اور اپنی عظمت و اہمیت
اعتبار سے اس مقام پر فائز تھے، اور ایسا اعزاز رکھتے تھے
خلیفۂ قادر باللہ عباسی احمد بن مقتدر کو ایک طویل قصیدہ
لکھتے ہیں:-

"امیر المومنین معاف فرمائیں، ہم بلندی کے سایۂ
عظیم درخت کے نیچے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے"

"اظہار فخر کے دن ہم دونوں میں کوئی فرق محسوس نہ ہو گا
کیونکہ ہم دونوں بلندیوں اور علو مرتبت میں گہری جڑیں رکھتے
اور نہایت درجہ اصیل و قدیم ہیں"

www.kitabmart.in

البتہ فرق یہ ہے کہ آپ کو منصب خلافت کا امتیاز حاصل ہوگیا، ور میں اس سے خالی رہا۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ قادر باللہ عباسی نے جب اس بیت کو نا تو کہا "شریف کی آرزوؤں کے برخلاف " " "

اور مذکورہ بیت کی طرح شریف رضی کے بہترین اشعار ں یہ بیت بھی ہے۔

میں نے درجات بلند کی کوشش کی تو انھوں نے مجھ سے یز کیا، اور یہ قاعدہ رہا ہے کہ معشوق عاشق سے گریز کرتا ہے۔

پھر میں نے صبر سے کام لیا تو ان درجوں کو حاصل کرلیا، اور نے بلندی وعظمت کے حصول کو ناممکن سمجھ کر اُسے طلاق نہیں ے دی، (بلکہ صبر وہمت سے کام لیکر اس کو حاصل کرلیا)۔

شریف رضی نے بیس برس کی عمر کو پہونچنے کے چند ماہ یا چند ں بعد ہی شاعری شروع کردی تھی، صاحب الیتیمہ فرماتے ، وہ گزشتہ وموجودہ تمام شعرائے طالبین سے زیادہ بڑا رہے، باوجودیکہ ان میں بے شمار بڑے بڑے شعراء ہوچکے ، اور اگر میں یہ کہوں کہ وہ قریش کا سب سے بڑا شاعر ہے یا غلو نہ ہوگا ——— شریف رضیؒ کی تعریف میں یہ بالکل سچ کہ وہ "بے نظیر" شاعر تھے، اور شوکت الفاظ اور نظم کی ت کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، شاعری کے ناہ اور اس کی تمام انواع پر کامل دسترس رکھتے تھے، غول تے تو اہل علم کو مبہوت کردیتے اور اگر قصیدہ کہتے تو بلیغ الفاظ ناندار ترکیبوں سے پڑھنے والے کو حیرت میں ڈال دیتے تھے، گر مرثیہ کہتے تو اس میدان میں بھی تمام شعراء کو پیچھے چھوڑ جاتے اور اس کے ساتھ ہی صاحب طرز انشاپرداز اور متین عبارتوں ند معانی کو سمو دینے والے بلیغ ادیب تھے ——— ان کے تمام کو ایک دیوان میں جمع کرنے کی طرف بعض لوگوں نے توجہ کی جن لیم الخیری کا مرتب کردہ مجموعہ کلام (دیوان) سب سے بہتر ب بڑا دیوان ہے جو چار جلدوں میں سمایا ہے، جیسا کہ صاحب نے ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ صاحب الیتیمہ نے بیان کیا ہے، انھوں نے کتاب معانی قرآن عظیم میں بھی تصنیف کی ہے جس کے اہل علم کا خیال ہو کہ اس جیسی تفسیر کا لکھنا ناممکن ہو اور شریف الرضی کی نحو، لغت اور اصول دین میں وسعت علم کی ہے، نیز انھوں نے ایک کتاب "مجازات قرآن" پر بھی لکھی اتنی بڑی باہمت شخصیت تھی کہ بڑے بڑے دشوار کاموں کی طرف کبھی متوجہ بھی نہیں ہوتے تھے، لیکن ایسے بڑے زمانہ کی اعانت ومدد اپنے ساتھ نہ دیکھی، اس لیے اُسے حق انجام نہ دے سکے، اور پیام قضا آپہونچا۔

عفت وپاکیزگی کا یہ حال تھا کہ اس بارے میں اخفیٰ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، کسی سے کبھی کوئی صلہ یا انعام نہیں حتیٰ کہ اپنے والد کے انعامات کو بھی واپس کردیا خود نبو اس کی کوشش کی کہ وہ ان کے تحفے اور انعامات قبول کر مگر انھوں نے ان کو بھی رد کردیا، اور قبول نہیں کیا، وہ سے سلوک کرنے، دوسروں کی عزت بڑھانے اور اپنے دو اور پیروؤں کے مرتبے اور اعزاز کو بلند کرنے سے بڑی لیتے تھے۔

ابو الحامد محمد الاسفرائینی فقیہ شافعی سے روایت ہے کہ کہ میں ایکدن فخر الملک ابو غالب محمد بن خلف وزیر بہاء الد ان کے لڑکے سلطان الدولہ کے پاس بیٹھا تھا کہ شریف ابو الحسن آئے، چنانچہ وزیر نے ان کی بڑی تعظیم کی اور ان منزلت بڑھائی۔ اور وزیر کے ہاتھ میں جو درخواستیں اور کا تھے ان سب کو نظر انداز کرکے شریف رضی (ابو الحسن) کی ط متوجہ ہوکر، اس وقت تک باتیں کرتا رہا جب تک کہ وہ خو چلے نہ گئے۔ اس کے بعد المرتضیٰ (ابو قاسم) شریف رضی کے آئے، مگر ان کی ویسی تعظیم نہیں کی، اور نہ ویسا اعزاز واکرا بلکہ ان سے باتیں کرنے کے بجائے کچھ کاغذات دیکھتا رہا، وہ تھوڑی دیر بیٹھے۔ پھر وزیر سے کوئی بات کہی جسے وزیر پورا کردیا، اور وہ واپس لوٹ گئے۔

ابو حامد کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں نے وزیر سے پوچھا،

www.kitabmart.in

ش رکھے، یہ المرتضیٰ فقیہ، متکلم اور صاحب علوم و فنون
ے وہ اپنے بھائی سے افضل ہیں، کیونکہ ابوفراس (شریف
ی شاعر ہیں!
کہتے ہیں، یہ سن کر وزیر نے مجھ سے کہا، جب لوگ چلے
اور تنہائی ہو جائے گی تو میں تمہارے اس سوال کا جواب

ہ اسفر اپنی فرماتے ہیں کہ میں جانے کے لیے بالکل تیار بیٹھا
ے کام سامنے آ گئے، جن کی مجھے توقع بھی نہ تھی اس لیے اس
پر مجبور رہ گیا،
کہ لوگ ایک ایک کر کے اُٹھ گئے، اور پھر جب وزیر کے
بھی چلے گئے اور میرے سوا ان کے پاس کوئی نہ رہ گیا
م سے کہا کہ ان دونوں خطوں کو لاؤ جو میں نے تمہیں
پہلے دیئے تھے، اور ان کو فلاں تھیلے میں رکھنے کے لیے
، چنانچہ وہ لے آیا، تو وزیر نے کہا، یہ شریف رضی
مجھے خبر ملی تھی کہ اُن کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے، اس لیے
ایک ہزار دینار اُن کے پاس بھیج دیئے تھے اور کہا تھا
دائی) کے لیے روانہ کر رہا ہوں، کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایسی
دوست اپنے دوستوں کے پاس کچھ نہ کچھ بھیجا کرتے ہیں
رقم کو شریف رضی نے واپس کر دیا اور میرے پاس یہ خط
تم خود پڑھ لو، چنانچہ میں نے اس خط کو پڑھا جس میں اس
یس کر دینے پر اپنی مجبوری کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ ہم
کے احوال پر بیرونی قابلہ مطلع نہیں ہونے پاتی، بلکہ ہمارے
بڑی بوڑھیاں ہی اس کام کو انجام دے لیتی ہیں اور
اں ایسی نہیں ہیں جو کسی کام پر اجرت طلب کریں یا

یر نے کہا ایک تو یہ ہے ۔۔۔ اب مرتضیٰ کا حال سنئے،
ف ملک کی بعض جائدادوں پر کچھ رقموں کا اضافہ کیا
ہ نہر عیسیٰ کے خانہ کو بڑھایا جا سکے، چنانچہ فقیہ و متکلم مرتضیٰ کی
جو مقام واہر پر میں واقع ہے اس اضافہ کے سلسلہ میں تین
، یعنی صرف ایک دینار! چنانچہ اُنھوں نے چند دن ہوئے

اس بارے میں یہ خط لکھا، جسے پڑھ لو ۔۔۔!
یہ خط سو سطروں سے زائد تھا، جس میں اس قدر عاجزی
و بے بسی و خوشامد، بندہ نوازی اور التماس و گذارشات کا اس
معمولی رقم کو معاف کر دینے کے لیے اظہار کیا گیا تھا، جس کا بیان
نہیں ہو سکتا،
اس کے بعد فخر الملک نے کہا کہ اب بتایئے دونوں میں تعظیم و
تکریم کا کون زیادہ مستحق ہے؟ یہ عالم متکلم فقیہ لاثانی جن کا اتنا
چھوٹا دل ہے، یا وہ جو شعر کے سوا اور کسی دوسرے علم میں شہرت حاصل نہ
کر سکا، مگر جو اتنا عالی ظرف ہے!
میں نے کہا، خدائے برتر جناب وزیر کو جزائے خیر دے بخدا آپ نے
دونوں کے ساتھ ٹھیک معاملہ روا رکھا ۔۔۔!
شریف رضی کی وفات محرم ۴۰۶ھ میں ہوئی اور وہ اپنے
گھر کی مسجد انبار سین میں کرخ کے اندر دفن ہوئے، اور اُن کے
بھائی مرتضیٰ ان کے غم میں مشہد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی
طرف چلے گئے، کیونکہ وہ اپنے بھائی کے تابوت و دفن کا منظر
نہیں دیکھ سکتے تھے، اور ان کی نماز جنازہ وزیر فخر الملک ابوغالب
نے پڑھائی اور پھر خود شام کے وقت مشہد شریف کاظمی میں
گئے اور شریف مرتضیٰ کو گھر چلنے پر مجبور کیا۔
شریف رضی کے بھائی شریف مرتضیٰ نے ان کا ایک
مرثیہ لکھا تھا، جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:
(۱) وہ سانحہ جس نے میری انگلی اڑائی حالانکہ میں تو
یہ چاہتا تھا کہ وہ حادثہ میرا سر قلم کر دیتا۔
(۲) میں اُس کے گھاٹ سے برابر واپس لوٹ جاتا تھا
مگر ایک دن وہ (حادثہ) آیا تو مجھے اُسے پی جانا ہی پڑا۔
(۳) اس کے قرض کو میں نے ایک عرصہ تک ٹالا، مگر
جب اُس نے مصمم ارادہ کر لیا تو اس کو میری یہ ٹال مٹول اور
دیر سویر پھر لوٹا نہ سکی۔
(۴) خندقیں چھوٹی مگر پاک و طاہر عمر کا بچھے صلہ دے۔
بہت سی طویل عمریں گندگیوں کے ساتھ بڑھی ہیں۔
ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں

www.kitabmart.in

نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ کوئی ادیب شریف رضی کے گھر کے
س سے گذرا جو سرمن رائے میں واقع تھا، اس ادیب کو یہ معلوم
میں تھا کہ یہ مکان شریف رضی کا ہے، زمانہ نے اُسے تاراج
دیا تھا، اُس کے نقوش مٹ چکے تھے، لیکن آثار و صنادید اسکی
رشتہ عظمت و جلال کی غمازی کرتے تھے، زمانہ کی گردش سے اس کی
یسی حالت ہو جانے پر متعجب و حیران ہو کر وہ ادیب وہاں کھڑا
گیا، اور خود شریف رضی کے ان اشعار کو اس کی عقیل میں
ھنے لگا۔

(۱) ان کی منزلوں اور مکانات پر میں اس وقت رو پڑا، جبکہ
ں کے ٹیلوں کو امتداد زمانہ نے ختم کر دیا تھا۔

(۲) میں اتنا رویا کہ اُس کے غور سے میری لاغر اونٹنی چیخنے
اور میری ملامتوں سے قافلے میں شور مچ گیا۔

میری آنکھیں پھر گئیں۔ اور جب مجھ سے وہ ٹیلے بھی
گئے تو دل بھی پھر گیا۔

جب وہ ادیب یہ اشعار پڑھ رہا تھا اس وقت ایک
اس کے پاس سے گذرا اور اُس نے کہا۔

"تم پہچانتے ہو یہ گھر کس کا ہے؟"

ادیب نے کہا "نہیں"

اس شخص نے کہا۔

"یہ گھر ان بیتوں کے کہنے والے شریف رضی کا ہے"

بہرحال علمائے شریف رضی کے مناقب میں جو کچھ لکھ
ہم اس کا استقصا کریں تو کلام طویل ہو جائے، اور میری غ
یہاں صرف یہ ہے کہ پڑھنے والے شریف رضی کی سیرت سے
ضرورت واقف ہو جائیں۔

خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیرک تر نہیں لیکن وہ بے وفا اور خیانت کار اور عاصی اور نافرمان ہے اور اگر مکر و بے وفائی نکوہیدہ ہوتی تو میں زیرک ترین مردم ہوتا۔ لیکن جان لو ہر مکر و بے وفائی گناہ ہے۔ ہر گناہ نافرمانی ہے اور قیامت کے دن ہر عہد و پیماں شکن کے واسطے پرچم و نشان ہے جس سے وہ پہچانا جائیگا اور خدا کی قسم میں کسی کے مکر سے غافل نہیں ہوں، اور نہ سختی و گرفتاری میں عاجز و ناتواں بن جاتا ہوں۔

(امیر المومنین ؑ)

حضرت عمر کی وفات کے بعد انتخاب خلیفہ کے لیے جو مجلس شوریٰ منعقد ہوئی تھی اس کے بارے میں حضرت علی ؑ نے فرمایا:-

مجھ سے پہلے کسی نے بھی دعوت حق، صلہ رحم اور احسان و بخشش میں سرعت سے کام نہیں لیا ہے۔ پس میری بات سنو، میری گفتار کو بدنظر رکھو، ممکن ہے کہ آج (اس مجلس کے انعقاد کے بعد تم امر خلافت کو اس طرح دیکھو کہ تلواریں کھنچ جائیں، عہد و پیمان شکست ہو جائیں یہاں تک کہ تم میں سے کچھ لوگ اہل ضلالت کے امام اور بعض اہل جہالت کے تابع فرمان بن جائیں۔

www.kitabmart.in

سب سے زیادہ مضبوط تعلق وہ ہے جو انسان اور خدا کے مابین ہے

کلام علیؑ کا عربی ادب پر اثر

نوشتہ جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب لکھنوی صدر الافاضل از لاہور

ماخذ نہج البلاغہ، اور تقریظ مفتی محمد عبدہ کے بعد یہ سطریں اس لیے
ئی ہیں کہ فارسی، عربی، اور اردو میں "کلام علی" پر کئی حیثیتوں
جثیں کی گئی ہیں۔ اتفاق سے تنقید و تاریخی آئینہ میں کلام علی
ز آفرینی" کا تجزیہ نہیں کیا جا سکا۔ کلام علیؑ دین، عرفان، حکام
ق اور تاریخ کا جو بے نظیر مجموعہ ہے اس سے کون ناواقف ہوگا
ب تو عرب عیسائی بھی شخصیت علیؑ پر لکھ رہے ہیں۔

زیر نظر مقالہ امیر المومنینؑ کی شخصیت پر ایک دوسرے انتو
ث کرتا ہے، یعنی حضرت علیؑ کی ادبیت کے اہم پہلو کو موضوع بحث
ہے۔ اور اس یقین پر کہ شاید کوئی اس بحث کو مکمل کر دے
کسی کی تاثیر یا تاثر معلوم کرنے کے لیے موضوع بحث کو "تجزیہ"
ت میں دیکھنا تقریباً ناممکن ہوا کرتا ہے، اس لیے موضوع کا
ر اور اسکے مستقبل کا جائزہ لیکر فیصلہ آسان اور تعارف اضح ہو جاتا ہے
بحث یہ ہو کہ "عربی ادب" پر "کلام علی" کا "اثر" ہوا یا نہیں؟
ئیں کون سی خصوصیتیں پیدا ہوئیں جن سے یہ معلوم ہو کہ "کلام علی"
ب کو متاثر کیا؟

مشکل یہ ہو کہ "عہد تہذیب تاریخ" سے پہلے کسی خاص چیز کا پس منظر
م کرنا "کھدائی"، اور زمین میں معدنیات کی تلاش سے کم نہیں۔

جاہلیت البتہ کلام علی کا پس منظر سمجھنے کے لیے "ادب قبل از اسلام"
طالعہ کرنا ہے۔ یہ مطالعہ اگرچہ کافی طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے
دب قبل از اسلام" جسے "ادب جاہلیت" کہتے ہیں ایک جاندار
اور تاریخی ادب ہے، اس کے دامن میں تیز و تند ہوائیں، زناٹے

کی آندھیاں، چٹیل میدان، اطلال و دمن، اونچی نیچی پہاڑیوں پر
آگ کی شعلہ فشانی، یا کبھی کبھی آبادی کے کھنڈر اور زمزمہ گاہوں میں
تلواروں کی چمک نظر آتی ہے۔ اس میں چلتے پھرتے قبیلوں کا نظام
معاشرت، شہریوں کا انداز زندگی۔ قبائل کی خانہ جنگیاں، افراد
کے ذہنی، اخلاقی اور فکر کے سطحی اور رنگین مرقعے نظر آتے ہیں
شخصی و اجتماعی کردار، قومی و قبائلی دستور اگر تلاش کرنا ہوں تو
ادب جاہلیت بے مثال و شاہد ہے۔ سادگی، شجاعت، حریت
اور جنگ جوئی کے جذبات کا یہ دفتر فصاحت آفریں حیرت انگیز
حد تک متاثر کن ہے، لیکن وہ عرب جو شعر کو سجدہ گاہ جانتا
تھا جس نے بنی تغلب کو ہر حکومت و برتری "بھلا دی تھی جو اپنے
شاعر کے شہکار کو "جاوداں" سمجھتے تھے۔ اس قدر ادب پرستی
کے بعد بھی اس کے لٹریچر میں ایک خلا ہے اور وہ ہے "نثر
کا فقدان۔ خطبہ، ادب اور آثار ادب میں قصے، لمبی کہانیوں
یا مذہبی نثر کا نام نہیں لیتے بلکہ وہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ عربوں کے بازار
میں اگر ایک طرف شاعر اپنے قصیدے، غزلیں، ترانے اور مشاہیر
سناتا تھا تو دوسری طرف ان کے شعلہ بیان خطیب تقریریں کرتے تھے
یہ تقریریں رزم میں برجستہ رجز، انقلاب آفریں فخریہ ہوا
کرتی تھیں، اور بزم میں مسرت خیز و فخر آمیز، وسیع عبارت، اہتما
انداز اور باقاعدگی و سنجیدگی سے بھاری، مگر یہ دونوں نثریں بنیاد
خیال، موضوعی فکر، اور مقصد انشا سے خالی ہوتی تھیں۔۔۔ خطیب

لہ میں تاریخ کے تین عہد فرض کرتا ہوں۔ عہد قصص، عہد تدوین، عہد تہذیب

www.kitabmart.in

محنت کرتا تھا، اور داد حاصل کرکے فن و کمال کا مظاہرہ کرتا تھا۔

یہ خطیب دو طرح کی تقریریں کرتے تھے، تمہیدی اور غیر تمہیدی۔ غیر تمہیدی تقریریں "بتترا" کہلاتی تھیں، پھر یہ خطبے دو طرح سے پیش کئے جاتے تھے "کھڑے ہو کر بولنے والے" اور بیٹھ کر بولنے والے"۔ جاحظ نے ان لوگوں کے بارے میں بڑے معلومات فراہم کئے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر بولنے والے مقرر سیاسی و معاشرتی موقعوں پر کھڑے ہو کر بولتے تھے اور فقط نکاح کا خطبہ بیٹھ کر ادا کیا جاتا تھا۔

اسٹیج کے قبائلیوں کا انداز یہ تھا کہ :-

وکان لکل قبیلۃ خطیب، کما کان لکل قبیلۃ شاعر۔

جس طرح ہر قبیلہ کا ایک شاعر ہوا کرتا تھا، اسی طرح ہر قبیلے کا ایک خطیب بھی تھا۔

واکثر ما کانت الخطابۃ فی التحریض علی القتال والتحکیم فی الخصومات واصلاح ذات البین ومن المفاخرات والمنافرات والوصایا وغیر ذالک

اکثر جنگی تحریک، یا آپس کے جھگڑوں میں فیصلے صلح صفائی، فخریہ ہجویہ، یا وصیت و نصیحت وغیرہ کے موقعوں پر یہ لوگ بولتے تھے۔

وکان من عادۃ الخطیب فی غیر خطب الملاحم والتزویج ان یخطب قائما، او علی تشرف من الارض، او علی ظهر راحلته، لابعاد مدی الصوت والتمیز بشخصه واظهار ملامح وجهه ان کان جوارحه ولا غنی له عن لوث وعصب عمامة والاعتماد علی مخصرة، او عصا او قناة او قوس ودرجا استاربا حدا[1] اهبا او بیده

جواہر الادب، ج ۲ صفحہ ۲۰

کسی چیز کے خریدنے، یا عقد نکاح کے علاوہ "خطیب" کھڑے ہو کر بولتے تھے۔ یہ اسٹیج یا تو کوئی چبوترہ، ٹیلا، ہوتا تھا۔ یا اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر یہ کام لیتے تھے، مقصد یہ تھا دور تک پہنچے، شخصیت سے مرعوب کیا جائے، جو اتار چڑھاؤ دکھائے جائیں۔

اس کے علاوہ اور کچھ بھی کیا جاتا تھا، مثلاً عمامہ با چھڑی، نیزہ یا کمان ہاتھ میں ہوتا تھا۔

اور کبھی چشم و ابرو یا ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے

اس دور کے کھڑے ہو کر بولنے والے مقررین میں چند نام یہ ہیں۔

۱۔ قیس بن خارجہ، (م ستہ تقریباً) یہ نجران کا حکیم و مبلغ، اور جنگ "داحس وغبرا" کا خطیب ما

۲۔ خویلد بن عمرو۔ غطفانی، جنگ فجار کا مقرر۔

۳۔ قیس بن ساعدہ، عرب کے مشہور بازار اور عظ خطیب کہ اسے پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تھا۔

۴۔ اکثم بن صیفی جو عرب سے ایران جانے والے ا لیڈر تھا جو نعمان کی طرف سے کسریٰ کی خدمت میں بھیجا

۵۔ ابو ثور حمر بن معدی کرب الزبیدی، جس کے میں اندازہ ہے کہ ۲۳ ق ھ میں پیدا اور ۶۴۳ء میں یہ یمن کا بہادر عرب کا خطیب، اور فصیح کا ادیب تھا میں مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا۔ اس کے بعد پھر اسلا

۶۔ یونس بن حبیب، عظیم الشان، اور مشہور خطیب لے ابن رشیق نے لکھا ہے "غلا باقی الخطب کا شیر[3]

۷۔ ان کے علاوہ قریش میں کعب بن لوی حضر و امیر المومنین کے جد ہفتم سید احمد ہاشمی لکھتے ہیں :-

من اقدمهم "کعب بن لوی" وکان ذالفضل فی قومه حتی اکابروا مواته"

---

[1] اصل کتاب میں یہ "جاحدا اهبا" ہے میں "احدا اهبا" پ

[2] تاریخ ادب العربی احمد حسن زیات ص ۱۷۴ المجل

[3] کتاب العمدہ ج ۱ ص ۶۸

www.kitabmart.in

جب امید میں موت ہو تو ناامیدی زندگی بن جاتی ہے

(جواہر الادب ج ۲ ص ۱۹)

ں میں "قدیم ترین شخصیت کعب بن لوی" ہیں جو اپنی قوم
زین لوگوں میں تھے، حتیٰ کہ ان کی موت کو بڑی اہمیت
۔

اظ ابن عبد ربہ، قلقشندی وغیرہ نے ان میں بہت سے
ے خطبوں، مکالموں اور فیصلوں کے کچھ کچھ جملے اور منتشر
ت لکھے ہیں۔

ں کا خطبہ تو تقریباً ایک ہی عبارت میں اکثر کتب
ں موجود ہے۔ خطبۂ نکاح سے متعارف کرانے کے لیے
۵۹ھ کا ایک اہم نمونہ وہ ہے جو حضرت ابو طالب
وجہ نے نکاح پیغمبر اسلام کے موقع پر پڑھا تھا۔ کہ:
حمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم
ع اسماعیل وضئضئی معد وعنصر مضر
ل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا
بیتہ وسواس حرمہ وجعلنا حکاما
اس
ن ابن اخی۔ محمد بن عبد اللہ من
ھم قرابۃ وھو لا یوزن بہ احد الا رجح
ن کان فی المال قل۔ فان المال ظل زائل
قد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا
صداق ما عاجلہ واجلہ من مالی کذا وکذا
ھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم وخطر جلیل
(کتاب تاریخ اللغۃ العربیۃ ج ۲ ص ۷۵)

ع ابراھیم وذریۃ اسماعیل ص المجمل ص ۲۷ ج ۱
... فان محمد بن عبد اللہ ابن اخی من لا یوازن بہ
قریش الا رجح بہ براء وفضلا وعقلا ومجدا ونبلا
ان فی المال قل فان المال عاریۃ، مستوجعۃ وظل زائل
خدیجۃ بنت خویلد رغبۃ، ولھا فیہ مثل ذلک
د تم من الصداق فعلی۔
المجمل ص ۲۷ ج ۱

اس خدا کا شکر جس نے ہم کو ذریت ابراہیمؑ، کشت اسماعیلؑ
اور پشت معد، اور عنصر مضر سے بنایا۔ ہمیں مرکز حج مکان (بیت اللہ
دیا امن کا حرم مرحمت فرمایا۔ ہم اس گھر کے امین و مہتمم اور
لوگوں کے حاکم ہیں۔

اور میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ کی قرابت سے تم لوگ
واقف ہو، اور شرف ایسا ہے کہ جسے بھی اس کے مقابلے
میں تول کر دیکھو گے ہلکا نکلے گا۔

اور اگر اس کے پاس مال کی کمی ہے تو مال ایک چلتی پھرتی
چھاؤں ہے۔

اس فرزند نے خدیجہ بن خویلد سے رشتہ کیا ہے اور اسے
فوری اور بدیر دینے والے مہر میں سے اتنا اتنا مال میں دے رہا
ہوں۔

یہ فرزند ایک تابناک مستقبل اور کچھ غیبی عظمتیں ظاہر کرے گا۔

بیٹھ کر پڑھے جانے والے خطبے اہم اور خطیب عظمت کے
مالک ہوا کرتے تھے جاحظ نے لکھا ہے۔

.... انہ یعرض للخطیب فیھا من الحصر اکثر
مما یعرض لصاحب المنبر ولذالک قال عمر
رضی اللہ عنہ

"ما یتصعد فی کلامھما تتصعد فی خطبۃ
النکاح

..... مقرر کو اسٹیج پر بولنے والے سے زیادہ لکنت اور گھبراہٹ
ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔
مجھے کسی تقریر سے ایسی الجھن اور گھٹن محسوس نہیں ہوتی جتنی
خطبۂ نکاح سے ..... (البیان والتبیین ج ۱ صفحہ ۱۲۵)

مختصر یہ کہ علماء ادب نے چند مختصر خطبوں اور تھوڑے سے نثری
اقتباسات و کلمات نقل تو کئے ہیں لیکن نہ ان کی روایت جامع
ہے اور نہ کوئی ترتیب پیش نظر رکھی، پھر مقدار و کیفیت کے لحا
سے قابل توجہ نہیں۔ عوام کو اس قسم کے ادب سے کوئی دلچسپی
نہیں ہے کہ یاد کرتے، نہ ان خطبوں کے مخصوص ا
ہوتے تھے۔ اس کی حیثیت وقتی بات کی سی ہوتی تھی، لوگ

www.kitabmart.in

بدی کو دور رکھو کیونکہ جب چاہو گے لوٹ آئے گی

سنتے اور بھول جاتے تھے، اب اگر اتفاقاً کسی کو ایک آدھ جملہ، ایک دو خیال پسند آگئے تو بطور خود کہیں کہدیا، یہی کہہ دیا" روایت بتاتا تھا۔ بھلا جنگی جزاو بہادرانہ للکار اور جذبات سے کھیلنے والے شعروں کے مقابلے میں نثر کی خشک و بے مزہ تقریریں کون یاد کرتا؟

لیکن جو کچھ ہے، اس سے اس گلستان کی بہار کا قیاس کرنا ناممکن ہے۔ تنقید نگاروں کا سرسری جائزہ ہے کہ:

یہ ادب مقفیٰ و مسجع اور سادہ و غیر مسلسل، ادب و رنگا رنگ اسلوب رکھتا ہے۔ جس میں اخلاقیات کے علاوہ فکر اور پیام کا نام نہیں۔

چھوٹے چھوٹے جملے

خطبوں کے علاوہ مکالمات و قصایا و وصایا اور مختصر جملوں پر مشتمل ذخیرۂ ایواب کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ عرض کردوں کہ جاحظ کا کہنا ہے کہ یونان، ہندوستان اور ایران کے مقابلے میں عربوں کا امتیاز شعر میں نہیں خطبوں میں ہے کہ ان مقامات پر مقررین کا پتہ نہیں چلتا، البتہ حکیمانہ گفتگو اور فلسفیانہ جملوں کی ان زبانوں میں کمی نہیں۔

درحقیقت کوئی الگ اور منفرد کلام کم ہی تھا، ہوا یہ کہ کسی تقریر سے کوئی پسندیدہ جملہ زبان زد ہوگیا، یا راوی کے ہاتھ لگا اور کتابوں میں آگیا۔ مگر یہ جملے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، علامہ زمخشری نے لکھا ہے:

فصاری فصاحة العرب العرباء وجوامع کلمها، ونوادر حکمها وبیضة منطقها وزبدة بلاغتها التی اعربت عن القرائح السلیمة والرکن شدید الی ذرابة اللسان وغرابة اللسن حیث اوجزت اللفظ فانلبعت المعنی وقصرت العبارة فاطالت المغزی[1]

اہل زبان عربوں کی ادبیت کی انتہا ان کے جامع ترین کلمات حکیمانہ نکتے، گفتگو کے جواہر پارے اور بلاغت کی روح وہ ہے جو اہل ذوق طبیعتوں کی ایجاد، اور آتش بیان زبانوں کی تیزی حدت سے تو نکلے ہوئے جملوں کی شکل میں نظر آتا ہے۔

ان کلمات کی لفظیں مختصر اور عبارت تو چھوٹی ہوتی ہے گر وسیع اور گہرائی رکھتے ہیں۔

یہ جملے مسجع بھی ہیں اور رواں بھی مختصر بھی ہیں کسی قدر غیر مختصر بھی۔ اخلاقی بھی ہیں اور فلسفی بھی۔ مثلاً

(۱) الیس لکل حالة لبوسها، اما نعیمها واما بؤ

(۲) ثار حابلهم علی نابلهم

(۳) الیوم خمر وغدا امر

(۴) ان الیفاع بار ضنا یستنسر

(۵) ان کنت ریحا فقد لاقیت اعصارا

(۶) حسبك من القلادة ما احاط بالعنق احاط بالقلادة۔

خوشحالی ہو یا پریشانی، ہر حال میں ویسا ہی رنگ اختیار کرو۔

ان کا نہتا ان کے ہتھیار بند پر جا پڑا۔

آج عشرتوں اور کل اصل معاملہ

ہمارے علاقے میں عقاب شاہین بناتے ہیں۔

اگر ہوا بن جاؤ تو مدتوں رہو گے۔

گلوبند کے لیے اس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ وہ گردن بند ہے

یہ ہے عربی ادب و جاہلیت کا مختصر ترین جائزہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الکلام الذی یقصد منه تصویر المعا النفسیة والاجتماعیة، وفیه مظهر من قوی الخ والتفکیر۔

ولا احسب ان العرب الجاهلیة حظا من هذا النوع لان النثر بهذا المعنی لا یظهر ولا ینضج الا حکون الحضارة وارفة الظلال کاملة الاسباب قد عدا حالتها الطبیعیة الی تنظیم الجماعات وضبط انظمتها وشئونها بقیود العقل التی یسیر الکتابة او التدوین

واذا عدنا لهم نثرا فانما هو:

[1] کتاب تاریخ الادب ج ۱ صفحہ ۲۳۰

www.kitabmart.in

(ا) حدیث: میل و رجیحہم فی شئون المعیشۃ

(ب) او جمل قصیرۃ تتضمن حکمۃ او مثلا
ز الحکیم من الحکما۔

(ج) او کلام یقوم بہ نابہ مشافہۃ الملوک
ے الاصلاح بین القبائل، او الحض علی القتال
التفاخر او التناصر

ولیس فی ھذا کلہ شیئ من مظاھر الفن
نجدہ فی شعرھم (المجمل ج ا ص ۱۵)

میرا خیال ہے کہ عرب جاہلیت کے پاس اس قسم کا نثری لٹریچر
نہیں اس واسطے کہ ایسا ادب اس وقت رونما ہوتا ہے جب
چکا ہو، ضروریات تہذیب مکمل ہوں۔

اس زمانے میں فطری طور پر جماعتوں میں تنظیم، نظم میں ہم آہنگی
انہ آئین جاری ہوتے ہیں۔ تحریر، یا تالیف کا ظہور اسی وقت
ہے۔

آج کا ادیب جب جاہلیت کی نثر پر گفتگو کرتا ہے تو اُسے
یش چار چیزیں ملتی ہیں۔

(ا) وہ باتیں، جن کا تعلق ان کی روزمرہ زندگی سے ہے۔
(۲) فلسفہ آمیز جملے یا کسی حکیم کی زبان سے نکلی ہوئی
نیں۔
(۳) بادشاہوں سے مکالمے قبائلی اصلاح، جنگی تحریک
یا ہجویہ تقریریں۔

لیکن اس ذخیرے میں ہمیں کوئی ایسی فنی روشنی نہیں
عوائن کے شعری ادب میں عام ہے۔

شعری ادب

ابن سلام جمحی نے خوب کہا ہے۔ کہ:

عربوں کا شعری ادب:

دیوان علمہم ومنتھی حکمتھم بہ یاخذون
بہ یصدرون

ان کے علم کا دفتر، حکمت و فلسفہ کی معراج ہے، یہی ان کی ابتدا
ہی انتہا ہے۔

ادب جاہلیت کے محسن اعظم ابو تمام نے اس دفتر کو "نو بابوں"[1]
پر تقسیم کیا ہے،

(۱) حماسہ (فخریہ وبہادرانہ)
(۲) مراثی (حزنیہ شاعری)
(۳) نسیب (غزل)
(۴) الاضیاف والمدائح (مدح وصفات)
(۵) باب الصفات (بیابانی شاعری)
(۶) السیر والنعاس (سفر وحالات سفر، حماسی شاعری)
(۷) ملح (تعلیمی شاعری)
(۹) مذمت النساء (عورت)

ان آثار و تاریخی پس منظر میں اسلام کا ادب ا

اس پس منظر میں اسلام، وحدت فکر، پیام، علم و عمل لیکر آیا
تشکیل، کردار و معاشرہ، اور عظمت امن و اہمیت نثر لے کر آیا
خانہ جنگیاں ختم ہو گئیں، قصیدوں کو خانہ کعبہ میں لٹکایا جانا بند
ہو گیا۔ فخر و ہجو کے اجتماعات کی اہمیت باقی نہ رہی۔

قرآن ایک واضح راستہ، روشن منارہ اور مثالی ادب و زبان
لے کر آیا، قریش کی بولی، سادگی ادا، مطالب کی گہرائی، اصلاح و
اخلاق کی گیرائی، اور اعجاز کی بلندیوں نے آفاق کے ذہن، زبان
اور قلموں کے رُخ موڑ دیے، دعوت قرآن و تبلیغ احکام کے لیے
نظم کے بجائے نثر اور شاعر کے بجائے خطیب اور میلوں کے بجائے
مسجدوں کی صفیں اور سنجیدہ اجتماعات ہونے لگے۔ اس دعوت
کا نقیب اور دین کا زعیم، اپنے ماضی کے کردار اور حال کی عظمت کو
جلو میں لیے ہوئے ختم نبوت کے منصب دار کی حیثیت سے جب بولا، جو بھی پیام دیا، اس کے لیے نثر ہی کو تجویز فرمایا، نتیجہ یہ ہوا
کہ اس تحریک کے تاثر سے عربی نثر متاثر ہوئی اور خطیب ابھرنے لگے

[1] محمد بہجۃ الاثری نے "المجمل فی تاریخ الادب العربی" میں ان
ابواب کو یوں تقسیم کیا ہے، ادب حکمۃ، فخر و حماسہ، وصف، غزل
و نسیب، مدیح، رثاء، ہجا، عتاب، اعتذار۔ جس میں نابغہ زبیا
منفرد ہے

(ص ۴۰ — ۵۲)

www.kitabmart.in

اس عہد کا عربی ادب معتدل اور مہذب ادب ہے کیونکہ اب تک ادیبوں میں ذہنی آوارگی تھی اسلام نے ایک مقصد ایک موضوع، اور ایک اسلوب دیا۔ چنانچہ نظم و نثر ایک آہنگ پر آنے لگے، ان کے ادب میں "قرآن" اور "حدیث" کا پرتو پڑنے لگا۔ اسلام نے نثر میں خطبوں، تقریروں، مکالموں کے علاوہ مختصر اور طویل احکام، بیانیہ مضمون اور خطوط کا نمایاں اضافہ کیا۔

اس ادب کی تخلیق میں "کعب بن لوی" جیسے مشہور خطیب کی نسل کے بے مثال مجاہد "ابوطالب" سب سے پہلے شاعر، اور خطیب ہیں۔ حضرت ابوطالب پہلے مسلمان ہیں جن کا خطبہ نکاح تاریخوں میں محفوظ ہے۔ وہ اسلام کے پہلے شاعر ہیں۔ ان کا قصیدہ

خلیلی ما اذنی لاول عاذل
بصفرلہ فی حق ولا عند باطل

میرے دوستو میرے کان پہلے ملامت کرنے والے کی ملامت پر غور نہیں کرتے، نہ حق میں نہ باطل میں" لوگوں کا کہنا ہے یہ لامیہ عرب کے بہترین لامیوں میں ہے۔

علی ابن ابی طالب کا ادبی پس منظر:

ابوطالب کی ادبی قدر و قیمت، ان کی نثری و شعری قابلیت کا اعتراف ایک طرف قریش کی زبان و ادب دوسری طرف ان کا شخصیت ساز ماحول، اور متمول گرمان باپ کی نگاہ توجہ کے ساتھ ساتھ ہمت، جرأت، شجاعت ذہنی استقامت اور ماحول پر چھا جانے کی صلاحیتیں سونے پر سہاگہ بنی ہوئی تھیں۔ آغاز دعوت کے وقت علی کی عمر نو دس سال ہی بتائی گئی ہے اور سب نے لکھا ہے کہ رجب سنہ بعثت سے ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ تک کوئی موقع ایسا نہیں جب تلوار، قلم، یا زبان سے دشمن کو جواب نہ دیا ہو، وقت بحثیں، دن بھر مکالمے رہتے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے مددگار، جوان سال مجاہد، پُرجوش حامی ہونے کی وجہ سے زیادہ تر اُن معرکوں سے دوچار ہوئے پیغمبر کے کاتب و سفیر ہونے کی وجہ سے اہم سے اہم تحفظ لکھے۔ اور سورۂ برأت کی تبلیغ یا تین میں کامیابی بتاتی ہے کہ اس عہد کے بولنے میں علی نڈر، تیز زبان اور عظیم الشان مقرر تھے۔

تاریخ حسب معمول تقریروں کے نقل کرنے میں بخیل لیکن ذکر اذکار کے طور پر جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھ کر اندازہ ہے کہ ابھی تک لوگوں کو نثر سے اتنی دلچسپی نہیں ہوئی تھی "فن پارے" پسند عام کی سند حاصل کرتے۔ البتہ "رجز" ان کی زبانوں کا وظیفہ اور پسندیدہ ترین سرمایہ تھا کہ بحث قصص و بہادرانہ کا بڑا بھاری ذخیرہ ہے۔

سنہ ۱۱ھ کے بعد عربوں کے معاشی، تمدنی، اور ذہنی میں نمایاں فرق محسوس ہونے لگا۔ لڑائیاں عربی سرحدوں آگے بڑھ گئیں۔ دعوت کے لیے غیر قوموں اور دوسری زبان سے پالا پڑا۔ اس لیے تحریر و تقریر میں طول، سلاست اور تفہیم زیادہ ہونے لگا۔ نظم میں بھی جدید رجحانات نمایاں ہو اور نثر میں بھی تخلیق" کا عمل شروع ہوا، ہر ایک کا اپنا اور الگ الگ اسلوب تھا۔ ایران و روم آنے جانے نتائج رونما ہو سکتے تھے وہ بھی نمایاں ہوئے۔ جاحظ کا لکھا

وجملة القول انا لا نعرف الخطب الا للعرب القرس اما الهند فانما لهم معان مدونة كتب مجلدة، لا تضاف الى رجل معروف الى عالم موصوف، وانما هو كتب متوارثة، وادب على وصيه الدهر سائرة مذكورة۔

مختصر یہ کہ ہم عربوں اور ایرانیوں کے علاوہ کسی کی تقریر واقف نہیں، کیونکہ اہل ہند کے پاس ایک علم ہے جو کسی کی طرف منسوب نہیں، بلکہ صدیوں سے وہ ان کے پاس چلا ہے، اور وہ کتابیں نسلوں سے متوارث ہیں جس کے آداب نا مدت سے رائج ہیں۔

ولیونانیین فلسفة وصناعة منطق وه صاحب المنطق نفسه ملكي اللسان، غير موصو بالبيان مع علمه بتمييز الكلام وتفضيله ومعا وبخصائصه وهم يعرفون ان جالينوس كا

ه دیوان شیخ الابطح اور زہرۃ الادباء فی شرح لامیہ، شیخ البطحا، حیدریہ نجف سنہ ۱۳۵۶ھ

www.kitabmart.in

الناس ولم یذکرہ بالخطابۃ ولا بھذا الجنس
بلاغۃ

یونانیوں کے پاس فلسفہ ومنطق تو ہے، مگر لطف یہ ہے کہ خود
موجد فن، کم سخن تھا، اور اس کی قوت گویائی کا تذکرہ نہیں
۔ حالانکہ کلام، انداز کلام، تفصیلات، حقائق وخصوصیات
رکھتا، یونانیوں کے خیال میں جالینوس بہت بڑا بولنے والا
ں کے باوجود اس کی خطابت یا بلاغت کا ذکر نہیں ہے۔

وفی الفرس خطباء الا ان کل کلام للفرس
حتی للعجم فانما ھو عن طول فکرۃ وعن اجتھاد
ۃ وعن مشاورۃ ومعاونۃ وعن طول التکفر
استۃ الکتب وحکایۃ الثانی علم الاول وزیادۃ
ث فی علم الثانی، حتی اجتمعت لثمار تلک
عند اٰخرھم

وکل شئی للعرب، فانما ھو بدیھۃ وارتجال
الھام۔ ولیست معاناۃ ولا مکابدۃ ولا اجالۃ
ولا استعانۃ۔ وانما ھو یصرف وھمہ
کلام، والی رجز یوم الخصام او حین یتبع علی
بئر، او یحدو بعیرا، وعند المقارعۃ و
ۃ، او عند صراع او فی حرب۔ فما ھو الا
رف وھمہ الی جملۃ المذھب والی العمود
یقصد، فتاتیہ المعانی ارسالا، وتنثال علیہ
اظ انثیالا، ثم لا یقیدہ علی نفسہ ولا یدرسہ
من ولدہ۔

وکانوا امیین، لا یکتبون ومطبوعین لا یتکلفون
الکلام الجید عندھم اکثر وھم علیہ اقدر
وکل واحد فی نفسہ انطق ومکانہ من البیان
وخطبائھم اوجز، والکلام علیھم اسھل
لیھم الیسر من ان یفتقروا الی تحفظ، او یحتاجون
ادرس، ولیس ھم کمن حفظ علم غیرہ واحتذی
لام من کان قبلہ، ولم یحفظوا الا ما علق بقلوبھم

والتحم بصدورھم، واتصل بعقولھم من غیر
تکلف، ولا قصد ولا تحفظ ولا طلب وان شیئا
الذی فی ایدینا جزء منہ

(البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۰-۲۱)

ایران میں البتہ خطیب گزرے ہیں۔ لیکن ایرانیوں کی ہر گفتگو
اور عجمیوں کی ہر تقریر، ایک گہری فکر، اور دور رس اجتہاد کا نتیجہ ہوا
کرتی تھی، اس میں خلوت پسندی، مشورہ میں احتیاط وہمدردی
ہے۔ ان کے علم کو دوسرے نے پہلے سے اور تیسرے نے دوسرے سے لیا
اور بڑھایا اور آخر میں سب کا نچوڑ آخری شخص کے پاس آگیا۔

رہے عرب تو ان کے پاس جو کچھ ہے ارتجالاً اور فوراً ہے۔ یہ
معلوم ہوتا ہے کہ جیسے الہام ہے کہ تکلف وکلفت وامداد وغیرہ کا نام
بھی نہیں آتا، مقرر یا متکلم گفتگو کرنا چاہتا ہے، یا میدان میں لڑتے
آتا اور رجز سناتا ہے۔ کنوئیں پر پانی کے لیے آتا ہے اور گیت گاتا ہے
اونٹ ہنکا رہا ہے اور "حدی" (ترانہ) پڑھتا ہے۔ جنگ یا کشتی
یا اور کسی موقع پر وہ پہلے اسلوب وغیرہ کو نہیں دیکھتا۔ وہ واقعہ
کے نتائج کو دیکھ کر رواں ومسلسل انداز میں سوچے بغیر بولتا ہے۔
پھر نہ ان باتوں کو قلمبند کرتا ہے نہ اپنے بچوں کو سکھاتا ہے۔ اسلئے کہ
وہ سب کے سب ان پڑھ تھے۔ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ سادہ مزاج
وتکلف سے ناآشنا تھے۔ ہاں باتیں کرنا خوب جانتے تھے ہر ایک
بہترین مقرر تھا۔

یہ مقرر مختصر گو، سہل پسند اور ایسے کہ ان کی تقریروں کے لیے
یاد کرنے کی ضرورت نہ پڑے، یا پڑھنے کی احتیاج نہ ہو۔ نہ ان کا یہ
دستور تھا کہ دوسروں سے سیکھ کر ان کے انداز پر چلتے اور ماضی کی
روایتوں کو دہراتے۔

ان کے دلوں میں جو بیٹھ گئی رہ گئی، اور نہ یاد کرنے کا سوال
ہی تھا۔ ان کو پہلے سے نیت کرنے، تیار ہونے جستجو کرنے کی فکر
نہیں تھی، آج جو ذخیرہ ہمارے پاس ہے وہ اس خزانے کا ایک
معمولی سا حصہ ہے۔

اسلامی ادب کے بارے میں جاحظ کا یہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے

www.kitabmart.in

جس کے تفصیلی تجزیہ کے بجائے صرف یہ کہنا ہے کہ یونان و ایران و ہند کے ادب سے واقفیت کی راہیں کھلنے کے بعد بھی خالص عربی ماحول میں "ادب" کوئی مقام نہیں حاصل کر سکا تھا۔ اس بعد کے ادبی نمونے بڑی حد تک محفوظ ہیں اور معاصرین و متاخرین نے ان کو حتی الامکان بچانے کی کوشش کی کہ لوگوں کو اس دور کے اکابر اور بڑی شخصیتوں سے عقیدت، ارادت اور دلی وابستگی تھی اور انکا ادبی دور انھیں بڑوں کا مرہون کرم ہے بقول حسن سندوبی :-

وکانت المادۃ التی یکوّنون بھا معارفھم ویتربون بھا معلوماتھم لا تخرج عن حد لحفظ لکتاب اللہ الکریم وما ثبت لدیھم من احادیث الرسول صلوات اللہ علیہ واستظھار الجید من کلام الخلفاء الراشدین وخطبھم الجامعۃ لا سیما خطب الامام علیؑ ورسائلہ البلیغۃ وکلماتہ البارعۃ .....

(مقدمہ بیان تبیین۔ جاحظ ص ۵-۶)

وہ مواد جس سے ان ادیبوں کے ادب کی تکمیل اور ان کے معلومات میں باقاعدگی ہوتی تھی وہ مندرجہ ذیل حدود میں گھرا ہوا تھا۔

قرآن (جس کے حافظ تھے) احادیث خلفائے راشدین کے کلمات و خطبات ۔۔۔ خصوصاً امام حضرت علی کی تقریریں اور جیاری ادب نواز خطوط اور بے مثال کلمات ....."

اس دور کے ادیبوں میں عبداللہ بن عباس، جیسا ادیب مفسر عام طور پر حضرت علی کا شاگرد رشید مانا جاتا ہے خود جناب ابن عباس نے بار بار علیؑ کی ادبیت اور اس سے تاثر کو ظاہر کیا ہے۔ بھی کہا۔

ما انتفعت بمثل ھذا الکلام

اس کلام کے مقابلے میں کسی کلام سے اتنا نفع مجھے نہیں ہوا۔

انھوں نے خطبات علی کو خاص طور پر حفظ کیا تھا۔ ابوذرؓ غفاری شگاف و افراد انگیز تقریریں پیغمبر کریم کے کرداد اور علیؑ کے دور کلام کی حامل ہیں۔

کلام علی کی تاثیر زائی کے فنی وجو

(احسن زیات) کے بقول تو امیر المومنینؑ کی زندگی، و حدیث، تربیت رسولؐ اور ذاتی بلند نگاہی سے نور ا لیکن فنی و انتقادی نقطہ نظر سے ان اسباب کو معلوم کرنا ہے۔ جن کے ماتحت اس کلام نے عربی ادب کو متاثر کیا۔ یہ درحقیقت کلام علیؑ کے مجموعی خصوصیات ہیں جن سے د صحابہ کا کلام خالی ہے مثلاً

ا۔ کلام علیؑ موضوع، مواد، ہیئت اور مقدار کے لی تمام صحابہ کے کلام سے زیادہ ہے۔ اس میں

الف۔ خطبے اور تقریریں

ب۔ خط اور معاہدے۔

ج۔ دعائیں اور مناجاتیں۔

د۔ کلمات قصار اور فیصلے۔

ہ۔ اشعار اور رجزیں۔

اس ذخیرے میں اصول دین، احکام کی تشریح تفسیر، نف واقعات، مشاہدات، فلسفہ، مناظر، حدت، اخلاق، تا مملکت، اصول حیات سے بحثیں ہیں۔

صرف خطبات (جن میں چھوٹے بڑے خطبے داخل ہیں چار سو کے قریب ہیں خطوط کی تعداد بھی سو، سوا سو سے کم مختصر جملے ابھی تک اندازے سے باہر ہیں، اشعار اگرچہ کم ہ اہمیت اتنی ضرور ہے کہ بعض ممالک کے عربی نصاب میں رائج رہے۔ اس تاثیر میں، ابن عباس اور علامہ زمخشری[1] جیسے ا

[1] تفسیر کشاف طبع کلکتہ ص ۱۷۰ میں ہے

وناحیک فی خطب امیر المومنین رضی اللہ عنہ فی صفین ومشاھدہ من البغاۃ والخوارج من البلاغۃ والبی ولطائف المعانی ولبلیغات المواعظ والنصائح۔"

(جار اللہ زمخشری م ۵۳۸ھ)

صفین اور دوسرے باغیوں یا خارجیوں سے جنگ کے موقعوں پر کے خطبے کافی ہیں۔ کہ ان میں بلاغت بیان بہترین مطالب اور ترین وعظ و نصیحت سے ....."

www.kitabmart.in

معصومہ جیسے عابد، حارث ہمدانی اور جاحظ جیسی شخصیتیں شریک ہیں
۲۔ اثر آفرینی کا دوسرا سبب کلام کی ہمواری اور اسلوب کی
بلند آہنگی ہے۔ ادب اور تاریخ کی چھوٹی بڑی کتابوں میں
ے کلام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دو تین (اور صرف دو تین)
ت کے علاوہ حضرت کا کلام ایک غیبی سروش، روحانی سکون،
انہ انداز اور غیر مشتعل یا غیر منفعل انداز کا آئینہ دار ہے۔
وہ مقامات کہ جہاں غیر معمولی اسلوب نظر آتا ہے جیسے خطبہ شقشقیہ) وہ
یقت اس لیے منظر کے لحاظ سے جو کچھ بھی جناب امیر سے متعلق تھا۔
دوسرے مقامات خصوصاً جب ان کلمات کا دوسرے اشخاص کے
یا جوابی گفتگو سے تقابلی مطالعہ کیا جائے۔
گفتگو میں نشیب و فراز کا اندازہ لگانے کے لیے ماہر فن کا نام
ہ کارآمد نہیں ہوتا، بلکہ انتہائی خوشی، انتہائی غصہ اور
م، یعنی جوش آفریں مقامات لائق مطالعہ ہوتے ہیں۔
تین کے لیے انتہائی جوش آفرینی کے کئی موقعے ہو سکتے تھے۔ مثلاً
پیغمبرؐ، فاطمہ جناب معصومہ خود اپنے آخری لمحات حیات کان موقعوں میں جوش
دت غم، فراوانی جذبات کا اظہار غیر شعوری طور پر ہو سکتا تھا۔
لیکن آپ دیکھیں گے کہ حضرت ان موقعوں پر ایک معیاری صبر اور
ر پیش کرتے ہیں، آنحضرتؐ کے غسل کے وقت فرمایا ہے۔
ی و امی، یا رسول اللہ لقد انقطع بموتک ما لم ینقطع بموت
من النبوۃ ولا نباء و اخبار السماء خصصت حتی صرت مسلیاً
ک وعممت حتی صار الناس فیک سواء۔ ولولا امرت
ونھیت عن بجزع لکان فاعلک ماء الشئون
الداء مما طلا و الکمد محالقاء قلاک ۔
لک سرۃ ولا یستطاع دفعہ
بی انت و امی اذکرنا عند ربک واجعلنا من
۔ (نہج البلاغہ ص ۵۵۰ ج ۱ شرح عبدہ)

میرے ماں باپ نثار! یا رسول اللہؐ آپ کی موت سے ایسی باتیں ختم ہو گئیں
کے مرنے سے نہیں ہو سکتی تھیں: نبوت کا سلسلہ جاتا رہا، غیب کی
ہو گئیں آسمانی پیام رک گئے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی تو دوسروں
ت نہ رہی اور مل بیٹھے تو تمام انسان ایک سطح پر کر دیے۔ آپ نے خاموشی کا
حکم اور تڑپنے سے روکا نہ ہوتا، تو میں آنکھوں کے آنسو ختم کر دیتا، اور سینا خون لیوا اور غم
جاں فرسا ہونے کے بعد بھی اپنی تاثیر ختم نہ کرتا۔ اسکے بعد بھی آنکھ آنسو بہائے اور نازل شدہ
غم ہٹانا ممکن نہیں۔

میرے ماں باپ صدقے! ہمیں بھی اپنے پروردگار کے سامنے یاد
کر لیجیے گا اور ہمیں بھی ذہن میں رکھیے گا۔

حضرت معصومہ کے موقع دفن پر فرمایا تھا:

السلام علیک یا رسول اللہ! عنی وعن ابنتک
النازلۃ فی جوارک والشریعۃ اللحاق بک قتل
یا رسول اللہ! عن صفیتک صبری ورق عنہا
تجلدی، الا ان لی فی التاسی بعظیم فرقتک، وفادح
مصیبتک، موضع تعزی۔ فلقد وسدتک فی ملحود
قبرک وفاضت بین نحری وصدری نفسک انا
للہ وانا الیہ راجعون۔ فلقد استرجعت الودیعۃ
واخذت الرھینۃ، اما حزنی فسرمد وامالیلی
فمسھد۔ الی ان یختار اللہ لی دارک التی انت بہا
مقیم، وستنبئک ابنتک بتضافر امتک علی ھضمھا
ومنھا السوال واستخبرھا الحال، ھذا ولم یطل العھد
ولم یخل منک الذکر والسلام علیکما، سلام مودع لا قال
ولا سئم فان انصرف فلا عن ملالۃ، وان اقم فلا عن
سوء ظن بما وعد اللہ الصابرین۔ (نہج عبدہ حمید ص ۲۰۷ ج ۲)

یا رسول اللہ! میرا اور اپنی حاضر ہونے والی بیٹی کا سلام قبول کیجیے کہ وہ
آپ کے پڑوس میں آ رہی ہیں اور بہت جلدی آپ سے مل رہی ہیں۔ یا رسول اللہ
آپ کی صاحبزادی کے غم میں میرا صبر تھوڑا اور برداشت کم ہے
لیکن آپ کے فراق کا صدمہ اس غم میں میرے لیے صبر آموز
ہے کہ میں نے وہ سخت ترین سانحہ اور عظیم الشان واقعہ ہی نہیں
بلکہ آپ کو اپنے ہاتھوں قبر میں اتارا، میرے ہی آغوش میں آپ نے
آخری سانس لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یا رسول اللہ
مجھ سے آپ کی امانت واپس لے لی گئی، اب میرا غم تو ہوش افزا ہے جب تک بھی زندہ ہوں۔
آپ کی بیٹی آپ کو امت کی بیداد سنائیں گی، ذرا پوچھ لیں،
حالانکہ آپ کی رحلت کو نہ تو زیادہ دن گذرے نہ آپ کی یاد فراموش ہوئی۔

سلسلہ میں حارث کا قول آگے پڑھیں گے ۱۲

www.kitabmart.in

اچھا پھر آپ دونوں سے رخصت ہوتا ہوں، لیکن یہ وداع گھبرا کر اور دل تنگ ہو کر نہیں۔ بلکہ اگر استادہ رہوں (اور عمر دہ) تو وعدۂ خدا پر شبہ نہ ہوگا۔

خود اپنی رحلت کے وقت فرمایا۔

ایھا الناس! کل امرئ لاق ما یفرّ منہ فی فرارہ والاجل مساق النفس والھرب منہ موافاتہ۔

کم امرت الایام ابحثھا علی مکنون ھذا الامر فابی اللہ الا اخفاءہ ھیھات!! علم مخزون۔

اما وصیتی: فاللہ لا تشرکوا بہ شیئا ومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ فلا تضیعوا سنتہ" اقیموا ھذین العمودین واوقدوا ھذین المصباحین وخلاکم ذم۔ مالم تشردوا۔ حمل کل امرئ مجھودۃ وخفف من الجھلۃ

رب رحیم، ودین قویم، وامام علیم ——

انا بالامس صاحبکم، وانا الیوم عبرۃ لکم وغدا مفارقکم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لوگو جس سے لوگ بھاگ رہے ہیں اس سے بہر حال دوچار ہونا ہے۔ موت تو جان کی آخری منزل ہے اس سے بھاگنا ہی اس کے پاس جانا ہے۔

میں مدتوں اس راز کی جستجو میں رہا، لیکن خدا نے اُسے پوشیدہ تر ہی رکھا۔

ہاں۔ وہ ایک بھید ہے۔ میری وصیت ہے کہ شرک نہ کرنا اور محمد مصطفےٰ کی اہمیت اور حضرت کی سنت کو فراموش نہ کرنا۔ ان دونوں (توحید و نبوت) ستونوں کو قائم اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔ خدا تمھیں ہر عیب سے بچائے۔ ہر ایک نے میرے احکام اپنے امکان بھر مانے اور جہالت سے بچا۔

یاد رہے خدا رحیم ہے، دین استوار ہے، امام بھی باخبر ہے میں کل تمھارا ہم نشین اور آج عبرت، اور کل تمھیں چھوڑنے والا ہوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بیعت سقیفہ کے موقع پر کوئی مشتمل تقریر یا تحریر یا دیخوں

میں نہیں، جنگ جمل و صفین و نہروان میں کوئی انتقامی یا غیراخ
یا ناہموار گفتگو نہیں فرمائی۔ جو ادبی کلام مخاطب کے
اس وقت ملتا ہے، جب عوام میں غلط فہمی یا حق کے
اس کے ذلیل ہونے کا موقع ہوا ہے۔

۳۔ یقین کی پختگی، بیان کا خلوص اور خلوص
اعتقادات و معارف کی وہ جلوہ گری ہے کہ سننے وا
لیتے ہوں گے وہ تو مسلم ہے۔ آج بھی پڑھنے والا ایک
الہام و نوائے سروش، زبان علیؑ و صدائے موج اعجا
نہیں کر سکتا کہ: (فوق کلام المخلوق) بشری انداز و
بلند تر و ممتاز نظر آتا ہے۔

حمد و ثنا، توحید و عرفان، تفسیر حدیث، فلسفہ و سا
و قانون، زندگی و موت، دنیا و آخرت، مادہ و روح، ا
و فلکیات پھر جو کچھ اُس ماحول میں کہا جا سکتا تھا ف
اس معیار پر کہ عقل انسانی دنگ ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی تخلیق ہر شعور کو متاثر کرتی ہے، لا
اس کا اثر ہوتا ہے، اور ناممکن ہے کہ ایسے ادب سے
والا ادیب اپنے فن میں اس سے متاثر نہ ہو۔

(۴) بے ساختگی اور آمد، کلام علی کا بہت بڑا او
خاصہ ہے۔

ادب پارے کی تخلیق میں، تراش خراش، کانٹ چھا
کو بڑا دخل ہوتا ہے اور ایسے ادیب کے بارے میں جو
کی جائے وہ ایک طرف اور ارتجالیہ ادب پر رائے دوسر
اہمیت رکھتی ہے، خلفائے راشدین جن کے ادب سے ع
تاثر مشہور ہے اپنی تقریروں کے لحاظ سے تین قسم کے تھے
ادیب جیسے جناب ابوبکر و عمر، کم سخن و غیر خطیب جیسے جنا
ان میں سے بقول حضرت عثمان اول الذکر دو حضرات تقریر پر
آتے تھے۔ (ملاحظہ ہو البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۹۵) پھر
شعر کے حسن و قبح کے جوہری تھے مگر تقریر (مجلسی گفتگو اور
کے لیے ان کا قول ہے:

ما یتصعّد فی کلام کما تتصعّد فی خطبۃ الن

www.kitabmart.in

اگرچہ تو دنیا کا بھی محتاج ہے مگر آخرت کی طرف تیری محتاجی کہیں زیادہ ہے

مجھے خطبۂ نکاح جیسی الجھن کسی گفتگو کے موقع پر نہیں ہوتی۔
لیکن علیؑ کے خطابیے فوری اور ارتجالی، فی البدیہہ اور بیساختہ
تھے۔ پشت فرش، فرش مسجد، منبر و بازار ہر جگہ ان کا اعلان کہ
ونی، قبل ان تفقدونی" جو پوچھنا ہو پوچھ لو!
گ پوچھتے تھے اور آپ بتاتے تھے۔ اور اس طرح کہ اس سے
یا" اس کے بعد بھی شاید کسی نے نہیں بتایا۔ حارث اعور
:-

اللہ لقد رأیت علیا، وانہ لیخطب قائم الکفائم
یا المسالم۔ یرید بقولہ قاعدا خطبۃ النکاح"

(البیان والتبیین ج ۱ ص ۱۱۔ از جاحظ۔)

خدا، میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ بزم میں بیٹھ کر بھی ویسی ہی تقریر
ے جیسے (منبر پر) کھڑے ہو کر اور جنگ میں بھی وہی انداز کلام
کہ صلح میں ـــ بیٹھ کر خطبۂ نکاح ہوتا تھا۔

۵) امیر المومنین دوسرے صحابہ کے مقابلے میں خود مولف و
بھی تھے۔ انھوں نے قرآن لکھا، حدیثیں جمع کیں،
ے تاثرات و تعلیمات قلمبند فرمائے خلفائے راشدین عام
میں سے کسی نے بھی حضرت جیسے آثار قلم نہیں چھوڑے
حضرت کا وصیت نامہ" دستور "بنام مالک بن اشتر"
نقد ادبی و فلسفی تصنیفات کی قیمت و اہمیت کا کون انکار
ہے۔

۶) آخری بات یہ ہے کہ علیؑ اپنے معاصرین میں اسلوب قرآن
حد تک متاثر ہوئے کہ ان کے کلام کو فوق کلام مخلوق کہا جائیگا
حضرت کی تحریر و تقریر میں قافیہ سنجی، روانی، اشارات
سجع اور مرصع انداز بالکل قرآن و خطب نبی کی طرح ہیں جیسے
ب کا کوئی ماہر جھٹلا نہیں سکتا۔

عربی ادب سے ان تاثرات کی نشان دہی

سل میں ایسے ثبوت فراہم کرنے کی کوشش اس وقت کرنا
ہے، جب کہ کوئی شخص ہمارا سابقہ دعویٰ نہ مانے۔ اور
ک تک کوئی ایسا صاحب قلم اور کوئی زبان گویا اس تاثیر و تاثر
س ہوئی لیکن موضوع کو اجاگر اور روشن کرنے کے لیے

چند بیانات حاضر ہیں

۱۔ ابوالاسود دؤلی (متوفی ۶۹ھ) سے حضرت نے چند منٹ
کچھ باتیں کی تھیں کہ عربی ادب کا بنیادی اور پہلا قاعدہ "علم نحو"
تیار ہو گیا۔ اور آج تک عربی ادب و زبان اسی سرچشمہ کے آبِ حیات
سے سیراب ہو رہی ہے۔

۲۔ عربوں میں کلام علی کی روایت اور شہرت اتنی عام تھی کہ انکے
بولنے والے غیر شعوری طور پر حضرت کے جملے اور اسلوب اپناتے
اور بے ساختہ طور پر ان ملفوظات گرامی کو استعمال کرتے تھے۔ مثلاً
ابن عبد ربہ نے (العقد الفرید ج ۲ ص ۳۲۳ میں) لکھا ہے۔

العتبی، قال قال عبد اللہ بن الاھتم، مات لی
ابن وانا بمکۃ فجزعت علیہ جزعا شدیدا، فدخل
علیّ ابن جریج تعزیتی، فقال لی:

یا ابا محمد: اصل صبرا واحتسابا، قبل ان
تسلوا غفلۃ ونسیانا، کما تسلوا ابھائم"

وھذا الکلام لعلی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ
یعزی الاشعث بن قیس ابن لہ ومنہ اخذ ابن جریج
وقد ذکرہ حبیب فی شعرہ

وقال علیؑ فی التعازی للاشعث وخاف علیہ
بعض تلک المآثم اتصبر للبلوی عزاء وحسبۃ فتوجر
ام تسلو سلوا بھائم

ـــ اتی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ الاشعث
یعزیہ عن ابنہ فقال:

ان تحزن فقد استحقت ذلک منک الرحم وان
تصبر فان اللہ خلفا من کل ھالک مع انک ان صبرت
جری علیک القدر وانت ماجور وان جزعت علیہ
القدر وانت اثم"

بروایت عتبی، عبد اللہ بن اہتم نے کہا کہ ان کا ایک لڑکا مر گیا
(ان دنوں یہ مکے میں تھے) اس غم میں بہت بے چین ہوئے۔ ابن
جریج ماتم پرسی و تعزیت کے لیے آئے اور کہا:

"ابو محمد، راضی برضا رہ کر صبر کرو، اس سے پہلے کہ لاشعوری طور

www.kitabmart.in

صبر کرنا پڑے، جو حیوانوں کی جیسی بے چارگی ہوگی ۔

ابن عبد ربّہ لکھتے ہیں کہ یہ علی ابن ابی طالبؑ کے کلام سے ماخوذ ہے، جیسے حبیب نے اپنے شعروں میں لکھا ہے۔

وقال علیؑ ....

ہوا یہ کہ علیؑ اشعث کے لڑکے کی تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا

"اگر غم کرتے ہو، تو واقعی تمھیں حق ہے کہ خون تھاہاں اگر صبر کروگے تو خدا ہر مرنے والے کا نعم البدل بھی دیتا ہے، اور یہ بھی کہ شیت خدا جاری ہو چکی ہے، تمھیں ثواب صبر ملے گا لیکن اگر روئے پیٹے تو موت رُک نہیں سکتی اور تمھیں بہرحال گناہ ہوگا"

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں :

(الف) حضرت کا کلام ادیبوں پر چھایا ہوا تھا کہ شاعر و نثار دونوں جانتے ہیں۔

(ب) حبیب اور عتبی دونوں اس بات کو محسوس کرتے تھے اور نشاں دہی بھی۔

(ج) سید رضی اس جیسے اہم اور پر تاثیر کلام سے واقف تھے اور نہج البلاغہ میں اہتمام کے ساتھ ایسی ہی چیزوں کو محفوظ کیا ہے۔

چنانچہ ابن عبد ربّہ کے نقل کردہ جملوں کو یوں لکھا ہے :

ان صبرت صبرا اکارم والا سلوت سلوا البهائم۔

یا شریفوں کی طرح صبر کرو، ورنہ جانوروں کی طرح خاموش ہونا پڑے گا۔

پھر ایک دوسری روایت بھی لکھی ہے (دیکھئے صفحات نہج البلاغہ ایران قدیم ۳۰۵ و ۲۹۵)

روایت و شوق مطالعہ کے بعد درس و تدریس، جمع و تالیف کا دور آیا۔ ادیبوں نے جمع و تالیف، قلمبند و تحریر کرنے کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ اس دور میں عبد اللہ حر جعفی، جو معاویہ کا طرف دار تھا کلام علیؑ کا شیدائی ہوا، اور اپنی آزادہ روی کے باوجود کلام علی کو "خطب امیر المومنین" کے نام سے چھوڑ گیا۔

خلیل نے دائرہ معارف علوی میں لکھا ہے،

مالک اشتر بہ حارث اعور ہمدانی کہ خود فقیہ و از اصحاب علی است، روزے کہ غائب از استماع خطبۂ جمعہ امام بود۔ نوشتہ می دارد کہ من آنرا نوشتہ ام

ایک مرتبہ حارث (جو فقیہ تھے) خطبۂ جمعہ میں حاضر نہ ہوئے مالک اشتر نے حضرت سے سُن کر لکھا ہوا خطبہ حارث کو دیا کہ یہ میں نے لکھا ہے۔

اور یہ ایک ہی لکھنے والے نہ تھے بلکہ اور بہت سے لوگ یہ یا قضایا وغیرہ لکھا کرتے تھے۔ حسن بصری جن کے اقوال علمائے ادب نے بڑے اہتمام سے نقل کئے ہیں (خصوصاً جا یہ بھی حاضر ہوتے اور لکھتے تھے بلکہ اُن کے لیے تو یہ واقعہ بھی

حسن بصری در بصرہ کنار جمعیت ابنوہ مسجد با قلم دو بود ہے۔ امیر المومنینؑ از بالائے منبر او را صدا زد، کہ

"اے حسن! چہ کار می کنی؟"

گفت

"کلام شما را می نویسم کہ بعد روایت کنم!"

(دائرہ معارف علوی) جلد اول ص ۶۶)

حسن بصری مسجد بصرہ میں ایک مجمع میں قلم دوات لیے لکھ رہے تھے کہ ـــ حضرت علیؑ نے منبر پر سے آواز دی :

حسن کیا کر رہے ہو؟"

حسن :

"آپ کا کلام قلمبند کر رہا ہوں کہ روایت (نشر) کروں

ہم نے "ماخذ نہج البلاغہ" کے عنوان سے ایسے اشخ نشاں دہی کی ہے (ملاحظہ ہو سرفراز لکھنؤ رجب نمبر ۱۹۵۲ء منہاج نہج البلاغہ از سبط الحسن صاحب ہنسوی، اور مقالہ امتیاز علی صاحب عرشی) یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ عربی یہ پہلا ادبی ذخیرہ کتابوں کی شکل اختیار کر سکا اور اس طرح نے عربی ادب کو متاثر کیا۔ چنانچہ

پہلی صدی کے مشہور مولفین و مرتبین کلام علی کے

(۱) حارث اعور (۲) مالک اشتر (۳) زید بن وہب

www.kitabmart.in

ھ) (۴) عبداللہ بن رافع۔

دوسری صدی میں

(نصر بن محمد مزاحم (اس کی کتاب وقعۃ الصفین آج بھی موجود ہے)
(اسماعیل بن مہران سکونی۔
(ابو مخنف لوط بن یحییٰ۔

تیسری صدی میں

(محمد بن عمر قدسی متوفی ۲۰۶ھ
(ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد سعید المتوفی ۲۸۳ھ
(ابوالحسن مدائنی متوفی ۲۱۵ھ
(عبداللہ بن احمد (شہید کربلا
(بن عامر شہید صفین
(ابراہیم بن ظہیر فزاری۔
(ابو محمد مسعدہ بن صدقہ عبدی۔

چوتھی صدی میں

(ابوالقاسم عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی
(عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی متوفی ۳۳۰ھ
(ابوالخیر دراجی۔
(ابراہیم بن سلیمان ہاشمی
(علی بن محمد بن عبداللہ مدائنی متوفی ۳۳۵ھ
(عبیداللہ بن ابی زید انباری۔
(قاضی بن سلامہ مولف "دستور معالم الحکم"

اسی زمانے میں مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے لکھا ہے۔

"والذی حفظ الناس عنہ من خطبۃ
ائر مقاماتہ اربع مائۃ خطبۃ ونیف و
ن خطبۃ یوردھا علی البدیھۃ
ید اول الناس ذالک عنہ قولاً وعملاً"

(روج الذہب ج ۲ ص ۴۵ طبع مصر ۱۳۴۶ھ)

ان میں سے جو خطبے لوگوں کو یاد رہ گئے، وہ چار اسی سے
ادہ ہیں۔

جنھیں حضرت علی بدیہی اور ارتجالی طور پر دیتے تھے۔
یہ خطبے لوگوں میں قول و عمل کے طور پر رائج ہیں۔

پانچویں صدی میں

اور جن لوگوں نے کام کیا وہ تو کیا، مگر مشاعر مبین
ادیب بے مثال، نقیب الطالبین، سید محمد، ابوالحسن رضی موسوی
مولود ۳۵۹ھ متوفی، محرم ۴۰۶ھ نے بے شمار ماخذ اور لاتعداد
روایات میں سے اپنے معیاری ذوق کے مطابق "کلام علی" کا انتخاب
مرتب کیا۔

اس انتخاب کا اثر کیا ہوا، اسے ہم بعد میں لکھیں گے اس موقع پر
یہ کہتے چلیں کہ بیان کردہ فہرست میں دینوری متوفی ۳۸۱ھ حاط
متوفی ۲۵۵ھ طبری متوفی ۳۱۰ھ، ابن درید ۳۲۱ھ ابن شعبہ حلبی
۳۲۰ھ ابن سلام جمحی، مبرد ۲۸۶ھ ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ
اور شیخ متوفی ۴۱۳ھ اور ان کی کتابیں ستزاد ہیں، علما
حدیث کے مجموعے بھی ملا لیے جائیں تو خدا جانے یہ باب کس قد
وسیع ہو جائے۔

(۳) تمام بڑے انشاپرداز کلام علیؑ سے مستفید ہونے کا
اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی ادب کا عظیم ترین ادیب و فن کا
"عبدالحمید بن یحییٰ" متوفی ۱۳۲ھ کہا کرتا تھا کہ:

حفظت سبعین خطبۃ من خطب الاصلع
فقاضت ثم فاضت ——"

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج (ص ۸)۔ ۔ ۔
میں نے (امیرالمومنینؑ) کے ستر خطبے یاد کئے ——
ادب میں روانی آئی اور ایسی کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

زعم اھل الدراوین انہ لولا کلام
صلوٰۃ اللہ علیہ وخطبہ وبلاغتہ فی منطقہ
ما احسن احد ان یکتب الی امیر جند و کو
الی رعیتہ"

(فوائد رضویہ ج ۲ ص ۵۲۲ ۔ درضمن تذکرہ ابن حمید
شاہان و خلفا اور عرب کے انشاپردازوں کا کہنا ہے کہ
حضرت علیؑ کا کلام اور حضرت علیؑ کے خطبے نہ ہوتے تو کوئی شخص

www.kitabmart.in

چغل خور کی بات ماننے میں جلدی نہ کرو کیونکہ چغل خور دغاباز ہوتا ہے اگرچہ خیر خواہ کا روپ بھر کے سامنے آتا ہے

بھی اپنے لشکر یا اپنی رعایا کو دو سطریں بھی نہ لکھ سکتا۔

ابن مقفع متوفی ۱۴۲ھ جیسے ماہر و صاحب طرز ادیب کے لیے حسن سند دبی مصحح البیان والبیین نے لکھا ہے۔

شربت من الخطب ریّاہ ولم اضبط لھا روایا فضاضت ثم غاضت

(ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۰۹)

میں نے علی کے خطبوں سے پوری طرح سیرابی حاصل کی اور کوئی راستہ باقی نہ چھوڑا۔ چنانچہ موجودہ روانی اسی کا اثر ہے

ابن ابی الحدید نے ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

حفظت من الخطابۃ کنزا لا یزیدہ الانفاق الا سعۃ وکثرۃ ۔ حفظت مائۃ فصل من مواعظ علی بن ابی طالبؑ۔

(شرح نہج ج ۱ ص ۸ طبع مصر)

میں نے تقریروں کا وہ خزانہ حفظ کیا ہے کہ جس کا استعمال اس میں اضافہ ہی کر رہا ہے اور وہ خزانہ علیؑ کے سو یاد کردہ خطبے ہیں۔

متداول درس اور نصاب تعلیم میں کلام علیؑ کا ہونا اسکی برتری کی دلیل ہے۔ تمام شارحین نہج البلاغہ (جو سنو کے بھاگ ہیں) اس کے متعلم و مدرس رہ چکے ہیں اور آج بھی حضرت کا کلام داخل درس ہے حضرت کی دعائیں، اشعار، قضایا، حکمتیں، ادب و ادیب کے لیے حرز جاں ہیں کیونکہ آپ کا کلام محمد عبدہ و حسن فائل مرصفی عبد الحمید ... محی الدین فواد افرام عمر فروخ، علی نقی فیض الاسلام، جرجی جیسے زندہ ادیبوں کے لیے بھی ایک دم عیسیٰ اور فوق البشر ہے۔

احمد حسن زیات تاریخ ادب عربی میں لکھتے ہیں۔

لا نعلم بعد رسول اللہ فیمن سلف وخ افصح من "علیؑ" فی المنطق ... ... و وض بطاؤس والخفاش والدنیا وعصفہ لا اشتر ا ان صح ذلک۔ تعد من معجزات اللسان العربی،

(ص ۳۷۱ طبع عاشر)

رسول اللہ کے بعد ماضی اور حال میں "علی" سے بڑا ا اور مقرر نہیں ملتا ... ... حضرت علی کے خطبے طاؤس خ اور دنیا پر تقریریں اور مالک اشتر کے نام دستور عربی ا معجزوں میں شمار ہوتے ہیں۔

عمر فروخ ... دراسہ نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں

یا فی نہج البلاغۃ فی المسہ بتۃ الش بعد القرآن الکریم والحدیث الشر وان الفاظہ وتراکیبہ وما فیہ من او البلاغۃ وراء کل نقد وفوق استدراک

(ص ۱۱ طبع ۱۹۴۷ء)

کلام علیؑ کا انتخاب نہج البلاغہ، قرآن و حدیث کے بع درجہ رکھتی ہے۔ کہ اس کی لفظیں، ترکیبیں، اور ان دونوں ادبیت تنقید و تبصرہ سے بلند ہے۔

عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ان کی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ بداطوار لوگوں کی ——— ان میں آمد و رفت ان کے بے پردہ رہنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ حتی الوسع اپنے سوا کسی سے انھیں مطلب نہ رکھنے دو۔

(امیر المومنینؑ)

عورت کو اس کی ذات کے سوا کسی بات میں خود مختار نہ ہونے دو کیونکہ عورت پھول ہے جلاد نہیں ہے

(امیر المومنینؑ)

www.kitabmart.in

خطبہ شقشقیہ اور اس کے رواۃ

(مولانا سیّد محمد باقر صاحب قبلہ مدیر اصلاح)

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ کا ایک مشہور خطبہ ہے خطبہ
یہ جس میں حضرت نے اپنی اُن حق تلفیوں کا تذکرہ کیا ہے
ئے ثلاثہ کے دور میں کی گئیں اور ان سازشوں کو بے نقاب کیا
پ کو خلافت سے دور رکھنے کے لیے ایک جماعت کی طرف سے
لائی گئیں۔

بہت دنوں تک یہ ہوتا رہا کہ سوادِ اعظم کی طرف سے نہج البلاغہ
م امیر المومنینؑ ہونے ہی سے انکار ہوتا رہا۔ اس انکار
ی اسباب بھی تھے۔ ایک سبب تو وہی ہے جس کی علامہ ابن
نے غمازی کی ہے لان محبتہ لا یجتمع مع التسنن۔ تسنن اور
علیؑ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ (وفیات الاعیان علامہ ابن خلکان
علی ابن جہم شاعر) امام حنبل کا ارشاد ہے۔ الرجل لا یکون مومنا
بغض علیا قلیلا کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں جب تک
ڑی سی عداوت علیؑ کی نہ رکھے۔ (رسالہ سہیل یمن لکھنؤ ماہ رجب
ہ جلد ۳ ع ۱۰ ص ۴۵)

دوسرا سبب یہ کہ علیؑ سے پہلے جو خلفاء گزرے وہ اس فصاحت و
ت سے یکسر خالی تھے۔ کتب تاریخ و حدیث میں ان بزرگوں کی جو
ں کلمات خطوط وغیرہ مذکور ہیں اُن سب کو ایک جگہ جمع کر کے اگر
ایک خطبہ بلکہ ایک فقرہ سے بھی موازنہ کیا جائے تو پاسنگ نہیں
ں حضرت عثمان کے متعلق تو تمام مورخین نے صراحت کی ہے کہ وہ
نے پر بھی قادر نہیں تھے۔

حضرت عثمان نے بیعت ہو جانے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و ثنائے
ے بعد گویا ہوئے۔

"اے لوگو! ہر سواری کی ابتداء و شوار ہوتی ہے آج کے دن کے بعد
اور بھی بہت سے دن آئیں گے اگر ہم زندہ رہے تو اچھے اچھے خطبے مجھ سے
سنو گے، ہم کوئی خطیب و مقرر نہیں، اللہ جلد ہی نہیں سکھا دے گا۔" (کتاب الانساب
بلاذری جلد ۵ ص ۲۴ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۴۳)

علامہ ابو الفداء لکھتے ہیں کہ "جب حضرت عثمان کی بیعت ہو گئی تو
منبر پر گئے اور تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ حمد کے فقرات زبان سے ادا
کئے پھر زبان لڑکھڑانے لگی تو یہ کہہ کر اُتر آئے کہ ہر کام کا آغاز سخت ہوتا
ہے، اگر ہم زندہ رہے تو بہتر سے بہتر تقریریں سنو گے۔" (تاریخ ابو الفداء
جلد ۱ ص ۱۶۶)

علامہ یعقوبی لکھتے ہیں کہ "حضرت عثمان بہت شرمیلے تھے کھڑے
ہو کر کچھ دیر چپ رہے پھر یوں گہر فشاں ہوئے۔

"بتحقیق کہ ابو بکر و عمر اس جگہ کے لیے تقریر تیار رکھتے تھے اور تم
انصاف دو امام کے زیادہ محتاج ہو بہ نسبت باتیں بنانے والے امام
کے اور اگر تم زندہ رہو گے تو ہم سے تقریریں بھی سن لو گے یہ کہہ کر اُتر آئے۔"
تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴)

ملک العلماء کی لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان خلیفہ
ہوئے تو پہلے جمعہ کو خطبہ کہنے کھڑے ہوئے صرف الحمد اللہ کہا۔ اس کے
ہنکلانے لگے۔ پھر بولے کہ تم امام فعال کے زیادہ ضرورتمند ہو بہ نسبت
تو ال امام کے حضرت ابو بکر و عمر اس مقام کے لیے تقریر تیار رکھتے
تھے عنقریب تم مجھ سے بھی تقریریں سنو گے۔ میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں
اپنے لیے بھی اور تمہارے لیے بھی یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔ (بدائع الصنائع
جلد ۱ ص ۲۶۲)

غالباً اسی قوت گویائی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان خطبہ پڑھنے
کے موقع پر لوگوں کی خیر خیریت پوچھ کر اور بازار کا نرخ دریافت کر کے

www.kitabmart.in

تم بری عورتوں سے بچتے رہو اور نیک عورتوں سے احتیاط برلو

جایا کرتے جیسا کہ امام احمد نے مسند جلد ۱ صفحہ ۷۷ پر اور علامہ ہیثمی نے المجمع جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ پر روایت کیا ہے۔

تو چونکہ ماسبق کے خلفاء ان کمالات و ملکات سے یکسر خالی تھے اس لئے کبھی تو حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابھا میں قدح کی جاتی ہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول خدا اپنے علوم کا واحد مرکز اور خزینہ دار علیؑ ہی کو قرار دیں جب کہ صحابہ بھی ایک سے ایک تھے کبھی آپ کی افضلیت اور بعد پیغمبرؐ تمام خلائق سے بہتر و برتر ہونے کے متعلق لب کشائی ہوتی ہے ان تمام حرکتوں کی غرض و غایت محض یہی ہے کہ ہم جس نظام خلافت کے قائل ہیں اس کی کمزوری کسی پر ظاہر نہ ہو۔ اگر ماسبق کے بزرگ ان انسانی کمزوریوں کا مجموعہ تھے تو علیؑ بھی ان کمزوریوں سے خالی نظر نہ آئیں اگر پہلے کے لوگ کسی وصف و خوبی میں درجہ کمال پر نہ پہونچ سکے تو یہ بھی ناقص ہی دکھائی دیں۔

اسی قسم کے اسباب تھے کہ ایک زمانہ تک نہج البلاغہ کے متعلق انکار ہوتا رہا۔ یہ دعویٰ کیا جاتا رہا کہ یہ تو سید رضی کی تخلیق ہے انھوں نے اپنے جی سے خطبے بنا کر خطوط تصنیف کر کے علیؑ کی طرف منسوب کر دیئے۔ حالانکہ نہج البلاغہ کے اکثر و بیشتر اجزاء بہت سی ایسی کتابوں میں موجود ہیں جو سید رضی کی پیدائش سے بہت پہلے لکھی گئیں اور جن کے مصنفین سید رضی کی پیدائش سے پچاسوں برس پہلے انتقال کر چکے تھے۔

حقیقت بہرحال حقیقت ہے بڑے سے بڑے منکر کو بھی آخر حقیقت کے آگے ایک دن سر جھکانا ہی پڑتا ہے' دنیا کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکی جا سکتی تھی' جب دیکھنے والوں نے سید رضی کے متقدمین کی بے شمار کتابوں میں بھی جا بجا امیر المومنینؑ کے بہت سے خطبے دیکھے جنھیں اُن متقدمین نے سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اسناد کے ساتھ نقل کیا تھا کسی نے کوئی خطبہ پورا درج کیا کسی نے اس کے محض بعض فقرات پر اکتفا کی تھی' جب کہ دیکھنے والوں نے متقدمین کی کتابوں کے اقتباسات اور سید رضی کی مرتب کی ہوئی نہج البلاغہ کی عبارتوں کو ملایا تو کوئی فرق اس کے سوا نظر نہیں آیا کہ سید رضی نے تفصیل سے کام لیا ہے انھیں جس جس خطبے کے جتنے فقرے ملے سب کو جمع کرنے کی کوشش کی اور متقدمین نے اپنی ضرورت کے لائق اقتباسات کئے کیونکہ انھیں کوئی نہج البلاغہ تو مرتب کرنی نہیں تھی برخلاف سید رضی کے کہ انھوں نے خصوصی محنت و مشقت اسی لیے کی۔ سید موصوف نے ایک کتاب فضائل ائمہ میں لکھی تھی اس میں ایک مقام پر

حضرت کے کچھ مختصر کلمات بھی لکھے جس پر ان کے تلامذہ اور احباب نے کیا کہ ایک کتاب ایسی ہونی چاہیئے جس میں حضرت کے جتنے کلمات فرا جمع کر دیئے جائیں اور انھوں نے انتہائی محنت و مشقت کر کے جہاں سے خطبے خطوط وغیرہ فراہم ہو سکے اکٹھا کئے۔ خود صحاح و مسانید یہ کیفیت موجود ہے کہ بعض حدیثیں مثلاً صحیح بخاری میں مختصر طور پر ہو اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ میں ذرا تفصیل سے تو جس طرح یا دیگر صحاح میں کسی حدیث کا بہ نسبت بخاری کی حدیث کے مفصل دلیل نہیں اس کی کہ امام مسلم و ترمذی نے کذب و افترا اور دجل سے کام لیا ہے۔ اسی طرح سید رضی کی نہج البلاغہ میں کسی خطبے کا سے مذکور ہونا اس کی وضعیت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ امام بخا حدیث کو اپنے شیوخ و اساتذہ سے مختصر لفظوں میں سنایا۔ انھوں نے لفظوں میں وہ حدیث بیان کرنی مناسب سمجھی اس لیے مختصر بیان کی وغیرہ نے اپنے شیوخ سے اس حدیث کو ذرا تفصیل سے سنا اس لیے سے بیان کیا۔ یہی سید رضی کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کد و کاوش سے کام لیا اپنی پوری محنت صرف کی اور اپنے آباؤ کی تصانیف اپنے اساتذہ کی تالیفات کی چھان بین کر کے ان خطبوں کو لکن بالاستیعاب جمع کرنے کی کوشش کی۔ سید رضی کے لیے ا بھی زیادہ تھے اُن کا پورا خانوادہ علمی تھا وہ جلیل القدر سادات سے تھے انھوں نے اساتذہ بھی ایسے پائے جو یکتائے روزگار تھے

غرضکہ حقائق سے آنکھیں بند کرنی محال تھیں اس لئے بادی سواد اعظم کو تسلیم کرنا ہی پڑا کہ نہج البلاغہ امیر المومنینؑ کے ا ہی کا مجموعہ ہے خود علمائے اہل سنت نے اس کتاب کی بڑی بڑ لکھیں اور اتنی لیاقت دکھائی کہ شیعوں پر بھی سبقت لے گئے

مگر دوسری مصیبت یہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ اسی نہج البلا خطبہ شقشقیہ اور اس جیسے دوسرے خطبے بھی تھے جو سواد اعظ اُن کے مسلک کے لیے انتہائی تباہ کن تھے۔ خطبہ شقشقیہ میں آپ اگر اُن مظالم پر فریاد کی جو ماسبق کی خلافتوں میں آپ پر کئے گئے خطبہ میں آپ نے اصحاب جمل و صفین کی قلعی کھولی ہے کسی خطبہ میں کی بے اعتدالیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان تمام خطبوں سے آنچ آتی سواد اعظم کے بنیادی عقائد پر' مفروضہ عقیدہ تو یہ ہے کہ الصحابہ

www.kitabmart.in

صحابہ سب کے سب عادل ہیں نیز یہ کہ خلافت کے جس نظام کے
ں علیؑ بھی اسی کے حامی تھے، پیغمبرؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد جب
لافت قرار پائی تو علیؑ اس کے تسلیم کرنے میں سب سے پیش پیش تھے
کہ جب آپ کو خبر ملی کہ ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت ہو رہی ہے تو
میض پہنے ردا اوڑھے عمامہ سر پر رکھے صرف تہ بند پہنے ہوئے
ی میں دوڑے آئے کہ کہیں بیعت کرنے میں میں پیچھے نہ رہ جاؤں
مسجد میں آتے ہی ابوبکر کی بیعت کی اور پھر آدمی بھیج کر گھر سے
ائے اور زیب تن کئے۔ مفروضہ تو یہ ہے کہ علیؑ جی جان سے اپنے سابق
خدا تھے کبھی اُن میں باہمی اختلاف ہوا ہی نہیں۔ نہ علیؑ نے اُن کے
کایت میں زبان کھولی۔ اسی لئے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس قبیل کے
المومنینؑ کے نہیں بلکہ الحاقی ہیں۔ سید رضی نے اپنی طرف سے
کے شریک کر دیئے۔ حالانکہ جو صحیح العقول فصاحت و بلاغت زور
انہ انداز نہج البلاغہ کے دیگر خطبوں سے آشکار ہیں بعینہٖ وہی
ں سے بھی۔ اس قسم کے خطبوں کو باقی خطبوں سے ملا کر دیکھ لیجئے
ئی جھول نہیں کسی قسم کا تفاوت و فرق نہیں۔

علاوہ بریں اس قسم کے خطبے صرف نہج البلاغہ ہی میں موجود نہیں بلکہ
نی کے پہلے کے علماء کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ بہتیرے محدثین
سلسلہ اسناد سے ان خطبوں کی روایت کی ہے۔

خطبہ شقشقیہ کے متعلق چونکہ خصوصیت کے ساتھ برادران اہل سنت
ہے اس لئے ہم ذیل میں ان تمام علماء کے نام درج کرتے ہیں جنھوں نے
ہ کی روایت کی اور اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

(۱) حافظ یحیی بن عبد الحمید حمانی المتوفی ۲۲۸ھ نے روایت
ی و معانی)۔

(۲) ابوجعفر دعبل خزاعی المتوفی ۲۴۶ھ نے اپنے سلسلہ اسناد
ب عبداللہ بن عباس سے روایت کی۔ (امالی شیخ الطائفہ ص ۲۳۷)
سے اُن کے بھائی ابوالحسن علی نے سنا اور دوسروں سے بیان کیا۔

(۳) ابوجعفر احمد بن محمد برقی المتوفی ۲۷۴ھ نے اپنے بزرگوں
اور دوسروں سے بیان کیا۔ (علل الشرائع)

(۴) فرقہ معتزلہ کے پیرو مرشد ابوعلی جبائی المتوفی ۳۰۳ھ نے
رگوں سے سُن کر روایت کی۔ (فرقہ ناجیہ شیخ ابراہیم قطیفی اور

بحار الانوار علامہ مجلسی جلد ۸ صفحہ ۱۶۱)

(۵) مشہور وزیر ابوالحسن علی بن فرات المتوفی ۳۱۲ھ کے
کا لکھا ہوا یہ خطبہ پایا گیا۔ (شرح ابن میثم)

(۶) ابوالقاسم بلخی فرقہ معتزلہ کے مشہور پیشوا جن کا انتقا
۳۱۷ھ میں ہوا نے اپنے بزرگوں سے اس خطبے کو سُن کر دوسروں سے
روایت کیا۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۶۹)

(۷) ابواحمد عبدالعزیز جلودی بصری المتوفی ۳۳۲ھ نے اس
روایت کی۔ (معانی الاخبار)

(۸) ابوالقاسم بلخی کے شاگرد ابوجعفر ابن قبہ نے اپنی کتاب
انصاف میں اس کو نقل کیا۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۶۹ و شر
ابن میثم)

(۹) حافظ سلیمان بن احمد طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے اس
روایت کی۔

(۱۰) ابوجعفر ابن بابویہ قمی المتوفی ۳۸۱ھ نے اپنی دو تو
کتابوں علل الشرائع اور معانی الاخبار میں اس خطبہ کی روایت کی ہے

(۱۱) ابواحمد حسن بن عبداللہ العسکری المتوفی ۳۸۲ھ نے ا
خطبہ کی روایت کی ہے، شیخ صدوقؒ نے ان سے اس خطبہ کی شرح بھی
نقل کی ہے۔ (معانی الاخبار و علل الشرائع)

(۱۲) شیخ مفید علیہ الرحمہ جو جناب سید رضی کے استاد تھے ا
کتاب ارشاد میں اس خطبے کو نقل کر چکے ہیں۔

(۱۳) قاضی عبدالجبار معتزلی المتوفی ۴۱۵ھ نے اپنی کت
المغنی میں خطبہ شقشقیہ کے بعض جملوں کی تاویل لکھی ہے اور بیان کیا
کہ اس خطبہ سے سابق کے خلفاء کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ثابت

(۱۴) حافظ ابوبکر بن مردویہ المتوفی ۴۱۶ھ نے اس خ
کی روایت کی۔

(۱۵) وزیر ابوسعید آبی المتوفی ۴۲۲ھ نے اپنی کتاب نثر
نزہۃ الادیب میں اس خطبہ کو نقل کیا۔

(۱۶) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جو سید رضی کے بڑے بھائی تھ
خطبہ کے بعض جملے اپنی کتاب شافی میں نقل کر چکے تھے۔

(۱۷) شیخ الطائفہ طوسی المتوفی ۴۶۰ھ نے اس خطبہ

www.kitabmart.in

اپنی امالی میں صفحہ ۳۲۷ پر ابو الفتح ہلال بن محمد بن جعفر حفار سے روایت کیا ہے، ابو الفتح کے مختصر حالات علامہ نوری نے مستدرک جلد ۳، صفحہ ۵۰۹ میں بیان کیا ہے۔

(۱۸) ابو الفضل میدانی المتوفی ۵۱۸ھ نے اپنی کتاب مجمع الامثال صفحہ ۳۸۳ پر اس خطبہ کی روایت کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا ایک خطبہ ہے جو خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ جب حضرت تقریر کرتے کرتے رک گئے تو ابن عباس نے کہا۔ حضور نے جہاں سے تقریر روکی تھی وہیں سے پھر شروع کر دیتے۔ تو حضرت نے فرمایا هیهات یا ابن عباس تلک شقشقة هدرت ثم قرت۔

(۱۹) ابو محمد عبد اللہ بن احمد بغدادی مشہور بہ ابن خشاب المتوفی ۵۶۷ھ نے اس خطبہ کی روایت کی ہے اُن سے ابو الخیر مصدق واسطی نحوی نے اس خطبہ کو پڑھا۔

(۲۰) ابو الحسن قطب الدین راوندی المتوفی ۵۷۳ھ نے دو بزرگوں ابن مردویہ اور طبرانی سے اس خطبہ کو سنا اور دوسروں سے بیان کیا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں میں نے اس خطبے کو دو ایسی جگہوں پر دیکھا جس کا وجود سید رضی کی پیدائش سے مدتوں پہلے ہے۔ ایک تو ابو جعفر ابن ابی قبہ شاگرد ابو القاسم کعبی جو فرقہ معتزلہ کے ایک پیشوا تھے کی کتاب "انصاف" میں دیکھا۔ یہ ابو جعفر سید رضی کی ولادت سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔

دوسرے ہم نے ایک قدیمی کتاب میں جو زید ابو الحسن علی بن محمد بن فرات کے ہاتھ کا یہ خطبہ لکھا ہوا دیکھا۔ یہ ابو الحسن علی بن محمد سید رضی کی پیدائش سے ۶۰-۶۵ سال قبل خلیفہ مقتدر کے وزیر تھے، میرا گمان غالب ہے کہ وہ پرانی کتاب ابن فرات کے بھی پہلے کی لکھی ہوئی تھی۔

(۲۱) ابو منصور طبرسی جو علامہ ابن شہر آشوب کے استادوں میں سے تھے اور جن کا انتقال ۵۸۸ھ میں ہوا۔ انھوں نے اپنی کتاب الاحتجاج میں اس کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے مختلف واسطوں سے ابن عباس سے اس خطبہ کی روایت کی ہے۔

(۲۲) ابو الخیر مصدق بن شبیب الصلی النحوی المتوفی ۶۰۵ھ نے اس خطبہ کو ابو محمد بن خشاب سے پڑھا۔

ابو الخیر بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اس خطبہ کو اپنے استاد ابو محمد بن خشاب سے پڑھا اور ابن عباس کے اس جملہ پر پہونچا۔ ما اسفت علی شیء کاسفی علی هذا الکلام۔ مجھے کسی بات کا اتنا افسوس نہ ہوا اس کا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ ادھورا چھوڑ دیا، تو میرے ب بن خشاب نے کہا۔ اگر میں اس موقع پر موجود ہوتا تو ابن عباس سے کہ آپ کے چچا کے بیٹے نے کونسی بات اٹھا رکھی حضرت نے نہ تو اگلوں کو چھو نہ پچھلوں کو۔ ابو الخیر کہتے ہیں میرے استاد ابن خشاب کے مزاج میں ذرا بھی تھی میں نے اُن سے کہا۔ حضور غالباً یہ خطبہ وضعی ہے۔ ابن خشاب نے خدا کی قسم ہرگز نہیں مجھے اس خطبہ کے حضرت ہی کے ہونے کا ایسا یقین کامل ہے جس طرح تمھارے ابو الخیر مصدق ہونے کا، میں نے عرض کیا کہ لوگ تو اس خطبہ کو سید رضی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ابن خشاب نے نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں، کہاں سید رضی اور کہاں یہ کلام اور کہاں انداز بیان ہم نے سید رضی کی نظم و نثر دونوں دیکھی ہے۔ کوئی وجہ اسے اس خطبہ سے نہیں اور نہ اُن کی عبارت سے اس خطبہ کی عبارت کھاتی ہے۔ پھر ابن خشاب نے بیان کیا کہ میں نے اس خطبہ کو ایسی کتاب میں مذکور دیکھا ہے جو سید رضی کی پیدائش سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی تھیں اور میں نے اس خطبہ کو ایسی تحریروں میں لکھا ہوا دیکھا جسے بخوبی پہچانتا ہوں۔ میں سید رضی کے باپ کے پہلے کے علماء کی تحریر پہچانتا ہوں (شرح ابن الحدید جلد ۱ صفحہ ۶۹ شرح ابن میثم)

(۲۳) علامہ ابن اثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ نے بھی اپنی لغت جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ پر اس خطبہ کا اشارتاً ذکر کیا ہے۔

(۲۴) سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۴ھ نے اپنی کتاب تذکرہ ص پر اپنے استاد ابو القاسم النفیس الانباری کے واسطہ سے روایت کی۔ ان کے استاد نے اپنے سلسلہ اسناد کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا۔

(۲۵) علامہ ابن ابی الحدید معتزلی المتوفی ۶۵۵ھ شرح نہج ا جلد ۱ صفحہ ۶۹ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو بہت زیادہ اپنے شیخ ا بلخی معتزلین بغداد کے امام کی تصانیف میں دیکھا۔ یہ ابو القاسم بلخ مقتدر کے زمانہ کے بزرگ ہیں سید رضی کی ولادت سے مدتوں پہلے نیز میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابن قبہ کی کتابوں میں بھی بہت دیکھا ہے ابن قبہ فرقہ شیعہ کے متکلمین میں سے تھے ان کی کتاب کا نام "انصاف"۔ شیخ ابو القاسم بلخی کے شاگرد تھے اور اسی زمانہ میں مرے سید رضی کی ولا سے بہت پہلے۔ (۲۶) ابن میثم المتوفی ۶۷۹ھ نے اس خطبہ کو ایک پرانی کتاب

نقل کیا جس پر زید ابو علی ابن فرات المتوفی ۳۱۲ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ خطبہ موجود تھا نیز ابن قبہ کی کتاب الانصاف سے بھی نقل کیا اور ابن خشاب کی گفتگو بھی نقل کی جسے ہم اوپر نقل کر آئے ہیں

(۲۷) ابو الفضل جمال الدین ابن منظور افریقی مصری المتوفی ۷۱۱ھ نے اپنی لغت لسان العرب میں اس خطبہ کا ذکر کیا ہے (۲۸) علامہ فیروز آبادی المتوفی ۸۱۶ھ نے اپنی لغت قاموس

www.kitabmart.in

جس نے حق سے مقابلہ کیا وہ برباد ہوا

کلام الامیر امیر الکلام

جناب مولانا عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی ظلہ مترجم نہج البلاغہ نئی دہلی

علمائے عرب و عجم کا فیصلہ ہے کہ کلام اللہ و کلام رسول اللہ
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام افصح الکلام و
کمال ہے۔ حضرت امیر کی لسان امیر اللسان اور حضرت امیر کا
امیر الکلام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملاء اعلیٰ سے کوئی مقدس
ہستی بول رہی ہے۔ لفظ تو بیشک انسانی لفظ ہیں۔ آواز
ب انسانی آواز ہے مگر کلام کا انجام و نظام انسانی نہیں
تی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا فقرہ بھی اپنی جگہ ممتاز ہے،
متاز کہ انسانی کلام میں اسکی مثال نہیں ملتی۔
عذر کی رحمتیں ہوں سید مرتضےٰ صاحب پر کہ امیر المومنین علیہ السلام
وں اور تحریروں کا ایک مجموعہ چھوڑ گئے۔ "نہج البلاغۃ" اسی
نام ہے۔ یہ مجموعہ بلاشبہ عربی ادب کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے
ں سرمایہ پر عربی زبان جتنا فخر کرے کم ہے "نہج البلاغۃ" کا
یک لفظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس کے جس
ں تحریریں جمع کی گئی ہیں، انمول خزانہ ہے۔
ہر زبان میں نثر نے نظم کے بہت بعد ترقی کی ہے۔ قوم کی
پختگی اور تمدن کی ترقی کے ساتھ نثر آگے بڑھتی ہے۔ عربی
میں نثر کا پہلا نمونہ "قرآن مجید" ہے مگر قرآن کی نثر ایسے اسلوب
کہ بقول ابن خلدون، فن انشاء میں اسے رہنما نہیں بنایا جاسکتا
نثر کی پیروی انسانی طاقت سے باہر ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے خلافۃ کے مراسلات،
تب، نہایت مختصر ہوتے تھے، اس لئے کہ نثر نے ابھی تک
نہیں کی تھی۔ وقتاً امیر المومنین علیہ السلام سے نثر شروع
تی ہے۔ یہ نثر صحیح معنی میں نثر ہے۔ مگر ایسی نثر جس پر ہر عربی

نثر قربان کی جاسکتی ہے۔
امیر المومنین کی خطابت ایک معجزہ ہے، لیکن امیر المومنین
کی انشاء تو معجزہ سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے، ایسی بے تکلف،
بلند، ٹھوس تحریر کہ امیر المومنین سے پہلے عربی ادب میں مثال
نہیں ملتی اور پھر تحریر بھی کیسی۔ ہر موضوع پر، ہر عنوان پر،
اہم سے اہم سیاسی مسائل پر محیط، اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاقی
مواعظ پر حاوی۔ طنزیہ بھی، ناصحانہ بھی، دل ہلانیوالی بھی، ایمان کی پرورش کرنیوالی بھی، اتفاق کو پے پردہ کر ڈالنے والی
بھی، طویل سے طویل بھی، مختصر سے مختصر بھی، مگر اسطرح کہ ہر لفظ فصاحت کا علم
ہر جملہ بلاغت کا آئینہ دار بلکہ سچ تو یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت امیر المومنین
کنیزیں ہیں جو ہر وقت تعمیل حکم کیلئے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہیں۔
اہل علم جانتے ہیں کسی بلیغ تحریر کے ترجمے میں لوہے کے
کیسے چنے چبانا پڑتے ہیں۔ پھر امیر المومنین کی تحریر کا ترجمہ کیسے
ہوگا! یہ جانتے ہوئے بھی، اپنی بے بضاعتی کا علم رکھتے
ہوئے بھی، اس کٹھن مہم کا بیڑا اٹھالیا۔ میری اس جرأت
کی سفارش شاید یہ واقعہ کرے کہ اس ادبی خزانہ کو اردو میں
منتقل کرنے کی اب تک کسی نے ہمت نہیں کی۔ اور میری اس
جرأت کی ذمہ داری سراسر بھائی مولانا غلام رسول صاحب
کے سر ہے۔ وہ ہمت نہ دلاتے تو میں جرأت بھی نہ کرتا۔
ترجمہ جیسا بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ اس میں خامیاں
ہوسکتی ہیں لیکن یہ بات میرے لئے تسلی کی ہے کہ ترجمہ صحیح ہے
میں نے اردو زبان کی سلاست بھی کہیں کہیں ترجمہ پر قربان
کردی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس ترجمے کو سامنے رکھکر عربی ادب

www.kitabmart.in

تقوی اور پرہیزگاری کی جڑ کبھی برباد نہیں ہوتی

شیدائی "نہج البلاغہ" کا مطالعہ کرینگے تو بہت فائدہ اٹھائینگے۔
اس کتاب میں سلمان فارسیؓ کے نام ایک خط کے علاوہ جتنی تحریریں ہیں امیرالمومنین کی آغاز خلافت سے شہادت تک کی ہیں۔ یعنی سنہ ۳۶ھ سے سنہ ۴۰ھ تک تقریباً چار برس کی مدت میں امیرالمومنین نے یہ سب لکھا ہے یا املا کرکے لکھایا ہے۔
سید مرتضیٰ نے "نہج البلاغہ" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس لئے تیار نہیں کیا تھا کہ امیرالمومنین کا سب کلام جمع کر دیں، بلکہ مقصود یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام جن ا یعنی "نہج البلاغہ" امیرالمومنین کے کلام کا مکمل مجموعہ نہیں بلکہ فصیح ترین کلام کا مجموعہ ہے اسی لئے "نہج البلاغہ" ہی نہیں کی گئی کہ مکمل تحریریں جمع کی جائیں۔ بہت سی تحریریں بھی ہیں لیکن "نہج البلاغہ" کے شہرہ آفاق ابن ابی الحدید" نے اکثر نامکمل تحریریں مستند سے مکمل کردی ہیں۔

یقین کر دنیا کا قیام اللہ کے اس ٹھہرائے ہوئے قانون پر ہے کہ انسانوں کو نعمتیں بھی ملتی ہیں اور ابتلاء و آزمائش بھی پیش آتی ہے اور پھر آخرت میں اخری جزاء دی جاتی ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔ اگر کوئی بات تیری سمجھ میں نہ آئے تو انکار نہ کر دے بلکہ اُسے اپنی کم سمجھی پر محمول کرکے غور کر۔ کیونکہ اول اول تو جاہل ہی پیدا ہوا تھا۔ پھر بتدریج علم حاصل ہوا اور ابھی نہیں معلوم کتنی باتیں ہیں جن سے تو لاعلم ہے جن پر تیری عقل حیران رہ جاتی ہے اور بصیرت کام نہیں دیتی۔ لیکن بعد چندے ان کا علم تجھے ہو جاتا ہے۔ بس تیری وابستگی اسی ذات سے ہو جس نے تجھے پیدا کیا ہے رزق دیا ہے اور تیری خلقت پوری کی ہے

(امیرالمومنینؑ)

تو نیکی کی تبلیغ کرے گا تو نیکوں میں سے ہو جائے گا۔ برائی کو اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے بُرا ثابت کر۔ بروں سے الگ رہ۔ خدا کی راہ میں جہاد کر جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ خدا کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈر۔ حق کے لیے مصائب کے طوفان میں پھاند پڑ۔ دین میں تفقہ حاصل کر۔ مکروہات کی برداشت کا عادی بن کیونکہ برداشت کی قوت بہترین قوت ہے

(امیرالمومنینؑ)

دنیا کی عبرتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان جب اپنی امیدوں اور آرزوں سے قریب پہنچ جاتا ہے تو موت اس کا رشتہ زندگی قطع کر دیتی ہے اور اب نہ کوئی آرزو حاصل ہو سکتی ہے اور نہ صاحب آرزو نتیجہ مرگ سے بچ سکتا ہے۔

(امیرالمومنینؑ)

www.kitabmart.in

منہاج نہج البلاغہ

جناب مولانا سید سبط الحسن صاحب ہنسوی

سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عصر حاضر کا انسان
کی منزل سے آشنا دور ہو چکا ہے کہ اب وہ مادیات سے الگ ہو کر
نچنا چاہتا بلکہ روحانی و مابعد الطبیعاتی مسائل پر بھی اسکی نگاہ
وطبیعاتی حیثیت سے پڑنے کی عادی ہو گئی ہے اسی وجہ سے
موجودہ دنیا کا نقطۂ نظر بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ
سیلاب موجودہ دنیا کو بہائے لئے جا رہا ہے، آج یورپ کے
نظریات و غلط رجحانات کو حقائق کا درجہ دے دیا گیا ہے اور
واقعیہ تھے ان کو خلاف عقل بتلا کر غیر مکمل تمدن کی روایات بتلایا
اسی وجہ سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی قرآن و حدیث کا
ان ایقان کی نگاہوں سے نہیں بلکہ مادیات کی عینک لگا کر کرتا ہے
عقائد و مسلمات سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، ہمیں اسکی نئی نئی
وزانہ ملتی رہتی ہیں لیکن تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ظاہرا عتبار سے
سلمان ڈاکٹر خلوصی پی، ایچ، ڈی جو عراقی عرب ہیں، اور لندن
میں عربی ادب کے معلم ہیں وہ نہج البلاغہ کو یورپی انداز پر تاریخی
تجزیہ سے جانچنے کی سعی نا مشکور فرماتے ہیں اور اس کے بعد یہ نتیجہ
کہ مندرجات نہج البلاغہ کا اکثر حصہ امیر المومنین علی بن ابی طالب
اللہ علیہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے نامعلوم اشخاص کا کلام ہے،
کے انکار کی بنیاد صرف اس امر پر ہے کہ ایسے زمانہ میں جب کہ عربی
ر ارتقائی علوم و فنون کا نام و نشان نہ تھا امیر المومنین کیونکر
در ہوئے کہ منتہائے فصاحت و بلاغت کے ساتھ حکیمانہ خطب و
ربوں کے سامنے پیش فرمایا، حالانکہ مسلمانوں کے مسلمات و عقائد
ہے کہ "محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین علوم لدنیہ رکھتے تھے

وہ محتاج درس و تدریس نہ تھے، یہ عقیدہ صرف شیعوں ہی کے ساتھ مخصو
نہیں ہے بلکہ صحیح العقیدہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی مسلک ہے جس
ایک فرد خود ڈاکٹر خلوصی بھی ہیں جیسا کہ علامہ شہاب الدین ا
بن عبد القادر الحنفی العجیلی الشافعی اور علامہ شیخ عبد اللہ بن محمد بن
الشبراوی الشافعی تحریر کرتے ہیں:-

اہل بیت پیغمبرؐ تمام فضائل و کمالات علم و حلم، فصاحت و بلاغت
صباحت و ذکاوت، بداہت و جودت حماست و شجاعت کے
مالک تھے، ان کے علوم، سبق حاصل کرنے اور درس و تدریس کے محتا
نہ تھے اور نہ ایسا تھا کہ ان کے علوم میں تدریجی ترقی ہو بلکہ ان
علوم خداداد تھے۔ جو شخص اس سے انکار کرے اور پردے ڈالنا
تو اس کی کوشش ویسی ہی بیکار ہے جیسے آفتاب کو پردوں میں چھ
کی لاحاصل کوشش، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان سے سوال کرنے والوں
سوال کیا ہو اور جواب دینے میں انھیں غور و فکر کا توقف ہوا ہ
اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ یہ میدان فضل میں سب سے آگے نہ رہے ہ
اہل بیت کے سامنے کتنی ہی سختیاں اور معرکے پیش آئے لیکن
نے صبر و وقار کے ساتھ ان کو جھیلا، اور ان کو کبھی کوئی شرمندہ
نہ کر سکا دنیا کی فصاحتیں ان کی فصاحت کے آگے گرد ہو گئیں جہ
ان کے بولنے والوں میں سے کوئی بولا اور کوئی برسر.....

..... نطق ہوا تو دنیا کے کان ان کے آواز کے سننے میں محو ہو
یہی وہ تمام صفتیں ہیں جن کے ساتھ ان کے خالق نے ان کو مخصوص
(ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللال، العجیلی مخطوط ۲۵۸ کتاب لا
بجب الاشراف شبراوی صفحہ ۱۹ طبع مصر-)

www.kitabmart.in

لیکن چونکہ زمانہ کا مزاج بدلا ہوا ہے اور زمانہ ہم سے سائنٹفک مطالعہ کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے میرے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم سکون و اطمینان کے ساتھ اس حیثیت سے جس کا مطالبہ مخاطب نے کیا ہے نہج البلاغہ کی صحت نسبت کے متعلق بحث و نظر کریں اور تاریخی تحلیل و تجزیہ کے بعد اس امر کو ثابت کریں کہ نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے میں شک کی کسی حیثیت سے بھی گنجائش نہیں ہے۔

قریش افصح العرب ہیں

دنیا کی قوموں میں صرف عرب ہی ایک ایسی قوم ہے جو فصاحت و بلاغت، طلاقت و خطابت میں اپنے مقابلہ میں کسی دوسرے کو نہیں سمجھتی تھی، اسی بنا پر وہ اپنے کو "عرب" فصاحت کے ساتھ کلام کرنے والے اور دوسری قوموں کو "عجم" گونگا کہتے تھے، اور تمام قبائل عرب میں سب سے زیادہ فصیح "قریش" تھے جو "افصح العرب" کہلاتے تھے، علامہ جلال الدین سیوطی "المزھر فی علوم اللغۃ" میں لکھتے ہیں

ہمارے تمام علماء لغات و ماہرین کلام عرب راویان اشعار و مورخین و جغرافیہ داں اس امر پر متفق ہیں کہ قریش شیریں بیانی و طلاقت لسانی کے اعتبار سے "افصح العرب" ہیں۔ خداوند عالم نے تمام قبائل عرب میں سے اس بات کے لئے قبیلۂ قریش کو چن لیا ہے، اور قریش میں حضرت محمدؐ منتخب و برگزیدہ ہیں، دراصل قریش ہی حرم کعبہ و بیت اللہ شریف کے ساکن و والی محافظ ہیں، تمام قبائل عرب گروہ در گروہ مکہ میں حج کے لئے برابر آتے رہتے تھے، اور اپنے اختلافات قضیہ قضایا کا فیصلہ قریش ہی سے کرایا کرتے تھے، قریش باوجود اپنی خداداد فصاحت اور زبان کی نرمی اور لوچ کے آنے والے قبائل کی پاکیزہ بول چال عمدہ الفاظ اور منتخب اشعار و کلام کو محفوظ کر لیا کرتے تھے اور پھر اپنے فطری سلیقہ و صلاحیت سے اس کو اپنا لیتے تھے جس کی وجہ سے وہ فصیح ترین عرب ہو گئے۔

ابو نصر فارابی اپنی کتاب "الالفاظ والحروف" کے شروع میں کہتے ہیں کہ تمام قبائل عرب میں قریش سب سے زیادہ الفاظ کو پرکھنے، بول چال میں ایسے سہل و آسان الفاظ کو ادا کرنے میں جو کانوں کو اچھے معلوم ہوں اور معنی و مراد کو ادا کرنے میں واضح تر ہوں، بہت زیادہ قدرت رکھتے تھے انھیں لوگوں سے لغت عرب نقل کی گئی انھیں کی زبان کی پیروی کی جاتی ہے اور تمام قبائل عرب میں سے عربی زبان حاصل کی گئی ہے۔

(کتاب المزھر للسیوطی، المجزء الاول ۱۰۳، ۱۰۴ طبع مصر ۱۳۸۲ھ)

اسی لئے عرب کے باکمال شعراء کا یہ دستور تھا کہ جب وہ اشعار کہتے تھے اس وقت تک کسی کے سامنے اس کو ظاہر نہیں کرتے تھے پڑھتے تھے جب تک کہ وہ مکہ میں قریش کے سامنے حاضر ہو کر سنا نہ لیتے تھے، فان استحسنوہ رووی وکان فی القاع علقوہ علی رکن من ارکان الکعبۃ حتی ینظر الیہ، جب اس کو سن کر پسند کرتے اسوقت وہ ان اشعار کو عام کرنے کے لئے ادا یزاں کر دیتے اور قریش کا پسند کرنا شاعر کے لئے باعث تان لم یستحسنوہ طرح ولم یعبأ بہ" اور اگر قریش ناپسند اس کو ضائع کر دیتے اور ظاہر نہ کرتے،

(شرح القصائد العشر للامام الخطیب التبریزی، مقدمہ فی الکلام صفحہ ۲ و خزانۃ الادب للبغدادی، مطبوعہ السلفیہ مصر ۱۳۴۲ھ)

قبیلہ، قریش کے ممتاز فصحاء و بلغاء

قریش کے سر فصحاء اور ہاشم، عبد المطلب اور ابو طالب بلغاء میں کعب بن لوی، قصی، ہاشم، عبد المطلب اور ابو طالب قبیلۂ قریش میں خصوصیت سے بنی ہاشم فصاحت و بلاغت، خطابت میں خود اپنی آپ مثال تھے، جناب عبد المطلب کے اشعار اور خطبے مختلف کتب تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں جن سے ان کے کمال فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ہاشم و عبد المطلب کے عہد میں عربی شاعری اپنے حد کمال کو مشہور عالم شعر و ادب عربی ابو عبد اللہ محمد بن سلام الجمحی البصری ۲۳۲ھ طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں۔

قدمائے عرب سوائے ابیات کے کچھ نہیں رکھتے تھے جن کو والے کسی حادثہ کے سلسلہ میں کہہ دیا کرتے تھے قصائد اور طو کہنے کا رواج عبد المطلب و ہاشم بن عبد مناف کے عہد میں

(طبقات الشعراء صفحہ ۱۷ طبع مصر)

اولاد عبد المطلب میں سوائے پیغمبرؐ اسلام کے کون ا

www.kitabmart.in

شعار نہ کہے ہوں، ابن رشیق کتاب العمدہ میں لکھتے ہیں:۔
عبد المطلب کے مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہیں ہے
شعار نہ کہے ہوں سوائے رسول اللہ صلعم کے۔
العمدہ لابن رشیق جلد اول صفحہ ۱۵ طبع مصر)
عبد المطلب یعنی صفیہ برہ عاتکہ، ام حکیم البیضاء، امیمہ ارویٰ
پر زور اشعار کہے ہیں (سیرت النبی ابن ہشام جلد اول)
عبد اللہ، ابو طالب، زبیر، حمزہ، عباس، وغیرہم
عبد المطلب میں سے کون ہے، جن کے اشعار ماثورہ و
فصاحت و بلاغت کی جان نہ ہوں، خصوصاً جناب
جو اپنے زمانہ میں ایک بلند مرتبہ شاعر و خطیب تھے،
شعار و خطیب تاریخ اسلام میں آج تک محفوظ ہیں، ابو
محمد بن سلام الجمحی البصری نے حضرت ابو طالب کا شمار
بہترین شعراء میں کیا ہے۔
طالب بہترین خوش گو قادر الکلام شاعر تھے۔
طبقات الشعراء محمد بن سلام صفحہ ۸۹ طبع مصر)
پ کا قصیدۂ لامیہ جو قصیدۂ شعبیہ کے نام سے مشہور ہے،
بحر میں باعتبار فصاحت و بلاغت و معنویت کے اپنا
میں رکھتا ہے، ابن کثیر کا قول ہے۔
قصیدۂ شعبیہ بے حد بلیغ ہے اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ
و بلیغ قصیدہ کہے، مگر وہی جس کی طرف یہ منسوب ہے،
الب اور یہ قصیدہ معلقات سبعہ سے بہت بلند و بہتر اور
میں رفیع تر ہے۔
اسنی المطالب ص ۱۱، مراۃ الحرمین جزء ثانی ص ۶۳ طبع مصر)
امہ ابراہیم رفعت پاشا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔
قصیدہ پر معنی جزالت، صدق قول، ادا مطالب کے لحاظ
ات سے بلند ہے۔
مراۃ الحرمین جلد دوم صفحہ ۶۳ طبع مصر)
حضرت ابو طالب کے اشعار، منقبت رسولؐ، فضائل نفس،
ریہ، جذبۂ ایثار و وفاداری، شجاعت و شہامت اور
تاریخی حقائق پر مشتمل ہیں جس میں اسلامی روح اور

خدا پرستی و حق کوشی کی تڑپ ہے، اسی بنا پر امیر المومنین علی ابن
ابی طالب ارشاد فرماتے ہیں:۔
ابو طالب کے اشعار حاصل کرو اور اسکی تعلیم اپنی اولاد کو دو اسلئے
کہ وہ دین خدا پر تھے اور اس میں علم کثیر ہے۔
مستدرک نہج البلاغہ الہادی کاشف النقاب باب دوم صفحہ ۳۰۷ طبع تحت

رسول اللہ افصح الخلق تھے

مندرجہ بالا تاریخی اسناد کے بعد
ہمارے ناظرین کو اس نتیجہ تک
پہونچنے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ تمام عرب میں قبیلۂ قریش اور قریش
میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں اولاد عبد المطلب سے زیادہ فصیح
بلیغ کوئی دوسرا نہ تھا، اسی آسمان فصاحت و بلاغت کے آفتاب ماہتاب
افصح الخلق علی الاطلاق سیدنا و مولانا رسول اللہ صلعم کو (المنار جلد
اول صفحہ ۱۰۳ طبع مصر)
بادیہ نشین اور شہری بلیغوں پر فنون بلاغت میں امیر المومنین علیؑ مقدم تھے
(خزانۃ الادب شیخ تقی الدین ص ۴۶۰ طبع مصر)
حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علماء
ادب لکھتے ہیں:۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصاحت قول و بلاغت لسا
کے اعتبار سے افضل ترین محل پر فائز ہیں، بلکہ آپ کی سلاست طبع
اور بے نظیر و مافوق الطاقۃ اقتدار اور مختصر لشکین وہ، فصیح الفا
پر مغز کلمات اور صحیح معانی پر مشتمل ہونے اور ادائے مطلب میں کس
طرح تکلف نہ ہونے کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت
ان خصوصیات سے کوئی بھی ناواقف نہیں کہا جا سکتا ہے حضرت
جوامع الکلم عطا کئے گئے اور بدائع الحکم کے ساتھ حضرت مخصوص
ہوئے آپ جمیع السنۂ عرب سے واقف تھے اور ہر امت و قوم و قبیلہ
اسی کی زبان میں کلام فرماتے تھے، اس طرح کہ بلاغت میں آپ
سب سے بڑھے رہتے تھے۔
(المجمل فی تاریخ الادب العربی صفحہ ۷، ۴ طبع مصر)
جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ موجودہ مذاق
امر میں مادی علل و اسباب کو تلاش کرنے کا عادی ہے اسی بنا
پیغمبر اسلام کے متعلق بھی موجودہ عربی دنیا کے مفکرین اور با آنحض

www.kitabmart.in

کمال فصاحت و بلاغت کا سبب اپنے گمان میں پیغمبر کے اس قول کو پیش کرتے ہیں جس کو آنحضرت نے ممکن ہے کہ اپنے مخاطب کے درجہ عرفاں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یا قبل اعلان نبوت جب کہ آپ اپنے باطنی مواہب اللہیہ کے اظہار پر مجاز نہ ہوں، ارشاد فرمایا

حضرت صلعم اپنی دائی حلیمہ سعدیہ کے پاس بنی سعد میں پانچ برس تک مقیم رہے اس قیام نے آپ کی فصاحت زبان پر بہت بڑا اثر ڈالا ایک مرتبہ ابوبکر نے حضرت سے یہ عرض کیا کہ آپ سے بہتر میں نے کسی کو فصیح نہیں دیکھا یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا "میرے لئے کیا مانع تھا، میں خود قریش سے ہوں اور رضاعت میری بنی سعد میں ہوئی ہے"

(المجمل فی تاریخ الادب العربی صفحہ ۱۴ طبع مصر)

الاستاذ احمد حسن الزیات اپنی کتاب تاریخ الادب العربی میں لکھتے ہیں :-

رسول اللہ ایسے ہی قبائل میں رہے سہے جو خالص عربی بولنے والے اور شیریں کلام تھے، بنی ہاشم میں پیدا ہوئے، قریش میں نشوونما ہوئی، اور رضاعت بنی سعد میں اس لئے حضرت فطری طور پر افصح العرب تھے۔

(تاریخ الادب العربی صفحہ ۸۸ طبع مصر)

مشہور ادیب عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

حضرت محمد عربی، قرشی، جن کے (بچپنے کی) نشوونما بنی سعد میں ہوئی قبائل عرب کے تمام لہجات کے عالم تھے یہاں تک کہ وہ قبیلے جو اطراف عرب کے دور دراز مقامات پر رہتے تھے، ان کے لہجوں سے بھی آپ واقف تھے۔ حضرت فصیح اللغۃ، فصیح اللسان، و فصیح الاداء تھے۔

(عبقریۃ محمد صفحہ ۱۴۷)

بہرحال اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت افصح العرب تھے اور خود حضرت کا بھی اپنے متعلق یہی ارشاد ہے انا افصح من نطق بالضاد" میں ہر عربی بولنے والے سے زیادہ فصیح ہوں، "انا افصح العرب" میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔

(کتاب المزھر السیوطی جلد اول صفحہ ۱۰۳ طبع مصر)

مدینۃ العلم حضرت محمدؐ کے عالم عربیت ہونے کے متعلق آپ کے شاگرد باب مدینۃ العلم حضرت علی فرماتے ہیں :-

میں نے کوئی عربی کلمہ کسی عرب سے نہیں سنا لیکن یہ کہ رسول اللہ سے میں نے اس کو نہ سنا ہو، اور میں نے "مات حتف انفہ" کے سب سے پہلے رسول اللہ سے سنا، اس سے پہلے اس کلمہ کو میں نے سے نہیں سنا تھا۔

(کتاب المزھر جلد اول صفحہ ۱۴۵)

بعد رسول صلعم علی ابن ابی طالبؑ افصح الناس ہیں

افصح الخلق علی الاطلاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر فصاحت و بلاغت میں کسی کا مرتبہ ہے تو وہ "علی ابن ابیطالب

الاستاذ علامہ السید احمد الہاشمی بک لکھتے ہیں :-

رسول اللہ کے بعد حضرت علیؑ افصح الناس ہیں اور باعتبار واستقرار علی الحق تمام لوگوں سے زیادہ افضل و برتر ہیں اور رسول بعد تمام عربوں میں علی الاطلاق آپ ہی امام الخطباء ہیں اور حضرت خطب بکثرت ہیں۔

(جواہر الادب فی ادبیات و انشاء لغۃ العرب الجزء الثانی صفحہ ۴۶۹ طبع مصر الطبعۃ الرابعۃ عشرۃ)

الاستاذ احمد حسن الزیات لکھتے ہیں :-

رسول اللہ کے بعد سلف و خلف میں علیؑ سے زیادہ فصیح تر کلام میں اور تقریر و خطابت میں کسی دوسرے کو ہم نہیں پاتے ایسے حکیم و فلسفی تھے کہ آپ کے بیان سے حکمت کے چشمے پھوٹ اور آپ کی زبان سے خطابت کے دریا ابلتے تھے اور آپ ایسے تھے کہ سامعین کے قلب و سماعت کو اپنے وعظ سے پر کردے اور آپ کے مکاتیب و رسائل دلائل کی بے تھاہ گہرائیوں پر اور حضرت بالاجماع تمام مسلمانوں میں سب سے افضل و برتر اور امام المتشبین ہیں حضرت کے وہ خطبے جن میں آپ نے جہاد کے لئے برانگیختہ کیا ہے اور وہ رسائل جو معاویہ کے نام وہ خطبے جن میں طاؤس، چمگادڑ، خفاش اور دنیا کے اور آپ نے بیان فرمائے ہیں اسی طرح وہ عہد جو مالک اشتر کے یہ سب کے سب بدائع عقل بشری اور معجزات زبان عربی میں ہوتے ہیں اور آپ کا یہ کمال نتیجہ ہے اس اختلاط و ارتباط کو رسولؐ کے ساتھ تھا جس کی بنا پر آپ بچپنے ہی سے رسول کے

www.kitabmart.in

نے کے لئے کتابت و خطابت سے کام لیتے رہے۔
یخ ادب اللغۃ العربی صفحہ ۱۰۱ طبع مصر)

اسباب کو مادی نقطۂ نظر سے دیکھنے والے اسکو ملحوظ رکھیں کہ
محمدؐ کے ایک ہی گھرانے کے محیط و ماحول میں پیدا ہو کر
ے یہ دونوں حقیقی چچازاد بھائی مثل ایک دوسرے کے
ی و مطلبی تھے، فصیح و بلیغ ہونا انکی نسلی خصوصیات میں

د احمد زکی صفوت لکھتے ہیں:۔
ی حیرت کی بات نہیں ہے کہ علی بلندی خطابت کے
ج پر فائز ہیں اور ناصیۂ فصاحت آپ ہی کے قبضہ و
ہے، دراصل فصاحت و خطابت اہلبیت کی فطرت و طبیعت
ہے، اور یہ چیز تو اُن حضرات کو میراث میں ملی ہے، زمانہ
عہد اسلام ہر دور میں یہ خاندان اس میں ممتاز رہا ہے
ت ہی سے ہاشمی گھرانا فصاحت و بلاغت کا شیریں و
صلی ہے، حضرت علی کے جد کعب بن لوئی جو آپ کے اور
ی ساتویں پیڑھی میں ہیں عرب کے خطیبوں میں سب سے
ب ان کا انتقال ہوا تو عربوں نے اس کو ایک عظیم قومی
ا اور بطور یادگار ان کی ارتحال کے سال سے عام الفیل
اس سے تاریخ کا شمار کرتے تھے، اسی طرح آپ کے
صی، ہاشم، عبد المطلب اور آپ کے والد ابو طالب
مار خطبا، عرب میں ہے، اسکے علاوہ علی اپنے ابن عم حضرت محمد
یادہ فصیح و خطیب تھے) کی آغوش تربیت میں پلے، اور
یں آپ گھٹنیوں چلے پس آپ حکمت کے چشمہ سے سیر و سیراب
پ نے اس کو پورے طور سے پیغمبر سے حاصل کیا، اسی لئے
ر الٰہی کا پرتو، اور خوشبوئے نسیم فرح بخش کلام پیغمبر ہے۔
جمہ علی بن ابی طالب صفحہ ۷۰ طبع مصر)

ریخی تحلیل و تجزیہ کرنے والوں کے نزدیک رضاعت
چند سال جن میں حضرتؑ قبیلۂ بنی سعد میں رہے، حضرت
لسان میں اثر انداز ہو سکتے ہیں تو علی کا افصح الخلق
کی گود میں پرورش پاتا اور پیغمبر کے خواب گاہ لحد میں آرام

فرمانے کے وقت تک ساتھ رہنا یقیناً اثر انداز ہوگا، صرف یہی نہیں
بلکہ اس مخصوص نقطۂ نظر سے علی کی پوری زندگی کا یہ تقاضا ہے کہ ایسی
شخصیت کو نہ صرف شجاعت و شہامت میں فرد فرید بلکہ طلیق اللسان
خطیب، بے مثال عالم، عدیم النظیر مفکر و حکیم ہونا چاہیئے۔ کسی بلند
شخصیت کی سیرت سے صحیح نتائج اخذ کرنے والے اور تاریخ کا سائنٹفک
(فلسفہ تاریخ کی روشنی میں) مطالعہ کرنے والے اسی نتیجہ تک پہونچنے
کے لئے مجبور ہوں گے، المجمل فی تاریخ الادب العربی کے مصنفین لکھتے
ہیں:۔

طلاقت لسان و کمال خطابت میں تمام عربوں میں سب سے اوّل
حضرت علیؑ ہیں، ظہور اسلام سے ساٹھ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی اور
بچپنے ہی میں آپ کو شرف اسلام حاصل ہوا اور آغوش اسلام ہی
میں آپ پالے گئے۔ بچپنے اور جوانی میں برابر آپ کا رسول اللہ کیساتھ
پیوست رہنا آپ میں بلاغت و خطابت کی اس قوی روح کے پیدا
ہونے کا باعث ہوا جو ہم آپ کے کلام میں پاتے ہیں، آپکی پوری
زندگی اسکی سزاوار ہے کہ آپ کو مرد قوی النفس شدید الباس،
زکی القلب، کثیر العلم بنائے، آپ میں تمام خوبیوں میں سب سے آگے
بڑھنے کی فطری صلاحیت و استعداد مکمل طور سے پائی جاتی تھی جس کی
وجہ سے آپ کو ہر کمال میں تفوق و تنوع حاصل ہوا، بحیثیت ابن
عم و داماد کے آپ پیغمبر کی خوشگوار و ناخوشگوار زندگی کے برابر کے
..... شریک رہے (اور پیغمبر کی جانشینی کا استحقاق آپنے پیدا کر لیا
لیکن باوجود احق بالخلافۃ ہونے کے) پیغمبر کی وفات کے بعد آپ کے
اور خلافت کے درمیان لوگ (زبردستی) حائل ہو گئے اور آپ کو اس
ناخوشگوار امر پر چار و ناچار صبر کرنا پڑا، اور جس امر کو آپ ناپسند
کرتے تھے اس پر بادل نخواستہ آمادہ ہونا پڑا، لیکن اس کے باوجود
اسلام اور مفاد عامہ کی خاطر نہایت ہی خلوص سے ماسبق خلفا کو
نیک صلاح و مشورے (استشارہ کے موقع پر) دیتے رہے یہاں تک
کہ تیسرے خلیفہ کے عہد میں ایک فتنہ کھڑا ہو گیا اور قتل ہو گئے، اور
لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کر کے امر حکومت آپ کے سپرد کر دیا،
لیکن بہت جلد لوگوں نے عہد شکنی کر کے آپ کی بیعت کو توڑ دیا، اور
عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و باغیان شام آپ سے لڑنے کے لئے

www.kitabmart.in

میدان جنگ میں آگئے اور جمل و صفین کی لڑائیاں آپ کو سر کرنا پڑیں، جنگ صفین کا انجام جب تحکیم پر ہوا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے بغاوت کی اور آپ پر ان لوگوں نے خروج کیا۔ زندگی کے آخری دور میں آپ کو ان خوارج سے جنگ کرنی پڑی جس میں ناکامیاب ہونا شر تھا ہی لیکن کامیاب ہونا بھی (لوگوں کے لئے) یوں سبب شر ہوا کہ اس عرصہ میں معاویہ اپنے مکر و فریب کے جال پھیلا چکا تھا اور اپنی طاقت کو مضبوط بنا چکا تھا کوفی معاویہ کے فریب میں مبتلا ہو گئے تھے جس کے نتیجہ میں یہ لوگ جنگ سے کنارہ کش ہونا چاہتے تھے اور ان میں شدید اضمحلال اور انتشار رونما ہو چکا تھا انھیں حالات میں ایک خارجی (عبدالرحمٰن ابن ملجم) نے دھوکے سے آپ کو (بحالت نماز) سنہ ۴۰ھ میں قتل کر دیا، اس بنا پر علی کی زندگی کے مختلف دور پر اگر تم نظر کرو تو دیکھو گے کہ حیات رسول میں حضرت کی زندگی جہاد اور آرزو و امید سے بھری ہوئی تھی، اور خلفائے ثلثہ کے دور میں حضرت کی زندگی مشیت و قضاء الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا اور مفاد عامہ کے لئے خلفاء کے ساتھ نصیحت و صلاح نیک کیساتھ پیش آنا تھی اور آخری دور زندگی کا جہاد کرنے حزن و غم اور سختیوں سے مقابلہ کرنے کا تھا، مختصر یہ کہ پیغمبر کے زمانہ میں علی شجاعت و شہامت سے پہچانے جاتے تھے، اور خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں علم، جودت رائے، و تدبیر و دانش میں آپ مشہور ہوئے، اور اپنی خلافت کے مختصر زمانہ میں طلاقت و بلاغت و خطابت میں شہرت پذیر ہوئے، حضرت کی زندگی میں ان مختلف حالات میں اجنبیت کو کوئی دخل نہیں ہے، اس لئے کہ آپ کے ابتدائی ادوار حیات آپ کو اس آخری زندگی کیلئے مستعد کر رہے تھے، جس میں آپ سلطان وقت تھے، اور جس زمانے میں آپ کے خداداد کمالات ظاہر ہوئے اور آپ کو ملکہ خطابت کے ظاہر کرنے کا موقع ملا بیشک آپ نے خوب خوب تقریریں فرمائیں۔

(المجمل فی تاریخ الادب العربی صفحہ ۱۰۴ طبع مصر)

حضرت علی اور رسول اللہ کے درمیان رابطہ باہمی

حضرت محمدؐ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہتے تھے اور حضرت علیؑ کی ولادت کے بعد تین سال تک برابر اسی گھر میں رہے، علیؑ نے بعد ولادت اپنے چچا زاد بھائی حضرت محمدؐ ہی کی گود میں آنکھ کھولی تھیں، حضرت محمدؐ اپنے اس بھائی سے بہت زیادہ مانوس تھے علی سوتے ہوتے تو یہ گہوارہ جنبانی کرتے اور جب وہ جاگتے اپنے سینہ سے لگائے رہتے تھے۔

(حیات امیر المومنین صفحہ ۴۰ طبع بغداد اثبات الوصیۃ مسعودی صفحہ ۱۱۹ طبع عراق)

جب حضرت پیغمبر کا عقد جناب خدیجہ سے ہو گیا اور آپ زوجہ کے ساتھ دوسرے مکان میں منتقل ہو گئے تو آپ اس میں بھی اپنے کمسن برادر ابن عم علی کی نگہداشت میں دیے منہمک رہے جس طرح کہ آپ چچا کے مکان میں رہنے کے زمانہ مشغول تھے بلکہ جوں جوں علی بڑھتے تھے آپ کا انہماک اور بڑھتا جاتا تھا، حالات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اس ڈھونڈھ رہے تھے کہ اپنے کمسن بھائی کو ان کے والد لیکر براہ راست اپنی ہی سرپرستی میں لے لیں چنانچہ قد جانب سے اس کا موقع ملا، قریش سخت قحط میں مبتلا ہو گ رسول نے اپنے کثیر العیال چچا سے اجازت لیکر علی کو اپنی پ نگرانی میں لے لیا۔

(تاریخ محمد بن جریر الطبری جلد دوم صفحہ ۵۷، ۵۸ طبع سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۵۶ طبع مصر، تاریخ الکامل جلد دوم صفحہ ۲۲ طبع مصر)

مورخین کا بیان ہے:۔

اور منجملہ ان نعمتوں اور بزرگیوں کے جو خداوند عالم حضرت علی کو کرامت فرمائیں، یہ ہے کہ عہد اسلام یعنی بعثت سے پہلے ہی آپ کو رسول خدا نے گود لے لیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۵۶ طبع مصر، تاریخ الطبری الجز طبع مصر)

مجاہد بن جبیر لکھتے ہیں:۔

قریش پر قحط کا پڑ جانا بھی علی کے حق میں خدا نے بہت دراصل ان پر خدا کی یہ ایک نعمت تھی (جس کے سبب سے رسول اللہ کی آغوش تربیت میں آگئے)

www.kitabmart.in

ن ہشام صفحہ ۱۵۶ الطبری جلد ۲ صفحہ ۵۷)

ول اللہ کے ہمراہ علی کس طرح سے رہے خود علی سے بہتر اور
کرسکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے، ارشاد ہوتا ہے۔

ے اپنی منزلت خاصہ اور پیغمبر سے قرابت قریبہ کی وجہ سے بارگاہ
یں جو علو مرتبت و مقام بلند حاصل ہے اس سے تم اچھی
ت ہو میں ابھی بچہ ہی تھا کہ رسول اللہ نے مجھے گود لے لیا
ت اپنے سینے سے چمٹاتے اور فرش مبارک پر اپنے پہلو
نے، اپنے جسم منور کو میرے جسم سے مس کرتے اور اپنی خوشبو
گھاتے تھے، پہلے خود کسی چیز کو چباتے پھر میرے دہن میں
تھے، حضرت نے میری گفتار میں کوئی دروغ اور کردار میں
نہیں پایا، رسول اللہ کی دودھ بڑھائی کے وقت سے
عالم نے اپنے فرشتوں میں سے ایک بزرگ فرشتے کو آپ
ن و جلیس بنا دیا تھا، جس کے ساتھ آپ دن رات کل عالم کے
ریمہ و محاسن عظیمہ پر چلتے تھے، اور میں جملہ حالات میں رسول اللہ
اس طرح کرتا تھا، جیسے اونٹ کا بچہ اپنی ماں کی پیروی
، حضرت ہر روز اپنے پرچم اخلاق و علم و مکارم کو میرے لئے
تے اور مجھے اسکی پیروی کا حکم دیتے، ہر سال کوہ حرا میں
رہتے تھے اس حالت میں حضرت کو صرف میں ہی دیکھتا اور
ئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ وہ وقت تھا جب کہ کسی
کے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل نہ تھے سوائے رسول اللہ کے
خدیجہ کے اور میں ان دونوں کا تیسرا تھا، تنہا میں ہی نور
وحی کو دیکھتا تھا، اور خوشبوئے نبوت کو سونگھتا تھا جس
حضرت پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی، میں نے شیطان کی چیخ سنی
دریافت کیا یہ کیسی فریاد ہے؟ فرمایا یہ شیطان ہے جو اپنی
کئے جانے سے مایوس ہو گیا ہے، اے علیؑ بے شک یہ تمہارا
ہے کہ جو کچھ میں سنتا ہوں، تم بھی وہی سنتے ہو اور جو کچھ میں
وں تم بھی وہی دیکھتے ہو، تم نبی تو نہیں ہو لیکن نبی کے مددگار
پر ضرور ہو۔

(خطبۃ القاصعہ)

علیؑ نے اپنے اس بیان میں اس امر کو صاف کر دیا ہے کہ آپ

بچپنے میں پیغمبر کے ساتھ کس عنوان سے رہے جب آپ بظاہر بچے تھے
تو رسولؐ آپ کو اپنے سینے سے لگائے رہتے تھے، اپنے پاس سلاتے
اپنی خوشبو سونگھاتے، کچھ چبا کر آپ کے دہن میں دیدیتے، حسین بن
زید شہید بن علی بن الحسین الشہید بکربلا، بتلاتے ہیں۔

میں نے اپنے باپ زید شہید سے سنا کہ وہ فرماتے تھے، رسول اللہ
گوشت و کھجور کو چباتے تھے جب وہ بالکل نرم ہو کر گھل جاتا تو اس کو
علیؑ کے دہن میں دے دیا کرتے تھے، علیؑ اس زمانہ میں رسول اللہ
کی گود میں بالکل کمسن بچے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد سوم صفحہ ۲۵۱ طبع مصر)

علیؑ کے ساتھ پیغمبر کا طرز عمل ایسا تھا کہ جیسا ایک مہربان باپ
اپنے فرزند کے ساتھ کرتا ہے، پیغمبر کا علی کو اپنا بیٹا سمجھنا اتنا صاف
و روشن تھا کہ دوسرے بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے، فضل بن عباس
فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے پدر عباس عم رسول سے
دریافت کیا، رسول اللہ اپنے بیٹوں میں سب سے زیادہ کس کو
چاہتے تھے، فرمایا۔

علی ابن طالبؑ کو میں نے کہا، میرا سوال تو رسول کے بیٹوں کے
بارے میں تھا، فرمایا رسول اللہ اپنے سب بیٹوں سے زیادہ علیؑ کو
دوست رکھتے تھے، انھیں پر سب سے زیادہ شفقت و مہربانی
فرماتے تھے، میں نے آنحضرت کو کبھی نہیں دیکھا کہ علی کی کسی میں
جدائی کو تھوڑی دیر کے لئے بھی گوارا فرمائیں، سوائے اس کے کہ
خدیجہ کے کام سے جب آپ کہیں جاتے تھے، میں نے کسی باپ کو
بیٹے کے ساتھ اتنی شفقت پدری کرنے والا نہیں دیکھا جتنا کہ رسول
علیؑ کے ساتھ پدرانہ شفقت فرماتے تھے اور نہ کسی بیٹے کو باپ کی
اتنا مطیع و فرماں بردار دیکھا جتنا کہ علیؑ فرزندانہ اطاعت و فرماں
برداری رسول اللہ کی کرتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد سوم صفحہ ۲۵۱ طبع مصر)

یہ بیان حقیقت ترجمان کسی معمولی شخص کا نہیں ہے، یہ عباس
عم رسول ہیں جو اپنے فضل سے تلا رہے ہیں، اصحاب میں عباس سے
بہتر رسول کی نجی زندگی اور خانگی حالات سے کس کو واقفیت ہو سکتی
ہے، ذرا صبر و سکون کے ساتھ سوال و جواب پر نظر کیجئے، رسول کی اتا

www.kitabmart.in

متعلق سوال ہے، عباس جواب دیتے ہیں کہ رسول صلعم کی اصل اولاد علیؑ تھے، حالانکہ علیؑ رسول کے بیٹے نہ تھے، بلکہ ابن عم تھے، لیکن عباس علیؑ کو رسولؐ کے حقیقی فرزند کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ رسول کے فرزندوں میں سب سے زیادہ رسول کے چہیتے بیٹے علیؑ کو بتلاتے ہیں، یہی وہ منزلت ہے جو علیؑ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی طرف علیؑ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے جس سے اس زمانہ کی دنیا واقف تھی "وقد علمتم موضعی من رسول اللہ صلعم بالقرابۃ القریبۃ والمنزلۃ الخصیصۃ"، بے شک رسول اللہ اپنی حقیقی اولاد سے بھی زیادہ علی پر شفیق و مہربان تھے اور "علی" سب سے زیادہ رسول اللہ کے مطیع و فرمانبردار تھے۔

جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل القرشی صحابی رسول کہتے ہیں:۔ ہمارے باپ مطعم بن عدی مجھ سے اور ہمارے قبیلہ کے دوسرے لڑکوں سے کہنے لگے کیا تم لوگ اس لڑکے علیؑ کی محبت کو جو اُن کو محمدؐ سے ہے اور جس طرح یہ محمدؐ کی پیروی بجائے اپنے باپ کے کرتے ہیں اس کو نہیں دیکھتے ہو قسم ہے لات و عزیٰ کی اپنا دل تو یہ چاہتا تھا کہ بجائے بنی نوفل کے تمام لڑکوں کے علیؑ میرے بیٹے ہوتے۔

(ابن ابی الحدید جلد سوم صفحہ ۲۵۱، ۲۵۲ طبع مصر)

بے شک رسول اللہ اپنی اولاد پر علی کو ترجیح دیتے تھے تو علیؑ بھی اپنے والدین پر رسول اللہ کو ترجیح دیتے تھے یہ علیؑ بن ابی طالب کی رسول کے ساتھ کمال اطاعت و پیروی کا مظاہرہ تھا جس کو دیکھکر دوسروں کے دل میں ایک نفسیاتی کیفیت تمنا کی صورت میں پیدا ہوتی تھی، یہ تو بچپنے کے دور اولیٰ کے حالات ہیں لیکن علیؑ جب اس سن پر پہونچے جب کہ عام طور سے بچوں میں توانائی اور رشد کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اس وقت کیسی پیروی کی اور رسول اللہ نے کیسا نوازا، یہ تاریخ اسلام کے روشن واقعات ہیں جن سے تاریخ کا طالب علم واقف ہے، سفر و حضر میں اب علیؑ رسول اللہ کے ساتھ ہی رہتے تھے جہاں رسول ٹھہرتے علی بھی قیام کرتے اور جہاں سے رسول کوچ فرماتے علیؑ بھی روانہ ہوتے "اتباع الفصیل ثرامہ" جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے، دن رات کسی وقت رسول کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ رسول کے ادب و اخلاق نے ابتدا ہی سے مطالعہ کیا اور آپ ہی محل اسرار و رموز نبوت، علوم نبوت، تنزیل و تاویل اور معقول و منقول جمیع علوم و معارف پیغمبر نے آپ ہی کو سپرد فرمایا اور یہ ارشاد کیا۔

اے علیؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے سے قریب اور خزانۂ علم تم تک منتقل کر دوں، اسی پر یہ آیت نازل ہوئی "یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں" اس وقت رسول اللہ نے فرمایا علیؑ تو میرے علم کا یاد رکھنے والا کان ہے۔

(حلیۃ الاولیا، حافظ ابو نعیم جلد اول صفحہ ۶۷ طبع مصر، و جلال الدین سیوطی جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ طبع مصر، کفایۃ الطالب صفحہ

دراصل نبیؐ و علیؑ درس گاہ قدرت کے تعلیم یافتہ تھے جن نے خود فرمایا ہے "علمنی ربی فاحسن تادیبی" میرے پ نے مجھے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی، علی کو نبیؐ سے جدا نہیں جاسکتا جس پر دلیل خود رسول اللہ کا یہ فرمان ہے "انا علی من واحد" جس کو فریقین کے محدثین نے بغیر کسی اختلاف کیا ہے، علاوہ ازیں اگر مادی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو وہ تمام صلاحیتیں بدرجۂ کمال موجود تھیں جن سے اخذ علوم لی جاتی ہے خود علیؑ اپنی اس صلاحیت کی طرف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

میرے پروردگار نے مجھے وہ قلب عطا کیا ہے جو دریافت ہے اور وہ زبان دہی ہے جو درک حقائق کے لئے اپنے مخ پے در پے سوالات کرتی ہے۔

(حلیۃ الاولیا، حافظ ابو نعیم جلد اوّل صفحہ ۶۰ طبع مصر)

ایک سُنّی عالم کی علیؑ کے متعلق گواہی

امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کمال علم و فضل کا اقرار شیعوں ہی کو نہیں ہے بلکہ اہلسنّت اور غیر مسلم بھی کرتے ہیں چنانچہ عالم اہلسنت علامہ مصطفےٰ بک نجیب مصری "علی" کی محیر العقول کے متعلق لکھتے ہیں:۔

کہنے والا، اس امام کے متعلق آخر کیا کہے، ثنا و صفت بے

www.kitabmart.in

ل ثنا و صفت کو بیان کرنے سے عاجز و قاصر ہے رسول اللہ کا
آپ مدینہ علم کے در ہیں آپ کے کمال فضل و شرف کے لئے
پ ہی علوم میں سب سے افضل، شجاعت میں سب سے
دو سخا میں سب سے اول، حلم اور درگذر کرنے میں سب سے
ساحت و بلاغت میں سب سے اول، زہد و ریاضت میں
اول، تدبیر و سیاست میں سب سے اول، آپ کمال
قین کی وجہ سے اپنی رائے و تدبیر پر قائم رہنے والے
سے بہتر آپ کی فکر و تدبیر تھی، اگر خوف خدا اور پرہیزگاری
ہوتا تو آپ عرب میں سب سے بڑے ڈپلومیٹ ہوتے،
ں آپ کے لئے جگہ ہے اور ہر ایک آپ کو دوست رکھتا
حجاب عظمت میں ایسی بزرگیوں کے ساتھ جلوہ نما ہوئے
سے لوگ آپ کے متعلق حیرانی میں مبتلا ہو گئے اور حدود
شریعت سے نکل کر آپ کو معبود سمجھنے لگے، اہل ذمہ (یہود
ی) آپ کو دوست رکھتے ہیں، فلاسفہ آپ کی عظمت و
کے سامنے سرنگوں ہیں، شاہانِ روم اپنے محلوں اور عبادت
یں آپ کی تصویر بناتے تھے، اور لشکر کے سردار آپ کے
نام کو تلوار پر کندہ کراتے ہیں اور اس کو اپنے لئے
فتح و نصرت کا سبب سمجھتے ہیں۔

(حیاۃ الاسلام جزء اول صفحہ ۹۸ طبع مصر)

علیؑ کے متعلق ایک مستشرق کی گواہی

مستشرق شہیر گابریل انکیری (GABRIEL ENKIRI) اپنی
در کتاب شہسوار اسلام (LECHEVALIERdL ISLAM)
فرانسیسی زبان میں امیر المومنینؑ کے حالات میں اس نے
ہے، لکھتا ہے:-

"علیؑ کی بلند شخصیت میں دو صفتیں "علیٰ حد کمال" ایسی پائی
ہیں کہ جن کا ایک مقام پر جمع ہونا سمجھ سے باہر ہے اور تاریخ عالم میں
ے علی کے اور کوئی دوسری مثال نہیں ملتی، علیؑ ہی کی ذات
جو قہرمان جنگ، فاتح اور جنرل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ
زبردست عالم، و فصیح ترین خطیب بھی تھی، کیسا،

"رولنڈ"[1] "ROLAND" "بایارڈ"[2] "BAYARD" کے متعلق یہ تصور کیا
جا سکتا ہے کہ وہ تورات و انجیل کی تشریح و تفسیر کر سکتے ہیں اور
بالائے منبر فصیح بلیغ تقریر کر کے قانونی مدنی Civil Proced
و قانونی تعزیرات Criminal Procedue Law کے عقدوں کی
گرہ کشائی کر سکتے ہیں، یا یہ ممکن ہے کہ مقدس تھامس ڈاکن[3] SAINT
THOMES .D. AQUIN و مقدس جان کریسوسٹوم[4]
CEUNT JEAM CHRISOSTOME یا بشپ (اسقف) بوسویٹ[5]
BISHOP BOSSUET میدان جنگ میں ایک جانباز سپاہی
کی حیثیت سے شمشیر بکف دشمنوں پر حملہ کرتے اور ان کی صفوں کو
خاک و خون میں ملاتے نظر آئیں یہ تو صرف علی ہی کی ایک مثال ہے
جن کو تاریخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔

اسی طرح علامہ کفوی شافعی اپنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں
کہ "حضرت علی نہایت حاضر جواب تھے اور فی البدیہہ خطبہ کہتے تھے ا
آپ رسول اللہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے بسبب تبحر کے علم
اور بسبب اپنی شجاعت کے لڑائیوں میں۔

---

[1] ROLAND یورپ کا مشہور بہادر جو اپنی شجاعت و شمشیر زنی
میں ضرب المثل ہے اور جس کی داستان حماست اور دلاوری کے
قصے ایک مستقل کتاب میں محفوظ ہیں، رولنڈ کی مشہور تلوار کا نا
"دوراندل" تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ پتھر کی چٹان پر اپنی تلو
کی ضرب لگاتا تھا تو اس میں شگاف پڑ جاتا تھا۔

[2] BAYARD مشہور فرانسیسی جنگ جو سردار ۱۴۷۳ء میں پیدا ہ
اس بہادر نے شارل ہشتم، لوئی دوازدہم، فرانسوا اول کے زمانہ کی جنگ
میں بڑے کارنمایاں کئے ہیں یہاں تک کہ اسکی شجاعت و حماست کی تو
اس کے دشمن تک کرتے تھے۔ سبط!

[3] مقدس تھامس ڈاکن، عیسائی مذہب کا ایک مشہور قدیس، مرتاض عا

[4] مقدس جان کریسوسٹوم، دنیائے عیسائیت کا مشہور زاہد تارک الدنیا

[5] اسقف بوسویٹ، فرانس کا مشہور و معروف بشپ (اسقف) او
کامیاب مصنف، وطلیق اللسان مقرر یہ شخص، فصیح و بلیغ مذہبی تقر
کے کرنے میں آپ اپنا نظیر ہے۔

www.kitabmart.in

علی نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو آگے بڑھایا

دراصل پیغمبر اسلام کے بعد علی ہی کی تنہا وہ ذات تھی جس نے رسول اللہ کی تحریک علمی کو آگے بڑھایا اور دنیا سے جہل و نادانی کو دور کیا آپ نے علوم و معارف کی اشاعت کی، تعقل و تفکر پر زور دیا، تحقیق و تنقید کے دروازوں کو کھولا۔ آپ ہی نے عقل کی رہبری کے ساتھ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی، آپ کے اقوال و خطبات و رسائل ہمارے اس بیان پر دلیل ہیں، آپ کی تقریروں و خطبوں سے عربوں میں علمی بیداری پیدا ہوئی، عربوں کی بول چال کو زندہ علمی زبان بنانے کا شرف آپ ہی کو ہے اور آپ ہی نے سب سے پہلے عربی علم نحو و قواعد زبان کی ایجاد کی اور اس کے اصول و قواعد کو اپنے مشہور شاگرد، ابوالاسود الدئلی البصری کو نہ صرف زبانی تعلیم دی بلکہ لکھوا بھی دیا اور اس کے بعد ان کو لسانی تحقیقات کے لئے مقرر فرما کر مستقل ایک کتاب لکھنے پر مامور فرمایا۔

(مراتب النحویین ابوالطیب اللغوی، محاضرات راغب اصفہانی، نزہتہ الالبا عبدالرحمن بن محمد الانباری، کتاب الاوائل ابوہلال العسکری، اصابہ ابن حجر عسقلانی، ارشاد القاصد السنجاری، معجم الادبا یاقوت الحموی جلد ۱۴، تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی، کتاب المزھر السیوطی، ترجمہ علی ابن ابی طالب احمد زکی صفوت، عبقریۃ الامام العقاد، وغیر ذلک)

عربی زبان کو علی نے زندگی بخشی اور اسکو علمی مرتبہ دیا

ابوالاسود الدئلی کو امیرالمومنینؑ سے بہت فیض پہونچا جس کی وجہ سے،

کان اعلم الناس بکلام العرب وزعموا انہ غریب فی کل لغۃ»

وہ ہر لسانیات تھے اور تمام لوگوں میں کلام عرب کے سب سے بڑے علم اور ہر لغت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس میں بات چیت کرتے تھے۔

(کتاب المزہر سیوطی جلد دوم صفحہ ۲۰۰ طبع مصر)

قواعد عربیہ کی ایجاد سے علی بن ابی طالب نے عربوں اور ان کی زبان کو حیات جاودانی بخشی اس کا اقرار خود ابوالاسود کو بھی تھا جبھوں نے امیرالمومنینؑ سے یہ عرض کیا تھا۔

ہم عربوں کو آپ نے زندہ کر دیا اور ہماری زبان کو بقائے دوام بخشا۔

(معجم الادبا یاقوت الحموی جلد چہاردہم صفحہ ۴۸، تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۷۰ طبع مصر)

حضرت نے زبان عرب میں نہ صرف بہت سے الفاظ تراکیب، محاورات و ضرب الامثال کا اضافہ فرمایا بلکہ دوسری کے الفاظ کو بھی عربی میں شامل کرنے کا عملی ثبوت دیا، مشہور قاضی شریح سے حضرت نے کچھ دریافت فرمایا، قاضی صحیح جواب دیا، حضرت نے بجائے "اصبت" یا "جیدا" فرمانے کے اسی کے ہم معنی رومی زبان کے لفظ کو استعمال "قالون" یعنی درست ہے۔

(کتاب المزہر السیوطی جلد اول صفحہ ۱۳۴ طبع مصر، شہاب الدین الخلفاجی صفحہ ۱۵۷ طبع مصر)

اسی وجہ سے اہل لغت اس لفظ کو ذکر کرنے پر مجبور (قاموس جلد رابع) ظاہر ہے کہ قاضی شریح بن حارث بن قیس الکوفی خالص عرب تھے اور ان کی زبان بھی عربی تھی ان سے میں امیرالمومنینؑ کا غیر عربی رومی لفظ استعمال کرنا اس ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت کا زجحان غیر عرب الفاظ استعمال کیا تھا اور یہ رجحان حضرت کا کیوں نہ ہوتا، جب کہ قرآن طور، ربانیون، صراط، قسطاس، فردوس، مشکاۃ، سجل سراب، وغیر ذلک سے غیر عربی الفاظ استعمال ہوئے ہ

علی کی تحریک علمی اور اسکے موانع

حضرت عربوں (مسلمانوں) کو ایک جاہل جنگجو سپاہی نہیں چاہتے تھے بلکہ آپ کا مطمع نظر یہ تھا کہ وہ دولت دین کے ہونے کے ساتھ ہی ساتھ علم و حکمت کے بھی سرمایہ دار اپنے دولت دین و نور علم سے تمام دنیا کو مالامال و منور کر دنیا کو اخوت و مساوات کا سبق پڑھائیں، لیکن امیرالمو جب زمام حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لیا ہے اسوقت تعصّ

www.kitabmart.in

دور دورہ تھا اسلامی مساوات و رواداری کو عربوں نے
تھا۔ الاستاذ الشیخ عبداللہ العلائلی لکھتے ہیں :۔
اس بزرگ عمر کو سوائے مملکت و سلطنت بڑھانے کی اور
تی انھوں نے ملت عرب کو صرف جنگ پیکار کے لئے آمادہ کیا ان میں
باقی رکھنے کی صلاحیت نہیں پیدا کی کہ وہ قانون جدید
حدود مملکت میں رواج دیتے اگرچہ عربوں کے قبضہ میں بہت
ت آئی لیکن اسکی بنیاد مستحکم نہ تھی بہت جلد زوال و اضمحلال
ن عربوں میں جلد ہی تعصب قبیلگی، عربوں کو عجموں سے بہتر و
عصبیت شعوبی (شعوبی وہ لوگ تھے جو عجموں کو عربوں سے
ں سمجھتے تھے بلکہ برتری دیتے تھے) کا دور دورہ ہو گیا جس
ب اسلامی کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونا پڑا اور اسکی
ج کا خاتمہ ہو گیا اس امر کا بہترین ثبوت کہ عربوں کی دینی
تربیت پختہ نہ تھی یہ ہے کہ عرب اپنے کو تمام تو موں نسلوں
ں و برتر سمجھتے تھے یہاں تک کہ اپنے کو تمام لوگوں پر پیدائشی حاکم
(ARISTOCRAT) جو اپنے کو پیدائشی مستحق حکومت
تے تھے حالانکہ اسلام پست و بلند اور طبقات کو جانتا ہی نہیں
س کی تعلیمات ہیں بلکہ سب کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد سمجھتا
ل یا خاندان اسلام کے نزدیک صرف اس لئے ہیں کہ
پہچانے جائیں اور اخلاق و آداب میں ایک دوسرے کے
مددگار رہیں، یہیں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرب کا دوسرے
برادر عرب یا دوسرے غیر عرب اسلامی بھائی سے عصبیت کا
رنا یہ شعوبی تحریک کو کامیاب بنانے میں معین ہوا بالآخر اسی
وبی عصبیت نے اسلامی شیرازہ کو درہم برہم کر دیا۔
تاریخ الحسین نقد و تحلیل لعلامہ عبداللہ العلائلی صفحہ ۹۰ طبع بیروت)
ہے کہ اس عصبیت کو مذہبی رنگ دیکر غیر عرب عجموں کو میراث
محروم کر دیا گیا تھا، امام مالک جو اہل سنت کے ائمہ اربعہ
خالص عربی النسل تھے وہ لکھتے ہیں :۔
راویان ثقہ سے روایت ہے کہ سعید بن مسیب یہ کہتے تھے کہ
طاب اس کے مخالف تھے کہ کوئی عجمی میراث پائے سوائے
ت میں کہ وہ عرب میں پیدا ہوا ہو گویا خلیفہ دوم کے نزدیک

عربی المولد ہونے کی وجہ سے میراث پانے کا مستحق ہو گا اسی بنا
امام مالک کا یہ فتویٰ ہے اگر کوئی عورت دشمن کی زمین سے عالم
اور سرزمین عرب میں بچہ جنے تو یہ بچہ اسکی اولاد ہو گا اور یہ ماں و
آپس میں ایک دوسرے کی میراث پاویں گے (مطلب یہ کہ اگر عر
میں ولادت نہ ہو تو میراث سے محروم)
(الموطا امام مالک جلد دوم صفحہ ۱۲)
اس عصبیت کے علاوہ ایک اور مشکل تھی جس سے علیؑ کو ا
دوران حکومت میں دوچار ہونا پڑا، وہ مشکل تقسیم اموال سے متعلق
علامہ علائلی لکھتے ہیں :۔
خلیفہ عمر کے طریق تقسیم اموال میں حضرت علیؑ کو اختلاف
حضرت عمر کا یہ خیال تھا جس پر موصوف نے عمل بھی کیا) کہ وہ مسلم
جو (حالت کفر میں) پیغمبر سے جنگ کر چکے ہیں ان کو تقسیم مال میں
حصہ نہ ملنا چاہیئے جو رسولؐ کے ہمراہ شریک جہاد رہنے والوں
ملے اس لئے خلیفہ دوم نے اصحاب میں امتیاز پیدا کیا مجاہدین
بدر کو مجاہدین عراق و شام پر فضیلت دی اس صورت سے مسلمانوں
میں طبقات و مراتب رونما ہوئے ایک گروہ کو بہت زیادہ ملتا
اور دوسرے کو اس سے کم اور عامۂ ناس کو بہت کم، تقسیم اموال
کا یہ طریقہ مسلمانوں میں بہت بڑے امتیاز پیدا ہونے کا سبب
ہوا اور عرب معاشرہ طبقات میں تقسیم ہو گیا، اگرچہ قانون
کے رو سے سب برابر تھے اور طبقات و امتیازات کا اسلامی
میں وجود نہ تھا، لیکن اس طریق کار نے لوگوں کو بتقراطی (پیدائشی
اشراف، طبقہ متوسط اور عامہ میں تقسیم کر دیا، ظاہر ہے کہ یہ
محنت کش عوام پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دیتا ہے، کچھ لوگ خدا
قوم ہو جاتے ہیں اور کچھ ان کے غلام و بندے۔
(تاریخ الحسین نقد و تحلیل صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷ طبع بیروت

علی پست کو بلند کرنا چاہتے تھے اور ہر

چھوٹا بڑا آپکی نگاہوں میں یکساں تھا

اب علیؑ کو اپنے عہد حکومت میں دو قسم کی جنگیں سر کرنی تھ

www.kitabmart.in

عورت کو لوگوں کی سفارش کرنے کا عادی نہ بناؤ

ایک فرعونی طاقت و استبداد کو ختم کرنا جو اسلام کو دوسروں کی دولت اور ممالک پر قبضہ کرنے اور احاطۂ فتوحات کو وسیع بنانے کا ذریعہ سمجھتا تھا جو زعم اور تفاخر طبیعت میں ہر قرشی کو اولیٰ بالتصرف سمجھتا تھا اور عربوں کو تفتیش و آسودگی کا حق دے کر موالی اور عجموں کو غلام بناتا تھا۔

ابو القاسم علی بن احمد العلوی الکوفی المتوفی ۳۵۲ھ اپنی کتاب الاستغاثہ میں لکھتے ہیں:۔

عمر نے تزویج میں بھی امتیاز قائم کیا، قریش کو تو اس کا حق تھا کہ عرب و عجم جس سے چاہے تزویج کرے، لیکن غیر قریشی عرب قبیلہ قریش میں نہیں تزویج کر سکتا تھا اس کے علاوہ عرب و عجم جہاں چاہے تزویج کرے اور عجموں کو عرب سے تزویج کرنے کی اجازت نہ تھی۔

(الاستغاثہ صفحہ ۵۶ طبع عراق)

علیؓ اس پالیسی کے بالکل خلاف تھے آپ سے پوچھا گیا "ایجوز تزویج الموالی بالعربیات" کیا غیر عرب (موالی) کے ساتھ عربی عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، فرمایا "فقال تنکافاءدماءکم لا تنکاءفروجکم" کیوں نہیں ہو سکتا اسلام ان کو زندگی و حیات کے حقوق تو دے اور معاشرت و ازدواج کے حقوق نہ بخشے، اس دوہنیت کا آخر یہ نتیجہ ہو گیا تھا کہ ایک موالی نے اعراب بنی سلیم کی لڑکی سے نکاح کیا تو والی وقت نے زن و شوہر میں جدائی کرادی اور اس بیچارے کو سو درّے مارے گئے اور سر، ڈاڑھی دونوں کے بال کو مونڈ دیا گیا (آغانی جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۰ طبع مصر) حجاج نے بیچارے نبطیوں کے ساتھ یہ کیا تھا کہ ان کے ہاتھوں میں شہر سے ذلت کے گودنے اور نشانات لگوا دیئے تھے (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۳۳) حجاج جب واسط گیا تو نبطیوں کو خراج البلد کرا دیا تھا اور بصرہ کے ماتحت حاکم کو لکھا کہ ان لوگوں کو بھی شہر بدر کر دو حاکم نے تعمیل حکم کے بعد یہ لکھا کہ میں نے سوائے ان نبطیوں کے جو قاری قرآن اور تفقہ فی الدین رکھتے تھے سب کو نکال باہر کیا اس پر حجاج نے حاکم کو لکھا کہ جب میرا یہ حکم تجھ کو پہنچے تو طبیب کو بلوا کر اپنے جسم کی رگوں کا معائنہ کراؤ اگر اس میں نبطی خون ہو تو کٹوا دے (محاضرات الادبا، جلد اول صفحہ ۲۱۸) حجاج کا حکم کہ کوفہ میں سوائے عربی النسل کے کوئی موالی و غیر عرب نماز جماعت نہ پڑھائے (عقد الفرید جلد اول صفحہ ۲۰۷) اور نہ کوئی مو ہو سکتا تھا حالت یہ تھی کہ اگر کوئی عربی بازار سے سامان لا راہ میں کوئی غیر عرب و موالی مل گیا تو اس پر لادو یا وہ مفت سے انکار نہیں کر سکتا تھا اور نہ کہیں کوئی شنوائی تھی، اسی غیر عرب و موالی سوار ہے تو عرب جو پیدل ہوتا اپنی تو ہین اس بیچارے کو اُتار دیتا (محاضرات الادبا، جلد اول ص خلیفہ عباسی مامون رشید کا یہ بیان ہے:۔

حضرت عمر کا یہ قول تھا کہ اگر کسی عرب کے ہمسایہ میں رہتا ہو تو یہ عرب ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے نبطی کو بیچ کر اپنی حاجت کو پورا کر سکتا ہے۔

(عیون الاخبار ابن قتیبہ)

ایک مرتبہ بیت المقدس میں عبادہ بن صامت صحا نبطی سے کہا کہ ان کے مرکب کو وہ پکڑے رہے، اس نے انکا پر انھوں نے اتنا مارا کہ اس بیچارے کا سر پھٹ گیا، عمر بن خطاب اس زمانے میں وہیں موجود تھے، اس نے فریاد کی، زید بن ثابت نے خلیفہ سے کہا "اتقید عبد اخیک" کیا آپ غلام کا قصاص اپنے بھائی سے لیں گے خلیفہ نے عبادہ بن صامت سے قصاص نہیں لیا (سنن جلد ۸ صفحہ ۳۲ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۳ بحوالہ جمع الجوامع یونہی ایک مسلمان نے ایک ذمی کو اتنا مارا کہ اس کا سر شگا خلیفہ دوم کے سامنے اس کا مقدمہ آیا تو معاذ بن جبل نے فت کہ ایسے مسلمان سے جس نے کسی ذمی کو زخمی کیا ہو قصاص لی ہے، وہ مسلمان بغیر سزا کے چھوڑ دیا گیا (کنز العمال جلد ۷ ص اسی طرح ایک ذمی کو کسی مسلمان نے بے خطا مار ڈالا، خل نے بغیر قصاص کے قاتل کو چھوڑ دیا، اس مرتبہ بھی زید بن یہی دلیل خلیفہ کے سامنے پیش کی تھی۔ "اتقید عبدک غلام کا قصاص اپنے بھائی سے کیونکر لوگے (کنز العمال جلد ۷ ص ایسے ہی ایک واقعہ شام میں پیش آیا کہ ایک ذمی کو مسلمان نے قتل کر دیا، خلیفہ دوم تک اس کا مقدمہ آیا، ابو عبیدہ نے خل کہا "ارایت لو قتل عبد الله کنت قاتله به" کیا یہ مسل

www.kitabmart.in

م کو قتل کر ڈالتا تو اس کے عوض اس کو قتل کرتے یہ سن کر عمر
کو بغیر قصاص کے چھوڑ دیا (سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۸ صفحہ ۳۲،
جلد ۷ صفحہ ۳۰۳)

واقعات سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ غیر عرب مسلمان اور
کن بدترین حالات میں مبتلا تھے مقدس شہر "مکہ" اور "مدینہ"
ذہنیت کے لوگوں سے آباد تھا اور مملکت شام ان لوگوں کی
گاہ، مصر و عراق ان کی چراگاہ اور رہا تھا علی کو انھیں
سے مقابلہ کرنا تھا اور یہی اصل سبب تھا جس کی بنا پر
عرب و قریش علی کی حکومت کو نہیں پسند کرتے تھے۔

صر حاضر کا مشہور مورخ لکھتا ہے:۔

ی بن ابی طالبؓ نے غیر شریف کو غیر شریف پر اور عربی کو عجمی پر
نہیں دیتے تھے اور نہ رؤسا و امرا قبائل سے چاپلوسی
تھے عربوں کا حضرت سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ جانے کا یہی
ب ہے۔

حی الاسلام احمد امین جلد اوّل صفحہ ۲۳ طبع مصر، ابن ابی
جلد اول صفحہ ۱۸ طبع مصر)

داسحٰق مدائنی کی روایت ہے کہ دو عورتیں حضرت کی خدمت
حق لینے آئیں جن میں سے ایک عورت عرب تھی اور دوسری
یر عرب حضرت نے ان دونوں کو مساوی طریقہ سے دراہم
یا۔ یہ دیکھکر زن عربیہ کہنے لگی میں عرب ہوں اور یہ عجمی
، آپ نے دونوں کو برابر کر دیا آپ نے ارشاد فرمایا۔
س مال میں میرے نزدیک اولاد اسماعیل کو بنی اسحٰق پر
شرف نہیں ہے، سب یکساں برابر پائیں گے۔

ابن ابی الحدید جلد اوّل صفحہ ۱۸۱ طبع مصر)

ورخ مدائنی روایت کرتا ہے:۔

ض اصحاب نے حاضر ہو کر حضرت کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ
ال کو تقسیم کرتے وقت اشراف عرب و قریش کو (بہ مصلحت)
گوں پر فضیلت دیا کریں اور انھیں زیادہ عطا فرمائیں اور
ح ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں تاکہ یہ خطرہ کہ یہ لوگ آپ سے
ہو کر معاویہ سے نہ مل جائیں، جاتا رہے لوگوں نے یہ مشورہ

اس لئے دیا تھا کہ معاویہ مساوات نہیں کرتا تھا جس کو جو چاہتا تھا
دیا کرتا تھا، یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا، کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ
میں ظلم و جور سے کامیابی حاصل کروں، خدا کی قسم جب تک تارے
آسمان پر چمکتے ہیں میں کبھی ایسا نہ کروں گا، بخدا اگر یہ میرا ذاتی
مال ہوتا اس وقت بھی میں مساوات برتتا نہ کہ یہ خود انھیں لوگوں کا
مال ہے۔

(ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۱۸۲ طبع مصر)

حضرت علی قریش کو غیر قریش پر، عرب کو عجم پر، حتیٰ کہ اپنے
عزیزوں کو بھی حق کے معاملہ میں کسی طریقہ پر ترجیح دینے کو تیار نہ
تھے، آپ طبقات و امتیازات اور غیر اسلامی نظام سرمایہ داری کو
ختم کرنے کے لئے رسول اللہ کی سنت تقسیم بالسویہ پر برابر عامل
رہے اسی لئے آپ قیصر و کسریٰ کی سنت کو زندہ کرنے والے
امیر شام معاویہ بن ابو سفیان کا استیصال سب سے پہلا فرض
سمجھتے تھے۔

علیؑ دنیا سے جہل کو مٹانا چاہتے تھے

حضرت کی دوسری جنگ طاغوت جہلی کے خلاف تھی جس کے
مٹانے کے لئے رسول اللہ نے اقدام کیا اور جس کے لئے قرآن دعوت
دے رہا تھا پیغمبر کے بعد جہل کو مٹانے کیلئے ابتک حکومت نے کوئی
مفید اقدام نہیں کیا تھا بلکہ شروع میں تصنیف و تالیف اور تدبّر
و تفکّر و افہام و تفہیم کے خلاف عملی کارروائیاں کی گئی تھیں اور علیؑ نے
اس مخالف دور میں بھی جب کہ آپ ایک متمولی شہری کی حیثیت سے
مدینہ میں رہتے تھے اشاعت علم " مصروف رہے۔

رائیٹ آنریبل سر سیّد امیر علی لکھتے ہیں:۔

جس زمانہ میں اسلام دور دراز ممالک میں پھیل رہا تھا
علی مدینہ میں عربوں کی ابھرتی ہوئی قوم کی دماغی قوت کو بڑھا رہے
تھے، مدینہ کی جامع مسجد میں علیؑ اور ان کے عم زاد بھائی و شاگرد
عبداللہ بن عباس ہفتہ وار فلسفہ، منطق، فصاحت و بلاغت، حدیث
و فقہ پر لکچر دیا کرتے تھے، یہ ابتدا تھی اس دماغی تحریک کی جس
نے بعد میں بہت زور و شور کے ساتھ بغداد میں ظہور کیا۔

(اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۴۷)

www.kitabmart.in

علی اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے جدید شہر چاہتے تھے

علی کو تجربہ تھا کہ مقدس شہر کے باشندوں نے حضرت کی اس تحریک سے دلچسپی نہیں لی، جب کہ خلیفہ سوم کے بعد اس شہر میں بڑے بڑے سرمایہ دار و جاگیردار رہتے تھے وہ کیونکر علی کی اس تحریک علمی میں حضرت کے معین و مددگار بن سکتے تھے۔ ان کے اور علی کے نصب العین اور نظریہ میں بڑا فرق تھا۔ اس لئے علی نے ایک ایسے شہر کو اپنا مرکز بنایا جہاں سے آپ بیک وقت ہر دو لڑائیوں کو لڑ سکتے تھے، تبلیغ فکر و دانش، اور تعلیم علم و فنون کے لئے بھی نوجوانوں کی ضرورت تھی اور دشمن سے حرب و ضرب بھی، چنانچہ حضرت نے ایسے مقام کو تبلیغ فکر و دانش و تعلیم فنون کا مرکز اور اپنا معسکر (کنٹونمنٹ) قرار دیا جہاں کی آب و ہوا اقتصادی و معاشرتی حیثیت سے دلکش اور متمائی ہونی ضرور لیکن وہ سرزمین بابل و نینوی کی قدیم ترین تہذیب کا گہوارہ تھی جہاں بادشاہ عرب نعمان بن المنذر نے عربی ادبیات اشعار کو سپرد زمین کر کے محفوظ کیا تھا (المزھر للسیوطی) ایرانی تہذیب و تمدن کے گہرے نشانات نمایاں تھے اور عجموں کی نو آبادیات تھیں جہاں کے لوگ مرقیونی، ویصانی مانی کے فلسفہ و رجحانات سے آشنا تھے، جہاں صابئین، زنادقہ اور سمنیہ پائے جاتے تھے[1]۔ .....

---

[1] مرقیون MARCION دوسری صدی مسیحی کا ایک عیسائی عالم تھا جو اپنے ملحدانہ خیالات کی وجہ سے چرچ کی جانب سے کافر و مرتد بنا دیا گیا تھا عیسائیت سے الگ ہونے کے بعد اس نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا جو مسیحیت سے ملتا جلتا تھا اس نے عہد عتیق و جدید کی بعض کتابوں کا کتب آسمانی ہونے سے انکار کیا اور نور و ظلمت دو اصل متضاد کا اس حیثیت سے معتقد تھا کہ چونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ضد ہیں اور بالاصالت آپس میں اجتماع و اتحاد کا امکان نہیں ہے اس لئے ایک تیسری چیز جو نور سے پست اور ظلمت سے بالاتر ہے وہ ان دونوں کی آمیزش و اختلاط کا باعث ہو کر وجود عالم کا سبب بنی اصرح دیا ثنویت و تثلیث ان دونوں کو اس نے سمو دیا ہے اس کے علاوہ اور بھی نظریات ہیں اس کے پیرو مرقیونی کہلاتے ہیں اس فرقہ کے لوگ روم و شام ایران عراق میں منتشر تھے (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ملل و النحل الشہرستانی التنبیہ والاشراف، بحار الانوار۔

ابن دیصان BARDASANE (۱۵۴ - ۲۲۲ء) یہ شخص شام سے تھا ۱۷۹ء میں مسیحی ہو گیا اور عیسائیت کی حمایت کرتا رہا اور مرقیونی فرقہ کی رد کیا کرتا تھا لیکن بعد میں اس نے خود ایک نیا مذہب ایجاد کیا جس کی وجہ سے چرچ نے اس کے ارتداد و کفر کا فتویٰ دیا۔ ابن دیصان شاعر، نحوی، مورخ تھا اور ثنویت کا عقیدہ رکھتا تھا اس کا خیال تھا کہ نور فاعل مختار با اختیار ہے اور ظلمت فاعل شر با اضطرار ہے، نیکی، خیر، نفع، خوشبو نور کی تخلیق ہیں اور قبح، شر، ضرر، بدبو کو ظلمت نے پیدا کیا ہے نور حی،

عالم، مدرک و قادر ہے اور حرکت و زندگی کا وہی باعث ہے اور مردہ، جاہل و عاجز و بے شعور و بے حرکت ہے قابل عمل و تمیز ہے ابن دیصان کے پیرو دیصانی کہلاتے ہیں اس عقیدے کے لوگ خراسان اور فرات کے نشیبی حصہ میں پائے جاتے تھے تیسری و چوتھی صدی ہجری میں بھی اس عقیدے کے لوگ عراق میں موجود تھے جن کو دیصانی مشہور رہے (ملاحظہ ہو ملل و النحل شہرستانی کتاب التنبیہ والاشراف، بحار الانوار جلد دوم)

مانی مذہب (MANES) ابن دیصان و مرقیونی عقائد کے ترکیب کا ایک نیا ہیروپ ہے، اس لئے مرقیون و ابن دیصان کو بھی مانی کا پیشرو سمجھا جاتا ہے، مانی نے اپنے مذہب کو شاپور بن اردشیر کے زمانہ میں ظاہر کیا تھا یہ عہد حضرت عیسیٰ کے بعد کا ہے یہ شخص حضرت کی نبوت کا قائل تھا اور ان کو کلمۃ اللہ و روح اللہ مانتا تھا لیکن حضرت کی نبوت سے انکار کرتا تھا، آدم، شیث، نوح، ابراہیم کی نبوت کا ساتھ ہی ساتھ مہاتما بودھ کا بھی وہ قائل تھا، مسیح کے بعد پولس کو پیغمبر تسلیم کرتا تھا اور اس کا یقین رکھتا تھا کہ آخری نبی سرزمین عرب میں پیدا ہوگا (ملل و النحل الشہرستانی) کبھی کبھی ان مذاہب ثلثہ کے متبعین کو زندیق سے بھی خطاب کیا گیا ہے، اسی بنا پر عبداللہ بن المقفع زندیق سمجھا گیا ہے کیونکہ اسی نے سب سے پہلے مذاہب ثلثہ کی کتاب

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۵۱ پر دیکھیے)

www.kitabmart.in

ہر عیب ظاہر ہوتا ہے نہ ہر موقع سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے

ی و یہودی دیانات و متقاد (مشنری) دورہ کرتے تھے اور جہاں
کے ادیار و کنائس بکثرت تھے جن میں صحف انبیاء و حواریین
کے نوشتہ جات محفوظ تھے اور ان صحیفوں و تحریروں کے
لے دیرانی و راہب الٰہیات کے دقیق مسائل پر بحثیں کرتے
ے اور تصنیف و تالیف سے ذوق رکھنے والے راہب تحریر
یں مصروف رہتے تھے اور ان کے لئے سامان نوشت اور
ثابت فراہم رہتا تھا جہاں ہزار انبیاء (ذالکفل یونس ہود)
کے لئے دور دراز سے یہود و نصاریٰ زائر و سیاح کی
سے جوق جوق آتے رہتے تھے اور جس سرزمین پر حضرت ابراہیم
ت لوط نے آکر قیام فرمایا تھا اور اس زمین کو حضرت ابراہیم
کر یہ ارشاد فرمایا تھا "انہ یحشر من ولد لا من ذلک
سبعون الف شہید" جس کی بنا پر یہود اس ارض مقدس

میں اپنے مردوں کو لاکر دفن کیا کرتے تھے (معجم البلدان جلد دوم صفحہ ۵۰
طبع مصر) جہاں ہند اور چین کے سیاح خراسان و ترکستان اور
سمندری راستوں سے آیا جایا کرتے تھے۔ امیر المومنین نے اس
خصوصیت کی بنا پر عراق کو منتخب فرمایا اور کوفہ کو اپنا دار السلطنت
بنایا، الاستاد عباس محمود العقاد المصری لکھتے ہیں:۔

حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے وہ خلیفہ ہیں جس نے مدینہ سے
مرکز حکومت کو ہٹا کر غیر ارض حجاز کی طرف منتقل کیا حالانکہ حضرت
خود حجازی اور آپ کے آبا و اجداد بھی حجازی تھے، آپ نے کوفہ
کو اپنا دار الحکومت بنایا اور دراصل اس زمانہ میں کوفہ مناسب ترین
مقام تھا جس کو مرکز حکومت بنایا جاتا، کوفہ مختلف اقوام و ملل
کے ملنے کی جگہ تھی اور بین الملکی تجارت کی منڈی تھی جہاں
ہندوستان و فارس، یمن، عراق، شام کے بیوپاری خرید و فروخت

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۵۶)

ں میں کیا ہے (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۱۰۴) زندیق مذکر
نوں میں استعمال ہوا ہے۔

جس شخص نے علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کر کے دین شریعت سے
بغاوت کی اس پر زندیق کا اطلاق ہوا جیسے یزید و ولید
ھما

متبعین دین مجوس خاص کر مانی مذہب والے جو بظاہر اپنے
سلمان ظاہر کرتے تھے جیسے بشار، حماد ابن المقفع

متبعین دین مجوس خاص کر مانی عقیدے کے وہ لوگ جو
دم کو بھی نہیں ظاہر کرتے تھے۔

ملحدین جو کوئی دین و مذہب نہیں رکھتے تھے چنانچہ ابو العلاء المعری
رسالۃ الغفران میں یہ لکھا ہے کہ زندیق دہریے کو کہتے ہیں جو
کتاب کو نہیں مانتا ایسے ہی سمنیہ فرقے کے عقائد بھی اس عہد
راز تھے دراصل یہ ہندوستانی مذہب ہے بعضوں کا خیال ہے
س فرقے کے بانی کا نام ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ "بت" سومنات
ہ علامہ بیرونی لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ براہمہ سے شدید تعلق رکھتا تھا
ستان، فارس، عراق، موصل، حدود شام تک اس فرقے کے لوگ
تے تھے لیکن جب آذربیجان سے زردشت نے ظہور کیا اور زادشتی

مذہب پھیلا تو سمنیہ مذہب ان مقامات سے زائل ہو گیا (ما للہند
من مقولۃ البیرونی ص ۱۰) فرقہ سمنیہ مثل ہندوؤں کے قیامت و
تناسخ ارواح کا قائل ہے، قیامت کا عقیدہ نہیں رکھتا اور نظر استدلال
کا منکر ہے اس فرقہ کا خیال ہے کہ اشیائے عالم کی معرفت کا ذریعہ سوائے
حواس خمسہ ظاہری کے اور کچھ نہیں ہے، دوسری صدی ہجری میں
بھی عراق میں اس فرقہ کے لوگ تھے چنانچہ بصرہ میں جریر بن عازم
ازدی اس فرقہ کا مشہور شخص تھا (مفتاح العلوم الخوارزمی صفحہ ۵
مطبع مصر) الفرق بین الفرق صفحہ ۳۴۶ آغانی جلد ۳ صفحہ ۴۴ مزدک
مزدک کی پیروی کرنے والے یہ شخص قباد پدر نوشیرواں کے زمانہ میں
ایک نئے اشتراکی مذہب کا بانی ہوا، بہت سے خیالات و رجحانات مانی و مذہب
سے ملتے جلتے ہیں اس مذہب میں عورت اور مال پر تصرف کرنے کا سب کو
یکساں حق حاصل ہے (ملل و النحل الشہرستانی)

صابی وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ خالق عالم متصف بالصفات
کمال ہے لیکن ہم اسکا تقرب بغیر کسی واسطہ کے حاصل نہیں کر سکتے اور کواکب سبعہ
کیطرف سے مدبر عالم ہیں وہی واسطہ ہیں اسلئے یہ سیارگان ہفت گانہ کی پرستش کرتے
ہیں تاکہ انکے ذریعہ سے خدائے بزرگ کی قربت حاصل ہو ہر سیارہ کیلئے ایک مخصوص ہیکل
بنا کر وہاں انکی پرستش کرتے ہیں اس کے علاوہ ان کے اور مقالات بھی ہیں

www.kitabmart.in

کیلئے آتے جاتے رہتے تھے بلکہ وہ ایک علمی مرکز بھی تھا جہاں کتابت، لغت، قرأت، انساب، فنون شعر و روایات کے مدارس و مکاتب کی نشو و نما ہوئی۔

درحقیقت امام علیہ السلام کی حکومت کے لئے کوفہ ایک مناسب ترین مقام تھا۔

(عبقریۃ الامام صفحہ ۱۶۰ طبع مصر)

علیؑ نے کوفہ کو دار العلم بنایا

اب امیر المومنین کوفہ کی مسجد میں ہزاروں اصحاب کے سامنے بیان میں صرف عرب ہی نہیں بلکہ غیر عرب موالی و عجم، قبطی سب ہی ہوتے تھے، وہ ان مختلف عناصر میں الٰہیات، طبیعیات، اخلاق و سیاسیات، تمدن و معاشرت، فنون جنگ و نظام عسکری پر برابر تقریریں فرماتے رہتے تھے اور اپنے ان عمال کو جو مرکز سے دور تھے خطوط کے ذریعہ ان مضامین کی تعلیم دیتے تھے۔ گویا اس طرح دنیا کی توجہ و نظر، علوم و ادب کی طرف آمادہ کرتے تھے، تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ علیؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور دنیائے اسلام کا ایک مشہور علمی مرکز بن گیا جہاں سے اسلامی علوم و فنون عربی لسانیات و ادبیات، کیمیا و ہیئت کے چشمے پھوٹے نہ یہی نہیں بلکہ دار العلم کوفہ سے نکلے ہوئے حضرت کے شاگرد جیسے ابو الاسود الدؤلی البصری) جہاں گئے اس جگہ کو بھی علمی گہوارہ بنانے میں کامیاب ہوئے چنانچہ کوفہ کے بعد بصرہ علمی مرکز بنا، یہ دونوں (یعنی کوفہ و بصرہ) ہی وہ مقامات ہیں جو عربی لسانیات و ادب کے مشہور درس گاہ ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:

تمام اہل عرب میں صرف اہل کوفہ و بصرہ ہی ہیں جنھوں نے سنا سے لغت و زبان عربی کو نقل کیا اور کتابوں میں محفوظ کر کے اس کو ادبی حیثیت دی۔

(کتاب المزہر جلد اول صفحہ ۵۰ طبع مصر)

پھر لکھتے ہیں:

مختصر یہ کہ علم انھیں دونوں شہروں میں منتہی ہوا پہلے کوفہ میں

اس کے بعد بصرہ میں، اور تمام عرب میں یہی لوگ صاحب تصنیف تالیف ہوئے اور علوم و فنون میں انھیں کی طرف رجوع کی گئی سوائے ان دونوں شہر کوفہ و بصرہ کے عرب کے کسی شہر علم نہ تھا، شہر مدینہ میں لغت کا ماہر میرے علم میں کوئی نہیں ایک غیر عرب تھا جس نے نحو میں ایک کتاب لکھی جس کی کوئی اہمیت نہیں۔

(کتاب المزہر الجزء الثانی صفحہ ۴۰۱)

یہی کوفہ ہے جہاں سے اسلامی فقہ (قانون) کی اشاعت ہوئی یہیں سب سے پہلے فقہاء، متکلمین و فلاسفہ پیدا ہوئے انھیں دونوں مقام پر اسلامی مفکرین کی نشو و نما ہوئی جنھوں نے فلسفہ طبیعیات، الٰہیات، کیمیا و ہیئت کے مسائل پر روشنی ڈالی دنیائے اسلام کے بڑے بڑے شہروں میں علوم و فنون کو پھیلانے اور مدارس و تعلیم گاہوں کا رواج ہوا جہاں ظلمت کدہ یورپ کے تشنہ گان علوم سیراب ہونے کے لئے آتے تھے، علامہ ابن الحدید مدائنی نے اسکی وضاحت کی ہے کہ اولین مفکرین اسلام جنھوں نے الٰہیات کے علوم پر بحث و نظر کی ہے اور توحید و جبر و اختیار، و قضاء و قدر کے مسائل حل کئے ہیں وہ اس علم میں ابن ابی طالب ہی کے شاگرد تھے، اسی طرح فقہائے اسلام ائمہ اربعہ ابو حنیفہ شافعی، احمد بن حنبل، مالک بن انس ان سب کے معلم اول بھی جن سے علم و فقہ ان تک پہونچا، علی ابن ابی طالب ہیں، ائمہ مفسرین بھی علیؑ ہی کے شاگرد ہیں، نہ صرف علوم ہی کے استاد امیر المومنینؑ ہیں بلکہ علم تصوف، طریقت و حقیقت کا سلسلہ بھی علیؑ ہی پر جا کر ختم ہوتا ہے جس کا اقرار شبلی، جنید سقطی، ابو یزید بسطامی معروف کرخی کو ہے یونہی علوم عربیہ تو زبان کے استاد اول حضرت علیؑ ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد "القول فی علمہ" ص ۶ طبع مصر)

علی ہر وقت اور ہر حالت میں تعلیم و ہدایت کے لئے متوجہ رہتے تھے

امیر المومنین علیؑ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ تعلیم علوم و ا

www.kitabmart.in

کیلئے آتے جاتے رہتے تھے بلکہ وہ ایک علمی مرکز بھی تھا جہاں کتابت، لغت، قرأت، انساب، فنون شعر و روایات کے مدارس و مکاتب کی نشو و نما ہوئی۔

درحقیقت امام علیہ السلام کی حکومت کے لئے کوفہ ایک مناسب ترین مقام تھا۔

(عبقریۃ الامام صفحہ ۱۶۰ طبع مصر)

علیؑ نے کوفہ کو دار العلم بنایا

اب امیر المومنین کوفہ کی مسجد میں ہزاروں اصحاب کے سامنے بیان میں صرف عرب ہی نہیں بلکہ غیر عرب موالی و عجم، قبطی سب ہی ہوتے تھے، وہ ان مختلف عناصر میں الٰہیات، طبیعیات، اخلاق و سیاسیات، تمدن و معاشرت، فنون جنگ و نظام عسکری پر برابر تقریریں فرماتے رہتے تھے اور اپنے ان عمال کو جو مرکز سے دور تھے خطوط کے ذریعہ ان مضامین کی تعلیم دیتے تھے۔ گویا اس طرح دنیا کی توجہ و نظر، علوم و ادب کی طرف آمادہ کرتے تھے، تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ علیؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور دنیائے اسلام کا ایک مشہور علمی مرکز بن گیا جہاں سے اسلامی علوم و فنون عربی لسانیات و ادبیات، کیمیا و ہیئت کے چشمے پھوٹے نہ یہی نہیں بلکہ دار العلم کوفہ سے نکلے ہوئے حضرت کے شاگرد جیسے ابو الاسود الدؤلی البصری) جہاں گئے اس جگہ کو بھی علمی گہوارہ بنانے میں کامیاب ہوئے چنانچہ کوفہ کے بعد بصرہ علمی مرکز بنا، یہ دونوں (یعنی کوفہ و بصرہ) ہی وہ مقامات ہیں جو عربی لسانیات و ادب کے مشہور درس گاہ ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:

تمام اہل عرب میں صرف اہل کوفہ و بصرہ ہی ہیں جنھوں نے سنا سے لغت و زبان عربی کو نقل کیا اور کتابوں میں محفوظ کر کے اس کو ادبی حیثیت دی۔

(کتاب المزہر جلد اول صفحہ ۵۰ طبع مصر)

پھر لکھتے ہیں:

مختصر یہ کہ علم انھیں دونوں شہروں میں منتہی ہوا پہلے کوفہ میں

اس کے بعد بصرہ میں، اور تمام عرب میں یہی لوگ صاحب تصنیف تالیف ہوئے اور علوم و فنون میں انھیں کی طرف رجوع کی گئی سوائے ان دونوں شہر کوفہ و بصرہ کے عرب کے کسی شہر علم نہ تھا، شہر مدینہ میں لغت کا ماہر میرے علم میں کوئی نہیں ایک غیر عرب تھا جس نے نحو میں ایک کتاب لکھی جس کی کوئی اہمیت نہیں۔

(کتاب المزہر الجزء الثانی صفحہ ۴۰۱)

یہی کوفہ ہے جہاں سے اسلامی فقہ (قانون) کی اشاعت ہوئی یہیں سب سے پہلے فقہاء، متکلمین و فلاسفہ پیدا ہوئے انھیں دونوں مقام پر اسلامی مفکرین کی نشو و نما ہوئی جنھوں نے فلسفہ طبیعیات، الٰہیات، کیمیا و ہیئت کے مسائل پر روشنی ڈالی دنیائے اسلام کے بڑے بڑے شہروں میں علوم و فنون کو پھیلانے اور مدارس و تعلیم گاہوں کا رواج ہوا جہاں ظلمت کدہ یورپ کے تشنہ گان علوم سیراب ہونے کے لئے آتے تھے، علامہ ابن الحدید مدائنی نے اسکی وضاحت کی ہے کہ اولین مفکرین اسلام جنھوں نے الٰہیات کے علوم پر بحث و نظر کی ہے اور توحید و جبر و اختیار، و قضاء و قدر کے مسائل حل کئے ہیں وہ اس علم میں ابن ابی طالب ہی کے شاگرد تھے، اسی طرح فقہائے اسلام ائمہ اربعہ ابو حنیفہ شافعی، احمد بن حنبل، مالک بن انس ان سب کے معلم اول بھی جن سے علم و فقہ ان تک پہونچا، علی ابن ابی طالب ہیں، ائمہ مفسرین بھی علیؑ ہی کے شاگرد ہیں، نہ صرف علوم ہی کے استاد امیر المومنینؑ ہیں بلکہ علم تصوف، طریقت و حقیقت کا سلسلہ بھی علیؑ ہی پر جا کر ختم ہوتا ہے جس کا اقرار شبلی، جنید سقطی، ابو یزید بسطامی معروف کرخی کو ہے یونہی علوم عربیہ تو زبان کے استاد اول حضرت علیؑ ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد "القول فی علمہ" ص ۶ طبع مصر)

علی ہر وقت اور ہر حالت میں تعلیم و ہدایت کے لئے متوجہ رہتے تھے

امیر المومنین علیؑ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ تعلیم علوم و ا

www.kitabmart.in

راسخ ہوتی ہے تو اس کے اثرات نفس قوی ہو جاتے ہیں اور جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کر لیتا ہے تو وہ (انسانیت) کے منتہائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے اور جو اس معراج کمال پر پہونچ جاتا ہے تو وہ فضائل نفسانیہ سے آراستہ ہو جاتا ہے اور جو فضائل نفس سے مزین ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں تمام کمال انسانیت موجود ہوتے ہیں بجائے اس کے کہ اس میں خاصۃً حیوانی موجود ہو کر اپنا اثر دکھلائیں، اس حالت میں ایسا انسان ملکوتی صفات بن جاتا ہے، بس اب اس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں۔ یہ سن کر وہ یہودی عالم بے ساختہ کہنے لگا کہ اے فرزند ابو طالبؑ آپ نے تو بالکل فلسفہ ہی میں گفتگو فرمائی۔

(العرب صفحہ ۹ بعید المنعم الدردیر المصری طبع بمبئی ۵ ذی القعدہ ۱۳۵۹ھ الموافق ۵ دسمبر ۱۹۴۰ء یوم الخمیس تحت عنوان فلسفۃ التاریخ الاسلامی فی القرن السابع للہجرۃ الاستاذ مصطفیٰ جواد)

علاوہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے عرب کے مشہور دہریہ و زندیق اور بعض یونانی فلسفی بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل علمیہ و حقائق حکمیہ پر گفتگو کرتے رہتے تھے جس کا تذکرہ ابو منصور طبرسی نے کتاب الاحتجاج اور ابن بابویہ القمی نے کتاب التوحید اور ان کے علاوہ دوسرے متقدمین مصنفین نے کیا ہے، یہ شواہد اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ علیؑ بحیثیت مفکر و فلسفی و حکیم کے بھی اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں، اس کا اقرار ہر غیر متعصب انسان عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو کرنے کے لئے تیار ہے۔

چنانچہ مشہور مسیحی ادیب و مورخ عبد المسیح انطاکی حلبی (مدیر الشدود ب الشہباء و مدیر العمران مصر) اپنے شاہکار ادب عربی "القصیدۃ العلویۃ" کہ و تاریخ شوری یصدر الاسلام" میں لکھتا ہے:۔

حکمت و علوم سیدنا علیؑ سے بکثرت منقول ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ تمام حکماء و فلاسفہ کے سردار ہیں اور آپ سے تمام حکمتیں روایت کی جاتی ہیں عام اس سے کہ آپ تکلیف کی حالت میں ہوں یا راحت کے ایام میں اور آپ کی یہ عقلیات آپ کی زبانی کثیر التعداد رسائل و مکاتیب، خطب و اقوال میں وارد ہوئی ہیں یہاں تک تسلیم کیا گیا ہے کہ آپ ایسے حالات عقلی ہر مقام ہر مجلس اور ہر فرودگاہ پر بیان فرماتے تھے جہاں آپ قیام فرماتے بیٹھتے یا اٹھتے تھے، آپ کے تمام اقوال شریف اور اعمال پاکیزہ حکمت و حکمت کے آثار سے پُر اور مملو ہیں جو سے آپ کی ذکاوت، شرافت کی

وسعت اور قوت ارادی کی ضیاء باری ہویدا اور آشکار ہوتی ہے۔

(تاریخ الشری یصدر الاسلام صفحہ ۵۶۷ مطبوعہ عیسیٰ نجالہ

اسی طرح عصر حاضر کا ایک دوسرا مسیحی شاعر و ادیب اور ماہر جسٹس پولس سلامہ PAULAS SALAMA (چیف جسٹس اپنے لمحہ عربیہ "عید الغدیر" کے مقدمہ میں لکھتا ہے:۔

علی بن ابی طالبؑ کا ذکر جمیل عیسائی اپنی مجالس میں کرتے ہیں کے علم و حکمت سے مستفید ہوتے ہیں اور آپ کے تقوی اور پر کے سامنے تعظیماً جھکتے ہیں اور زہاد اپنے عبادت خانوں میں آپ کے کا تصور کر کے اپنے زہد و عبادت کو تقویت پہونچاتے ہیں اور مفکر آسمان علم و حکمت کے اس روشن ستارے سے اپنے فکر کو روشن کر مستفید ہوتے ہیں اور کامیاب ادیب اریب آپ کے بیان کو اپنا رہبر ہیں اور ائمہ فقہا آپ کے احکامات سے ہدایت حاصل کرتے خطیب کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کو وہ خطابت کے نیچے کھڑ بلندی کی طرف نظر کرے اور چشمۂ خطابت کی روانی سے سیراب عربی مبین کا طلیق اللسان "خطیب" ہو جاوے۔

(عید الغدیر اول لمحہ عربیہ المقدمہ صفحہ ۲۷ طبع بیروت)

علی کے خطبوں کی تعداد اور مشاہیر خطباء و ادباء کا ان سے مستفید ہونیکا اقرار

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حکماء و فقہاء و ادباء و خطباء بھی ہیر کے فیوض علمیہ سے متمتع ہوئے ہیں، جب آپ خطبہ میں مصروف ہو تھے تو زیر منبر ہر ایک آپ کے لٹائے ہوئے جواہرات کو اپنی جھولیو بھرتا تھا اور گنجینۂ قلب و دفینۂ صدر میں آپ کے خطبوں کو محف کر لیتا تھا۔

مورخ مسعودی متوفی سنہ ۳۴۶ھ لکھتا ہے:۔

حضرت کے تمام خطبے جن کو مختلف موقعوں پر آپ نے ارشاد فرمایا کچھ اوپر چار سو (۴۸۰ سے زائد) خطبے ہیں جن کو حضرت نے فی ارشاد فرمایا تھا یہ وہ خطبے ہیں جنھیں لوگوں نے یاد و محفوظ کر لیا تھا لوگوں میں برابر شائع رہے)

www.kitabmart.in

روج الذہب جلد دوم صفحہ ۳۳ طبع مصر)

حضرت کے یہ خطبے ایسے ہیں جن کو یاد کر لینے پر "خطبا و ادبا" فخر
تھے۔

عبد الحمید بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کے بے مثل و بے نظیر
سے ستر خطبے یاد کئے تو اُنھوں نے مجھے بے حد فیض پہونچایا،
بلاؤں کہ کتنا فیض پہونچا۔

مشہور خطیب ابن نباتہ نے کہا ہے کہ میں نے خطابت کا وہ
ظ کیا ہے جو صرف ہونے سے بڑھتا ہی جائے گا میں نے
علی بن ابی طالبؑ کے مواعظ سے یاد کی ہیں۔

ح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۸ طبع مصر)

یخ ادب عربی میں عبد الحمید بن یحییٰ متوفی ۱۳۲ھ کا سا
تب (منشی) اور ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ کا سا باکمال خطیب
نہیں گزرا، یہ صرف امیر المومنینؑ کے خطبوں کا فیضان
یاد کر لینے سے یہ دونوں بلاغت و کتابت و خطابت و طلاقت
جہ کمال تک پہونچے جہاں دوسرے کی رسائی نہیں ہے۔

ابن خلکان" ابن نباتہ کے متعلق لکھتا ہے:۔

ادب کا امام ہے، خوش بختی نے اس کو خطابت کا وہ بلند
کہ اس پر اجماع ہے کہ ایسے خطبے کسی نے نہیں دیئے یہ خطبے
مال علم و جودت طبع پر دلیل ہیں۔

یات الاعیان جلد اول صفحہ ۲۸۳ طبع مصر)

ن امیر المومنینؑ کے خطبوں کے سامنے ابن نباتہ کے خطبے پست
ہیں، عصر حاضر کا مشہور ادیب و ناقد فن دکتور زکی مبارک
"النثر الفنی فی القرن الرابع" (جس کی تالیف پر موصوف کو
کی ڈگری ملی ہے) میں لکھتے ہیں:۔

ن نباتہ کے خطبے علی بن ابی طالبؑ کے خطبوں سے ہمیشہ پست
کہ ابن نباتہ نے علیؑ کے خطبوں کو برابر پڑھا اور خطابت
موقع پر ان خطبوں سے متاثر ہو کر خطبے دیئے۔

نثر الفنی جلد دوم صفحہ ۱۶۴ طبع مصر)

ہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں ابن نباتہ اور امیر المومنینؑ
ا موازنہ کر کے ثابت کیا ہے کہ ابن نباتہ کے خطب میں کس

فتور، بلادت ہے اور حضرت کی ایک سطر کا مقابلہ دیر ابری ابن نباتہ
کی ہزار سطریں بھی نہیں کر سکتی ہیں (شرح ابن ابی الحدید جلد دوم ص ۳۴
طبع مصر) عبد الحمید یحییٰ الکاتب المشہور (یہ آخری خلیفہ اموی مروان
الحمار کا میر منشی تھا) کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسری
صدی ہجری کے ابتدا میں امیر المومنینؑ کے خطبے اس قدر مشہور اور
مدوّن تھے کہ ادبا کمال ادب و بلاغت کو حاصل کرنے کے لئے ان کو
یاد کرتے تھے گویا ایک ادیب اس وقت تک ادیب نہیں بن سکتا تھا
جب تک کہ اس کے نظام درس میں امیر المومنینؑ کے خطبات نہ ہوں
ہم کو "کتاب الرجال الکشی" کے مطالعہ سے اس کا بھی پتہ ملتا ہے کہ امام محمد
باقرؑ متوفی ۱۱۴ھ اور امام جعفر صادقؑ متوفی ۱۴۸ھ کے عہد میں
امیر المومنین کے خطبوں کی قرأت و سماعت (تعلیم) بھی ہوتی تھی، اور
جناب زید شہید اپنے جد کے خطبوں کو اپنے اساتذہ سے پڑھتے تھے
جیسا کہ زید الشہید اور ابو الصباح الکنانی الکوفی کی باہمی گفتگو سے
ظاہر ہے جس کو کہ ابو عمر الکشی نے اپنی کتاب الرجال میں "ابو الصباح
کے تذکرہ میں لکھا ہے (معرفت اخبار الرجال صفحہ ۲۲۴ طبع بمبئی) یہ
امیر المومنین کے خطبوں کا فیضان تھا کہ زید اپنے عہد کے مشہور و
باکمال خطیب ہوئے اسی طرح ابن نباتہ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اس کے عہد میں امیر المومنینؑ کے خطب و مواعظ کتابی شکل میں
مرتب و مدوّن تھے جبھی تو وہ بتلا رہا ہے کہ موقعلیں حضرت کے
مواعظ کی اس کو یاد تھیں، صرف زید الشہید، عبد الحمید بن یحییٰ
اور ابن نباتہ ہی نہیں بلکہ عبید اللہ بن المقفع متوفی ۱۴۲ھ جس
متعلق مورخین نے لکھا ہے، ایسا بلیغ کہ فصاحت و بلاغت و قوت
بیان میں اس کا مثل کوئی دوسرا نہیں، وہ بھی بلاغت کے اس بلند
مرتبہ پر امیر المومنین کے خطب کی وجہ سے پہونچا ہے جس کا اس نے خود اقرار
کیا ہے، استاد حسن السندوبی نے شارح کتاب البیان والتبیین للجاحظ
لکھتے ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن مقفع بلاغت کے اس مرتبے پر علیؑ بن
ابی طالب کے خطبوں کی وجہ سے پہونچا ہے اور اسی لئے وہ خود یہ
کہا کرتا تھا، چشمہ خطب سے میں نے خوب چھک کر پیا مگر اس کے
سیراب کرنے کے عنوان کو محدود نہیں کر سکتا وہ تو ایک ابلتا ہو

www.kitabmart.in

چشمہ تھا جو بہتا ہی جاتا تھا جس کے لئے کسی راہ کا معین کرنا میرے لئے ممکن نہیں بس یہ جانتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی کلام نہیں۔

(البیان والتبیین للجاحظ مع شرحہ الاستاذ حسن السندوبی جلد اوّل ص ۱۰۹ مطبع رحمانیہ مصر

استاد محمد کرد علی الحنفی الدمشقی رئیس مجمع علمیہ دمشق لکھتے ہیں:۔

ابن مقفع بلاغت کے اس درجہ پر علی بن ابی طالب کے خطبوں کی وجہ سے پہونچا۔

(امراء البیان جلد اول صفحہ ۱۰۵ طبع مصر)

صدر اول ہی میں علی کا کلام مدوّن تھا

خلاصۂ کلام یہ کہ عبد الحمید بن یحییٰ الکاتب متوفی ۱۳۲ھ اور ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کے عہد میں امیر المومنینؑ کے خطبے عام ہو کر رائج و شائع تھے جن سے استفادہ کرنا ایک باکمال ادیب و کاتب کے لئے لازمی و ضروری تھا اور تقریباً ۱۱۴ھ سے ۱۴۸ھ میں مدارس میں یہ خطبے داخل نصاب تعلیم تھے جبھی تو زید الشہید بطور درس ان کو پڑھا کرتے تھے (کتاب الرجال الکشی صفحہ ۲۲۴ طبع بمبئی) صرف ادیبوں ہی کے لئے نہیں بلکہ علامہ جاحظ کے پہلے سے ہر ادیب و دبیر کے درس میں حضرت کا کلام داخل نصاب تھا (ادب الجاحظ صفحہ ۱۹۶ طبع مصر) جاحظ عثمانی متوفی ۲۰۰ھ نے بھی امیر المومنینؑ کے خطبوں کے لئے یہ لکھا "مدوّنۃ، مخلدۃ، مشہورۃ" کے یہ خطبے مدوّن و مرتب محفوظ و مشہور ہو کر بقائے دوام کی سند حاصل کر چکے تھے (البیان والتبیین للجاحظ الجزء الاول صفحہ ۷۴ طبع رحمانیہ مصر) یہاں تک کہ خطیب مشہور متوفی ۳۷۴ھ کے عہد میں تو اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امیر المومنینؑ کے کلام کا یہ مرتب و مدوّن مجموعہ کافی ضخامت کا تھا کہ جس میں سے دیگر عنادین خطب کے اس نے صرف سو فصلیں حفظ کی یاد کی تھیں۔

سابق عہد میں تدوین علوم کی جو مخالفت تھی وہ اب علی کے عہد میں نہ تھی

حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین کے اقوال و خطب خود آپ ہی کے زمانہ میں لکھ کر محفوظ کر لئے گئے تھے عدم تدوین و کتابت علم آپ کے ماقبل خلفاء کی جو امتناعی پالیسی تھی حضرت کے دور میں ختم ہو چکی تھی، بیشک علیؑ کی خلافت سے پہلے کا دور ایسا تھا جب اسلامی دنیا عملاً کتابت و تدوین کے مخالف تھی، اگر عہد میں بھی علیؑ کتابت علوم کی طرف متوجہ رہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:۔

سلف صحابہ و تابعین میں تدوین و تالیف اور کتابت کے متعلق سخت اختلاف تھا سوائے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے لوگوں کے (یعنی دیگر فرزندان امیر المومنین اور سلمان و ابوذر) صرف اس کو جائز و مباح سمجھتے تھے بلکہ عملاً خود ان حضرات نے تدوین بھی فرمائی اسکے برخلاف باقی تمام صحابہ و تابعین اس کو نہیں سمجھتے تھے۔

(تدریب الراوی)

علی نے اپنے اصحاب میں مصنفین و مولفین کی پیدا کر دیا تھا اسی عہد میں آپ کے خطب مدوّن ہوئے

علیؑ صرف تن تنہا تصنیف و تالیف میں مشغول رہنا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ ایک علمی ماحول پیدا کر کے کامیاب مفکر و مصنف کو پیدا کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے اصحاب میں مصنفین کے ایک گروہ کو پیدا کر دیا تھا، جنھوں نے لسانیات، سیرت اور علوم قرآن پر کتابیں لکھیں دنیا کو اس کا اعتراف ہے۔ آپ ہی سے لوگوں نے خطابت اور تحریر و تصنیف کے سیکھا۔

(ابن ابی الحدید جلد اول ص ۸ طبع مصر)

حضرت کے خاندان اور اصحاب میں مندرجہ ذیل ایسے ہیں جن کے آثار قلم محفوظ ہیں اور جن کا تذکرہ علماء رجال نے کیا ہے امام حسنؑ، امام حسینؑ، عمر بن علیؑ، محمد بن علی المعروف بابن الحنفیہ، عبید اللہ بن عباس، ابی بن کعب صحابی، جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو رافع، علی بن ابی رافع، عبید اللہ بن ابی رافع، عبد اللہ بن نباتہ مجاشعی، سلیم بن قیس الہلالی، میثم بن یحییٰ ابو صالح الخ

www.kitabmart.in

عبد اللہ الاعور الہمدانی، ابوالاسود الدئلی، کمیل بن زیاد النخعی، عبید اللہ
عقفی، ربیعہ بن سمیع، یعلی بن مرہ، زید بن وہب الجہنی، حسن بصری،
وہ حضرات ہیں جو آپ کے عہد کے خوش فکر اور کامیاب مصنف و
ے۔ بقول مسٹر جے جے پول مصنف کتاب "مطالعہ مذہب اسلام"، علی نے
خلافت میں قومی مصنفین کا نہ صرف تحفظ ہی کیا بلکہ انھیں
کے لئے ترغیب بھی دیتے تھے (کتاب مطالعہ مذہب اسلام صفحہ
ء ۱۸۹۲ء) اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ہی کے عہد خلافت میں
ب کے اقوال و خطب کو ضبط تحریر کر کے محفوظ کرنے لگے تھے، یہ
ت سے جو کچھ سنتے تھے فوراً لکھ لیا کرتے تھے۔

ق صدوق ابو جعفر محمد ابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ اپنے
اد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اسحاق السبیعی بیان کرتا ہے کہ
رث بن عبید اللہ الاعور الہمدانی نے بیان کیا۔
روز بعد عصر امیر المومنین نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو خدا
جلالت کے مضامین پر مشتمل تھا، لوگوں نے اس خطبہ کو بہت زیادہ
سمجھی نے حارث سے دریافت کیا کہ تم نے اس کو یاد نہیں کر لیا
جواب دیا کہ میں نے تو اس کو لکھ لیا تھا اس کے بعد حارث
ب سے پڑھ کر اس خطبہ کو سنایا۔
ب التوحید صفحہ ۱۴ طبع ایران ۱۲۸۰ھ)

ت کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع نے حضرت کے قضایا کو مدوّن
الطوسی صفحہ ۲۰۲) اصبغ بن نباتہ مجاشعی نے حضرت کے آثار
چیزوں کو مدوّن کیا حضرت کا وہ مشہور عہد و فرمان جو مالک
م ہے اس کو اصبغ بن نباتہ ہی نے محفوظ کیا، اس کے علاوہ
وہ وصایا جن کو آپ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ سے کیا تھا
نھوں نے جمع کیا اس کے علاوہ حضرت کے قضایا کو بھی اصبغ ہی
مدوّن کیا (منہج المقال الفہرس الطوسی صفحہ ۶۳ طبع کلکتہ) کتاب
ہ اصبغ بن نباتہ کا ایک قدیمی نسخہ مخطوطہ جو چھٹی ہجری کا
ہے، علامہ سید محسن الامین العاملی کے کتب خانہ دمشق میں موجود
جلد پنجم صفحہ ۴۹۹ طبع دمشق)

ن قیس الہلالی نے ایک کتاب مدوّن کی جس میں امیر المومنین،
ی، ابوذر غفاری، مقداد، عمار یاسر کے مرویات کے علاوہ

حضرت کے بعض خطب و رسائل و مکتوب کو بھی جمع کیا (اس کتاب کے قدیمی مخطوطات عراق و ایران و ہندوستان کے بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں اس کے علاوہ حال ہی میں یہ کتاب نجف کے مطبع حیدریہ سے شائع بھی ہو گئی ہے) کمیل بن زیاد النخعی نے حضرت کی ایک جلیل القدر و طویل دعا کو محفوظ کیا، اسی طرح حضرت کے صحابی زید بن وہب الجہنی الکوفی نے ایک مجموعہ میں حضرت کے خطبوں کو جمع کیا۔
(منہج المقال صفحہ ۱۵۳)

سید رضی سے قبل کے وہ علماء اسلام جنھوں نے آپ کے خطب و کلام کو اپنے مصنفات میں جگہ دی

یہ تو ان مؤلفین و اہل علم کا تذکرہ تھا جنھوں نے امیر المومنینؑ کے اقوال و خطب و دیگر آثار علمیہ پر مستقلاً کتابیں لکھیں لیکن ان کے علاوہ مؤرخین و محدثین علماء اسلام کی ایک کثیر تعداد ہے جنھوں نے اپنے جوامع کتب و تصانیف میں حضرت کے خطبوں اور دیگر آثار کو وارد کیا ہے۔

اب کیونکر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جامع نہج البلاغہ شریف الرضی الموسوی المتوفی ۴۰۶ھ سے پہلے حضرت کے خطبے مرتب و مدوّن و مشہور و متداول نہ تھے، نہج البلاغہ تو دراصل حضرت کے کلام متداول و مشہور کا ایک انتخاب ہے، سید رضیؒ نے حضرت کے کل مجموعۂ کلام کو نہج البلاغہ میں نہیں جمع فرمایا ہے وہ خود ہی فرماتے ہیں۔

حضرت کا کلام ایک دریائے ناپیدا کنار ہے جس کی انتہا اور گہرائی تک کوئی نہیں پہونچ سکتا اور نہ اسکی موجوں پر کوئی تسلط پا سکتا ہے۔
(مقدمہ سید رضی نہج البلاغہ)

جناب سید رضیؒ نے حضرت کے کل کلام کا احصار نہیں فرمایا ہے بلکہ حضرت کے کلام کو تین ابواب (۱) خطب و اوامر (۲) کتب و رسائل (۳) حکم و مواعظ میں تقسیم کر کے نہایت دقت نظر سے صرف محاسن خطب و کتب و حکم کو ہر باب کے ضمن میں مرتب فرمایا ہے جیسا کہ خود سید رضی نے مقدمہ نہج البلاغہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے، اس عنوان انتخاب میں بھی سید کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ موصوف نے حضرت کے

www.kitabmart.in

کل محاسن کلام کا احاطہ کر لیا ہے بلکہ موصوف کا خیال ہے کہ جو کچھ وہ منتخب کر کے جمع کر چکے ہیں وہ اس کلام کے مقابلہ میں بہت کم ہے جس کو جمع نہیں کر سکے، سید رضیؒ سے پہلے جن لوگوں نے حضرت کے کلام و خطب کو جمع کیا تھا چونکہ ان لوگوں نے تدوین و تالیف کا یہ انداز اختیار نہیں کیا تھا اس لئے ان جامعین کے مؤلفات کو اتنی قبولیت و شہرت نہیں حاصل ہوئی جو نہج البلاغہ کو حاصل ہوئی، دراصل نہج البلاغہ امیر المومنینؑ کے منتخب کلام کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو عربی ادبیات میں قرآن مجید کے بعد سمجھا گیا ہے دون کلام الخالق و فوق کلام المخلوق علماء شیعہ امامیہ و فرقہ زیدیہ کا بغیر کسی اختلاف کے اس پر اجماع ہے کہ بغیر شک و شبہہ کے یہ امیر المومنینؑ کا کلام ہے اور علمائے اہل سنت کی اکثریت بھی اسی اجماع کے ساتھ ہے اور مندرجات نہج البلاغہ کو علی بن ابیطالب کا کلام معجز نظام سمجھتا ہے، نہج البلاغہ کا شمار امہات کتب اور معتبر ترین مآخذ میں ہے، فریقین کے علماء ابتداء ہی سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے شروح و حواشی تحریر کئے، مشہور ادیب و مورخ ابن الطقطقی محمد بن علی بن طباطبا اپنی تاریخ الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیہ میں لکھتے ہیں۔

بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجہ کی جو امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب کے کلام سے ہے کیونکہ یہی وہ کتاب ہے جس سے حکم و مواعظ زہد، توحید، خطب، شجاعت، علو ہمت ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا ایک ادنیٰ جوہر اور افادیت فصاحت و بلاغت ہے

(طبع مصر صفحہ ۹ و طبع جرمن GOTHA صفحہ ۱۷)

نہج البلاغہ کی تالیف کے بعد امیر المومنین کے کلام کے دوسرے مجموعے و مصنفات

نہج البلاغہ کی تالیف کے بعد یہ نہیں ہوا کہ علماء حضرت کے کلام کی تدوین و جمع سے غافل ہو گئے بلکہ اس کا سلسلہ سید رضی کے بعد سے اب تک جاری ہے ان جامعین کلام امیر المومنین میں سے مندرجہ ذیل علماء ادباء قابل ذکر ہیں۔

(۱) عبد الواحد بن محمد بن عبد الواحد التمیمی الآمدی معاصر سید رضی جامع نہج البلاغہ نے ایک مجموعہ حضرت کے کلمات کا جمع کیا،

جس کا نام غرر الحکم و درر الکلم ہے یہ کتاب مصر، صیدا (شام) اور سے طبع ہو چکی ہے۔

(۲) عز الدین بن ضیاء الدین ابو الرضا، فضل اللہ الرا بھی حضرت کے اقوال و کلمات کو جمع کیا اور اس کا نام "نثر اللآ بعض کہتے ہیں کہ اس کے جامع شیخ ابو علی الطبرسی صاحب مجمع ہیں لیکن یہ قول اعتماد کے قابل نہیں ہے یہ کتاب بھی طبع ہو

(۳) ابو سعید منصور بن الحسین الآبی الوزیر متوفی سنہ ۴۲۱ھ بھی حضرت کے نکت کلام کو "نزہۃ الادب" اور "نثر الدرر" کیا" (کشف الظنون باب النون)

(۴) قاضی ابو عبید اللہ محمد بن سلامۃ القطاعی الشافعی متو نے حضرت کے خطب و حکم و مواعظ و صاپا و اشعار کو جمع اس کا نام "دستور معالم الحکم" رکھا، مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

(۵) عز الدین ابن ابی الحدید المدائنی المعتزلی سنہ نہج البلاغہ متوفی سنہ ۶۰۰ھ نے حضرت کے ایک ہزار کلمات کو اپنی شرح کے آخر میں داخل کیا، یہ مجموعہ کلمات "الف کلمہ" کے نا بیروت و مصر سے شائع ہو چکا ہے۔

(۶) شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی حنفی المعر سبط ابن الجوزی متوفی سنہ ۶۵۶ھ نے تذکرہ خواص الامہ میں استاد سے حضرت کے اقوال و خطب کو جمع کیا، موصوف لکھتے ہیں

سید شریف ابو الحسن علی بن محمد الحسینی نے اپنے استاد شریف مرتضیٰ تک منتہی ہوتا ہے۔ مجھ سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ کے چار سو خطبے۔ مجھ تک پہونچے ہیں" اور ہماری اس کتاب کا تنگ ہے کہ اس میں ان خطبوں کو ہم نقل کر سکیں، اس لئے ہم کتاب میں ان خطبوں کے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، جن کے سلسلہ مجھ تک پہونچا ہے"

(۷) قاضی ابو یوسف یعقوب بن سلیمان الاسفرائنی نے حضرت کے کلمات قصار کو جمع کیا اور اس کا نام "الفرائد والقلائد" ر ایک قدیمی نسخہ جو چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے کتاب خانہ مروی طہران میں محفوظ ہے جس کو میں نے دوران قیام طہ کے زمانہ میں دیکھا ہے)

www.kitabmart.in

) علی بن محمد اللیثی الواسطی، چھٹی و ساتویں صدی کے علماء میں سے تھے
نے ایک ضخیم کتاب تالیف کی جو ۳۰ ابواب اور ۹۱ فصول پر
، اس میں حضرت کے مواعظ و ادعیہ، مکاتبات و مناجات
۱۳۶۲ کلمات حکمیہ ہیں جن کو حروف تہجی کے تحت ۲۹ ابواب
ہے، اس کتاب کا نام "عیون الحکم والمواعظ و ذخیرۃ للحفظ
رکھا ہے، مقدمہ کتاب میں مؤلف تحریر فرماتے ہیں:۔
نے اس کو اپنے اوپر لازم قرار دیا کہ حضرت کے ایسے فصیح و
کلام سے جو حکم و آداب، مواعظ و مناجات، اوامر و نواہی
ن پر مشتمل ہے قدرے کچھ جمع کروں جس کا جواب لانے سے
صار عاجز ہیں، میں اس کلام معجز نظام کے اوصاف بیان
قاصر ہوں، میری مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی بحر ذخار سے
لے لیتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو حضرت تو نبوت کے چشمۂ رواں
ہونے والے ہیں اور آپ ہی وہ ہیں جس کا پہلو علم لاہوتی
ہوا ہے۔

اس کتاب کے دو قلمی نسخے کتاب خانہ مدرسہ سپہ سالار طہران میں
یہ نسخے بھی ہنگام اقامت طہران میں حقیر کی نگاہوں سے
ہیں (فہرست کتاب خانہ مدرسہ عالی سپہ سالار جلد اول صفحہ ۲۸۳
صفحہ ۴، طبع ایران) علامہ محمد باقر مجلسی نے مجلد ہفتم ہم
زار "باب ما جمع من کلمات علی" اور مجلد یازدہم بحار
لدنیا و ذمہا" میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس سے
فرمایا ہے

) مولی خلف بن مطلب بن حیدر بن محسن از موالی آل مشعشع
علی و والی حویزہ معاصر شیخ بہاء الدین عاملی نے حضرت کا وہ
ج البلاغہ میں نہ جمع ہو سکا تھا اس کو جمع فرمایا اور اس کا نام
تقویم فی کلام امیر المومنین" رکھا۔
وضات الجنات باب الخاء صفحہ ۲۶۶ طبع ایران آثار الشیعہ جلد ۴
طبع ایران)
) مولی میر القاری الکوکبی الجیلانی معاصر شاہ عباس صفوی
ب زبدۃ الحقائق میں حضرت کے کلمات کثیرہ کو جمع فرمایا۔
) شیخ عبد اللہ بن الحاج صالح بن حجو بن شعبان بن علی سماہیجی

نے حضرت کے ادعیہ، مناجات و اذکار کو جمع فرمایا اور اس کا نام
"الصحیفۃ العلویہ والتحف المرتضویہ" رکھا۔

(۱۲) علامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار مجلد ہفتدہم میں
حضرت کے خطب و کلمات کو جمع فرمایا۔

(۱۳) مسیحی ادیب الاب لویس شیخو نے حضرت کے اقوال کے
ایسے مجموعہ کو شائع کیا جو ۱۳۲۷ھ کا مخطوطہ ہے۔
(ترجمہ علی بن ابی طالب صفحہ ۱۱۹ طبع مصر)

(۱۴) شیخ احمد رضا العاملی معاصر نے خطب و مواعظ کے ایک
ایسے مجموعہ کو مجلہ العرفان صیدا جلد ۱۳ سنہ ۱۹۲۳ء میں شائع کیا جو نہج البلا
میں جمع نہ ہو سکا تھا۔
(ترجمہ علی بن ابی طالب احمد زکی صفوت مصری صفحہ ۱۱۹ طبع مص

(۱۵) علامہ شیخ ہادی النجفی آل کاشف الغطاء معاصر نے
امیر المومنینؑ کے ایسے خطب و مکاتیب و اقوال کو جمع فرمایا جو
نہج البلاغہ میں نہ تھا جس کو ۱۳۵۴ھ میں نجف اشرف سے مستدرک
نہج البلاغہ کے نام سے شائع فرمایا۔

(۱۶) مولوی حکیم نبی احمد حنفی افسر دواخانہ یونانی و ویدک
رامپور نے حضرت کے ایسے مکاتیب و رسائل کو جمع فرمایا ہے
نہج البلاغہ میں نہیں ہے اور اس کا نام بھی مستدرک نہج البلا
رکھا ہے۔

علی کے آثار علم و ادب کا اعتراف ایک مستشرق کی زبانی

یہ ہے علی کے آثار علمی و ادبی کا اجمالی تذکرہ، بے شک آپ
علم و ادب کے ایک بحر ناپیدا کنار ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جا
اس کا اعتراف صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم ارباب فضل
دانش بھی کرتے ہیں۔

مستشرق شہیر گابریل انکیری لکھتا ہے
قاہرہ، دمشق، استانبول اور یورپ کے تمام کتاب خانوں
بے شمار ایسے مؤلفات مخطوط موجود ہیں جو علی کے مصنفات بتلا
جاتے ہیں، یہ کتابیں مواعظ، تاریخ، شعر، خطبے، قانونی موشگاف

www.kitabmart.in

قضایا و فیصلے اور تحقیقات علوم الٰہیات پر مشتمل ہیں، صرف وہی علمی و ادبی آثار، جن کی نسبت علی کی طرف صحیح اور مسلمات سے ہے اور جن سے کسی کو اختلاف نہیں، دنیا میں نفیس ترین گنجینۂ علم و ادب کو پیش کرتی ہیں علیؑ کی تقریروں اور خطبوں میں "یاوہ گوئی" "جملہ بافی" "فضول لفاظی" یا لفظوں کی بھرتی نہیں پائی جاتی وہ مثل جواہر تراش و مرصع نگار کے مناسب الفاظ کے نگینے جڑتے ہیں اور بغیر ژولیدہ بیانی کے اصل مقصد پر روشنی ڈالتے ہیں آپ کے مختصر و موجز جملے سننے والے کو جستہ نہیں کرتے، باتفاق آراء "علی" قرن اول کے فصیح ترین و بلیغ ترین خطیب ہیں حضرت کے روز مرہ کی اور دوسرے عام سیاسی خطبے سننے والوں پر اپنا اثر ڈالے بغیر رہ نہیں جاتے" "صرف یہی نہیں بلکہ علیؑ کے حکیمانہ اقوال و امثال آپ کی بے ہمتائی کا ثبوت ہیں یہ اقوال و افکار "ایسپ" (ESOPE) لقمان کے حکم و مواعظ کا مقابلہ کرتے ہیں علی کے اقوال اور لابروئیر (LABRUYERE) اور لاروشفکولڈ (LAROCHEFOUCAULD) کے اقوال کے مابین موازنہ کیا اچھا ہوتا اگر کوئی محقق اس موضوع پر تحقیق کرے تو بہترین کام انجام دے گا اور ثابت کر سکے گا کہ فلسفۂ شرق جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے موجودہ فلسفہ غرب سے قدر و قیمت میں کم نہیں ہے"

تاریخ قضاء و انفصال مقدمات میں علی نے ایک نیا دور پیدا کیا اپنی خلافت حکومت کے زمانہ میں باوجود "عسکری و سیاسی" مصروفیتوں کے محکمۂ جسٹری (COURT OF JUDICATURE) کو آپ نے براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھا سب سے پہلے محکمۂ قانون اور عدالتوں کی بنیاد آپ نے رکھی، خلیفہ چہارم کے متعدد یادگار فیصلے اس قابل ہیں کہ ان کا ذکر تاریخ کے محاکمات بزرگ میں کیا جائے" عالم اسلام میں علیؑ کی خلافت سے پہلے قانون مدوّن صورت میں باضابطہ وجود نہیں رکھتا تھا قاضی اپنے علم قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے، لیکن آپ کے عہد حکومت میں علم فقہ قریب قریب مدوّن قانون کی حیثیت سے سامنے آیا" عالم شرق میں صرف علی ہی کی پہلی ذات ہے جس نے فیصلہ کے لئے گواہوں کو ایک دوسرے سے الگ کر کے گواہی لینے کا طریقہ ایجاد کیا ورنہ اس سے پہلے ایک ساتھ گواہی لی جاتی تھی جس سے اصل بات کا انکشاف نہیں ہوتا تھا" "بہر حال علی جو ایک زبردست خطیب اور مصنف، بلند مرتبہ قاضی کی حیثیت رکھتے ہیں، واضعین مہد علیہ

موسسین درسگاہ حکمیہ کی صف میں بھی ایک بلند مقام پر متمکن نے جس اسکول کی بنیاد رکھی باعتبار منطق و دلائل صراحت و روشنی ترقی و فکر و تجدد و نظر کے ممتاز ہے (ترجمہ فارسی شہسوا

(TECHEVALIERDEL, ISLAM)

اہلسنت کا اعتراف

اہلسنت کے اکابر علماء و محققین ادباء کی ایک کثیر تعداد نہج البلاغہ کو امیر المومنینؑ کا کلام تسلیم کرتی ہے اور کثرت متقد متاخرین علماء و ادباء اہلسنت ایسے ہیں جنھوں نے نہج البلاغہ کو امیر المومنین تسلیم کر کے شرحیں بھی لکھی ہیں، جن میں سے یہ حضر قابل ذکر ہیں۔

وہ شارحین نہج البلاغہ جو سنی المذہب ہیں

امام احمد بن محمد الوبری، ابو الحسن علی بن ابو القاسم البیہقی متو (معجم الادباء یاقوت الحموی متوفی ۶۲۲ھ جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۵ طبع مصر مفسر و متکلم امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ اخبار الحکماء ابن صفحہ ۱۹۲ طبع مصر عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ جلد دوم صفحہ ۲۹ طبع عبد الحمد ابن ابی الحدید مدائنی معتزلی متوفی ۶۵۶ھ شیخ کمال عبد الرحمن الشیبانی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ فاضل صفہانی، قاضی بغداد شیخ قوام الدین تلمیذ جلال دوانی، نور محمد قاضی عبد العزیز محلی، ابن الحنفا، علامہ شیخ محمد عبدہ المصری، ا محمد حسن النائل المرصفی، الاستاد محمد محی الدین عبد الحمید ازہر محی الدین الخیاط وغیرہم۔

بعض اجلّہ علمائے اہلسنت کی عبارات اعتراف

اس مقام پر بعض محققین اہلسنت کی ان عبارتوں کا تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو نہج البلاغہ کو امیر المومنینؑ کا کلام مانتے ہیں ملاحظہ فرمائیے

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد بن طلحۃ القریشی الشافعی متوفی ۶۵۲ھ اپنی کتاب مطالب السئول میں لکھتے ہیں:۔

علم بلاغت و فصاحت میں امیر المومنین "امام" ہیں آپ کو اس

www.kitabmart.in

...ں اتنی سبقت ہے کہ کوئی آپ کی گرد راہ تک بھی نہیں پہونچ سکتا،
...حضرت کے کلام کو نہج البلاغہ میں مطالعہ کرے اس کے نزدیک حضرت کے
...ت و بلاغت کی یہ خبر عینی شہادت ہو جائے گی اور حضرت کے
...مقام کے متعلق یہ ظن الیقان کا درجہ حاصل کرلے گا۔"
...مطالب السئول صفحہ ۹۸ طبع لکھنؤ)

...سرے مقام پر لکھتے ہیں:۔
...ع خامس، خطب و مواعظ جس کو کہ راویان ثقات نے حضرت سے
...یا ہے، اور حضرت کی کتاب نہج البلاغہ جو انواع خطب مواعظ و
...ہی پر مشتمل ہے جن سے فصاحت و بلاغت کی روشنی نکلتی ہے
...و بیان کے چشمے پھوٹتے ہیں۔
...مطالب السئول صفحہ ۱۹۸ طبع لکھنؤ)

...۲) علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح
...یں لکھتے ہیں:۔
...حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں جیسا کہ کتاب نہج البلاغہ
...شرح مقاصد جلد دوم صفحہ ۳۰۱ طبع استامبول)
...۳) علامہ علاء الدین علی القوشجی الحنفی متوفی ۸۷۹ھ شرح
...یں لکھتے ہیں:۔
...حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں جیسا کہ کتاب نہج البلاغہ
...اہد ہے اور بلغاء کا یہ قول ہے کہ حضرت کا کلام خالق کے کلام
...اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے۔
...شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۴۸۶ طبع ایران)
...۴) علامہ احمد بن گازرونی مفتاح الفتوح میں بضمن حالات
...نین لکھتے ہیں:۔
...شخص بغور و تامل حضرت کے کلام کو دیکھے اور آپ کے خطوط،
...سائل پر نظر کرے تو سمجھے گا کہ بعد رسالت مآب کسی کا علم حضرت
...مقابل میں نہیں بلکہ آپ کا علم سب سے بہتر ہے اور آپ کے
...سی کے فضائل سے مشابہ نہیں بلکہ سب سے بالاتر ہیں اور منجملہ ان
...تاب نہج البلاغہ، منجملہ تمام فصحاء کی فصاحت اور تمام بلغاء کی
...اور تمام حکماء کی حکمت آپ کے مقابلہ میں پست تر ہے کوئی
...یں کرسکتا۔

(۵) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں:۔
حضرت سب سے زیادہ فصیح ہیں، پس جو شخص چاہے کہ حضرت کی بلاغت
کا مشاہدہ کرے اور حضرت کی فصاحت کو سنے تو لازم ہے کہ وہ کتاب
نہج البلاغہ، کو دیکھے، کسی طرح بھی یہ سزاوار و مناسب نہیں ہے کہ ایسے کلام
بلیغ کی نسبت ایک مرد شیعی کی طرف کی جائے رہا یہ امر کہ نہج البلاغہ میں بعض
الفاظ ایسے ہیں کہ جس سے مخالفت مذہب اہلسنت کا وہم اس سے
پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے محامل و تاویلات ہیں، تمام بلیغوں کا یہ فیصلہ
ہے کہ حضرت کا کلام تحت کلام خالق اور فوق کلام مخلوق ہے۔

(۶) علامہ شیخ احمد بن مصطفی معروف بہ طاشکبری زادہ کتاب
شقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ، میں بضمن حالات قاضی بغداد
قوام الدین یوسف لکھتے ہیں:۔
خدا بخشے، وہ شریف، عالم، صالح، متشرع، زاہد، باوقار،
پُر ہیبت تھے، انھوں نے تجرید کی شرح لکھی جو جامع فوائد ہے اور
کتاب نہج البلاغہ کی شرح لکھی جو کلام امام ہمام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
ہے۔
(شقائق نعمانیہ بر حاشیہ وفیات الاعیان جلد دوم صفحہ ۲۶۹
طبع مصر)

(۷) علامہ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان میں
بضمن حالات سید مرتضیٰ لکھتے ہیں:۔
نہج البلاغہ جو حضرت علی بن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے جس کے
جامع کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ سید مرتضیٰ ہیں یا ان کے بھائی سید رضی
ہیں اور کہا گیا ہے کہ علی کا کلام نہیں ہے بلکہ جو جامع ہے اسی کا
کلام ہے۔
(وفیات الاعیان جلد دوم صفحہ ۳۳۶ طبع مصر)
اس عبارت سے لوگوں کا یہ اختلاف تو معلوم ہوا کہ اسکا جامع
دونوں بھائیوں میں سے سید رضی یا سید مرتضیٰ ہیں لیکن خود علامہ
ابن خلکان کی یہ رائے بھی معلوم ہوگئی کہ نہج البلاغہ امیر المومنینؑ کے
کلام کا مجموعہ ہے، اور ساتھ ہی ساتھ لفظ "قیل" سے اس قول کے
ضعف کو بھی بتلا دیا جو اس کو حضرت کا کلام نہیں مانتے ہیں۔
(۸) قریب قریب ایسی ہی عبارت علامہ یافعی الیمنی المکی المتوفی

www.kitabmart.in

ھ نے تاریخ مراۃ الجنان جلد سوم صفحہ ۵۵ طبع حیدر آباد) میں
لکھی ہے،

(۹) شیخ الحدیث علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی ابجد العلوم
میں سید مرتضیٰ کے ذکر میں یہی لکھا ہے،

وقد اختلف الناس فی کتاب نہج البلاغہ المجموع
من کلام الامام علی بن ابی طالب ھل ھو جمعہ
ام جمع اخیہ الرضی

نہج البلاغہ جو مجموعہ کلام امام حضرت علی بن ابی طالب ہے اس کے
جامع کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ سید مرتضیٰ ہیں یا ان کے
بھائی سید رضی ہیں (ابجد العلوم ص ۷۵۲)

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صدیق حسن خاں نہج البلاغہ کو
امیر المومنین کا کلام ہونا تسلیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک صرف جامع
کے متعلق اختلاف ہے کہ کلام امیر المومنینؑ ہونے میں، ابن خلکان
اور صدیق حسن خاں کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ
نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنینؑ سمجھتے ہیں،

(۱۰) علامہ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن اثیر جزری
متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں
۲۰ مقامات پر نہج البلاغہ کے خطب و مکاتیب کو الفاظ امیر المومنینؑ
سے تعبیر کرتے ہوئے ان کے لغات کو حل کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ
ہو نہج البلاغہ مع شرح محمد عبدہ مطبوعہ رحمانیہ مصر اور ابن نہایہ،

(۱۱) جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی متوفی
۷۱۱ھ نے بھی اپنی کتاب "لسان العرب" میں مثل ابن اثیر جزری
صاحب نہایہ نہج البلاغہ کے کلمات مندرجہ بالا کو حل کرکے اس کو
امیر المومنین ہونا تسلیم کیا ہے۔

(۱۲) علامہ محدث محمد طاہر فتنی گجراتی نے بھی اپنی کتاب
مجمع بحار الانوار میں مندرجہ بالا مکتوبات و خطبات نہج البلاغہ کے
الفاظ و فقرات کو نقل کرکے حل کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے کہ
امیر المومنینؑ کا کلام ہے۔

(۱۳) علامہ ابو حامد عبد الحمید بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن ابی الحدید
بغدادی متوفی ۶۵۶ھ جنھوں نے نہج البلاغہ کی بسوط شرح لکھی

اور جس شرح کے متعلق استاد محمد کرد علی رئیس مجمع علمی دمشق
فرماتے ہیں۔

ابن ابی الحدید کی شرح ایک ایسی کتاب ہے، کہ میرے استاد
بخاری کی رائے کے موافق طالب علم کے لیے اس کو درسی حیثیت
پڑھنا ضروری ہے کیونکہ اس میں صدر اول اور اس کے
تاریخی واقعات نیز ادب، شعر، اور خطبوں کا ایک انتہائی مفید
موجود ہے جس سے کوئی تحقیق کرنے والا طالب علم مستغنی نہیں ہو

(الہلال جلد ۳۵، جزء ۵ بابت مارچ ۱۹۵۷ء ص ۴۲

شیخ کمال الدین عبد الرزاق بن احمد بن ابی المعالی الشیبانی
الفوطی کتاب مجمع الاداب فی معجم الالقاب میں بضمن حالات
ابی الحدید ان کی شرح کے متعلق لکھتے ہیں،

یہ شرح ایسے تحقیقات پر مشتمل ہے کہ دوسری کوئی کتاب
مماثل نہیں،

اسی شرح میں ابن الحدید لکھتے ہیں۔

حضرت کی فصاحت کا یہ عالم ہے کہ آپ فصحاء کے امام
بلغاء کے سردار ہیں آپ ہی کے کلام کے متعلق یہ مقولہ ہے کہ وہ خالق
کلام کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔ (اور بخوبی
کافی ہے یہی کتاب نہج البلاغہ جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں جو
گرتی ہے کہ حضرت فصاحت میں وہ بلند درجہ رکھتے ہیں کہ کوئی
ساتھ چل نہیں سکتا اور بلاغت میں مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔

صرف یہی نہیں کہ ابن ابی الحدید نے اس کا اقرار کیا ہے
یہ نہج البلاغہ امیر المومنین کا کلام ہے بلکہ بہت ہی زور و شور
ساتھ منکرین کی رد کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ بلا شک و شبہ امیر المو
ہی کا کلام معجز نظام ہے۔

(۱۴) الاستاذ الاکبر، مصلح کبیر شیخ محمد عبدہ مفتی دیار مصر شیا
نہج البلاغہ بھی بغیر کسی ریب و شک کے امیر المومنین ہی کا
تسلیم کرتے ہیں، جیسا کہ موصوف کی اس فصیح و بلیغ عبارت سے
ظاہر ہے جو موصوف کی شرح میں بطور مقدمہ ہے، علامہ موصو
کا یہ اعتراف مقدمہ اتنا مہتم بالشان و جلیل القدر ہے کہ اس
علامہ سید احمد الہاشمی بک نے اپنی کتاب "جواہر الادب فی

www.kitabmart.in

والنشاء لغۃ العرب" میں بہ تمام وکمال زیر عنوان وصف
غہ الامام المرحوم الشیخ محمد عبدہ المتوفی سنہ ۱۳۲۳ھ میں نقل

ہر الادب طبع چہارم حصہ اول ص ۳۱۷، ۳۱۸ طبع مصر)
ی مقدمہ میں مفتی محمد عبدہ نہج البلاغہ کی تعریف و توصیف

ے ہیں۔

کتاب جس میں یہ سب اوصاف موجود ہیں یہی ہے جسے
یف رضی رحمہ اللہ نے منتخب کیا ہے۔ کلام سیدنا مولانا امیر المومنین
جہہ سے اور اس کے متفرقات کو جمع کیا اور نہج البلاغہ کے
س کو موسوم کیا اور میں تو اس سے بہتر کوئی نام نہیں جانتا
حانی پر دلالت کر سکے اور نہ مجھ میں اس کی قدرت ہے کہ اس
اس کی توصیف کر سکوں جو خود نام سے ظاہر ہے اور نہ
ب کے فضل و مرتبت کو اس سے زیادہ بتا سکتا ہوں جسے
ح نے شروع کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے اگر شکر
ب نہ ہونا اور محسن کا احسان ظاہر کرنا لازم نہ ہوتا تو ہمیں
نہ تھی کہ ہم اس کتاب نہج البلاغہ کے محاسن و فوائد پر کچھ
تے کہ کس کس طرح اس نے فنون فصاحت کی تعلیم دی اور
غت کی ہدایت کی۔ کلام کی کوئی غرض ایسی نہ رہی جو
ب کی بدولت پوری نہ ہو اور نہ قوت فکر کے لیے کوئی
رہی جس کی اس نے راہ نمائی نہ کی ہو"

(۱۵) استاذ شیخ محمد حسن نائل المرصفی مصری شارح نہج البلاغہ
البلاغہ کو بے کم و کاست امیر المومنین کا کلام تسلیم کرتے
نی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

سیدان فصاحت و بلاغت میں سب سے آگے بڑھنے والے
حضرت علی صلوات علیہ ہیں۔ اس دعوے کے اثبات کے
بلاغہ کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے یہ کتاب وہ ہے
رنے اس امر کی واضح حجت قرار دیا ہے کہ حضرت علیؑ قرآن
عجاز، اس کی حکمت و بلاغت اور علم ہدایت کی زندہ
ع یہ کتاب جو حضرت کی بہترین آثار ہونے کی حیثیت سے
ضل و شرف پر گواہ ہے اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے

آپ اعلیٰ علم حکمت کے آیات صحیح سیاست کے اصول و قواعد اد
روشن مواعظ و محکم دلائل کی حیثیت سے بڑے بڑے حکماء سر
آوردہ فلاسفہ و باکمال علماء ربانی کے بیان بھی نہ پا سکیں گے اس
کتاب میں علی بن ابی طالبؑ قلزم علم و دین و دریائے سیاست
وتدبیر میں شناوری کرتے اور اس میں ڈوب کر تہہ کی خبر لانے وا
ہیں علمی سیاسی دینی مسائل کا جاننے والا آپ سے بہتر کوئی دو
نہیں ہے آپ کو سب پر فوقیت حاصل ہے، علمی حیثیت کو معلوم
کرنے کے بعد اگر نہج البلاغہ کے ادبی مرتبے کو معلوم کرنا چاہو تو بس
یہ کہنا کافی ہے کہ باکمال کاتب و ادیب قادر الکلام شاعر و خطیب
کو یہ قدرت نہیں کہ اس کتاب کی ادبی خوبیوں اور محاسن کلام کو
جیسا چاہیے بیان کر سکے ہاں اتنا سمجھ لو کہ صرف یہی ایک ایسی
کتاب ہے جس میں حضارت و تمدن کی خوبیاں لطافت اور بداوت
و عصر جاہلیت کی شیوہ بیانی و فصاحت کا اجتماع ہے اور تنہا یہ
کتاب ایک ایسی منزل ہے جس میں حقیقت نے اطمینان و سکون کے
ساتھ قیام کیا ہے جب کہ دوسری زبانوں میں قیام ممکن نہ ہو سکا
اس بنیاد پر میں یہ کہتا ہوں کہ نہج البلاغہ ان علمی و ادبی کتابوں کی
طرح نہیں ہے جن سے لوگ مستفید ہوتے ہیں بلکہ وہ ایک ایسی مثالی
کتاب ہے جس میں ایک پاکیزہ و باشرف روح جلوہ نما ہو اس کتاب کو
پڑھنے والا عصبیت حق، شدت دین اور حکمت و سیاست کو حاصل
کرتا ہے میرے نزدیک وہ لوگ جو اس ملک کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں
ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اصلاحی امور میں اس کتاب کو اپنا رہبر بنائیں
عام اس کے کہ وہ اصلاح علمی دینی یا لسانی ہو اور ہماری قوم میں
ابھرنے والے نوجوان اگر نہج البلاغہ کے عبارات و مطالب سے
متاثر ہوں تو وہ عقل و زبان کی اس قوت تک پہونچ سکتے ہیں جس
ہم سب تمنا کرتے ہیں اور جس مرتبہ کمال تک رسائی کو مستقبل قریب
میں ہم دوست رکھتے ہیں

(شرح نہج البلاغہ الاستاذ الشیخ محمد حسن نائل المرصفی مقدمۃ الفاتح صفحہ
۳-۴-۵-۶ طبع دار الکتب العربیہ مصر)

(۱۶) مرصفی کی شرح جو دار الکتب العربیہ مصر میں چھپی ہے اس کے شروع
میں ایک مقدمہ ادیبہ استاذ محمد الزہری الغمراوی کا بھی ہے اس مقد

www.kitabmart.in

میں زیر عنوان "طبقات الفصحاء" استاذ محمد الزہری الغمراوی لکھتے ہیں،

طبقہ اصحاب میں کسی ایک سے بھی اتنے آثار علمیہ کو نہیں نقل کیا گیا جس قدر کہ امیر المومنین علی سے نقل کیا گیا ہے حضرت کے مقالات وعظ و نصیحت، آداب و حکمت، تہذیب نفس، سیاست مدن، مسائل توحید و مباحث الہیات، اشارات غیبی اور فی الفین کے جوابات کے مضامین پر مشتمل ہیں (اس لحاظ سے) کتاب نہج البلاغہ حضرت کے بہترین کلام کو اپنے میں سموئے ہوئے ہے جس کو شریف رضی ابوالحسن محمد طاہر نے جمع فرمایا ہے،

(شرح المرصفی، المقدمۃ الادبیہ
للغمراوی صفحہ ۷)

(۱۷) استاذ محمد محی الدین عبدالحمید (پروفیسر لغت عربی جامعہ ازہر) نے نہج البلاغہ پر تحقیقی شرح و تعلیقی حواشی تحریر کئے ہیں جو علامہ محمد عبدہ کی شرح کے ساتھ مطبع استقامہ مصر سے متعدد بار شائع ہوئے ہیں۔ اس ایڈیشن میں استاذ موصوف نے ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں نہج البلاغہ کے استناد و اعتبار پر سیر حاصل بحث کی ہے، اسی مقدمہ میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔

یہ کتاب نہج البلاغہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کلام کا وہ انتخاب ہے جسے شریف رضی ابوالحسن محمد بن حسین موسوی نے جمع کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے اندر بلاغت کے نمایاں خصوصیات اور اس کے ہنروں کو لیے ہوئے ہے اور دیکھنے والے کے لیے اس میں تمام اسباب فصاحت کے فراہم ہیں اور ثمرہ اس کا سامنے موجود ہے اس لیے کہ یہ اس بزرگ کا کلام ہے جو رسول اللہ کے بعد تمام خلق خدا میں فصاحت گفتار اور قدرت کلام اور قوت استدلال میں سب سے زیادہ تھا اور لغات عرب پر سب سے زیادہ قابو رکھتا تھا کہ جس صورت سے حکمت کے سبق حاصل ہوتے ہیں اور وہ خطیب جس کی جادو بیانی دلوں کو بھر دیتی ہے وہ عالم جس کو کمسنی ہی سے وہ خصوصیات حاصل ہوئے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھے، وہ بچپنے ہی سے رسول اللہ کے ساتھ رہا، کتابت وحی کی اور تیغ و زبان دونوں سے دین کی نصرت کی۔

(نہج البلاغہ مع شرح محمد محی الدین عبدالحمید
صفحہ اول طبع استقامۃ مصر)

(۱۸) مشہور خطیب و ادیب علامہ شیخ مصطفیٰ غلائینی واللغۃ والادب العربیہ فی الکلیۃ الاسلامیہ بیروت اپنی کتاب میں زیر عنوان "نہج البلاغہ و اسالیب الکلام العربی" ایک مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں،

بہترین چیز جس کا مطالعہ لازم ہے اس شخص کو جو زبان کے بلند معیار تحریر کو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حضرت امام رضی عنہ کی کتاب نہج البلاغہ ہے، یہ کتاب وہ ہے جس کے مطالعہ سے میں نے اس مضمون کی بنیاد ڈالی ہے کیونکہ اس بلیغ کلام اور حیرت انگیز طرز تحریر اور جاذب نظر معانی عظیم الشان موضوعات و مقاصد کے خصوصیات ایسے کرنے والے کو اگر صحیح ذوق رکھتا ہے اور پورے طور سے اس رکھے تو فصیح و بلیغ انشا پرداز اور مقرر بنا سکتے ہیں، میں ہوں اس یادگار کتاب کی طرف ان لوگوں کو جو عربی کے تحریر کے اور کلام بلیغ کے مشتاق ہیں وہ اس کتاب مقصد کو پورے طور سے موجود پائیں گے۔

(۱۹) علامہ ابوالنصر (پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے "حیات علی بن ابی طالب" کی اکتیسویں فصل میں امیر آثار ادبی کے متعلق ہے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ نہج بغیر کسی شک و شبہ کے امیر المومنین کا کلام ہے جس کو رضی نے جمع کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ "نہج البلاغہ علی بن ا کی عظیم شخصیت کا مظہر ہے۔

(۲۰) عصر حاضر کا مشہور ادیب و مورخ الاستاذ العلائلی البیرونی نے بھی اپنے مصنفات میں اس کا اعتر کہ نہج البلاغہ حضرت علی کا مستند کلام ہے جس کو سید رضی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ علائلی نے اپنی ایک مستقل تالیف علی الفلسفی والادبی میں نہایت ہی تحقیق و تدقیق کے س امر کو ثابت کیا ہے کہ نہج البلاغہ تمام و کمال امیر المومنین ہی کا جیسا کہ تاریخ الحسین نقد و تحلیل" کے آخر میں بعض مصنفا

www.kitabmart.in

رہی، افسوس کہ یہ کتاب ہم تک ابھی نہیں پہونچی۔

نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنین سمجھ کر علمائے اہلسنت
ے تمسک کرتے ہیں اور اپنے اسناد سے اس کو روایت کرتے ہیں
ن کے علاوہ اور بھی اجلہ علمائے اہلسنت ہیں جو نہج البلاغہ کو
ین کا کلام سمجھ کر اس سے تمسک کرتے ہیں اور سند میں پیش
جیسا کہ علامہ نور الدین علی بن عبد اللہ بن احمد السمہودی
فا الوفاء نے اپنی کتاب جواہر العقدین میں ایسا کیا ہے چنانچہ
ث میں کہ اہلبیت رسول ص امان ہیں امت کے لیے، تحریر
ہیں،

ں ان حضرات کا وجود امت کے درمیان باعث امان ہونے
سے پیغمبر کے وجود مبارک کی جگہ پر ہے اور اسی کی طرف اشارہ
ور وہ امر کہ جو نہج البلاغہ میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جنگ کے
سنین ع کو قتال سے باز رکھتے تھے اس پر ان میں سے ایک فرزند
آپ ہم کو شہادت حاصل کرنے میں ہمارے ساتھ بخل فرماتے
ہماری آرزو ہے اس کے علاوہ آپ کچھ اور چاہتے ہیں،
جواب میں فرمایا جیسا تم نے خیال کیا ایسا نہیں ہے بلکہ
سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ذریت طاہرہ کے منقطع ہو جانے
پ نور نبوت نہ گل ہو جائے۔

ی طرح محدث دیار یمن قاضی القضاۃ امام الثقات الاثبات
نی الشوکانی صاحب نیل الاوطار و تفسیر فتح القدیر نے نہج البلاغہ
سناد معتبرہ سے روایت کیا ہے اور اس کی مسند کو اپنی کتاب
الاکابر باسناد الدفاتر میں درج فرمایا ہے چنانچہ کتاب مذکور
نون میں ہے۔

ج البلاغہ جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام کا مجموعہ ہے
یف مرتضی نے جمع کیا ہے اس کتاب میں اسناد متقدم سے
شروع کتاب میں ذکر کر چکا ہوں فقیہہ احمد بن اکوع معروف
سے روایت کرتا ہوں فقیہہ مذکور سید مرتضی بن مطہر الیمنی سے
رتے ہیں جو یمن میں وارد ہوئے تھے وہ احمد بن زید الحاجی سے
محمد اسمٰعیل سے، وہ اپنے چچا حسین بن علی الجوینی سے وہ جامع
غہ سے،

(التحاف الاکابر باسناد الدفاتر للمحدث بن علی الشوکانی طبع حیدرآباد۔ محفوظ
کتابخانہ ناصر الملۃ)

مسیحی علماء و ادباء کا اعتراف۔ صرف علمائے اہلسنت ہی نہیں
بلکہ مسیحی ادباء و مورخین بھی یہی اعتراف کرتے ہیں جن میں سے
چند شواہد پیش ہیں،

(۱) عبد المسیح انطاکی حلبی صاحب جریدۃ العمران مصر و
مدیر الشذور حلب الشہباء اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"اس امر میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت امیر المومنین
علی ع فصحاء کے امام اور بلغاء کے استاد ہیں اور تمام ان لوگوں میں کہ
جنھوں نے عربی زبان میں تقریر یا تحریر میں کمال دکھایا وہ سب سے
زیادہ جلیل المرتبہ اور بڑا درجہ رکھتے ہیں ان کا کلام ہمارے
سامنے ہے جس کے متعلق سچی بات یہ کہی گئی ہے کہ وہ تمام مخلوق
کے کلام سے بالا اور خالق کے کلام کے ماتحت ہے، ہر اس شخص نے
کہا ہے جو انشا پردازی کے فنون سے واقف اور تقریر و تحریر کے
فن میں ماہر ہے، حضرت تمام عرب انشا پردازوں کے استاد اور
معلم ہیں کوئی با خبر ادیب جو انشا پردازی کے فن میں مہارت حاصل
کرنا چاہتا ہو ایسا نہ ہوگا جس کے سامنے قرآن اور نہج البلاغہ موجود
نہ ہو وہ خالق کا کلام اور یہ اشرف مخلوق کا کلام اور وہ انھیں
دونوں کتابوں کا سہارا لینے پر مجبور رہے اگر اچھا انشا پرداز اور ادیب
بننا چاہتا ہے شاید ان لوگوں میں کہ جنھوں نے قریش کی زبان
کی خدمت کی ہے سب سے بیشتر درجہ شریف رضی کو حاصل ہے جنھوں نے
حضرت علی ع کے خطبے، اقوال، حکم اور خطوط کو جمع کیا ہے ان لوگوں
کے ملفوظات و تحریرات سے اور بیشک انھوں نے نہج البلاغہ اس کا
نام بہت ٹھیک رکھا ہے اور یہ کتاب حقیقۃً صحیح راستہ اور
صراط مستقیم ہے اس شخص کے لیے جو بلاغت کی منزل تک پہنچنا
چاہتا ہو۔

(القصیدۃ العلویہ اور تاریخ الشعری الاسلامی صفحہ ۵۳۹
مطبوعہ رعمیس فجالہ مصر)

(۲) بیروت کی عدالت عالیہ کا چیف جسٹس اور مشہور مسیحی ادیب
و شاعر پولس سلامہ (RAULAS SALAMA) اپنے اول لکچر عربیہ

www.kitabmart.in

عید الغدیر میں لکھتا ہے۔

"نہج البلاغہ مشہور ترین کتاب ہے جس سے امام علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے، سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب بلاغت اور قدر و قیمت میں نہج البلاغہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(عید الغدیر صفحہ ۷۰، ۱، مطبوعہ مطبعۃ النشر بیروت)

(۳) عربی دنیا کا مشہور مسیحی مفکر، ادیب، فلسفی و ہر نابغہ زمان، جبران خلیل جبران لبنانی (لبنان شام میں ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۳۱ء امریکہ میں مرا) نہج البلاغہ سے متاثر ہو کر امیر المومنین کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"میرے عقیدہ میں تو علی بن ابی طالب سب سے پہلے عرب ہیں۔ جن میں "روح اعظم" پائی جاتی ہے اور سب سے پہلے عربی ہیں جن کے لب و دہن سے ایسے پاکیزہ روحانی نغمے سنے گئے کہ اس سے پہلے عربوں نے ان نغموں کو کبھی نہیں سنا تھا ان نغمات کو سن کر یہ عرب آپ کی بلاغت کی شاہراہوں اور خود اپنے ماضی کی تاریکیوں میں سرگشتہ و حیران ہو گئے، پس اگر کوئی حضرت کی بلاغت و فصاحت سے متحیر ہو جائے تو اس کی یہ حیرانی ایک فطری بات ہوگی لیکن جو شخص آپ کی بلاغت پر نزاع و خصومت کرے تو دراصل ایسا شخص جاہلیت کی اولاد ہے، حضرت علیؑ بن ابی طالب کو شہید عظمت کی حیثیت سے موت آئی آپ کو اس حالت میں موت آئی کہ آپ کو خدا کی طرف مصروف تھے اور آپ کا دل شوق الٰہی سے مملو تھا اور اصل رب آپ کی حقیقی منزلت اور مرتبے کو نہ جان سکے، جب تک عربوں کی ہم جوار قوم ایرانیوں نے بڑھ کر جواہرات اور گوہر میں امتیاز نہ پیدا کر دیا۔

قبل اس کے علیؑ کی تعلیمات دنیا پر چھا جاتی آپ کو موت آئی، میری نگاہوں میں تو آخری وقت کی علی کی مسکراتی ہوئی صورت جلوہ نما ہو جاتی ہے جب کہ حضرت دنیا سے اپنی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کر رہے تھے۔ علی پیغمبروں کی شان سے موت سے ہمکنار ہوئے، جو بظاہر ایسے شہر و قوم اور زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جو ان کے لیے نہ تھا، لیکن اس میں بھی خدا کی شان

ہے اور وہی سب سے زیادہ اپنے رموز و حکمت کا جا

(ملحمہ عربیہ عید الغدیر پولس سلامہ ص ۲۲ طبع بر

منکرین و معترضین نہج البلاغہ اسی مسیحی عرب

نے بالکل صحیح کہا ہے۔ "ومن خاصمہ کان م

الجاھلیۃ" بیشک علیؑ کے علمی و ادبی آثار اور کارنا

کرنے والے "ابناء جاھلیت" ہیں، چنانچہ عصبیت

رکھنے والے کبھی کبھی نہج البلاغہ کے خلاف اپنی صدا

بلند کر دیا کرتے ہیں، دراصل نہج البلاغہ پر شک کرنے

کے لوگ ہیں۔

(۱) پہلا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو دہری، دین و

کے مخالف یا دشمن اسلام متعصب مسیحی ہیں۔ اسی گر

وہ نام نہاد مسلمان (برعکس نہند نام زنگی کافور) بھی

ہیں جو دہریت زدہ اور غیر اسلامی افکار و رجحانات

مغلوب و مرعوب ہیں، جن میں بعض تو ایسے ہیں جو قرآن

میں سے بعض چیزوں کا اقرار کرتے ہیں اور بعض کا انکار یا

تاویل کر کے دہریت زدہ افکار یورپ سے تطبیق کرنے کی

سعی کرتے ہیں، یہ لوگ اکثر احادیث پیغمبر کے منکر ہوتے ہیں

قرآن و حدیث ان کے طعن و الزام و اعتراض و ایراد کا

ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا گروہ اموی ذہنیت رکھنے والوں کا ہے

کی ہر منقبت و فضیلت کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے جیسے

ابن تیمیہ، اور ان کے دوسرے ساتھی، یہ لوگ جب یہ

ہیں کہ ان خطبوں سے علیؑ کے کمال علم پر روشنی پڑتی ہے ا

کے بعض اعتقادات سے تصادم ہوتا ہے یا بعض خطب سے

کے ان رجحانات کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو بعض اصحاب پیغ

تھا اس وقت ان مخالفین اہلبیت کی عرق عصبیت پھڑک ا

اور ان خطب و اقوال سے انکار کرنے لگتے ہیں، جیسے متعص

عنید ذہبی جن کی تحقیقات کا انداز و اسی سے لگایا جا سک

کہ ان کو یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ جامع نہج البلاغہ کون ہے

سید رضی کے سید مرتضیٰ سمجھ رہے ہیں، یہ تو ہے ان کی تحقیق

www.kitabmart.in

ب ملاحظہ فرمائیے کہ وہ میزان الاعتدال میں نہج البلاغہ
ت سید مرتضیٰ قرار دے کر موصوف کے حالات میں لکھتے ہیں۔
جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو مطالعہ کرے اس کو یقین
ے گا کہ اس کو امیر المومنین علی کی طرف دروغ منسوب کر دیا
یونکہ اس میں دونوں سید ابوبکر و عمر کے خلاف شان امور اور
کے ساتھ ان پر سب موجود ہے۔

پروفیسر خلوصی کے اعتراضات

معترضین و منکرین کے اعتراضات و اسباب انکار کا
لیتے وقت ہمارے سامنے ماہ اکتوبر ۱۹۵۰ء کا اسلامک ریویو
جلد ۳۸ (THE ISLAMIC REVIEW) ہے جو ووکنگ
(WOKING ENGLAND) سے شائع ہوتا ہے، اس میں
ن ڈاکٹر ایس، اے خلوصی، پی ایچ ڈی لکچرر عربی اسکول آف
اسٹڈیز لندن یونیورسٹی کا بایں مضمون شائع ہوا ہے
(THEATHENTICITY OF NAHJ-AL-BALAG) "حقیقت
نہج البلاغہ"، ڈاکٹر صفا خلوصی عراق کے ان سنیوں میں
جن کو بنی اُمیہ و بنی عباس سے بہت زیادہ خلوص
ائی ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر خلوصی "اثر التشیع
ب العربی" کے موضوع پر بھی کوئی مقالہ انگریزی میں تحریر
ہیں، موصوف کی فکر و ہمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ
سید گیلانی"، کے ہفوات پر اعتماد کر کے اسی کو انگریزی میں
لفاظ میں پیش کر دیں گے، کیونکہ اس مضمون میں بھی جو
لاغہ کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے اس میں بھی دو سرل
مہلات کو اپنایا ہے اور مندرجہ بالا ہر دو گروہ منکرین
ائی آپ نے فرمائی ہے۔ آپ کے مضمون کا استدائی حصہ
تا ہے کہ آپ وہریت زدہ یورپ کے افکار سے بہت زیادہ
و مرعوب ہیں، اور بہر حال ذہبی اور ابن تیمیہ کے
لک تو آپ پہلے ہی سے ہیں اس لیے مسٹر خلوصی کے شکوک
روہ متشککین کے شبہات و شکوک کا مجموعہ ہے۔
کے کلام کی غلط توجیہ اور خلوصی کی چالاکی (اس مضمون میں

سب سے پہلے عورتوں کی نفسیاتی کمزوری سے فائدہ حاصل
کرتے ہوئے خلوصی صاحب عورتوں کے جذبات سے کھیلے ہیں
اور یورپ کی آزاد عورتوں میں "علی بن ابی طالب" کی طرف
سے نفرت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے، آپ
تحریر فرماتے ہیں کہ "کوئی انگریزی بولنے والی عورت ایسی نہ ہو
جو مندرجہ ذیل کلام کو بغیر متکلم پر غم و غصہ اور اظہار نفرت کے
ہوئے اطمینان و سکون سے پڑھ سکے"۔

لوگو! عورتوں کا ایمان، حصہ اور عقل ناقص ہے اور اس
شریعت گواہ ہے کہ ان کے ایمان کا نقصان یوں ہے کہ ایام
حیض میں وہ نماز روزہ سے روک دی گئی ہیں اور عقل کے
نقصان اس طرح ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی
گواہی کے برابر ہے، اور حصہ کا نقصان یوں ظاہر ہے
ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث کے نصف ہے
لوگو! بری عورتوں سے بچو، اور ان میں سے جو (بظاہر) نیک
ہیں ان سے بھی ہوشیار رہو، نیکی کا کام بھی ان کے فرماں بر
بن کے مت کرو، تاکہ ان کو یہ (غلط) امید نہ ہو کہ تم اُن کے
برائی میں بھی مطیع و فرماں بردار رہو گے،

عورت کی کمزوری اور علیؑ کے کلام کا صحیح مورد حضرت کا یہ
حقیقت نظام وہ ہے جو جنگ جمل کے بعد آپ نے ارشاد فر
تھا، خلوصی صاحب نے انگریزی عورتوں کو اس کلام سے
نفرت دلا کر دراصل ان کو اسلام سے بغاوت پیدا کرانے
کوشش کی ہے، کیونکہ اس کلام میں حضرت علیؑ نے جن احکام
کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ قرآن و سنت سے ثابت ہیں اور
تمام فرق اسلامی کا اتحاد و اتفاق ہے، کیا ائمہ اربعہ اہلسنت
سے کوئی ہے جو اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت حالت حیض
میں بھی نماز روزہ ادا کر سکتی ہے، ہر امام نے قرآن و سنت
سے استنباط کر کے یہی فتویٰ دیا ہے کہ اس حالت میں نماز روز
نہیں ادا کر سکتی، اسی طرح سے شہادت اور گواہی میں
تمام فقہائے و ائمہ اہلسنت کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی
مرد کے مقابلہ میں ہے اور قرآن میں بھی صاف حکم موجود ہے

www.kitabmart.in

اور اپنے لوگوں میں سے جن لوگوں کو تم گواہی کے لیے پسند کرو (کم از کم) دوسروں کی گواہی لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو (کم از کم) ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۸۲)

اسی طرح سے میراث کا معاملہ ہے، قرآن خود کہتا ہے

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

(النساء آیت ۱۱)

خدا تمھاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

اس کے بعد حضرت نے مردوں کو ان کے اس حق کی طرف متوجہ کیا جو اُن کو خدا کی جانب سے عورتوں کے مقابلہ میں عطا کیا گیا ہے۔

وللرجال علیھن درجۃ (بقرہ آیت ۲۲۸)

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض

مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے

مردوں کا عورتوں پر قابو ہے۔ کیونکہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (النساء آیت ۳۴)

جو عورتیں بُری ہیں اُن کے متعلق تو کوئی کلام ہی نہیں کہ مرد کو کسی حالت میں بھی ان کا مطیع و بندہ نہ ہونا چاہیے ہی وہ عورتیں جو بظاہر نیک معلوم ہوتی ہیں ان کی اطاعت بھی مرد کو نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان عورتوں کی اطاعت سی نیک امر کے متعلق کی جاوے گی، یا کسی بُرائی میں۔ یک کام بھی کسی عورت کے کہنے سے نہ کرنا چاہیئے بلکہ س کام کو اس لیے کرنا چاہیئے کہ وہ ایک اچھا کام ہے۔ ر عورت یہ سمجھے کہ مرد اس کام کو اچھا اور مستحسن سمجھ کر رہا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھے گی کہ مرد بغیر سوچے سمجھے اور اچھائی ائی پر بغیر غور کیے یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہے کہ یہ عورت خواہش ہے تو اس کی وجہ سے عورت ذات جو مغلوب عاطفہ جو تعقل و تدبر کے بجائے اپنے عواطف سے کام لیا کرتی ہے

وہ اپنے نفسیاتی کمزوری میں مبتلا ہو کر یہ چاہے گی کہ کی بُرائیوں میں بھی اس کا مطیع و منقاد رہے، عور نفسیاتی کمزوری کی طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا۔

ومن ینشؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصا مبین (الزخرف آیت ۱۸)

عورت وہ جو زیوروں میں پالی پوسی جائے او و مخاصمت (میں مغلوب عاطفہ ہو کر اچھی طرح سمجھ دا بات بھی نہ کر سکے۔

علیؑ کے کلام کو غلط طریقے سے پیش کرنے کا خلوصی کو کیا حق ہے

یہ تقریر حضرت جنگ جمل کے ایک نیک عورت کی بہت بڑی غلطی کو ظاہر ہونے فرمائی۔ وہ نیک عورت بی بی عائشہ ہیں جن کی خواہ پر رجال امت ان کے مطیع و منقاد ہو کر اسلام کی تبا خونریزی کا سبب ہوئے، اسلام میں ایک بہت بڑا ف صرف عورت کی غلط اطاعت کی وجہ سے رونما ہوا، علیؑ اس تقریر میں مسلمانوں کی اس بڑی غلطی پر ٹوکا ہے ج کی غلط پیروی کر کے انھوں نے ظاہر کی، آپ کی یہ تقر مخصوص محل مورد رکھتی ہے۔ خلوصی صاحب کو کیا حق کہ اس کو غلط طریقہ سے پیش کریں کیا وہ اس طریقہ سے انگ کی عورتوں میں اسلام کے خلاف یہ غلط جذبہ پیدا کرانا چ ہیں کہ اسلام کے نزدیک عورت کا اعتبار بہ نسبت مرد جبھی تو دو عورت کی گواہی ایک مرد کے مقابلہ میں ہے یا اسلام عورت کو میراث میں مرد کے مقابلہ میں کم حصہ دیتا ہے کہ عورت کو ایک مخصوص مدت میں اس کی ظاہری نجاس بنا پر عبادت سے روک دیا ہے۔ خلوصی کے پروپیگنڈے سے کا یہ غم و غصہ، نفرت و ملامت حضرت علیؑ کے ساتھ نہ ہوگا نفس اسلام کے ساتھ ہوگا۔ لیکن اگر یورپ و انگلستان کی اس تقریر کے محل مورد کو معلوم کر لیں گی تو بجائے غصہ نفر کے وہ ان عورتوں پر افسوس کریں گی جو اپنے اعمال و کر سے نہ صرف مذہب بلکہ معاشرت و سیاست میں دخیل ہو کر

www.kitabmart.in

سب سے بڑا گناہ ہے جسے گناہگار معمولی سمجھ لے

کی تباہی اور صنف نازک کی بدنامی کا سبب بنتی ہیں،
خلوصی صاحب نے حضرت کی تقریر کو محل و مورد کے بغیر
ے ہوئے پیش فرمانے میں بالکل وہی حرکت کی ہے جیسے کوئی
ستقر سکارہی" کے ٹکڑے کو نکال کر "ولاتقربوا الصلوٰۃ"
کو پیش کر کے یہ کہے کہ قرآن میں نماز کی ممانعت ہے۔
کیا قرآن سے "ان کیدکن عظیم" اس میں کوئی شک
عورتوں کی مکاریاں بڑی ہوتی ہیں کو پیش کر کے انگلستان
توں کو یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ قرآن نے عورتوں کی انتہائی
ی ہے اور ان الفاظ قرآنی کو سن کر ان عورتوں کا قرآن
ف غم و غصہ کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، اس لیے کہ جس طرح
صاحب نے واقعات و حالات پر پردہ ڈال کر پیش کیا ہے
ہی یہ بھی الفاظ قرآن تو ضرور ہیں لیکن ایک مخصوص محل
پر، مخصوص عورتوں کے لیے، ایک مخصوص زبان سے وارد
ے۔ اگرچہ تفاسیر اہلسنت کے اعتبار سے یہ کید و مکر عمومی حیثیت سے
ورتوں کے لیے ہے جو ان کی فطرت میں داخل ہے جیسا کہ علامہ
حنفی بغدادی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے،
ت کی اس تفسیر کی بنا پر عورتوں کے کید کے مقابلے میں کید
ان کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے لیے قرآن میں ہے
ید الشیطان کان ضعیفا"
خلوصی صاحب کو اپنی تفاسیر کی روشنی میں "ان کیدکن
ر" کو یورپ کی عورتوں کے سامنے پیش کرنا چاہیئے، علی
م کو پیش کرنے سے وہ نتیجہ نہیں برآمد ہوگا جو وہ چاہتے ہیں
دنیا کے سامنے ایسے حقائق کو پیش کر رہے ہیں جن سے
نہیں کیا جا سکتا،

م و پیغمبر اسلام کا شرور نساء سے مقابلہ اسلام کو ابتدا
شرور نساء کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، وہ عورتیں ہی تھیں جو
تبلیغ میں پیغمبر کو اذیت دینے میں بہت پیش پیش تھیں
کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھیں اور جسم مطہر پر نجاست
تھیں، معاویہ کی پھوپھی ام جمیل بنت حرب بن امیہ بھی
تھی، جس کا تذکرہ قرآن نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

"وامرأته حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد"

وہ قریش کی عورتیں ہی تھیں جو اپنے مردوں کو ابھار
رسول خدا سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں لاتی تھیں اور
ترانے گاتی تھیں،

ہند زوجہ ابوسفیان اور مادر معاویہ ہی وہ عورت
جس نے وحشی غلام حبشی کو حمزہ عم رسول کے قتل پر ابھارا تھا
اور جب وحشی نے حمزہ کو قتل کیا تو یہی ہند وہ عورت تھی جس
جناب حمزہ کے اعضاء و جوارح کو کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بنا
اور جگر کو نکال کر اس کو چبایا تھا۔ وہ بھی ایک عورت (یہو
تھی جس نے خیبر میں رسول اللہ کو زہر دیا تھا، وہ بھی عور
ہی تھی جس نے رسول اللہ کے راز کو فاش کیا "واذ اسر النبی
الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبات به" (تحریم آیت
وہ بھی عورتیں ہی تھیں جو رسول اللہ کے خلاف ان کو
کرنے کے لیے سازش کیے ہوئے تھیں جیسا کہ قرآن اس کو ظا
کر رہا ہے "وان تظهرا علیه فان الله هو مولاه
وجبرئیل وصالح المومنین والملئکة بعد ذالک
ظهیر"، اگر تم دونوں رسول کو مغلوب کرنے کے لیے ایک دو
کی اعانت کرتی رہو گی تو کچھ پروا نہیں خدا اور جبرئیل اور
ایمان داروں میں نیک شخص رسول کے مددگار ہیں اور
علاوہ کل فرشتے بھی مددگار ہیں،

وہ بھی عورتیں ہی تھیں جو اپنے کردار کی وجہ سے رسو
کی خانگی زندگی میں اس حد تک سبب کلفت و زحمت ہوئیں
آپ ان کو طلاق دینے کے لیے آمادہ ہوئے جس کی حکایت
نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا
منکن مسلمت مومنت قنتت تبئت عبدت
سئحت ثیبت وابکارا"

(سورہ التحریم، آیات ۳، ۴، ۵)

اگر رسول تم دونوں کو طلاق دے دیں تو عنقریب ہی ان
پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بی بیاں عطا کرے

www.kitabmart.in

فرماں بردار، ایمان دار، خدا و رسول کی مطیع، گناہوں سے توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ رکھنے والیاں، بیاہی ہوئی (جو پہلے کسی شوہر کے تحت میں رہ چکی ہیں) اور بن بیاہی کنواریاں ہوں)

وہ بھی عورتیں ہی تھیں جو رسول کے آخری وقت حضرت کے گرد و پیش تھیں اور جن کو رسول نے "صواحب یوسف" خطاب دیا تھا، وہ "صواحب یوسف" جن کے لیے یوسف نے کہا تھا، ان ربی بکیدھن علیم، بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عورتوں کے کید و مکر سے رسول کچھ خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ یہ سب کارنامے ان عورتوں کے ہیں جن کا تعلق عہد رسالت سے ہے ان کے ان کارناموں کو "علیؑ" نے رسول اللہ کے ساتھی اور مددگار ہونے کی حیثیت سے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

وہ بھی عورت ہی تھی جس کی درپردہ تدبیروں و سازشوں سے رسول کے بعد "علیؑ" ظاہری حکومت و منصب امارت حاصل نہ کر سکے تھے،

سجاح بنت حارث بھی عورت ہی تھی جس نے پیغمبر کے بعد نبوت کیا، اور بنی تمیم و بنی قبائل عرب نے اس کی نبوت تسلیم کر لیا تھا (یہ خیال رہے کہ خوارج میں زیادہ تر بنی تمیم ہی تھے) خلیفہ ابو بکر سے مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتی اور جس نے ایک دوسرے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے نکاح تھا جس کا مہر مسلمانوں سے نماز عشاء و نماز صبح ان دونوں ں کی کمی کو قرار دیا گیا تھا جس کا اعلان سجاح کے موذن ن بن ربعی ریاحی (خارجی و قاتل حسینؑ) نے ان الفاظ میں ا "ان مسیلمة بن حبیب رسول الله قد وضع صلاتین مما اتاکم به محمد صلوة العشاء صلوة الفجر" (تاریخ الطبری جلد ۳ صفحات ۲۲۸، ۲۴۱ مطبوعہ مصر)

بروایت کلبی اسی وجہ سے بنی تمیم رسل اس کے زمانہ تک و نماز عشاء نہیں پڑھتے تھے۔

سلمی بن مالک بن حذیفہ بی بی عائشہ کی آزاد بھی عورت ہی تھی جو ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں مرتد اور جس نے قبائل غطفان، ہوازن، سلیم، اسد، طے کر کے حکومت اسلامی کے خلاف بغاوت کر کے جنگ کرنے ہوئی تھی، اور جس کا مقابلہ خالد بن ولید نے اسلامی ساتھ کیا تھا، حالت جنگ میں یہ عورت نہایت ہی شا کے ساتھ اونٹ پر سوار تھی اور اپنے لشکر کو جنگ کرنے رہی تھی، حالت یہ تھی کہ اس کے مانے والے لشکری اس کی حفاظت میں قتل ہونے میں سبقت کر رہے تھے۔

(طبری جلد ۳، صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴ طبع مصر)

وہ بھی ایک بڑی نیک عورت تھیں جو خلیفہ سوم عثمان قتل کے لیے لوگوں کو ابھارتی تھیں اور جو خلیفہ عثمان کو ایک "نعثل" سے تشبیہ دے کر ان کے قتل کا عام فتویٰ دیتی تھی اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں اور مسلمانوں باتفاق حضرت علیؑ کو اپنا امیر تسلیم کر کے عثمان حکومت ان کر دی تو پھر یہی نیک عورت جس نے عثمان کے خلاف لوگ آمادہ کیا تھا وہ "علیؑ" سے عثمان کا خون بہا لینے کے بہا بر سر پیکار ہوئیں اور مثل سلمیٰ کے باغی فوج کی قیادت کر اونٹ پر سوار ہو کر علیؑ سے لڑنے کے لیے میدان جنگ میں جس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا اور اختلاف و افتراق کی خلیج اور وسیع ہو گئی۔

علامہ شیخ عبد اللہ العلائلی کہتے ہیں۔

"عورت کا دل و دماغ بڑے اور اہم امور کو انجام د صلاحیت نہیں رکھتا وہ صرف چھوٹی باتوں اور معمولی و جزئی کو سوچ سکتی ہے، عورتوں کی دخل اندازی نے جدید اسلا سوسائٹی کو (بڑی طرح) متاثر کیا، اسلام کے ابتدائی دو میں نے بڑی بڑی تحریکوں میں دست اندازی کی، سب سے پہلے شر ارتداد میں جو اسلام کے خلاف تھی دو عورتوں نے قیادت کی سجاح بنت حارث نے اور دوسری سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ اسی طرح جنگ جمل میں عورت کی کارستانیاں عائشہ کی شخصیت

www.kitabmart.in

ہوئی، عائشہ بھی مثل اپنی آزاد کردہ لونڈی سلمیٰ کے
کھیلیں اور علیؑ کی حکومت کے خلاف بغاوت کی
سلمیٰ نے اُن کے باپ ابوبکر کی حکومت کے خلاف بغاوت
دونوں کے اغراض بھی ایک ہی قسم کے تھے وہ تو اپنے
کے خون کا بدلہ لینے نکلی تھی اور عائشہ عثمان کے خون کا بدلہ
یہ دونوں عورتیں ایک زمانہ تک ایک دوسرے کی
وہ چکی تھیں اور آزاد ہونے کے بعد جب کبھی سلمیٰ
تھی تو عائشہ ہی کے یہاں قیام کرتی تھی، اور میرے
یہ امر بعید نہیں ہے کہ سلمیٰ کی یہ حرکتیں بھی عائشہ کو امامت
کرنے میں رغبت دلانے کا سبب ہوئی ہوں اور عائشہ نے
کھیل کو پسند فرمایا ہو۔ بیشک یہ کھیل مشہور کرنے والا ضرور
ں کی زبانوں پر چرچے ہونے لگے کہ کیسی عزت والی عورت
س کے اونٹ کے گرد سو آدمی مارے گئے دراصل عورت
دماغ رکھتی ہے صرف معمولی باتوں کو سمجھتی بوجھتی ہے
جلد خود متاثر بھی ہو جاتی ہے، اس لیے کچھ تعجب نہیں
ان حرکتوں کو پسند کر کے بی بی عائشہ نے اپنے دل کی
میں محفوظ کر رکھا ہو اور اسی پسندیدگی نے بغاوت و
یسے خوفناک اقدام کو ان کے سامنے ہنکا کر کے اس امر پر
دیا ہو کہ وہ بھی مثل سلمیٰ کے ایک کھیل کھیلیں اور اونٹ پر
کر باغیوں کی قیادت کریں اور بہت سے لوگ ان پر
سلہ میں قربان بھی ہو جائیں، ان دونوں عورتوں کا
بھی تقریباً ایک ہی سا ہوا، دونوں واقعات کا یکساں
عجیب تاریخی اتفاق ہے، یہ خیال رہے کہ میں یہ نہیں
سلمیٰ کے اقدام کو پسند کرنا عائشہ کے خروج کا اصل
ہے بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ واقعہ ان کے رغبت خروج
بغاوت کا محرک ہوا اور اسی کو پیش نظر رکھ کر عائشہ
منصوبہ باندھا، عائشہ عورت ذات کا عوام کی قیادت
ے خروج کرنا اور میدان جنگ میں ان کا ایک لشکر
دار بننا یہ اس وقت کی اسلامی سوسائٹی میں ایک ایسی
اور نئی بات تھی کہ عرصہ تک لوگوں میں یہ بات معرض بحث

میں رہی کہ ایک عورت کو ایسی حرکت کرنی درست تھی یا
نہیں؟ اور آیا شرعاً عورت کے لیے یہ امر جائز ہے یا نہیں
ام المومنین ام سلمہ زوجہ پیغمبرؐ اور وہ لوگ جو قدیمی اصول
کے محافظین تھے وہ اس کو ناجائز سمجھتے تھے، لیکن طلحہ و
اور بصرہ کے رہنے والے عرب جو ایرانی افکار و رجحان سے متا
تھے وہ اس کو جائز سمجھتے تھے جس پر خود ان کا عمل گواہ ہے
اس میں کوئی شک نہیں عورت کا یہ اقدام اور کارستانی
اسلام میں ایک بالکل نئی بات تھی اور مسلمانوں کے خور
فکر کے لیے یہ ایک نیا مسئلہ تھا۔

(تاریخ الحسین نقد و تحلیل لشیخ عبدالعلائلی
صفحات ۱۸۰، ۱۸۶، ۱۸۷ طبع بیروت)

انہیں حالات میں جبکہ لوگ اس جدید مسئلہ پر غور و فکر
کر رہے تھے، علیؑ نے عورت کے متعلق یہ تقریر جنگ جمل کی تباہی
کے بعد جو ایک عورت کی لائی ہوئی تھیں۔ بصرہ میں ایسے مجمع
کے سامنے فرمائی جن کی اکثریت عائشہ کے ساتھ شریک جنگ
تھی اور جن میں ایسے بھی قبائل شریک تھے جو سجاح و سلمیٰ
قیادت کو تسلیم کر چکے تھے، علیؑ کی یہ تقریر ماضی کا ایک پس منظر
پیش کرتی ہے۔ جو مستقبل کی تباہی کا پیش خیمہ ہوئی تھی، یہ عجیب
اتفاق ہے کہ "علیؑ" کی سازش قتل میں بھی ایک عورت
شریک ہے، بقول عباس محمود العقاد

یہ بھی ایک تقدیری بات ہے کہ علیؑ کی زندگی کو ختم کرنے
میں بھی ایک عورت کا ہاتھ ہے۔ اس طرح کہ آپ کی نعمتی
زندگی "قطام" کا مہر قرار پائی۔

(عبقریہ الامام العقاد صفحہ ۱۹۹ طبع مصر)

احادیث صحاح ستہ اور دوسرے کتب احادیث اہلسنت میں عورتوں کی مذمت

کیا خلوصی
کو اپنے کر

صحاح ستہ و مسانید معتبرہ کی خبر ہے کہ ان میں "عورت"
متعلق کیا بتلایا گیا ہے، میں اس وقت ۳۲ حدیثوں کو مو
کی خدمت میں پیش کرتا ہوں و ان کے متعلق بھی یورپ
رائے معلوم فرمالیں، علامہ شیخ محمد کمال الدین الادھمی لکھتے ہیں

www.kitabmart.in

دو بھوکے ایسے ہیں جن کا پیٹ نہیں بھرتا (۱) طالب علم (۲) طالب دنیا

عورتوں کی مذمت میں جو رسول اللہ صلعم کی احادیث وا
ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا
(۱) عورتیں شیطان کا جال ہیں" اس حدیث کو محدث بیہقی
وابن عساکر نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے۔

(۲) حدیث، عورتوں سے مشورہ کرو نہ ان کو آزماؤ۔

(۳) حدیث، جنت میں رہنے والوں کی کم تعداد عورتوں کی ہے۔
امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح
میں عمران بن حصین سے روایت کی ہے۔

(۴) حدیث، عورتیں عام طور سے جہنمی ہیں اس کو محدث طبرانی
نے عبداللہ بن حصین سے روایت کی ہے۔

(۵) حدیث، جہنم بیوقوفوں کیلئے خلق ہوئی ہے اور عورتیں بھی
بیوقوف ہیں سوائے ان عورتوں کے جو اپنے شوہر کی مطیع ہیں۔

(۶) حدیث، ابلیس ملعون اپنے ماتحت شیاطین سے تقریر
کرتا ہے "تمھارے مفید مطلب گوشت، نشہ آور شے اور عورتیں
ہیں اس لیے تمام برائیاں انھیں میں پائی جاتی ہیں۔

(۷) حدیث، اگر عورتیں نہ ہوتیں تو خدا کی عبادت ٹھیک
طرح کی جاتی اس کو محدث دیلمی نے انس سے اور ابن عدی نے
عبداللہ بن عمر بن خطاب سے روایت کی ہے۔

(۸) حدیث، رسول کہتے ہیں کہ میں نے جنت میں دیکھا تو
اس میں فقراء کی اکثریت تھی اور جہنم میں دیکھا تو اس میں عورتوں
اور دولتمندوں کی اکثریت تھی۔

(۹) حدیث، اگر عورت نہ ہوتی تو مرد جنت میں ہوتا، اس کو محدث
نے انس سے روایت کی ہے۔

(۱۰) حدیث، نیک عورت کی اتنی کمی ہے جس قدر کہ "غراب
البین" وہ کوا کہ جس کی ایک ٹانگ سفید ہونا یا بہت نادر الوجود
اس کو امام طبرانی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے۔

(۱۱) حدیث، دنیا شیریں اور ہری بھری ہے اور خدا نے
انسانوں کو خلیفہ بنایا ہے اس لیے یہ دیکھتے رہو کہ کیا عمل کرتے ہو
اور عورتوں سے پرہیز کرو اس لیے کہ بنی اسرائیل میں سب سے
پہلا فساد جو ہوا وہ عورت ہی کی ذات سے ہوا۔

(۱۲) حدیث، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا
آسمان سے کوئی پتھر زمین پر آئے تو وہ نہیں گرے گا لیکن
عورت یا منافق مرد پر،

(۱۳) حدیث، اگر نحوست و بدبختی کسی چیز میں ہے
عورت، گھوڑا اور گھر یہی تین چیزیں ہیں،

(۱۴) حدیث، عورتیں گلے کا پھندا اور پھانسی ہیں
خدا جس کے گلے میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے جس کو
خدا کے کوئی نکال نہیں سکتا۔

(۱۵) جب شیطان پر کوئی کام دشوار ہوتا ہے تو وہ
کے ذریعہ کامیابی حاصل کرتا ہے،

(۱۶) حدیث، میں اپنی امت میں کسی فتنہ سے اتنا
ڈرتا ہوں جس قدر کہ عورتوں اور نشہ آور چیزوں کے فتنے
ڈرتا ہوں۔

(۱۷) حدیث، میں اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ سوائے عو
کے جو مردوں کے لیے زیادہ مضرت رساں ہو نہیں چھوڑ رہا ہو
اس کو امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام
بن حنبل نے اسامہ بن زید سے روایت کیا ہے،

(۱۸) حدیث، میں نے تم عورتوں سے زیادہ ناقص العقل نا
جو صاحبان عقل کی عقل کو بھی گم کر دیں نہیں دیکھا اس کو حافظ ابو
نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔

(۱۹) حدیث، میں نے تم عورتوں سے زیادہ کم عقل جن کے
میں بھی نقص ہو نہیں دیکھا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ
عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کا نقص
یوں ہے کہ حالت حیض و نفاس میں نہ تم روزہ رکھ سکتی ہو اور نہ
پڑھ سکتی ہو۔

(۲۰) حدیث، دنیا سے بچو اور عورتوں سے پرہیز کرو کیونکہ
ابلیس تمھاری گھات میں ہے، پرہیزگاروں کے پھانسنے کے
لیے اس کے پاس کوئی جال اور پھندا عورتوں سے زیادہ کارگر نہیں
ہے اس کو محدث دیلمی نے معاذ سے روایت کیا ہے۔

(۲۱) حدیث، بڑھی عورتوں سے بچنے کے لیے خدا سے پناہ

www.kitabmart.in

عورتوں سے بھی ہوشیار اور بچتے رہو۔

(۱) حدیث، عورتوں سے رائے لے کر ان کے مشورے کے خلاف
اس لیے کہ ان کی مخالفت ہی میں برکت ہے۔

(۲) حدیث، عورتوں کو آگے بڑھنے نہ دو پیچھے کرو جیسا کہ خدا
نے دھکیلا ہے،

(۱) حدیث، کتا، گدھا اور عورت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے
والے کے سامنے ہونے سے)

(۲) حدیث، راہ چلتے دو عورتوں کے درمیان سے نہ گذرو
کترا کر داہنے یا بائیں چلو، اس کو بیہقی نے عمر بن خطاب کے
سے روایت کی ہے۔

(۲) وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوئی جن کی حاکم عورتیں ہیں
بخاری نے اور امام ترمذی نے اور امام نسائی نے اور
حنبل نے ابی بکرہ صحابی سے روایت کی ہے۔

(۱) حدیث، مردوں میں سے تو بہت کامل ہوئے لیکن
سوائے آسیہ زن فرعون، مریم دختر عمران، خدیجہ دختر خویلد
محمدؐ کے اور کوئی کامل نہیں ہوا اس کو امام بخاری، امام مسلم،
ابن ماجہ، احمد بن حنبل نے ابوموسیٰ اشعری سے
ہے۔

(۱) حدیث، عورتوں کی اطاعت ندامت ہے اس کو محدث
بن عساکر نے عائشہ سے روایت کی ہے،

(۱) حدیث، میں نے جہنم میں دیکھا تو اس میں عورتوں کی
کیونکہ وہ اپنی قوم و قبیلہ اور شوہر سے کفران کرتی ہیں
حسان کو مٹاتی ہیں، اگر تم کسی عورت کے ساتھ تمام عمر
ہو، اور اتفاق سے کوئی بات تم سے اس کے خلاف مزاج
پھر وہ یہی کہے گی کہ تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی

(۲) حدیث، ۹۹ عورتوں میں ایک جنت میں ہوگی
جہنم میں ہوں گی۔

(۳) حدیث، اے عورتو، صدقہ دو اس لیے کہ میں نے تم میں
میں دیکھا ہے، بی بیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ
ہوں گی فرمایا اس لیے کہ لعن طعن کرنے میں زبان بہت

چلتی ہے، شوہر و عزیزوں سے کفران نعمت کرتی ہیں، بھوکی ہوں تو
ذلت و فقر کو ظاہر کرتی ہیں اور پیٹ بھری ہوں تو کبر و غرور
کرتی ہیں۔

(۳۲) میں نے ایک کالی عورت کو دیکھا کہ مدینہ سے نکل کر مہیجہ میں
میں گئی، میں نے اس کی یہ تاویل کی کہ مدینہ سے وبا نکل کر مہیجہ میں
چلی گئی۔ اس حدیث کو امام بخاری، امام ترمذی، ابن ماجہ نے عبداللہ
ابن عمر سے روایت کیا ہے، حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت اور وبا
میں کوئی مناسبت و علاقہ ہے جبھی تو وبا رسول اللہؐ کو عورت کی
شکل میں دکھائی دی"

صفحات ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، مطبع محمودیہ مصر)

یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین اہلسنت نے نقل کیا ہے اور
جو صحاح ستہ میں بھی پائی جاتی ہیں، کیا خلوصی صاحب کی
نظر ان احادیث پر نہیں گئی، یورپ کی عورتوں کے سامنے ان کو
پیش فرمائیے، امیرالمومنین علی بن ابی طالب نے اپنے خطبہ میں عورتوں
کے متعلق جو کچھ فرمایا اس کی تائید تو آپ کے احادیث صحاح سے
ہو رہی ہے۔

یورپ کی عورتیں اپنے عیوب سننے کی عادی ہیں

عورت کے متعلق عقلاء یورپ کے اقوال

خلوصی صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ یورپ کی عورتیں اپنے عیوب کو سننے کی عادی نہیں ہیں، یورپ کی عورتیں "نسلاً بعد نسلٍ" چرچ میں اپنے مقدس "باپ" "پادری" سے یہ برابر سنتی آئی ہیں اور ان کے کان اس بات کو سننے میں مانوس ہو چکے ہیں کہ "عورت تمام برائیوں کی جڑ ہے" وہ عورت ہی ہے جس نے جنت سے نکلوایا، اگر "آدم" حوا کے کہنے میں نہ آتے تو اولاد آدم آسمانی سلطنت سے دور نہ ہوتے اور خدا کا اکلوتا انسان گناہوں کے بوجھ لاد کر صلیب پر نہ چڑھتا۔

وہ عورتیں مشہور جرمنی فلسفی شوپنہار کے اس قول کو بھی ضرور سن چکی ہوں گی کہ تم مجھ سے نرم، نازک، چکنے سانپ کے بارے میں پوچھتے ہو جو ہر وقت تمہارے سامنے ہے، یہ سانپ سوائے عورت کے اور کون ہے، عورت چاہے فرشتہ ہو یا شیطان ہم کو اس سے کیا، خدا ہم کو اس کے شر سے بچائے، جنت پھول ہے اور عورت کانٹا ہے

www.kitabmart.in

ذرا عورت کو بغیر کسی نگہبان و محافظ کے آزاد چھوڑ تو دو اور ایک سال کے بعد دیکھو کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے، عورت اسی وقت تک مسٹرس ہے جب تک وہ اپنے گھریلو باتوں میں منہمک ہے، عورت کو چاہیے کہ وہ "عورت" ہی کی حد میں رہے، اپنے قدم اس کے آگے نہ بڑھائے" انگریز عورت سرو الٹر اسکاٹ کے قول سے بھی ضرور باخبر ہوگی کہ "عورت کی خوبصورتی اس کی عقل میں ہے اور اسکی عقل اس کی خوبصورتی میں" ہاں ہاں اس کو اپنے قومی شاعر شیکسپیر کی یہ رائے بھی ضرور معلوم ہوگی۔ "اگر عورت کے آنسوؤں سے زمین سیراب کی جائے تو ہر قطرہ سے سانپ اُگے" وہ انگریزوں کی ان قومی کہاوتوں کو بھی بار بار سُن چکی ہوں گی،

عورت شیر خوارگی میں مچھر ہے، بچپنے میں مکھی ہے، اپنی تعلیم کے زمانہ میں جھینگر ہے، شباب میں ٹڈی، اور شادی کے دنوں میں شہد کی مکھی، شادی کے بعد ڈنک مارنے والی بھڑ اور بڑھاپے میں ڈسنے والی ناگن ہے" "عورت کے ڈاڑھی مونچھ اس لیے نہیں کہ وہ پہچان لی جائیں کہ یہ بیوقوف ہیں"

مرد عورتوں کی طرف صرف یہ دکھلانے کے لیے متوجہ ہوتے ہیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ ان میں خوبی ہے اگرچہ درحقیقت ان میں کوئی خوبی نہیں ہے"

ان عورتوں کو تو معلوم ہی ہوگا کہ فرانسیسی جب کسی ایسے قتل و فساد کو سنتے ہیں جس کا سبب نہیں معلوم ہوتا تو کہتے ہیں "تحقیق کرو اس خون و فساد کا سبب عورت ہوگی کیونکہ فی صدی ۹۹ قتل و فساد جو دنیا میں ہوتے رہتے ہیں وہ عورت ہی کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں، در اصل عورت ہی شر و فساد کی اصل جڑ ہے" (مراۃ النساء صفحہ ۴۸، ۴۹ طبع مصر) کیا انگلستان کی عورتوں نے اپنے شاعر شیکسپیر کی زبانی اپنے عیب کو ان الفاظ میں نہیں سنا

"IT MUST BE ADMITTED THAT WOMEN HAVE BUT LITTLE SENCE OF JUSTICE, AND THIS IS NO DOUBT CONNECTED WITH THE PREPONDERENCE OF ENVY IN THEIR MENTAL

FOR THE DEMANDS OF JUSTICE
MODIFICATION OF ENVY THEY
DOWN THE CONDITIONS UNDER
N ONE IS WILLING TO PART
T. WE SAY ALSO OF WOMEN
THEIR SOCIAL INTERESTS
WEAKER THAN THOSE OF MEN
THAT THEIR CAPACITY FOR
SUBLIMATION OF THEIR IN-
CTS IS LESS"

CH. XXXIII

PSYCHOLOGY OF WOMEN
EW INTRODUCTORY LECTURES
BY
SIGMUND FRUED

(ترجمہ) اس کا تو ضرور اعتراف کیا جائے گا کہ عورتوں عدل و انصاف کی بہت کمی ہے اور اس میں کوئی شک کہ اس کا تعلق اس رشک و حسد کے مادہ سے ہے جو نفسانی زندگی میں بدرجۂ افراط موجود ہے اس لیے کہ مطالبات رشک و حسد کے اعتدال کے ساتھ ہیں (نہ کہ ساتھ) وہ ایسے شرائط پیش کرتے ہیں جن کے ماتحت ہر اس سے علیحدگی پر رضامند ہو جاتا ہے ہم عورتوں کے بار کہیں گے کہ ان کے جماعتی اور سماجی حقوق بہ نسبت مرد جماعتی حقوق کے بہت زیادہ کمزور ہیں اور یہ کہ ان کی اس اپنی فطری صلاحیت و مہارت کو بہتر بنانے کی بہت کم ہے

(باب ۳۳ نفسیات زنان، نیو انٹروڈکٹری لیکچر مصنفہ سگمنڈ فرائڈ)

کیا موجودہ علم النفس کا امام "فرائڈ" عورتوں کی نفسیا و تجزیہ کرنے کے بعد جس نتیجہ تک پہونچا ہے وہی نہیں ہے جو امام المتقین امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے آج سے تیرہ

www.kitabmart.in

کنجوسی تمام برائیوں کی جامع ہے

کے سامنے پیش کیا تھا، مادۂ رشک وحسد جو عورتوں کی نفسانی
میں بدرجۂ اتم موجود ہے اُسی نے تو ان کے عقول میں نقصان
ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر وہ اپنی فطری صلاحیت
ال تک پہونچانے سے قاصرہ جاتی ہیں اور معاشرتی زندگی میں
ے برابر ان کے حقوق نہیں تسلیم کئے گئے، اگر مسٹر فرائڈ، سائیکالوجی
ن" کے متعلق یہ سب کچھ بتلا سکتے ہیں اور اس کو سننے کے لیے
ی عورتیں آمادہ ہیں تو "علی" کا کلام معجز نظام کو بھی وہ
ندہ پیشانی سننے کے لیے تیار ہوں گی،

لاغہ کے متعلق خلوصی کے شکوک و ایراد

خلوصی صاحب نے امیرالمومنینؑ کے اس خطبے کے پردے میں احکامات
ود والزام وطعن قرار دینے کے بعد نہج البلاغہ کے متعلق چند
ارد کئے ہیں، یہ شکوک وہی ہیں جن کو مخالفین علی وحمایات
ثل ابن تیمیہ وذہبی اور مخالفین اسلام متعصب مسیحی مستشرقین
ہیں، ان شکوک کا ماحصل یہ ہے۔

سید مرتضیٰ وسید رضی سے پہلے یہ خطبے مدوّن نہ تھے اور
ونوں بھائیوں کے پہلے کے مصنفات میں ان کا کہیں نشان
۔ یہ خطبے علیؑ کے بہت بعد جمع ہوئے ہیں جن کے مصادر کا
نہیں،

۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کے خطبے لوگوں کو حفظ تھے، آخر
ور دوسرے خلفاء کے خطبے، مواعظ کیوں نہ حفظ ہو کر مدوّن
ب کہ وہ لوگ علی سے بلند مرتبہ تھے اور ان کے ماننے والے
دہ تھے،

۔ ان خطبوں میں حضرت علیؑ کی زبانی خلفاء پر سب وشتم
ا گیا ہے جو حضرت سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جیسے خطبۂ
، اس لیے خصوصیت سے یہ خطبہ حضرت کا نہیں ہو سکتا۔

۔ ان خطبوں میں ایسے بلند افکار، وفلسفیانہ مضامین علم
نہیں ہیں جن کا وجود اس عہد میں نہ تھا، ان مضامین عالیہ کو
نے پر حضرت علیؑ کیونکر قادر ہوئے، خصوصاً عہد نامہ مالک اشتر،
لاوہ مالک اشتر جو عہد سلطان بایزید دوم کے زمانہ کا نسخہ
ر ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہج البلاغہ میں جو عہد

مالک اشتر کا ہے وہ بڑھا دیا گیا ہے اور ان دونوں کے اصل کو اگر
حضرت سے تسلیم بھی کیا جائے تو مختصر الفاظ میں چند سطروں پر مشتمل ہوگا
۵۔ نہج البلاغہ کے خطب میں مذاق تصوف بھی پایا جاتا ہے
جو حضرت کے بعد کی پیداوار ہے۔
۶۔ اس میں غیب کی خبریں اور پیشین گوئیاں ہیں۔
۷۔ اس کا اسلوب حضرتؑ کے عہد کا نہیں، مسجّع عبارتیں ہیں
طول بہت ہے جو اس زمانہ کا رواج نہ تھا خالص عربیت نہیں اس میں
کچھ حضرت کا اور کچھ دوسروں کا کلام شامل ہے۔
۸۔ اس میں نحوی غلطیاں ہیں اور بعض الفاظ ایسے معنوں میں
مستعمل ہیں جو اس زمانہ میں رائج نہ تھے۔

یہ ہے خلاصہ ان شبہات کا جو خلوصی صاحب نے اپنے مضمون
میں وارد کئے اور جن میں سے بعض جوابات درج ذیل ہیں۔

پہلے شبہ کا جواب

میں اس مضمون میں بہت وضاحت کے ساتھ تاریخی حوالوں
ومعتبر ماخذوں سے یہ ثابت کر چکا ہوں کہ امیرالمومنین کے خطبے خود
حضرت ہی کے عہد میں آپ کے افاضل اصحاب نے مدوّن و
محفوظ کر لیے تھے اور علویین میں یہ خطبے بطور درس رائج تھے اس کے
بعد ائمہ معصومین کے اصحاب نے حضرت کے خطبوں کو مرتب مدوّن
کیا تھا، اس کے علاوہ دوسرے علماء وادباء نے بھی اپنے سلسلہ اسناد
سے حضرت کے خطب کو جمع کیا، صرف یہی نہیں بلکہ سید رضی سے پہلے
کے مورخین ومحدثین وعلماء فریقین کی ایک کثیر تعداد ہے جنھوں
نے اپنے مجامیع کتب وتصانیف میں حضرت کے خطب واقوال کو درج
کیا ہے، اور باکمال کتاب وادیب اور مقرر وخطیب حضرت کے خطب
ورسائل کو یاد کر کے اپنے کمال فن میں جلا دیتے رہتے تھے، صرف
یہی نہیں بلکہ حضرت کے خطب وکلام عہد جاحظ سے پیشتر کے درسیات
میں ایک اہم مضمون کی حیثیت رکھتا تھا (ادب الجاحظ باب ۲۰
صفحہ ۱۹۶ طبع مصر) عمر بن بحر الجاحظ المتوفی سنہ ۲۰۰ھ نے کتاب البیان
والتبیین میں اس کا اقرار کیا ہے کہ حضرت کے خطبے مدوّن ومرتب متداول
ورائج ہیں۔ جاحظ کے اس بیان کی مجملاً تشریح یہ ہے کہ خود امیرالمومنینؑ

www.kitabmart.in

کے اصحاب نے حضرت کے خطب و دیگر آثار علمیہ کو مدون و مرتب کر لیا تھا لیکن اس کے ابتدائی تدوین و ترتیب کے بعد بنی امیہ کے تاریک دور میں غالباً یہ خطبے معرض فنا میں آ رہے تھے یا دوسروں کی طرف منسوب ہو جانے کا امکان تھا اس لیے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کے اصحاب اس خطرہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور ہشام بن محمد الکلبی صحابی امام محمد باقر علیہ السلام و اسمٰعیل بن مہران السکونی و ابراہیم بن الحکم الفزازی صحابی امام جعفر صادق علیہ السلام مسعدہ بن صدقۃ العبدی صحابی امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم علیہما السلام صالح بن ابی حماد الرازی صحابی علی نقی علیہ السلام، سید عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی متوفی سنہ ۲۵۰ھ صحابی امام نقی علیہ السلام کے سے مشہور اصحاب ائمہ معصومین علیہم السلام ان خطبوں کی جمع و تدوین کی طرف برابر متوجہ رہے گویا آج کل کی زبان میں علی کے زمانہ سے تقریباً سنہ ۲۵۰ھ تک خطب امیر المومنین کے چھ ایڈیشن شایع ہوئے جن کو مرتب کرنے والے جلیل القدر اصحاب ائمہ تھے یہ پے در پے جمع و تدوین (ایڈیشن نکلنا) اس کا ثبوت ہے کہ اس ادبی خزینہ کے محافظین اپنے فرائض حفاظت کی طرف برابر متوجہ رہے اور دشمنوں کو تصرف و تلب موقع کسی طرح بھی نہ دے سکے۔

علمائے اہلسنت میں سے علی بن محمد مدائنی متوفی سنہ ۲۲۵ھ بھی جب کہ ابھی امام حسن عسکری علیہ السلام حیات تھے (حضرت وفات سنہ ۲۶۰ھ میں واقع ہوئی) امیر المومنین کے مکاتیب ائمین کو مرتب کیا اس کے بعد ابراہیم بن محمد الثقفی الکوفی فی سنہ ۲۸۳ھ نے ایک دوسرا مجموعہ حضرت کے خطب فرامین کا مرتب کیا بعد ابو احمد عبد العزیز الجلودی البصری سنہ ۳۳۲ھ حضرت کے خطب و رسائل و ملفوظ کے مختلف مجموعے مرتب و مدون کئے، اب وہ زمانہ آ چکا تھا جبکہ مصنفین و مولفین کثرت تھے تصنیف و تالیف کا دور تھا اور جو بھی علم و ادب کی کوئی کتاب لکھتا اس میں وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے آثار علمیہ سے کچھ نہ کچھ جمع کرتا تھا اور محدثین و مورخین محل و موقع کی مناسبت اپنی کتابوں میں ان کو جگہ دیتے رہتے تھے، یہاں تک کہ سید رضی موسوی متوفی سنہ ۴۰۶ھ کا زریں عہد آیا اور آپ نے حضرت کے خطبات و رسائل و امثال کے ایک گراں بہا مجموعہ کو

مدون فرمایا یہ سمجھنا کہ سب سے پہلے سید رضی نے ان کو جمع کیا یہ دلیل بے خبری ہے، یا یہ کہ خود شریف رضی ان کے دور ایک پوچ و بیخ خیال ہے۔

دکتور زکی مبارک مصری اپنی کتاب "النثر الفنی فی القرن" میں لکھتے ہیں :-

سید و مبین نے حضرت علی کے خطب و رسائل کے متعلق دراز سے اسناد کے ساتھ شایع و رائج ہیں ان کی قدر کو گھٹانے کے لیے یہ رائے ظاہر کی کہ کتاب نہج البلاغہ کے والے شریف الرضی ہیں لیکن ہم کو اس مسئلہ میں وثوق کامل یہ مجموعہ حضرت علی ہی کا ہے اس لیے کہ جاحظ کا یہ بیان ہے عمر و عثمان کے خطبے مختلف مجموعوں میں مدون و محفوظ ہیں اس مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی کے خطبے سید رضی کے بہت قبل زمانے سے مشہور و معروف تھے، جو لوگ نہج البلاغہ کو سید طرف منسوب کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ شیعی اغراض کے لیے رضی نے ان خطبوں کو وضع کیا ہے ان لوگوں سے جواب میں یہ کہیں کہ یہ وضع کرنے کی تہمت صرف اس لیے تراشی گئی ہے کہ شیعوں دشمنوں کی اس سے تائید ہو،

(النثر الفنی ص ۶۸ طبع مصر جلد اول)

سید رضی نے ان خطبوں کو "علی شروط الصحۃ" صحیح ماخذ سے جمع فرمایا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خود ان کے زمانے جب کہ بغداد میں اہلسنت کا غلبہ تھا، جہاں اہلسنت کے اجل علماء و حفاظ حدیث و راویان اخبار بکثرت موجود تھے فوراً کو سوء و الزام قرار دیتے اور سنی المذہب خلیفہ کی جانب سے عقاب و عذاب ہوتے حالانکہ معمولی باتوں پر حکومت سید رضی مورد عتاب قرار دیدیتی تھی جس کا تذکرہ آئندہ کے صفحات کیا جائے گا، علاوہ اس کے خود سید رضی کا تدین کب اس اجازت دے سکتا تھا کہ وہ موضوع یا مشکوک کلام کو حضرت کی طرف منسوب کر دیں، ایسا کرنے میں خود سید کے عقیدے لحاظ سے دنیا و آخرت ہر دو جگہ خطرہ مول لینا تھا، کیونکہ کوئی اپنے امام معصوم کی طرف کسی کلام مجہول، و موضوع کو منسو

www.kitabmart.in

عبرتیں کس قدر ہیں مگر ان کا اثر لینے والے کتنے کم ہیں

ہے جب کہ اس دنیا و آخرت میں نقصان ہی نقصان ہو آخر
ضی کے معاصرین علمائے اہلسنت نے کیوں نہیں اپنی مصنفات
س امر خاص میں سید رضی کا تعاقب کیا: بجائے اس کے
ان کے علم و فضل، زہد و ورع، عفت و اتقا، کی تعریف
، خود سید رضی ناقد بصیر تھے، موصوف کا ادب و شعر
مرتبہ ہے، وہ حضرت علی کے کلام کو پرکھنے میں بہ نسبت
ں کے زیادہ کمال رکھتے تھے، انھوں نے نہج البلاغہ میں حضرت
اسی کلام کا انتخاب فرمایا جس کی صحت میں کوئی کلام
ں ہو سکتا تھا، جو حد تواتر و شہرت کو پہونچا ہوا تھا،
ے کمال وثوق کے ساتھ بغیر ذکر و اسناد و ماخذ حضرت کے
نہج البلاغہ میں جمع فرمایا جس طرح ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں
اسناد کے اپنے علم و وثوق و صحت کی بنا پر حضرت علیؑ
لفظار کے خطبوں کو وارد کیا ہے، ہاں جہاں پر سید رضی
یکھا کہ گنجائش کلام ہے وہاں پر اپنے ماخذ کا حوالہ بھی
یا یا بتلا دیا کہ یہ کلام دراصل امیر المومنینؑ ہی کا ہے
ے کی طرف غلط منسوب کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت کا یہ
س کی ابتداء ایھا الناس انا قد اصبحنا فی دھر
سے ہے اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں :-

میں کہتا ہوں کہ (بعض) جاہل اس خطبہ کو معاویہ کی
نسوب کرتے ہیں حالانکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں
مومنینؑ ہی کا کلام ہے، بھلا سونے کا مقابلہ مٹی کر سکتی ہے
شیریں کا مقابلہ آب شور کر سکتا ہے، اس امر کا اعتراف
ر اہنمائے ماہر، ناقد بصیر و بن بحر جاحظ نے بھی کیا ہے
نے اپنی کتاب بیان و التبیین میں اس خطبہ کو وارد کیا ہے
کا ذکر کیا ہے جو اس کو معاویہ کی طرف منسوب کرتے ہیں
بعد جاحظ اصل حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں
یہ علی علیہ السلام کے کلام سے بہت زیادہ مشابہ ہے
ب کے روش و طریقہ کے بالکل مطابق ہے، لوگوں کو مختلف
ت میں تقسیم کرنے اور اُن کے اوپر گزرنے والے حالات
ت و قہر، ذلت و خواری، تقیہ و خوف کو بتلانے میں سزاوار تر

ہر علیؑ ہی کے اسلوب و انداز بیان سے اس کے بعد جاحظ
یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ اپنے کلام میں
زاہدوں کی سی چال چلیں اور خاص بندگان خدا کی سی رفتار
اختیار کریں۔ (نہج البلاغہ طبع مصر ص ۸۸، ۸۹ جلد اول)

علامہ جاحظ کی پوری عبارت جو آج بھی کتاب البیان والتبیین
میں موجود ہے وہ یہ ہے۔

خدا تمھیں سلامت رکھے معاویہ کی طرف اس خطبہ کو منسوب
کرنے سے چند قسم کی حیرانی پیدا ہو جاتی ہے از انجملہ یہ کہ یہ کلام
ان حالات و اسباب کے مطابق و مشابہ نہیں ہے جس کے لیے
معاویہ شامیوں سے یہ تقریر کریں، یہ خطبہ حضرت علیؑ کے کلام سے
بہت زیادہ مشابہ اور آپ کے روش و طریقہ کے بالکل مطابق
لوگوں کو مختلف اصناف میں تقسیم کرنے اور ان کے اوپر گذرنے وا
حالات، مغلوبیت و قہر ذلت و خواری، تقیہ و خوف کے بتلا
میں سزاوار تر ہے علی ہی کے اسلوب و انداز بیان سے، اس
علاوہ ہم نے معاویہ کو کب ایسا پایا کہ وہ زہاد و عباد کی رو
اختیار کریں اور اپنے کلام میں ان لوگوں کا سا طریقہ برتیں۔

(کتاب البیان والتبیین الجزء الثانی ص ۴۸ مع شرح
لحن السندوبی طبع مصر)

اسی طرح امیر المومنینؑ کے اس قول " اخبرنی تقلہ
کو نقل فرما کر سید رضی فرماتے ہیں :-

بعض لوگ اس کلمہ کو حضرت رسولؐ سے روایت کرتے ہیں
لیکن قوی یہی ہے کہ یہ امیر المومنینؑ کے کلمات میں سے ہے جیسا
ثعلب نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابن اعرابی نے کہ خلیفہ
مامون رشید نے کہا کہ اگر حضرت علیؑ کا ارشاد " اخبر تقلہ " نہ ہ
تو میں اس کے بجائے " اقلۃ تخبر " کہتا۔

(نہج البلاغہ ص ۲۴۷ طبع مصر)

ایک دوسرے کلمہ " العین وکاء السہ " کو سید رضی
نہج البلاغہ میں نقل فرما کر یہ لکھا ہے :-

دراصل یہ قول بنا بر اشہر اظہر رسول اللہ صلعم کے اقوال سے
اور بہ تحقیق کہ ایک قوم نے اس کلمہ کو امیر المومنین کے کل

www.kitabmart.in

ہونا روایت کیا ہے اور مبرد نے اپنی کتاب المقتضب کے "باب اللفظ بالحروف" میں اسی کو امیر المومنین کا کلمہ ہونا بتلایا ہے،

(نہج البلاغہ، ص ۲۵۳ طبع مصر)

قابل ملاحظہ ہے یہ امر کہ اگرچہ مبرد اور دوسرے راویان ادب اس قول کو حضرت علیؑ کا بتلاتے ہیں لیکن چونکہ خود سید رضی کی تحقیق اس کے خلاف ہے اس لیے اس کو وہ رسول اللہ صلعم کا قول قرار دیتے ہیں صرف نہج البلاغہ ہی میں نہیں اس کی وضاحت فرمائی بلکہ اپنی دوسری کتاب مجازات النبویہ میں بھی اس قول کو بضمن کلام رسول خداؐ وارد فرما کر یہ لکھا ہے کہ اگرچہ اس کلمہ کو محمد بن یزید مبرد نے اپنی کتاب المقتضب کے باب اللفظ بالحروف میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اظہر اشہر یہی ہے کہ یہ رسول اللہؐ کا کلام ہے (مجازات النبویہ ص ۹۷، طبع بغداد)

سید رضی کا یہ اسلوب تالیف اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے نہج البلاغہ میں جہاں پر ماخذ و اسناد کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے تمام امیر المومنین ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بلکہ ماخذ و اسناد کا حوالہ دینا اسی مقام پر ضروری سمجھا ہے جہاں پر شک کیا جا سکتا تھا۔

کتب مصادر نہج البلاغہ کہاں جمع تھے اور اصل نہج البلاغہ کے مصادر کتب زیادہ تر صاحب ثمانین سید مرتضیٰ متوفی ۴۳۶ھ کے کتب خانہ میں محفوظ رہے ہوں گے اس خزینۃ الکتب میں ۸۰ ہزار کتابیں تھیں (تتمیۃ الدھر ثعالبی امل الآمل شیخ الحر العاملی ص ۴۸ معجم المقال ص ۲۳۲ مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری مجلس ۲) اس کتب خانہ کے نوادرات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے "وکانت الاصول الاربعمائۃ والکتب الخمسۃ التی علیہا موجودۃ عندہ" چار سو کتب اصول اور پانچ ہزار دوسری (الذریعہ الی تصانیف الشیعہ للنعانیہ علامہ نعمت اللہ الجزائری ص ۳۹۴) کتابیں جو عہد معصومین علیہم السلام (از امام اول تا امام یازدہم) میں تصنیف و تالیف ہوئی تھیں وہ سب موجود تھیں"

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اصحاب ائمہ نے جو مجموعے خطب امیر المومنین جمع کئے تھے وہ سب یہاں موجود تھے، ثعالبی نے تتمیۃ الدھر میں

لکھا ہے کہ سید مرتضیٰ کی وفات کے بعد زیادہ تر کتابیں ا
لے نے حاصل کر لی۔ تھیں اس کے بعد باقی ماندہ کتابوں کی
اندازہ بتیس ہزار اشرفی لگایا گیا تھا (امل الآمل ص ۴۸
نے اس کی قیمت کا اندازہ اسی ہزار تومان بتلایا ہے (قصص
ص ۹۵، طبع ایران) بظاہر سید مرتضیٰ کے بعد بھی اس کت
کی کتابیں بغداد ہی میں محفوظ رہی ہوں گی۔

شیعی و اسلامی خزائن کتب کی تباہی لیکن آج یہ مص
ماخذ سوائے چند کے محفوظ و موجود تھیں جس طرح سے امیر المو
کے دوسرے مجموعہ خطب جن کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا
نہیں پائے جاتے ہیں اس کا سبب صاف ظاہر ہے، تاریخ
سے دلچسپی رکھنے والے اس سے واقف ہیں کہ ہلاکو نے س
میں بغداد کو (جہاں سید مرتضیٰ کا خزینۃ الکتب تھا اور جہ
سید رضی نے نہج البلاغہ کو مرتب کیا) تاراج کرنے کے بعد وہا
عظیم الشان کتب خانوں کو دجلہ میں پھنکوا دیا تھا، ان کت
کی مجموعی تعداد جو دجلہ میں غرق کی گئی ہیں، تقریباً چھ لاکھ بت
گئی ہے (تجلیات روح ایرانی چاپ برلین ص ۸۵ و تاریخ ا
ایران پر ویلیسر براؤن) بعض کا بیان ہے کہ اس نے ان کت
کو اینٹ کی طرح چنوا کر گھوڑوں کے لیے اصطبل تیار کرایا تھا
جلد دن ۳، صفحہ ۵۳) مولوی شبلی نعمانی نے اپنے مضمون "ا
کتب خانے" میں لکھا ہے کہ بغداد کے بعض مورخوں نے یہاں
مبالغہ کیا ہے کہ تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے جب بر
اور تمام کتابیں دریا میں ڈال دیں تو دجلہ کا پانی کالا ہو گیا
اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس فتنہ میں بے شمار کتابوں کا نام و نش
جاتا رہا، تاتاریوں کا سیلاب بغداد پر محدود نہ تھا، بلکہ ترک
ماوراء النہر، خراسان، بلاد جبل فارس، عراق، جزیرہ، شام، ا
تمام مقامات سے گذرا اور جہاں گذرا تمام علمی یادگاروں کو مٹا
گیا، (رسائل شبلی ص ۵۰، ۵۱ طبع امرتسر) ۹۰۳ھ میں جب عیسا
نے طرابلس الشام پر قبضہ کیا ہے تو ان لوگوں نے یہاں کے کتب خا
کو جلا ڈالا، دراصل صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مصر، شام، ایش
اور دیگر ممالک اسلامی کے کتب خانوں کو بری طرح جلا کر تباہ

www.kitabmart.in

ونٹ برٹرم سینٹ جیل کے حکم سے جب طرابلس الشام کا کتب خانہ
ہے تو اس میں علاوہ قرآن کے کثیر التعداد نسخوں کے خود
ں کے بیان کے مطابق تیس لاکھ کتابیں تھیں (تاریخ ابن
۱۲۷ و تاریخ تمدن اسلام جرجی زیدان جلد سوم) اسپین میں جب
ں کا غلبہ ہوا تو وہاں کے کتب خانے بری طرح جلائے گئے (ابن
کارڈی نل، زی، می نس (CRADINALXIMENES)
کردی، صرف ایک دن میں اسّی ہزار کتابوں کو نذر آتش
ہ ابن خلدون باب الطبیعۃ العمران و مایعرض فیہ و تاریخ آداب
یہ جلد سوم جرجی زیدان ص ۱۱۳، تا ص ۱۱۵ طبع مصر)
عمومی حیثیت سے مسلمانوں کے کتب خانوں کی تباہی
خصوصی اعتبار سے شیعوں کے کتب خانے اور ذخائر
مجامیع خطب امیر المومنین کے محفوظ ہونے کا زیادہ امکان
س سے بھی زیادہ بڑی طرح تباہ و برباد کئے گئے، تاتاری
حیوں نے اسلام دشمنی میں اگر ان کو تباہ کیا تو خود عام
ں نے ان کو تباہ و برباد کر کے اپنی شیعی دشمنی کا ثبوت
ئین مصر کا عظیم الشان کتب خانہ جس کا جواب دنیا میں
جس کے متعلق مصری مورخ استاذ علی ابراہیم حسن نے مؤرخ
ون کے حوالہ سے لکھا ہے،
میں کوئی شک نہیں کہ شیعی مذہب کی کتابوں کی زیادتی
کے لیے فاطمی خلفاء نے خاص طور سے توجہ کی تھی جس کی
اہرہ کے قصر شاہی کا کتب خانہ تمام عالم اسلامی کے
وں پر سبقت لے گیا تھا
(تاریخ الجواہر الصقلی ص ۷۲، طبع قاہرہ)

دیم النظیر کتاب خانہ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں بری
ہوا (کتاب الخطط المقریزی جلد اول صفحہ ۲۵۴ طبع مصر)
ی نے صاف لکھا ہے کہ اس کے تباہ کرنے میں یہ جذبہ
تھا کہ "ان فیھا کلام المشارقۃ الذی یخالف مذھبھم"
یعوں کی کتابیں ہیں جو کہ ان لوگوں کے مذہب کے مخالف
طرح ۴۲۰ھ میں جب سلطان محمود غزنوی نے رے کو
تو وہاں کے شیعی کتب خانوں کو جلوا دیا۔

(معجم الادباء یاقوت حموی جلد ششم ص ۲۵۹ طبع مصر) قاضی ابن
عمار الشیعی نے طرابلس الشام میں ایک عالیشان کتبخانہ کی تاسیس کی
جس میں ایک لاکھ سے زائد کتابیں تھیں (دائرۃ المعارف الاسلامیہ
جلد ص ۴۲ طبع مصر) یہ کتبخانہ صلیبی جنگ میں برباد ہوگیا (اعیان الشیعہ
جلد اول ص ۳۳۳-۳۴۹ طبع دمشق) اسی طرح اسلامی دنیا کا سب سے
پہلا عمومی کتب خانہ (پبلک لائبریری) جس کو ابو نصر شاپور شیعی
وزیر بہاء الدولہ شیعی نے ۳۸۱ھ میں بغداد کے محلہ کرخ میں قائم
کیا تھا یہ کتبخانہ بہت ہی عظیم الشان تھا اس میں دس ہزار سے زائد
ایسی کتابیں تھیں جو اپنے مصنفین یا مشہور خطاط کے ہاتھوں
لکھی ہوئی تھیں، اس عہد کا ہر مصنف اپنی تصنیف یہاں ضرور
بھیجتا تھا، یاقوت الحموی جس نے دنیائے اسلام کے ایک سے
ایک بہتر کتاب خانے دیکھے تھے وہ اس کی توصیف میں کہتا ہے "لم
یکن فی الدنیا احسن منھا" دنیا میں اس سے بہتر اور کوئی
تھا اس کتبخانہ کو مورخین نے دار العلم کے نام سے بھی یاد کیا ہے
(وفیات الاعیان ابن خلکان جلد اول ص ۲۰۰ طبع مصر) لیکن شیعوں
کا تباہ نا ز کتبخانہ ۴۵۱ھ میں منشور سنی قائد طغرل بیگ سلجوقی کے بغداد
آنے پر جلا دیا گیا (تاریخ الکامل ابن اثیر جلد نہم ص ۱۲۱ و جلد دہم صفحہ ۳
طبع مصر) یہیں بغداد میں شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی
(۳۸۵ھ، ۴۶۰ھ) کا کتاب خانہ کئی مرتبہ جلایا گیا (الاعلام الزرکلی
جلد سوم ص ۲۸۴ طبع مصر) لیکن آخری مرتبہ ۴۴۸ھ میں اس بری طرح
جلایا گیا کہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا (کشف الظنون جلد دوم ص ۱۳۱۲
طبقات السبکی جلد ۳، ص ۱۵، الاعلام الزرکلی) اسی طرح ۴۴۹ھ میں
"ترک غز" (مسلمان ترکوں کا ایک گروہ جو ماوراء النہر میں رہتا تھا
ان ترکوں نے خلیفہ مہدی عباسی کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا تاریخ الکامل
ابن اثیر جلد یازدہم طبع مصر) نے نیشاپور کے کتب خانہ کو جلا ڈالا۔
(تاریخ الکامل ابن اثیر جلد یازدہم ص ۹۰ طبع مصر) اس کے علاوہ
۵۵۶ھ میں "ملک المؤید اسی بہ" نے نیشاپور کے کتب خانوں کو تباہ
و برباد کیا (ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۱۰۲ طبع مصر) مشہور علم دوست معارف
پرور وزیر صاحب بن عباد شیعی کا عظیم الشان کتب خانہ جو
"دار الکتب رے" کے نام سے مشہور تھا اس کو سلطان محمود غزنوی نے

www.kitabmart.in

بہترین زہد زہد کو چھپانا ہے

اپنی عصبیت کے مظاہرے میں جلاکر تباہ و برباد کرڈالا (معجم الادباء یاقوت الحموی جلد ۶ ص ۲۵۹ طبع مصر) گبن — ہسٹری آف رومن امپائر جلد ۳)

ابوالفرج اموی امامیہ اثنا عشریہ نہیں ہے خلوصی صاحب نے اسلامی تاریخ پر تحقیقات کی ہے اور "اثر التشیع فی الادب العربی" کے موضوع پر تحقیق بھی فرمارہے ہیں لیکن موصوف نے "شیعہ دینی" اور "شیعہ سیاسی" کے نازک فرق کو اب تک نہ سمجھا، شیعہ باعتبار دین و مذہب کے وہ ہے جو امامت وخلافت کو ایک رکن سمجھتا ہے ارکان ایمان میں سے جو امامت کو داخل اصول دین سمجھتا ہو اور خلافت امامت کو ائمہ اثنا عشر کے لیے بالنص سمجھتا ہے اور اپنے ائمہ کی عصمت پر اعتقاد رکھتا ہے، لیکن متشیع سیاسی" ہر وہ شخص ہے جسکی ہمدردی علی اور اولاد علی کی طرف ہو اس لیے نہیں کہ ان کی محبت اجر رسالت ہے یا ان کی امامت ارکان ایمان میں سے ہے، بلکہ اس لیے ان میں انسانی فضائل وکمالات پائے جاتے تھے اور بنی امیہ و بنی عباس نے ان پر بہت زیادہ ظلم ڈھایا تھا، فطری طور پر انسان مظلوم کی طرف جھک جاتا ہے، ابوالفرج اموی اپنے ذاتی دین وایمان کے اعتبار سے کوئی شک نہیں کہ وہ سواد اعظم کے مذہب پر تھا، عقیدۃً وہی دین رکھتا تھا جو اس کے آباؤ اجداد کا تھا، وہ امامت کو اصول دین میں نہیں سمجھتا تھا وہ نص اور ائمہ کی عصمت کا قائل نہیں تھا، لیکن چونکہ وہ وسیع النظر تھا اپنے آباؤ اجداد بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم اور چیرہ دستیوں سے واقف تھا، زیادہ سے زیادہ اس کو زیدی المذہب سمجھا جاسکتا ہے جو خلفائے ثلاثہ کی صحت خلافت کے قائل ہیں اور فقہ میں ابوحنیفہ کے مقلد، زیدی فرقہ مذہب اہلسنت میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ علامہ حسن بن احمد السندوبی المصری لکھتے ہیں :-

زیدی فرقہ زید بن علی کی طرف منسوب ہے یہ فرقہ شیعہ مذہب میں افضل ہے اور ان لوگوں سے زیدیوں کا عقیدہ زیادہ پاک و بہتر یہاں تک کہ اہلسنت و زیدی فرقہ میں کوئی فرق نظر نہ آئے گا،

(ادب الحافظ حاشیہ ص ۹ تالیف علامہ حسن السندوبی طبع حمایۃ مصر)

اس لیے ابوالفرج اموی کا شمار فرقہ اہلسنت میں کیا جائے گا،

ابوالفرج کا اصل دین و مذہب کتاب الاغانی سے بھی ظاہر ہے جو عقیدہ امامیہ کے بالکل خلاف ہے یہ ضرور ہے کہ ابوالفرج میں علی اور اولاد علی مظلوم دکھائی دی، وہ اس سے زیادہ بلند حوصلہ تھا اس لیے اس نے مقاتل الطالبین کو تالیف اسطرح اس نے باوجود اموی ہونے کے اپنی فطری ہمدردی کو کے ساتھ ظاہر کردیا۔ اسکی یہ ہمدردی جس کو "التشیع ا کے لفظ سے تعبیر کرسکتے ہیں ویسے ہی ہے جیسا کہ خلیفہ عمر بن عبد مروانی اموی یا بعض دوسرے خلفائے بنی عباس میں تھ اموی کی طرح اور دوسرے ادبا و شعراء بھی تھے جو باوجود مذہب امامیہ نہ ہونے کے شیعہ بتلائے جاتے ہیں، دکت اپنی کتاب "عبقریۃ العرب فی العلم والفلسفۃ میں لکھتے ہیں۔

بہت سے شعراء و ادبا ایسے تھے جو دین و مذہب سے شیعہ ہرگز نہیں تھے لیکن اس کے باوجود متشیع ہوئے گوئی چارہ کار نہ تھا وہ اس ظلم و الم کو محسوس کرتے کہ اہلبیت پہ توڑے گئے تھے، ان لوگوں میں ابو تمام اور ا کا بھی شمار ہے باوجودیکہ ان کے تعلقات بنی عباس اس سلسلہ میں آپ ابوالعلاء معری کے اس حیرت و استعج ملاحظہ کیجئے جو انھیں اہل بغداد کے یہ کہنے پر ہوا تھا کہ ابو شیعہ ہے، معری نے سن کر یہ کہا تھا کہ میں تو ابن رومی کو اسی مذہب پر پاتا ہوں جس مذہب پر بغداد کے تمام ہیں۔ یعنی سنی المذہب۔

(عبقریۃ العرب ص ۳۲ طبع اول دمشق)

کتب قدماء جن میں مندرجات نہج البلاغہ کا وجود کج بھی ہے یہ واقعہ اس امر پر کرتا ہے کہ اس عہد شیعی تحریک کا اثر اتنا ہوگیا تھا کہ جو غیر شیعہ تھے ان کو بھی شیعہ لیا جاتا تھا" یہی دکتور عمر فروغ اپنی دوسری تالیف ابن الرو میں لکھتے ہیں :-

ابن رومی عہد بنی عباس کے اکثر شعراء کی طرح مصائب اہلبیت پر دردمند ہونے کی وجہ سے متشیع معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ دین کی بنا پر شیعہ نہ تھا جو اس کا قائل ہوتا کہ خلافت

www.kitabmart.in

اولاد علی کے لیے منصوص ہے، خلوصی صاحب کو "شیعۂ دینی" و
یاسی" میں فرق کرنا چاہیے،

(ابن الرومی ص ۱۰ طبع بیروت)

دوسرے شبہ کا جواب

جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خطبے لوگوں کو حفظ تھے آخر خود
دوسرے خلفائے کے خطب و مواعظ کیوں نہ حفظ ہو کر
ے۔ بیشک پیغمبر اسلام کے خطب بھی مرتب و مدون ہونے،
ہ جاحظ لکھتے ہیں :-

ہیں رسول اللہ صلعم کے مدون اور مشہور اور باقی رہنے
ے اور اسی طرح ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے
مرتب خطبے

(البیان والتبیین للجاحظ جلد اول ص ۱۷۴ طبع رحمانیہ مصر)

میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ کے خطب جاحظ سے پہلے
کے بعد بھی جمع کیے گئے، چنانچہ ابو الحسن علی بن محمد المدائنی
۲۱۵ھ نے خطب النبی کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ عبد العزیز
الشیعی البصری متوفی ۳۳۰ھ نے کتاب خطب النبی کو تالیف
جاحظ کے بعد بھی خطب النبی کے مجموعے ابو العباس جعفر بن
قری متوفی ۳۲۲ھ اور ابو العباس الخضر بن نصر بن عقیل
ار بلی الشافعی متوفی ۵۶۷ھ نے مدون و مرتب کیے۔
خلفائے ثلثہ کے متعلق علم نہیں کہ ان حضرات میں سے
کے خطبے کو مستقل کسی مؤلفین اہل سنت میں سے کسی ایک کتاب میں
ن کیا، فاضل چلپی نے کشف الظنون میں کتب اہلسنت
ا کیا ہے لیکن اس کتاب میں اس کا کہیں نشان نہیں کہ
ثلثہ کے خطبوں کا کوئی مجموعہ مرتب کیا گیا یا اس موضوع پر
اب ہی لکھی گئی، یقیناً جاحظ نے اور ان کے بعد ابن عبد ربہ
ن والتبیین" اور "عقد الفرید" میں خلفائے ثلثہ کے چند
نقل کیا ہے، اصل یہ ہے کہ رسول اللہ کے خطب و مواعظ
کی جیسی حفاظت مسلمانوں کو کرنی چاہیے تھی نہیں کی،
کے گرد و پیش جن لوگوں کا مجمع رہتا تھا ان کو علوم و معارف

سے کوئی دلچسپی نہ تھی..... کہ وہ فوراً جمع و تدوین کی طرف
متوجہ ہوتے، آنحضرت کا کلام عرصہ کے بعد جمع کیا گیا عباس
محمود العقاد لکھتے ہیں :-

آنحضرت کے خطبے، دعائیں، وصیتیں، سوالات کے جوا
وہ حضرت کے کہیں بعد لکھے گئے۔ (عبقریۃ محمد ص ۱۳۰ طبع مصر

اصحاب رسول جمع و تدوین کے مخالف تھے

بات یہ ہے
اصحاب رسول جمع و تدوین کے مخالف تھے، ابتدا میں
جمع قرآن کو بھی نہیں پسند کرتے تھے، ابوبکر نے صاف کہا تھا
"کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ" ہم وہ کام کیو
کریں جس کو خود رسول اللہ نے نہیں کیا یہ خیال تنہا خلیفہ اول
ہی کا نہیں تھا بلکہ زید بن ثابت نے بھی یہی کہا تھا "کیف
تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ" آپ لوگ ایسی بات
کیونکر کریں گے جو رسول اللہ نے نہیں کی ہے،

(صحیح بخاری باب جمع القرآن)

اگرچہ حضرت علی نے اس فرض کو ادا کیا تھا اور رسول بھی
حیات ہی میں آپ نے قرآن کو جمع و مرتب فرما دیا تھا جس کے
شائع و عام ہونے میں بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تقدیر
مدد نہیں کی (ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۲۷۳) جمع قرآن کے متعلق
مشہور تابعی محمد بن سیرین یہاں تک کہتے ہیں۔

ابوبکر مر گئے اور قرآن نہیں جمع ہوا اور عمر قتل کر دیئے گئے
قرآن نہیں جمع ہو سکا،

(اتقان سیوطی ص ۵۷ طبع مصر)

احادیث و آثار رسول کو مدون کرنے کی اجازت نہ تھی

بہر حال بہت بحث و مباحثہ کے بعد کسی
نہ کسی طرح قرآن کو جمع کر دیا گیا لیکن حدیث و سنت کی جمع و تدوین
تو درکنار اس کو روایت کرنے سے بھی روک دیا گیا، خلیفہ اول
ابوبکر کا حکم تھا،

تم لوگ رسول اللہ کے آثار (حدیث، خطب، ادعیہ و صایا
جوابات) کو کچھ بیان نہ کرو، دیکھو دیکھو اگر تم سے کوئی اس کو دریافت
کرے تو اس سے کہدیا کرو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن موجود ہے

www.kitabmart.in

(تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۳
طبع ثانیہ حیدر آباد دکن)

ایک مرتبہ نہ معلوم کس خیال کے ماتحت ابوبکر نے رسول اللہ کی حدیثوں کو جو تعداد میں پانچ سو تھیں جمع کیا اور اپنی بیٹی عائشہ کے سپرد فرما دیا لیکن شب کو موصوف اپنی اس غلطی پر متنبہ ہوئے اور صبح ہوتے ہی اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہنے لگے

بیٹی میری وہ حدیثیں لاؤ جو تمھارے پاس ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں اس مجموعہ کو اپنے باپ کے پاس لائی تو انھوں نے آگ لگا کر سب کو جلا دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد اول ص ۵ طبع حیدر آباد ریاض النضرہ لمحب الطبری فضائل ابوبکر، کنز العمال ملا علی متقی)

صرف یہی نہیں بلکہ اپنے نظریہ کی تائید میں یہ لوگ ایک حدیث بھی روایت کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مجھ سے جو سنو اُسے تحریر نہ کرو، اگر کسی نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ اور روایت کر کے قلمبند کیا ہو تو اُسے مٹا ڈالو (صحیح مسلم)

حضرت عمر اپنے عمال کو روایت حدیث سے برابر منع کرتے رہتے تھے، چنانچہ قرظہ بن کعب کو جب عراق کا والی مقرر کیا ہے تو یہ حکم دیا تھا کہ:

قرآن کو نمایاں و ظاہر کرو اور رسول اللہ صلعم سے احادیث روایت کم کرو، میں اس میں تمھارا شریک ہوں جب قرظہ بن کعب عراق پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے احادیث رسول بیان کرنے کی خواہش کی، اس پر انھوں نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ حدیثوں کے بیان کرنے سے روک دیا ہے۔

(بیان العلم عبد البر جلد ۲ صفحہ ۱۲، تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ا ص ۳)

اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ روایان حدیث پیغمبر کو سزا دی جاتی تھی، ایک مرتبہ زمانہ حضرت عمر کے بعد ابو ہریرہ صحابی رسول سے ابو سلمہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ عمر کے زمانہ میں بھی یوں ہی حدیثوں کو روایت کرتے تھے، اس کے جواب میں موصوف نے فرمایا: "اگر میں اسی طرح سے زمانے میں روایت حدیث کرتا جیسا کہ تم لوگوں سے کرتا ہوں تو مجھ کو دُرّے سے مارتے (تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول ص ۷، طبع حیدر آباد)

جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ میں ابو عمر سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ یہ کہا کرتے تھے

میں تم لوگوں سے احادیث رسول کو بیان کرتا ہوں اگر عمر بن خطاب کے زمانہ میں روایت حدیث کرتا تو وہ مجھ کو کوڑے سے مارتے

خلیفہ دوم عمر بن خطاب نے ابو ہریرہ کو حکم دیا تھا:

احادیث رسول بیان کرنا ترک کر دو ورنہ تم کو شہر بقبیلہ دوس کی زمین کی طرف بھیج دوں گا۔

(اخرجہ ابن عساکر کمانی کنز العمال جلد ۵ ص ۳۳۹)

خلیفہ دوم نے روایت حدیث کے جرم میں صحابہ کبار کو مقید کیا

خلیفہ دوم نے حدیث کے جرم

ابن مسعود، ابو درداء، ابو مسعود انصاری اور حضرت ابو ذر ایسے صحابہ کبار کو بھی مقید کر دیا تھا، ملاحظہ ہو،

محدث طبرانی نے ابراہیم بن عبد الرحمن سے اخراج کیا عمر نے ابن مسعود، ابو درداء، ابو مسعود انصاری کو قید کر دیا تھا اور یہ کہا کہ تمھارا جرم یہ ہے کہ تم لوگوں نے رسول اللہ سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں یہ لوگ مدینہ میں قید رہے یہاں تک کہ قتل کیے گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ص ۷، مجمع الزوائد جلد ص ۱۴۹)

امام حاکم لکھتے ہیں :-

عمر بن خطاب نے ابو مسعود، ابو درداء، اور حضرت ابو ذر سے کہا یہ تم لوگ رسول اللہ کی حدیثیں کیا بیان کرتے رہتے اور اسی روایت حدیث کے جرم میں ان سب اصحاب رسول کو مدینہ میں مقید کر دیا یہاں تک کہ خود عمر قتل ہو گئے۔

(مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۱۱۰)

جمال الدین الحنفی لکھتے ہیں :-

عمر نے ابو مسعود، ابو درداء، اور ابو ذر کو قید کر دیا تھا اور اس وقت تک یہ لوگ مقید رہے کہ عمر قتل ہو گئے عمر ان لوگوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ احادیث رسول کیوں بیان کرتے ہو

(المختصر جلد اول ص ۴۵۹)

www.kitabmart.in

اس شدت امتناع کا نتیجہ یہ تھا کہ

شعبی یہ کہتے ہیں کہ میں دو ڈیڑھ سال عبداللہ بن عمر کے ساتھ
ت برابر رہا لیکن میں نے احادیث رسول کو روایت کرتے کبھی
نا سوائے ایک حدیث کے۔

(سنن الدارمی ۱ ص ۸۴، سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۵)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں سعد بن مالک کے ہمراہ مدینہ سے مکہ
ان کو ایک حدیث بھی بیان کرتے نہیں سنا۔

(سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۶)

جب روایت حدیث کی اجازت نہ تھی تو پھر آثار پیغمبر کو مدون
یونکر کیا جاتا۔

علامہ مصطفےٰ بن عبداللہ الکاتب الچلپی لکھتے ہیں :-

علامہ علوم شریعت و احکام کی تدوین سے بے پروا و غافل تھے
ں بلکہ بعض اصحاب کتابت علوم کو بُرا سمجھتے تھے اور صحابی رسول
د الخدری کی اس روایت سے استدلال کرتے تھے کہ انھوں نے
للہ صلعم سے علوم کو تحریر کرنے کی اجازت چاہی لیکن حضرت نے
ت نہیں دی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے
ے منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ کتابت
ہی کے سبب گمراہ ہوئے ایک شخص عبداللہ بن عباس کے
یا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے چاہتا ہوں کہ
کے سامنے پیش کروں جب اس نے پیش کیا تو عبداللہ ابن عباس
سے لے لیا اور پانی سے تحریر کو مٹا ڈالا۔

(کشف الظنون جلد اول المقدمہ ص ۲۶ طبع مصر، کتاب البستان
فی الاحادیث، باب کتاب العلم للشیخ الفقیہہ ابواللیث نصر بن
محمد السمرقندی الحنفی المتوفی ۳۷۵ھ)

موتخ یافعی عروہ بن الزبیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے،
ہم لوگوں کا یہ قول ہے کہ قرآن کے ساتھ کسی دوسری کتاب کو
رکھیں اسی لیے میں نے اپنی تمام کتابوں کو برباد کر دیا۔

(تاریخ مرآۃ الجنان یافعی بذکر عروہ بن زبیر طبع مصر)

مشہور تابعی سعید بن جبیر سے ایک شخص نے تفسیر قرآن لکھنے کی
ن کی تو آپ غضبناک ہوئے اور انکار کر دیا

(وفیات الاعیان ابن خلکان جلد اول ص ۲۰۵ طبع مصر)

امام التابعین ابن شہاب الزہری اس امر کے متعلق اپنے عقید
کو ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں،

ہم مطالب علمیہ کو قید تحریر میں لانے کو بُری نگاہ سے دیکھتے تھے

(حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم جلد سوم ص ۳۶۳ طبع مصر
الطبقات الکبیر لابن سعد الجزء الرابع ص ۲۰۰ طبع قاہرہ)

ان حالات میں سواد اعظم میں کون تھا جو رسول اللہ کے خطبہ
کو مدون کرتا بلکہ روایت کرتا، یہی سبب ہے جس کی وجہ سے
رسولؐ کے خطب و وصایا و احتجاج و جوابات عامۂ اسلام کو جس طر
محفوظ کرنا چاہیئے تھا محفوظ نہ کر سکے

خلفاء کے خطبے کیوں نہیں مدون کیے گئے جبکہ علی کے خطب و اقوال کی جمع و تدوین ہوئی

رہا یہ امر کہ
خلفاء ثلثہ
خطب و مواعظ کو لوگوں نے کیوں نہ یاد رکھا اور ان کو کیوں نہ محفوظ
جب کہ علی کے کلام کو یاد رکھنے اور محفوظ رکھنے میں لوگوں نے
دلچسپی لی؟ یہ بات تو اس وقت کہی جا سکتی تھی جب کہ خلفاء
ثلثہ بھی خطابت و بلاغت کے مرد میدان ہوتے، یہ ایسے ہی ہے
جیسے کسی غیر عالم بدوی صحابی کے متعلق یہ تمنا ظاہر کی جائے (دراصل
خلفائے ثلثہ اس میدان کے مرد نہ تھے۔ علامہ جاحظ لکھتے ہیں
عثمان جب خلیفہ ہوئے اور سب سے پہلے منبر پر خطبہ کہنے کے لیے گئے تو
"منبر پر پہونچنے کے بعد عثمان کی زبان بند ہو گئی اور خطبہ نہ کہہ سکے
اس وقت آپ نے فرمایا ابوبکر و عمر یہ دونوں حضرات پہلے سے خطبہ
تیار کر کے ازبر کر لیتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ امام عادل کے
زیادہ محتاج ہو بہ نسبت ایسے امام کے جو خطیب ہو"

(کتاب الصناعتین لابی ہلال الحسن بن عبداللہ بن سہل العسکری
المتوفی ۳۹۵ھ باب اول فصل سوم صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر)

ابن عبدربہ اندلسی نے نقل کیا ہے کہ یہ بھی کہا تھا "لوگ
پہلے پہل کی ہر سواری بڑی دشوار ہوتی ہے اگر زندہ رہا تو خطبہ
تیار کر کے لاؤں گا اور خدا ہر دشواری کے بعد آسانی پیدا کرتا ہے

(عقد الفرید جلد دوم ص ۳۶۳ طبع مصر)

بہرحال خلیفہ سوم کے اس عجز و اقرار سے نہ صرف یہی معلوم ہو

www.kitabmart.in

جو شخص میانہ روی سے کام لیتا ہو محتاج نہیں ہوتا

کہ وہ خوب خطیب نہ تھے بلکہ ان کے پیش رو خلفا (ابو بکر و عمر) بھی خطابت پر قدرت نہیں رکھتے تھے، جبھی تو وہ حضرات پہلے سے خطبہ تیار کر کے رٹتے اور پھر منبر پر جاتے،

علامہ جاحظ مشہور و معروف ماہر لسانیات و اخبار عرب محمد بن سالم الجمحی البصری المتوفی ۲۳۲ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

"عمر رضی اللہ عنہ (تقریر کے وقت) جب کسی کو دیکھ لیتے تو ان کی زبان لڑکھڑانے لگتی"۔ (البیان والتبیین جلد اول ص ۳۲)

خود خلیفہ ثانی کا یہ قول تھا کہ"

"مجھے باتوں میں اتنی دشواری و پریشانی نہیں ہوتی جتنی خطبہ نکاح پڑھتے وقت ہوتی ہے۔

(کتاب البیان والتبیین جلد اول ص ۶۵)

خلیفہ عمر میں تقریر کرنے کی فطری صلاحیت نہ تھی

"عباس محمود العقاد" عبقریہ عمر میں لکھتے ہیں کہ عمر کی خطابت صفات ذہن سے متعلق نہ تھی بلکہ ایسا تھا جس طرح کہ خلقی باتونی ہوتے ہیں بس اسی طرح ان کی بھی حالت تھی" فعلان فہم ممتلی بالکلام" بغیر سوچے سمجھے ہر وقت بات کرنے پر آمادہ ذہن باتوں سے بھرا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ ایسا انسان بکمال خطیب بلیغ کیونکر ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ ان میں یہ عیب بھی تھا۔

بعض حروف کو وہ دہن کے دونوں گوشوں سے ادا کرتے تھے جیسے حرف صاد کو حالانکہ یہ حرف زیادہ ایک ہی گوشہ دہن سے ادا کیا جاتا ہے،

(عبقریہ عمر ص ۳۰۲ طبع مصر)

خلیفہ اول کو بھی ملکۂ تقریر حاصل نہ تھا

اسی طرح خلیفہ اول ابو بکر بھی خطابت پر قدرت تامہ نہیں رکھتے جیسا کہ سیرت عثمان کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے، دراصل ان حضرات کی پرورش اور زندگی کا ماحول ایسا نہ تھا جس سے ان میں ملکہ خطابت پیدا ہوتا، بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آتا کہہ دیتے تھے جبکی وجہ سے بعض موقعوں پر ذلت اور شرمندگی کا سامنا ہوتا تھا اور بعض موقعوں پر یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے "ان البلاء موکل بالمنطق"

بات کرنی بھی سخت آفت ہے" (کتاب مجمع الامثال للمیدانی جلد ص ۲ طبع مصر، و کتاب الامثال) دراصل یہ نتیجہ تھا ان کے کاروبار کا جس میں انسان فضول بکواس کرتا ہے، اور صحیح خطابت کا کام نہیں لیتا، مورخ ابن جریر الطبری ابو بکر کے پیشہ کے متعلق لکھتا ہے،

ابو بکر خلیفہ ہونے سے قبل تجارت کرتے تھے اور ہر روز اپنے جائے قیام سُنح (جو مدینہ سے باہر فاصلہ پر تھا) سے مدینہ بیچنے کے لیے آتے تھے، چند بھیڑ بکریاں بھی تھیں، کبھی خود اور کبھی کوئی دوسرا چرا دیا کرتا تھا، اور قبیلہ کی بھیڑ بکریوں کا دودھ بھی دوہا کرتے تھے،

(تاریخ الطبری جلد دوم ص ۲۲۰، ۲۲۱ طبع مصر)

اسی طرح خلیفہ دوم اپنے متعلق بیان کرتے ہیں۔

میں اس وادی ضجنان میں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا کمبل کا کرتا پہنے رہا کرتا تھا اور خطاب مجھ پر بہت سخت تھا جب میں ان کا کام کرتا تھا تو وہ میری کھوج میں رہتے تھے دیکھوں یہ ٹالتا تو نہیں اور اگر کام میں کوتاہی کرتا تو مجھے مارتے تھے اور اب تو میں اس حال میں ہوں کہ میرے اور خدا کے کوئی حاکم نہیں، خلیفۂ وقت ہوں۔

(تاریخ طبری جلد ۴ ص ۳۹ طبع مصر)

خطاب کے زمانہ میں یہ کام کرتے تھے اس کے بعد پیشہ دلالی ہو گئے تھے، چنانچہ علامہ دمیری لکھتے ہیں۔

عمر بن خطاب خریدار اور بیچنے والے کے درمیان دلالی کیا کرتے تھے

(حیوۃ الحیوان)

معاویہ نے اس سلسلہ میں بڑا پروپیگنڈا کیا، جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ ابو الحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں کیا ہے، اس نے تمام ممالک اسلامیہ کے گورنروں کو یہ حکم بھیجا تھا۔

میرے اس حکم کے پاتے ہی تم لوگ فوراً راویوں اور واعظوں کو بلا کر حکم عام دے دو کہ اب فضائل صحابہ و خلفائے سابقین کے متعلق احادیث فضیلت بیان کر دیں، دیکھو جب کوئی شخص اسلامی میں کوئی حدیث یا روایت ابو تراب (علی) کی شان

www.kitabmart.in

ے تو اسی وقت اس کی مناقض حدیث صحابہ کی شان میں تیار
ے کیونکہ یہ امر مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور اس سے
صوں کو ٹھنڈک پہونچتی ہے اور علی و ان کے شیعوں کے حجت
کو توڑنے کا یہی ایک طریقہ ہے، پھر کیا تھا اس حکم کے
ہی یہ نتیجہ ہوا کہ،

وگوں نے کثرت سے فضائل صحابہ میں ایسی خبروں کو روایت
ی کوئی حقیقت ہی نہ تھی، انھیں اخبار و احادیث لوگوں نے
وں پر چلتے پھرتے مشہور کیا، یہاں تک کہ مسجد کے منبروں پر
ر و جعلی احادیث بیان کئے گئے خود ساختہ معلموں نے ان کو
میں لکھ کر لڑکوں اور جوانوں کو پڑھایا اور ازبر کرایا پھر تو اس
اتنی ترقی ہوئی کہ یہ قرآن مجید کے تعلیم کے برابر ہو گئی۔ اور
ں کی تمام لڑکیوں، عورتوں، اور گھر کی لونڈی غلاموں تک کو
اور یاد کرایا گیا اور ایک عرصہ تک یہی سلسلہ جاری رہا۔

(ابن ابی الحدید جلد سوم صہ ۱۵، ۱۶ طبع مصر)

یان توحیدی نے ی کے لیے کلام فصیح وضع کیا

اسی اموی پروپیگنڈہ کا نتیجہ تھا کہ ابوحیان التوحیدی
سنہ ۴۱۴ھ نے شیخین کی کمال بلاغت و فصاحت کو ظاہر کرنے لیے
ر حدیث سقیفہ ابوبکر کی زبانی ایک مفصل پیغام اور بزبان عمر
تگو وضع کر کے شیخین کی طرف منسوب کرنا اپنا ایک مذہبی فریضہ
ور ظاہر کیا،

زین پر میں اس حکیمانہ و مدلل پیغام سے بہتر کوئی پیغام نہیں جانتا
متکلم کے علم و حکمت، فصاحت، نقاہت، تدبیر و سیاست اور
ے غور و فکر پر دلالت کرتا ہو،

لیکن ابوحیان کی اس موضوع و مخول امن گھڑنت تقریر و گفتار
اہلسنت نے بھی شیخین کا کلام نہیں تسلیم کیا۔ اور نہ متکلمین
ت عام اس سے کہ معتزلہ ہوں یا اشاعرہ کسی نے بھی اس سے
ل نہیں کیا، بلکہ ابن ابی الحدید جو شیخین کی خلافت و امامت کو ثابت
کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے، اس نے کلام کے وضعی و جعلی
پر اپنی شرح میں دلائل پیش کیے ہیں اور صاف کہا ہے،

یہ تحریر میں بات چیت، اور کلام سب کا سب وضعی اور خود ساختہ

ہے، دراصل یہ ابوحیان توحیدی ہی کا کلام ہے کیونکہ یہ توحیدی کے
سبک تحریر و انداز نگارش و طرز کلام اور اس کی خطابت بلاغت
سے بالکل مشابہ ہے، ہم نے عمر کے کلام اور ان کے خطوط اور ابوبکر
کلام اور ان کے خطبوں کو دیکھا، سمجھا اور یاد رکھا ہے ان دونوں
خلفا کے کلام سے اس کو کوئی مناسبت اور لگاؤ ہی نہیں ہے اس
کلام میں "تولید" کے آثار ہیں جو پوشیدہ نہیں، بھلا ابوبکر و عمر
کو ان صنائع و بدائع سے کیا تعلق جو بعد میں ایجاد ہوئیں جو شخص
ابوحیان کے کلام پر ذرا گہری نظر ڈالے تو یہ سمجھ لے گا کہ یہ کلام
جو دونوں خلفاء کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اسی معدن سے نکلا ہے،

استاد احمد زکی صفوت اس کے موضوع و مصنوع ہونے کے متعلق
اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں :-

خدا گواہ ہے کہ ہم نے اس کلام کو پڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ
شک ہونے لگا کہ یہ شیخین کا کلام نہیں ہے اور ابھی ختم بھی نہیں
کر چکا تھا کہ اس شک نے یقین کی صورت اختیار کر لی کہ
بالکل موضوع خود ساختہ اور گڑھا ہوا کلام ہے کیونکہ اس
عبارت میں صنائع و بدائع کا اتنا غلبہ ہے جو ابوبکر و عمر
رسائل و خطب میں پایا ہی نہیں جاتا اور نہ ان کے اسلوب
یہ ملتا ہے، بلکہ اسکا طرز اسلوب ابوبکر و عمر کے زمانے کے کسی شخص
بھی نہیں ملتا جلتا مزید برآں اس میں اس قسم کی طوالت رکھی
ہے جو اس عہد کا طور و طریقہ نہیں ہے علاوہ ازیں چھوٹے چھو
جملوں اور فقروں میں صنعت سجع و جناس کا استعمال اس طرح
ہے جس طرح چوتھی صدی ہجری کے لکھنے والے بدیع الزمان ہمد
اور ان کے امثال استعمال کرتے تھے جس عہد میں کہ خود ابوحی
توحیدی کی نشوونما ہوئی۔

(ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۹ طبع مصر)

بہرحال چند خطبات و رسائل، مواعظ و اقوال جو خلفائے
کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ عقد الفرید ابن عبد ربہ البیا
والتبیین جاحظ اور دوسرے کتب اہلسنت میں موجود ہیں یہ
ہے کہ اگر تحقیق کی نظر ڈالی جائے تو اس میں سے اکثر ان حضرا
نہ ثابت ہو سکے گا اور ممکن ہے کہ ایسا اکثر حصہ علی ابن ابی ط

www.kitabmart.in

ی کا ہو، جس طرح سے حضرت کا بعض کلام معاویہ ابوی قطری بن الفجاۃ
ارجی، عبداللہ بن المقفع پارسی سحبان وائل متوفی ۵۴ھ بعہد معاویہ
مجہول الاسم اعرابی سے منسوب کرکے نقل کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود
لی کے آثار علمی وادبی باوجودیکہ صدیوں وقرنوں مسلسل ظلم وجور
ر وغلبہ کے ساتھ ان کو مٹانے کی انتھک کوششیں کی گئیں پھر بھی
آج تمام عالم پر چھا چکا ہے،

لی نے اولین معلم اسلام کی حیثیت
ے اشاعت علوم کے لیے سعی فرمائی

اس سے تو انکار کیا ہی
نہیں جا سکتا کہ پیغمبر اسلام

علی کو تعلیم وتربیت دے کر اپنے بعد کے لیے منصب رشد وہدایت میں
نا قائم مقام بنایا تھا، علی نے اپنی اس ذمہ داری کا احساس پوری
رح سے کیا حکومت ظاہری جس کا کہ وہ اپنے کو احق سمجھتے تھے نہ ملی
س پر خاموش رہے لیکن نیابت نبوت کا جو فریضہ آپ پر عائد
وتا تھا اس کو آپ برابر انجام دیتے رہے اور عربوں میں اس روح
پیدا کرنے کی کوشش کی جو دنیا کو حیات جاودانی بخشنے والی
ی اس عہد میں جب کہ آپ حکومت کی ذمہ داریوں سے بالکل
ے ہے اس میں کافی موقع تھا کہ آپ اپنی تحریک علمی کو آسانی
آگے بڑھاتے لیکن حجازی ماحول اس کے لیے کچھ سازگار نہ تھا
سکتا تھا کہ کسی دوسری جگہ کو اس کے لیے انتخاب فرماتے لیکن
ں طولانی عہد میں علی کہیں باہر نہ جا سکے تاریخ اس کا سبب
لانے میں خاموش ہے کہ علی کیوں مجبور ومعذور رہے، یہ تو ظاہر
کہ علی اخرافیت، طبقات، اختلاف قوم وقبیلہ وملک ونسل
امتیازات کے بالکل مخالف تھے، علی کا مدینے سے باہر جانا
رافیت کے لیے عظیم خطرہ تھا ہو سکتا ہے کہ اسی سبب سے
کو مدینے سے باہر نکلنے کا موقع نہ دیا گیا ہو لیکن علی کو یہ تمنا
تھی کہ ایسے حوزۂ علمیہ کی تاسیس فرمائیں جہاں مختلف ملک و
ل وقوم وقبیلہ کے ہوش مند ایک ساتھ اکتساب علم وفضل
سکیں اور یہ لوگ آپ کے فکر وادب کے امین ہو کر اس کو تمام دنیا
پہونچا دیں، اس کے لیے آپ عقل وہوش رکھنے والے بلند حوصلہ
قبیوں کو چاہتے تھے، عام اس سے کہ وہ کسی زمین کے رہنے
لے کیوں نہ ہوں، اسی لیے جیسا کہ بتلا چکا ہوں علی نے اپنے حکومت

علی نے خطب نہج البلاغہ کے ذریعہ صحیح تعلیمات اسلام کو پیش فرمایا

موجودہ
کا ماہر فن

تاریخ اور نفسیات قوم پر بحث کرنے والے عالم الاستاد الع
شیخ عبداللہ العلائلی نے اس حقیقت کو اپنے ان الفا
ظاہر کیا ہے،

ان مشاہدات نے علی کو انتہا سے زیادہ متاثر کیا اور آ
جگر خون ہو گیا، جس کے اثرات نہج البلاغہ کے خطبوں میں ص
طور سے ظاہر ہیں، نہج البلاغہ علی کے تاثرات کا مظہر او
ہونے کی وجہ سے یہ یقین دلاتا ہے کہ یہ حضرت ہی کا کلام
اور اس کی نسبت حضرت ہی کی طرف بالکل صحیح ہے اس
نہج البلاغہ کی عبارتوں میں آپ کا سوز دروں اور درد
کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ان دردناک حالات نے علی کے
ہیجان وتاب پیدا کرکے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ آپ از سر نو ا
تعلیمات سے جمہور عرب کی تربیت کرکے ان میں روح اسلام
کریں اور صحیح وبلند مثال (آئیڈیل) مسلمان دنیا کے سامنے
کریں اور آپ اسی طرح (روح پرور وحیات بخش اسلامی)
برابر سناتے رہے یہاں تک کہ آپ (مسجد کوفہ میں) اپنے خو
غلطاں ہوئے اس حالت میں کہ آپ تاریک رات میں لو
عبادت ونجات کے لیے بلا رہے تھے۔

(تاریخ ابوالحسین نقد وتحلیل صفحہ ۲۷۰ طبع بیر

بیشک علی اپنے پاک مقصد میں کامیاب ہوئے اور ح
آپ نے میثم بن یحییٰ، حجر بن عدی، عمرو الحمق وغیرہ وغیرہ
بلند مثال شخصیتوں کو پیش کیا، وہاں آپ نے ابن عباس، ابو

www.kitabmart.in

ث، اصبغ، زید، سُلیم، عبید اللہ وغیرہ وغیرہ کے سے قوی الحافظہ
کر، ذہین اور گہری فکر و نظر رکھنے والے علم و ادب کے شیدائی
کر دیئے، صرف عرب ہی نہیں بلکہ غیر عرب موالی، عجمی، نبطی
کے فیض علم سے ایسا مستفید ہوئے کہ بالآخر یہی غیر عرب
ت لے کر جو لسان علم میں آگے بڑھ گئے، اب آپ نے عربوں
نظر پیدا کر کے ان کو اتنا روادار بنا دیا تھا کہ علم و ادب کو
ربی عصبیت سے کچلا نہیں جا سکتا تھا، اب ہر عربی بولنے والا
س رہتا تھا کہ اپنے میراث ادب کی حفاظت کرے، جن کو
سیاسی اختلاف تھا وہ بھی علی کے ادب کی حفاظت ضروری
ے، کیونکہ عربی بولنے والوں کی یہ گراں مایہ دولت تھی جس کو
نہیں کر سکتے تھے، علیؑ کے بعد جتنے فصیح و بلیغ ادیب پیدا
ا ہے وہ نسلاً عرب ہوں یا غیر عرب وہ سب کے سب اس سے
صل کرتے رہے کیونکہ بغیر اس کے ان میں وہ کمال نہیں پیدا
تھا جس کو وہ چاہتے تھے وہ علیؑ کے خطبوں کو زبانی یاد رکھتے
ایک دوسرے سے روایت کرتے تھے، علیؑ سے اختلاف رکھنے
یاد ناصبی، قطری بن الفجاۃ خارجی، حجاج ناصبی کون ایسا
خطیب ہے جو حضرت کے خطبوں سے متاثر نہیں ہوا، اسی
د بن یحیی الکاتب الاموی، عبد اللہ بن المقفع الکاتب الجلیسی
ۃ الخطیب الشہور وغیرہ وغیرہ سبھی تو ہیں، جو مستفید و مستفیض
یہ لوگ علی کے خطبے، رسائل کو یاد کر کے اپنے خطابت و کتابت
تی چشموں میں جوش و روانی پیدا کرتے تھے، اگرچہ اس سلسلہ
ی ہوا کہ غلط فہمی سے علیؑ کے بعض خطبوں و مقالوں کو دوسروں
یا گیا یا اموی ذہنیت ایسا سمجھانے کی کوشش کرتی رہی لیکن
ت پر پردے نہ ڈال سکے، اور یہ معلوم ہو کے رہا کہ یہ جوہر کس معدن

—

یہ ہیں وہ تاریخی و نفسیاتی اسباب جن کی بنا پر حضرت کے خطبے
میں مشہور رہے اور ان کو مدون و محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی۔

جواب شبہہ سوم

یہ کہا جاتا ہے کہ نہج البلاغہ میں بعض خطب و عبارات ایسے ہیں خصوصاً

خطبہ شقشقیہ جن میں اصحاب کو بُرے الفاظ و سب و شتم سے یاد کیا
گیا ہے، اس لیے یہ کلام حضرت کا نہیں ہو سکتا، خصوصی صاحب کے
اصلی الفاظ یہ ہیں :-

THE ABUSIVE LANGUAGE, CURSING AND REV-
LINGS OF THE COMPANS ESPECIALLY IN
THE FAMOUS SHIQSHIQIYA (SHAQSHAQI-
A) ARE NOT ATTRIBUTABLE TO A
IOUS AND GOD FEARING IMAM
IKE ALI"

معترضین و متشککین جس وقت یہ اعتراض یا شک ظاہر کرتے ہیں
غالباً وہ اس وقت نہ صرف تاریخی حقائق بلکہ فلسفۂ اخلاق سے
اپنی لاعلمی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، حالانکہ باطل کو مٹانے اور حق
ظاہر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نقد کی اجازت دی جائے
عیوب پوشیدہ نہ ہونے پائیں، بلکہ دنیا ان عیوب کو سمجھ لے اور اس
یہی وجہ تھی جس کی بنا پر صاحب خلق عظیم حضرت پیغمبر صلعم نے ا
درباری شاعر حسان بن ثابت انصاری کو خصوصیت سے اس
کے لیے متعین فرمایا، کہ وہ اپنی نظموں میں باطل پر قائم رہنے و
ظالم و جابر شخصیتوں کی ہجو کریں اور ان کی بُرائیوں کو صاف
کھول کر دنیا کے سامنے پیش کریں، امام راغب اصفہانی اپنی کتا
المحاضرات میں لکھتے ہیں :-

آنحضرتؐ نے حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ تم ان لوگوں کی
کرو روح القدس (جبرئیل) کی تائید تمہارے ساتھ ہے۔
(محاضرات راغب اصفہانی محفوظ کتب خانہ ناصریہ)

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے حسان کو معائب قوم کو علیحد
کا حکم دیا تھا، "سل ابا بکر معائب القوم" ابوبکر سے قو
کی فضیلت و عیب کو معلوم کرو کیونکہ وہ زیادہ واقف ہیں
(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری محمد لعنانی ص ۱۳۴ طبع
حسان کا دیوان موجود ہے اس میں حکم سے قریش کی کیسی
کی ہے، ان اشعار کو وہ رسول اللہ کے سامنے پڑھتے تھے اور
ان کو سن کر خوش ہوتے اور ان کو دعائیں دیتے،

www.kitabmart.in

سب سے بڑی دولت تیری یہ ہے کہ امیدیں چھوٹ جائیں

بہرحال رسولؐ کے قابل احترام صحابی کا پورا دیوان مثالب و معائب کے تفصیلات سے پُر ہے، رسول اللہؐ ان مثالب و معائب کو بہت کشادہ پیشانی سے سنتے تھے، اور شاعر کو دعائیں دیتے تھے، اگر معائب کا بیان زنا برا ہوتا تو کیا صاحب خلق عظیم، معلم مکارم الاخلاق اس کو یہ نظر استحسان ملاحظہ فرماتے، اچھا قرآن حکیم کو ملاحظہ فرمایئے اس میں بھی حضرت احدیت نے بروں کو نہ صرف نہایت سخت و درشت الفاظ سے یاد کیا ہے بلکہ آپکے الفاظ میں سب و شتم سے بھی کام لیا ہے، ملاحظہ ہو۔

تبت یدا ابی لھب وّ تبّ (اللھب ۱)

ویلٌ لکل ھمزۃ لمزۃ۔

سفعاً بالناصیۃ، ناصیۃٍ کاذبۃٍ خاطئۃ

یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولّٰی

انبعث اشقٰھا (الشمس)

ان شانئک ھو الابتر (الکوثر)

لا تطع کل حلاف مھین، ھمازٍ مشاءٍ

نمیم، مناعٍ للخیر معتدٍ عتل بعد ذلک

زنیم، ان کان ذا مالٍ وبنین

(۱) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ سیاناس ہو جائے۔

ہر طعنہ دینے والے چغل خور کی خرابی و بربادی ہو

(۲) ہم پیشانی کے پٹے پکڑ کر گھسیٹیں گے، جھوٹے خطاکار کی پیشانی کے پٹے

(۳) (جہنم میں) بس وہی داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے۔

(۴) نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا، جب ان میں کا بڑا بدبخت کھڑا ہوا

(۵) دشمن ہی بے اولاد اور منحوس ہے۔

(۶) ایسے کی اطاعت نہ کرنا جو بہت قسمیں کھاتا ہو۔

(۷) اوقات، عیب جو، اعلیٰ درجے کا چغل خور، مال کا بہت بخیل، حد سے

(۸) نے والا گنہگار، تند مزاج، اور اس کے علاوہ بدذات اور حرام زادہ ہے،

(۹) مال اور بہت سے بیٹے رکھتا ہے (اس لیے اکڑتا ہے) (القلم ۹-۱۴)

کیا معاذ اللہ قرآن مجید کے ان آیات پر بھی شک کیا جائیگا کہ کلام الٰہی ہے یا نہیں؟ (کیونکہ اشد معائب و قبائح قبائح کا بیان ہے جس کا اقرار مفسرین کرتے ہیں (تفسیر فخر الدین رازی جلد ۸ ص ۲۶۵، ۲۶۶ و تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر فخر رازی جلد ۸ ص ۲۶۴)

نہج البلاغہ میں جن مقامات پر سب و شتم بتلایا جاتا ہے قرآن کے مندرجہ بالا "بیان مثالب" سے زیادہ سخت نہیں قرآن نے ولید بن مغیرہ میں جو اکابر صحابہ میں شمار کئے جاتے تھے انھیں معائب و مثالب کا ہونا بیان کیا ہے جن کو علی بن ابی طالب ذرا کچھ وضاحت سے عمرو بن عاص و معاویہ وغیرہم میں بتلاتے ہیں احمد زکی صفوت جو نہج البلاغہ کے بعض مقامات کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ بھی ایسے کلام کو امیر المومنین ہی کا کلام بتاتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں :-

میں کہتا ہوں کہ علی اس قسم کے سخت و درشت کلام فرمانے میں معذور رہیں، کیونکہ یہ تو ستائے ہوئے مصیبت زدہ دل ایسی تھی جو عمرو بن عاص کی عذاری و مکاری، فریب و دھوکہ معاویہ کے وہ مظالم جن کا تحمل قلب نہ کر سکے بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو ان سب کو برداشت کرنے کے بعد علی کے دل سے نکلی تھی اس اس قسم کے کلام کا علی سے سرزد ہونا بعید نہیں معاویہ و عمرو عا ان کے ساتھیوں پر جب علی کی تلوار نیام سے نکل آئی اور میدا میں ان سے مقابلہ ہو گیا تو پھر اب کیا رہ گیا اگر آپ نے زبان سے ان لوگوں پر لعن طعن فرمایا، جانوں کے تلف ہونے اور خون بہ بعد پھر دشمن کا احترام کب رہ جاتا ہے۔

(ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۱۴۲ طبع مصر)

تمام شارحین اہلسنت قبول کرتے ہیں کسی نے انکار نہیں کیا

بہرحال معدود علماء اہلسنت علاوہ تمام وہ شارحین نہج جو علمائے اہلسنت سے ہیں سب کے سب خطبہ شقشقیہ کو قبول کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کا کلام بلاغت نظام ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اس معنوں میں توجیہ و تاویل کریں یا بغیر کچھ اظہار رائے کیے ہوئے کے ذمہ چھوڑیں کہ وہ اخبار و تاریخ کی روشنی میں باصول درایت صحیح نتیجہ اخذ کریں جیسا کہ مفتی محمد عبدہ مصری نے کیا ہے چنانچہ و شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اور امام علیہ السلام سے مسئلہ امامت و خلافت کے سلسلے میں نہج البلاغہ میں ہے اس کی جرح و تعدیل کی طرف میں نہیں متوجہ ہوا

www.kitabmart.in

کا فیصلہ ناظرین پر محول کرتا ہوں وہ خود ہی اصل موضوع
ت وطرق واصول کی روشنی میں اور احادیث و تاریخ کی شہادت
صحیح فیصلہ کریں۔ (شرح محمد عبدہ مقدمہ شارح ص۴ طبع مصر)

لا یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں :-
کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ایسے کلام کو کسی شیعہ کی جانب
دیدے، رہا یہ امر کہ اس میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو سنی
کے خلاف ہیں اور ان سے مذہب اہلسنت کی مخالفت کا وہم
تا ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جائے
حضرت علیؑ کا کلام نہیں ہے ان کو بر تقدیر تسلیم مختلف توجیہات
ت سے درست ثابت کیا جا سکتا ہے"

چوتھا شبہہ

ج البلاغہ کے خطبوں میں ایسے بلند افکار و مضامین فلسفیانہ و علم
ہیں جن کا وجود اس عہد میں نہ تھا خصوصاً عہد نامہ مالک
س عہد نامہ کا ایک نسخہ جو ۸۵۸ھ کا لکھا ہوا ہے اور جو
ن بایزید دوم (متوفی ۹۱۲ھ) کے پاس تھا دستیاب ہوا
نسخہ نہج البلاغہ والے عہد نامۂ مالک اشتر سے مختصر و مختلف
ں سے معلوم ہوتا ہے کہ سید رضی نے عہد نامہ میں اضافہ
ہے درحقیقت ان دونوں نسخوں کی اصل کو اگر ہم اس کو
علیؑ سے تسلیم بھی کریں تو وہ بہت مختصر اور چند سطروں میں

مضمون کے اعتبار سے طاہر بن الحسینؒ نے جو عہد نامہ اپنے بیٹے
ند کو لکھا یہ عہد نامہ مالک اشتر کے مطابق ہے اس لیے یہ
ایک ہی زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں! نہ کہ حضرت علیؑ کے

جواب

عرض کا یہ اعتراض اسلام ناشناسی کی دلیل ہے اسلام نے
کر کی دعوت دی ہے، تدبر و تفکر کرنے کو وہ عبادت بتلاتا ہے
ں ہی کو صداقت مذہب کا معیار بتلاتا ہے۔

مفکر مکان و زمان کے قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اور نہ فطرت کی
بخششیں اس کو فیض پہنچانے میں بخل کرتی ہیں، یہ فلسفہ و حکمت کیا
ہے؟ غور و فکر کرنے والے انسان کا ایک فطری کمال ہے، علامہ ا
خلدون نے فلسفہ کی یہی تعریف کی ہے۔ "بحیثیت اس کے کہ انسان ص
فکر ہے فلسفہ اس کی فطرت میں داخل ہے"۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ سب سے پہلے
مفکر اسلام نہ تھے، ایک مفکر میں جن فطری خصوصیات و صلاحیت کی
ضرورت ہوتی ہے وہ علی ابن ابی طالبؑ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں
پھر پیغمبر اسلام کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ہی ساتھ ان کے علم کے آپ
حامل و محافظ بھی تھے جس کا اقرار تمام مسلمانوں کو ہے، اس لیے امیرالمومنین
علیؑ کے آثار فکر و علم پر شک کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، جبران خلیل جبران
مسیحی عرب مفکر نے جن الفاظ میں علیؑ کی عظمت فکر و علم کا اعتراف
ہے اس کو کسی دوسری جگہ پر نقل کر چکا ہوں لیکن اس مسیحی مفکر کے
چند جملوں کو پھر دہرا دوں وہ کہتا ہے۔

حضرت سب سے پہلے وہ عرب ہیں جن میں روح اعظم پائی جاتی
اور سب سے پہلے عربی ہیں جن کے لب و دہن سے ایسے پاکیزہ روحانی
نغمے سنے گئے کہ اس سے پہلے عربوں نے ان نغموں کو کبھی نہیں سنا تھا۔
"عرب آپ کی حقیقی منزلت اور مرتبہ کو نہ جان سکے جب تک کہ عربوں کی
ہم جوار قوم ایرانیوں نے بڑھ کر جواہرات اور کنکر پتھر میں امتیاز نہ
پیدا کر دیا۔" قبل اس کے کہ علیؑ کی تعلیمات دنیا میں ہمہ گیر ہوتیں آپ
موت آ گئی علیؑ پیغمبروں کی شان سے موت سے بغل گیر ہوئے جو بظاہر کسی
ایسے شہر، قوم اور زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جو ان کے لیے نہ تھا۔

اسلام کے سب سے پہلے مفکر علیؑ نے استدلال عقلی سے کام لیا

علیؑ کے خطبات میں اگر حکیمانہ خیالا
علم کلام کی بحثیں ہیں تو اس میں حیر
کی کیا بات ہے علی بن ابی طالبؑ
ایک زبردست حکیم و مفکر تھے، جو اسلامی عقائد کو دلائل عقلیہ
روشنی میں دنیا کے سامنے پیش فرماتے تھے، یہ کلام کیا ہے؟ ابن خلد
مغربی بتلاتے ہیں کہ علم کلام "الحجاج عن العقائد الایمانیۃ بالادلۃ
کا نام ہے، عربوں کی علمی و ادبی تاریخ کو پڑھیئے، اس سے معلوم ہو جا
کہ علی بن ابی طالبؑ ہی کی وہ ذات ہے جس نے سب سے پہلے عقائد اسلا

www.kitabmart.in

دفاع دلائل عقل سے فرمایا ہے، لیکن اموی ذہنیت رکھنے والے علیؑ کے مخالفین جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے علیؑ کی بلند شخصیت بہ حیثیت محافظ اسلام سب سے بلند و برتر نظر آتی ہے تو وہ انکار کرنے کے لیے مختلف شوشے پیدا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مخالف اسلام یورپ کے بل بوتے پر مرضی دلائل کی ایک عمارت بنا لیتے ہیں۔

بعض شرق و غرب کے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب وہ عرب کی کسی فضیلت فضل کو دیکھتے ہیں تو ان کا سینہ اس سے تنگی کرنے لگتا ہے، اسی لیے وہ یوں کی علمی و فنی عبقریت و ابتکار کو گزشتہ اُمتوں یا جو عربوں کی رب وجود میں آباد ہیں ان کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں، یسے ہی ان لوگوں نے علم کلام کے لیے بھی کیا کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ ام" یونانی و مسیحی لفظ "لوگوس" سے ماخوذ ہے۔

اور "علم الکلام" میں جو ترکیب اضافی ہے ..... وہ ماخوذ ہو ڈائی لاگ سے جس کو افلاطون نے مباحثہ و جدل کے معنوں میں تعمال کیا ہے، کبھی یہ ادعا کرتے ہیں کہ شامی عیسائیوں سے جب سلمانوں کا میل جول ہوا اس وقت مسلمانوں میں علم کلام عالم وجود یں آیا کیونکہ ان عیسائیوں میں علم لاہوت کا وجود تھا (عبقریۃ العرب ص ۲۹)

غرضکہ ان خیالات و مزعومات کی آڑ لے کر منکرین و مشککین ن ابی طالبؑ کی اس عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں جو نہج البلاغہ پیدا ہوئی ہے لیکن یہ مزعومات محققین کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتے خود ڈکٹور عمر فروخ نے بھی اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ علم کلام خالص وں کا علم ہے اور رسول اللہ صلعم کے زمانہ ہی میں اس کا بیج بویا گیا۔

ں بالطبع منطقی تھے ارسطو کی طق کے محتاج نہ تھے

عمر فروخ و ڈکٹور فی الفلسفہ کی تقریر سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم کلام کی پیدائش عہد اول میں ہو چکی تھی اور رالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے خطبات میں علم کلام کی بخش موجود ہیں ں یہ بھی ثابت ہوا کہ نہج البلاغہ میں جو پہلا خطبہ تنزیہ باری و خلقت ین و آسمان کے متعلق ہے وہ حضرت ہی کا خطبہ ہے اور یہی اصل لب ہے جس کو اس محل پر میں ثابت کر رہا ہوں اسی خطبہ کے متعلق لکین یہ وہم کرتے ہیں کہ اس میں منطقیانہ انداز استدلال ہے اور ں علم کلام کے مسائل ہیں، یہ مشککین اس کو تو دیکھتے ہیں لیکن اس طرف نہیں متوجہ ہوتے کہ خود علم منطق کی ایجاد سے پہلے ایک مفکر صحیح ا تھا اور انھیں اصول کو دیکھ کر جو صاحبان فکر استعمال کرتے تھے قابل ہوا ہے کہ صحیح استدلال کے شرائط مقرر کرے، ترتیب جو اصطلاح میں صغریٰ و کبریٰ کہلاتے ہیں اور اس سے نتیجہ یہ فطرت مستقیمہ و فکر صحیح رکھنے والا انسان برابر کرتا رہتا۔ تعلق اکتساب فن سے نہیں ہے محتاج فن تو وہ ہیں جو استخر کی فطری صلاحیت نہ رکھتے ہوں لیکن جو فطری صلاحیت کی بالطبع منطقی واقع ہوئے ہیں وہ اس فن کے محتاج نہیں ہیں کے مشہور مفکر و بلند مرتبہ مصنف لاک نے کیا خوب بات کہی ہی کیا غضب ہے کہ خدا انسان کو فقط دو پیر والا جانور بنا اور ان کو دانش مند بنانے کا کام ارسطو (موجد منطق) کے سپ

سب سے پہلے علیؑ ہی نے مسائل توحید کو علمی انداز میں بیان فرمایا

علی بن ابی طالبؑ کے اقوال پر نظر کرو تو معلوم وہ ایک ایسے مفکر ہیں فطرت مستقیمہ سے بالطبع منطقی واقع ہوئے ہیں علیؑ کے ہر کلام استدلال پایا جاتا ہے عام اس سے کہ آپ کا کلام کسی موضوع کیوں نہ متعلق ہو، دراصل یہ علی بن ابی طالبؑ ہی ہیں جنھوں نے پہلے مسائل توحید کو علمی انداز سے دلائل کے ساتھ بیان فرما

خلفاء نے مطالب قرآن پر غور و فکر سے روکا

ڈکٹور عمر فروخ کی یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں تاویل بہت ضروری ہے لیکن باوجود اصحاب و تابعین میں بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جو تا عقل سے کنارہ کش ہو کر ظاہر معنی کو مراد لیتے ہیں اور خدا کی اس کی رویت کے قائل ہو جاتے ہیں، دراصل یہ نتیجہ ہے ا صلعم کی وفات کے بعد لوگوں کو سختی کے ساتھ قرآن کے معا کو سمجھنے سے روکا گیا تھا۔

جو قرآن کے مطالب کو سمجھنا چاہتا تھا اس کو سزا دی جاتی

چنانچہ خلیفہ دوم کے ن ہے کہ ایک شخص صبیغ آیا اور آیات متشا قرآنی کے متعلق معلومات بہم پہونچانا چاہیں یہ خبر جب حضر

www.kitabmart.in

نے اُسے بلا بھیجا اور پہلے سے اس کے لیے نخل خرما کی سنٹیاں
تھیں اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا خدا کا بندہ
یہ سنتے ہی آپ نے سنٹی اٹھائی اور دھڑا دھڑ مارنا شروع کیا
جاتے تھے کہ تو خدا کا بندہ صبیغ ہے اور میں خدا کا بندہ عمر ہوں
کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون جاری ہو گیا اس نے کہا۔ اے
بس کیجئے اپنی سزا کو پہنچ گیا اسی روایت کو دوسرے
مروزی عبداللہ نے بیان کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ اتنا مارا کہ صبیغ کی پشت لہولہان
چھوڑ دیا اور اتنے دنوں انتظار کیا کہ زخم پشت اچھے ہو جائیں اور پھر بلا کے مارنا شروع کیا
پھر چھوڑا پھر زخم اچھے ہوئے پھر بلایا تو صبیغ نے کہلا بھیجا کہ اگر مجھے آپ قتل ہی کرنا چاہتے ہیں
یل کا حکم دیجئے اس روز روز کی زدوکوب سے نجات
اگر بلا کے میرے زخم دیکھتے ہیں تو اب میں اچھا ہو گیا ہوں
عمر نے درگزر کیا اور اسے اس کے وطن جانے کی اجازت
مگر ابو موسیٰ اشعری کو جو اس سرزمین کے گورنر تھے حکم بھیجدیا
ص کا جس کا نام صبیغ ہے بائیکاٹ کیا جاوے اور کوئی
اس کے پاس نہ اٹھے بیٹھے اور نہ اس سے راہ و رسم رکھی جائے
بن یزید روایت کرتے ہیں کہ صبیغ کے متعلق لوگوں نے خلیفہ
طلاع دی کہ وہ بصرہ سے آیا ہے اور تفسیر قرآن لوگوں سے
تا ہے آپ نے بہ غیظ و غضب فرمایا۔ اے اللہ ایسا کر کہ
رے ہاتھ لگے اور میں اس پر قابو پا جاؤں چنانچہ ایک روز
مہ و عبا پہنے ہوئے آ گیا اس وقت لوگ کھانا کھا رہے تھے
سترخوان پر بیٹھ گیا جب کھانے سے فارغ ہوا تو حضرت عمر کے
بیغ نے کہا۔ اے امیر المومنینؓ یہ تو بتلائیے قرآن میں "والذاریات
ذرواً فالحاملات وقراً" کے کیا معنی ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے
کر آپ نے فرمایا واے ہو تجھ پر تو وہی ہے (اچھا لے بتائے
ہوں) یہ کہہ کر آپ نے آستین چڑھائی اور اس پر کوڑوں کا
رسانے لگے یہاں تک کہ اس کا عمامہ سر سے اتر گیا اور اس کی
فیں لہرانے لگیں آپ نے کہا کہ اگر تیرا سر منڈا ہوتا تو تجھے
کئے بغیر نہ چھوڑتا جب وہ ادھ مرا ہو گیا تو اسے ایک مکان میں
ا دیا اور روزانہ اس کو نکال کر سو کوڑے مارا کرتے تھے پھر
الان شتر پر بٹھا کے بصرہ بھیجدیا اور ابو موسیٰ کو حکم دیا کہ اس سے

کوئی بات چیت نہ کرے اور اس کا بائیکاٹ کیا جائے اور کبھی یہ کوئی خط
کسی مجمع میں نہ پڑھنے پائے چنانچہ یہی کیا گیا باوجودیکہ وہ سردار قبیلہ تھا
لیکن کس مپرسی میں مرا"

(سنن الدارمی جلد ۱ صفحہ ۵۴، ۵۵، تاریخ ابن عساکر اتقان السیوطی جلد
صفحہ ۵، کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹، نقلاً عن الدارمی و نصر المقدسی
وابن الانباری واللالکائی وابن عساکر، در المنثور جلد ۶ صفحہ ۱۱۱، فتح
جلد ۸ صفحہ ۱۷۰، فتوحات الاسلامیہ جلد ۲ صفحہ ۳۴۵، ازالۃ الخفا
ولی اللہ مقصد دوم صفحہ ۸۲، ۱۹۹)

ابو العالیس بیان کرتے ہیں کہ ہم خلیفہ دوم عمر بن خطاب
خدمت میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یہ "الجواد الکث
کیا ہے" یہ سن کر عمر نے اس تیر کو جو ان کے ہاتھ میں تھا سائل
عمامہ میں اس طرح چبھویا کہ اس کا عمامہ سر سے گر پڑا اور یہ کہ
کہ کیا تو حروری ہے۔ والذی نفس عمر بن الخطاب بیدہ لو وجد
محلوقاً لأنخیت العقل عن رأسک۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۹
جلد ۶ صفحہ ۳۲۱) حضرت عمر کا یہ عام حکم تھا کہ قرآن کو سمجھنے کی کوش
نہ کرو، جیسا کہ کتب اہل سنت میں ہے۔

حضرت عمر نے ایک روز یہ آیت فانشاء فیہ فاکھۃ.....
تا..... وانا تک پڑھی پھر فرمایا کہ یہ انا کیا چیز ہے پھر
فرمایا اپنی زندگی کی قسم یہ تکلف ہے یہ تکلف ہے (یعنی سمجھنے کی
میں کون پڑے) پھر حکم دیتے ہیں لوگو جو کچھ تمہیں قرآن میں بیان
ہے اور جس کو تم نے جان لیا ہے اس پر تم عمل کرو اور جس کو نہیں
اس کو خدا کے علم کے حوالہ کرو (سمجھنے کی کوشش نہ کرو) (مستد
حاکم جلد ۲، صفحہ ۵۱۴، تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۱۱ صفحہ ۴۶۸،
زمخشری جلد ۳، صفحہ ۲۵۳، ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲، ص
سیرت عمر بن الخطاب ابن الجوزی صفحہ ۱۲۰، الموافقات الشاطبی
صفحہ ۲۱، ۲۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۴۸۳، تفسیر خازن جلد ۴، ص
در المنثور السیوطی جلد ۶، صفحہ ۳۱۷، کنز العمال جلد ۱، صفحہ ۲۲۷،
ابو السعود بر حاشیہ تفسیر الرازی جلد ۸، صفحہ ۳۸۹، ازالۃ
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

خلیفہ دوم کی یہ حالت تھی کہ جو کوئی موصوف سے فا

www.kitabmart.in

کے معنی پوچھتا تھا آپ اس پر کوڑا اٹھاتے تھے (فتح الباری جلد ۳، صـ ۲۳، در منثور سیوطی جلد ۶، صـ ۳۱۷) ان حالات میں تدبر و تفکر سے کون کام لیتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ لوگ تو غور و فکر کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے اور کچھ لوگ مبتلائے شکوک و اوہام ہو گئے' یہ حالت عموماً مدینہ کے باشندوں کی تھی جہاں اصحاب و تابعین کی اکثریت تھی' امام غزالی نے صاف الفاظ میں حضرت عمر کے متعلق یہ لکھا ہے۔ "وعمر هو الذی سد باب الکلام والجدل" عمر ہی ہیں جنھوں نے کلام و جدل کے دروازہ کو بند کر دیا (احیاء العلوم جلد ۱، صـ ۳۰)

علیؑ نے فہم قرآن کی طرف بلایا

لیکن امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے اپنے زمانہ میں عقل و فکر پر جو پہرہ بٹھایا گیا تھا اس کو ہٹایا اور آپ نے اعلان فرمایا۔

تم لوگوں میں میری مثال تاریکی میں روشن ہونے والے چراغ کی سی ہے' تاریکی کا راہرو چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے' پس اے لوگو' جو کچھ میں کہوں اس کو غور سے سنو اور محفوظ رکھو' دیکھو۔ ہر وقت اپنے گوش و ہوش کو وا رکھنا تاکہ سمجھ سکو۔

آپ نے قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

"یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان چھپی ہوئی تحریر ہے جو بولنے کے لیے زبان نہیں رکھتا اس کے لیے ایک ترجمان کی ضرورت ہے' قرآن کی طرف سے کچھ لوگ ہیں جو کلام کرتے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

"حضرت مرتضیٰ فرمود کہ ایں قرآن قرآن صامت است و من قرآن ناطقم" (ازالۃ الخفاء جلد اول، صـ ۱۰۳)

یہ امیر المومنین علی بن طالبؑ ہی ہیں جو ترجمان قرآن و قرآن ناطق کی حیثیت سے قرآن صامت کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت کرتے رہتے تھے اور تفسیر و تاویل قرآن پر روشنی ڈالتے تھے' بتلائیے ان علوم و معارف سے انکار کرنا اصل قرآن سے انکار نہیں؟ جمہوریت ہندستان کے وزیر معارف مشہور مفسر و عالم اہل سنت مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ سچ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ میں قرآن ناطق ہوں تو میں اس کی تصدیق کے لیے تیار ہوں

اگرچہ حقیقت ناشناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت بڑا دعویٰ تھا یہ بڑا دعویٰ تھا جو کوئی انسان نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر حضرت نے کیا تھا تو غلط نہ تھا اگر ان کی مقدس زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ کے اسوۂ حسنہ کا ایک کامل عکس تھا اور ان کے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی تو کیوں انھیں یہ حق نہ ہو وہ اپنے تئیں "قرآن ناطق" کہیں' جو کتاب الٰہی مابین الدفتین نقوش کے شکل میں تھی اس کی ہستی ناطق تھی جو اعمال حضرت کے اندر سے پکارتی تھی کہ یہ علی بن ابی طالبؑ کی آواز نہیں ہے "القرآن الحکیم" کی صدائے الٰہی ہے اور چونکہ "القرآن" کی آواز اس لیے یقیناً خود منزل القرآن کی آواز ہے "کنت سمعہ الذی ولسانہ الذی یتکلم بہ"۔ (بخاری) (لمعات صداقت حصہ مضامین ابوالکلام آزاد صـ ۱۳، طبع لاہور سنہ ۱۳۴۰ھ)

سرزمین عراق "علیؑ" کے مقاصد کے لیے بہترین جگہ تھی

لیکن اصحاب و تابعین اور قریش اپنے اقتدار کی فکروں اور سازشوں میں مبتلا تھے کہ وہ علوم و معارف کی طرف متوجہ ہونے کا موقع پاتے تھے بلکہ بعض حیثیتوں سے علیؑ کی دعوت فکر و تدبر فی القرآن ان کے سیاسی مصالح کے خلاف تھی' اس کے لیے آپ کو عراق کی سرزمین موافق و ہموار نظر آئی کیونکہ متمدن و مہذب قوموں کے محل ورود ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگ علم شناس و تمدن سے قریب تر تھے۔

عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:۔

"حضرت کا دار الحکومت کوفہ ایسا مرکز تھا جہاں تمام متمدن دنیا کے آنے جانے والوں کا اجتماع رہا کرتا تھا اور جو کوفہ یا اس کے قرب و جوار میں رہا کرتے تھے وہ ایسے تھے جو کتابوں کو پڑھتے تھے اور اس کے مضامین حکمیہ کی قدر کرتے (عبقریۃ الامام صـ ۱۸۷، طبع مصر)

غرضکہ یہ مقام تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہ چکا تھا اور جس کے تعلقات نہ صرف ایران بلکہ دنیا کے دوسرے مہذب و متمدن ملکوں سے رہ چکے تھے' مورخ مسعودی نے اس کی تشریح کی ہے کہ

www.kitabmart.in

جیرہ کے پاس بندرگاہ جیرہ (جو پشت نجف میں تھا) پر چین کے جہاز برابر آیا جایا کرتے تھے۔"

(مروج الذہب جلد ۱، صـ ۴۹، طبع مصر)

خدا کی طرف سے حکمت و فضل خطاب عطا کیا گیا

اب حضرت جن لوگوں کو خطاب کرتے تھے وہ بہ نسبت حجاز والوں ہوش مند و فہیم تھے یہ لوگ اصول اسلام کو عقل کی کسوٹی کے لیے حضرت سے مختلف قسم کے سوالات کرتے رہتے تھے، مذاہب و اقوام کے علماء و مفکر اسلام پر ایراد کرتے تھے اور ایک کو جواب شافی دیتے تھے، مسلمانوں کے اندر کی وہ جماعتیں مخالف تھیں اور جو مختلف آراء و رجحانات رکھتی تھیں حالات کی اصلاح و تردید بھی آپ فرماتے رہتے تھے۔

ود العقاد لکھتے ہیں :-

حضرت کے اصناف کلام کی ہر صنف اس امر کا ثبوت ہے ے آپ کو ایسا ملکہ عطا کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کسی امر کو ے اور اس کو بیان کرنے میں اچھی طرح سے قادر تھے اس میں نہیں کہ آپ اُن فرزندان آدم میں سے ہیں جن کو خدا نے اسماء رحکمت و فضل خطاب عطا کیا ہے۔"

(عبقریۃ الامام صـ ۱۹۱، طبع مصر)

ی وجہ ہے کہ وہ لوگ بھی جو حضرت کے منصب کو مثل منصب نہیں سمجھتے ہیں وہ بھی آپ کو امامت کے اس بلند مرتبہ پر تے ہیں جہاں تک کسی دوسرے کی رسائی نہیں ہے الاستاد العقاد :-

صوصیات امامت میں سے ایک خصوصیت ایسی بھی ہے جو صرف نین علیؑ ہی کی ذات ذالاصفات میں پائی جاتی ہے کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ صدر الاسلام تک کوئی اسلامی فرقہ اور مذہب ایسا نہیں ہے جس کا اتصال ذات سے نہ ہو دراصل حضرت کی ذات ہی وہ منبع ہے جن سے ب نکلے اور مثل قطب کے ہیں جس کے گرد آسیائے اسلام گردش کوئی ایسا اسلامی فرقہ نہیں ہے جس کے معلم اول حضرت نہ ہوں

اور مباحث اسلام کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جس کا تعلق آپ کی ذات سے نہ ہو۔ علمائے متکلمین اور توحید و عدل پر بحث کرنے والوں کے جس قدر بھی گروہ ہیں ان سب کا سلسلہ آپ کی ذات پر ختم ہوتا ہے جس طرح فقہا علمائے شریعت اور علماء ادب و بلاغت کا سلسلہ آپ کی ذات سے متصل ہوتا ہے، دراصل حضرت ہی ان سب کے استاد ہیں پس آپ کی ذات سب زیادہ احق ہے امام کہلانے کی۔" (عبقریۃ الامام، صـ ۱۸۵، ۱۸۶)

عالم اسلام میں سب سے پہلے علیؑ ہیں جو معلم حکمت و فلسفہ ہیں

بہرحال متکلمین نے علم کلام کو آپ سے سیکھا ہے، اور یہ سب کے سب آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ عل

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :- "حکمت و فلسفہ اور مسائل الٰہیات پر بحث کرنا یونانیوں کا فن تھا اور نہ ان کے بڑوں اور چھوٹوں سے اس موضوع پر کچ منقول ہے، یہ فن تو مخصوص تھا یونانیوں اور اوائل حکماء سے اور ایسے اگلے لوگوں سے جو حکمت کے ستون تھے ہاں عربوں میں جو سب سے پہلے حکمت و فلسفہ میں در آیا وہ علی علیہ السلام ہیں اسی لیے توحید و عدل کے دقیق مسا آپ کے بساط کلام و خطب میں پھیلے ہوئے ہیں اور صحابہ و تابعین کے یہاں اس موضوع پر ایک کلمہ بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ان لوگوں کے کلام میں اس تصور ہی کیا جا سکتا ہے اگر وہ اس کو کچھ سمجھے بھی ہوں تو سمجھا نہیں سکتے عربوں کو اس سے کیا تعلق، اسی بنا پر وہ متکلمین جو بحار معقولات کی شناو کرنے والے ہیں وہ خصوصیت سے حضرت ہی کی طرف منسوب ہوئے نہ آپ کے غیر کی طرف اور ان متکلمین نے حضرت کو اپنا استاد و رئیس ہو تسلیم کیا ہے اور متکلمین کے ہر فرقہ نے حضرت کو اپنی طرف کھینچا ہے (یعن یہ کہ اس فرقہ کو حضرت سے خاص تعلق ہے نہ کہ اس کے غیر کو) کیا نہیں دیکھتے ہو کہ ہمارے اصحاب معتزلہ منسوب ہیں واصل بن عطا کی طرف ا واصل شاگرد ہیں ابو ہاشم بن محمد حنفیہ کے اور ابو ہاشم شاگرد ہیں اپنے باپ محمد حنفیہ کے اور محمد حنفیہ شاگرد ہیں اپنے پدر بزرگوار علی علیہ السلا کے لیکن شیعہ امامیہ، زیدیہ، کیسانیہ ان فرقوں کی حضرت تک انتہا وہ بالکل ظاہر ہے۔ رہے اشاعرہ پس اشعری فرقہ بھی بالآخر حضر ہی تک منتہی ہوتا ہے اس لیے کہ ابو الحسن اشعری شاگرد ہیں ہمارے شیخ ابو علی کے اور ابو علی شاگرد ہیں ابو یعقوب شحام کے ابو یعقوب ہیں ابو ہذیل کے اور ابو ہذیل شاگرد ہیں ابو عثمان طویل اور ابو عثم

www.kitabmart.in

...ویلی شاگرد ہیں واصل بن عطا کے تو اس سلسلے سے اشعریہ فرقہ بھی حضرت ...ئی تک منتہی ہو جاتا ہے لیکن "کرامیہ" تو اس فرقہ کے متعلق ابن ہیصم ...نے کتاب المقالات میں ذکر کیا ہے کہ ان کے اصل عقائد و مقالات دو ...ریقوں سے حضرت تک منتہی ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ لوگ سند دیتے ...ہیں اپنے اعتقادات کی ایک شیخ سے دوسرے شیخ کی طرف یہاں تک ...سند منتہی ہوتی ہے سفیان ثوری تک اور سفیان ثوری زیدی تھے۔

اس کے بعد ابن ہیصم نے اپنے نفس سے ایک سوال کیا ہے کہ ...ب تمہارا شیخ اکبر زیدی ہے تو تم سب کیوں نہ زیدی بنے جاؤ پھر اس ...وال کا جواب خود دیا ہے کہ سفیان ثوری خدا ان پر رحمت کرے اگرچہ ...شہور بہ حیثیت زیدی ہونے کے ہیں لیکن ان کا زیدی ہونے سے مراد ...والی اہل بیتؑ ہونا، بنی اُمیہ کے مظالم کی وجہ سے بنی امیہ کے مخالف ...نا اور زید بن علی کی تعظیم و احترام اور احکامات و احوالات شریعت میں ...ید کا محفوظ و مصئون سمجھنا ہے، سفیان ثوری کے متعلق کہیں نہیں پایا جاتا ...کسی ایک صحابی پر بھی طعن کیا ہو، دوسرے یہ کہ ابن ہیصم نے مشائخ ...امیہ کو ایک کے بعد ایک کر کے گنایا ہے یہاں تک کہ ان علماء کوفہ تک ...پہنچے ہیں جو اصحاب امیر المومنین علیؑ سے تھے جیسے سلمہ بن کہیل، جبہ العرنی ...عالم بن ابی جعد، فضل بن دکین، شعبہ، اعمش، علقمہ، ہبیرہ بن مریم..... ...واسحٰق شعبی وغیرہم اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ...علی بن ابی طالبؑ سے براہ راست علوم کو حاصل کیا۔ پس حضرت ہی ...ئیس جماعت علماء ہیں اور ان علماء کے اقوال حضرت ہی سے منقول ...خوذ ہیں لیکن خوارج ان کی نسبت بھی حضرت کی طرف ظاہر ہے۔ ...ر چہ ان لوگوں نے حضرت پر طعن کیا۔ پہلے یہ لوگ حضرت کے اصحاب ...ں تھے حضرت سے علم حاصل کرنے کے بعد دین سے نکل گئے اور شیطان ...نے ان کے دل پر قبضہ کر لیا اور یہ اپنی بصیرت کھو بیٹھے۔"

(شرح ابن ابی الحدید المجلد الثانی ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

ان حقائق کے بعد کیونکر یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ علیؑ کے بعض ...طبات میں مضامین علم کلام ہیں اس لیے ان کی نسبت حضرت کی طرف ...شکوک ہے۔

اس وقت عالم اسلام میں علوم کا ...ان تھا علیؑ اس کی اشاعت کرتے تھے

دراصل آپ ہی سے علم کلام کی ابتدا ہوتی ہے جب دوسرے سلطنت و ...مملکت کی خواہشات میں مبتلا تھے، آپ دنیا کے سامنے اپنے سرمایۂ ...فکر کو لٹانے کی فکر میں تھے۔

عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:-

"تیس سال تک علی بن ابی طالبؑ حکومت و سیاست سے ...اور مختلف علوم و فنون کی تعلیم و تدریس اور بحث و نظر میں ...رہے، جو سنتے تھے اس پر غور کرتے تھے اور جو پڑھتے تھے اس ...کرتے تھے اور درک حقائق کی طرف برابر متوجہ رہتے تھے ...قسم کے خیالات و رجحانات و قضایا پر مطلع رہا کرتے تھے ...زمانہ میں ممالک اسلامیہ میں علوم و معارف کی کمی تھی۔ بے شک ...بیدار و بصیرت تام کی رہبری اور اس کو سمجھنے کے لیے اتنا ...کافی ہے جو امام نے اپنے فہم و ہوش مندی سے سمجھا اور جو کچھ ...نہج البلاغہ کے ذریعہ حضرت کے ان افکار و علوم کو دنیا کے سامنے ...کیا گیا۔" (عبقریۃ الامام ص ۱۸۷، ۱۸۸)

استاد العقاد دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"نہج البلاغہ میں علم توحید و حکمت الٰہی کے چشمے جاری ہیں ...حکمت، توحید و عقائد کے طالب علم کے لیے معلومات کا اس میں ...وسیع میدان ہے۔

نہج البلاغہ کے بعض خطبوں کے متعلق کچھ لوگوں کو اس لیے ...ہوتا ہے کہ اس میں فلسفیانہ انداز خیالات و مصطلحات ہیں، ...یونانی و عجمی کتابوں کے ترجمے کے بعد رائج ہوئے، خصوصاً ...خطبہ میں (پہلا خطبہ) جس میں اضداد، طبائع، عالم حدود و ...موصوف کی بحث ہے، لیکن ایک محقق ان خطبوں کی نسبت کا ...کر سکتا اور نہ اس کو شک کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ یہ امر متحقق ...کہ امام کو علم کلام میں سب پر سبقت حاصل ہے اور اس کا ...سب ہی کو ہے کہ آپ "اصحاب آراء و مقولات" متکلمین و ائمہ ...کلامیہ کے استاد رشید ہیں اور آپ ہی سے لوگوں نے اس ...سیکھا ہے۔ المختصر یہ خطبہ ایسا ہے جس کے ذریعہ مومن خدا کی ...معرفت حاصل کر سکتا ہے اور اس کے ذریعہ خدا کے کمال کی تنزیہ کر سکتا ہے۔"

(عبقریۃ الامام ص ۱۸۱)

www.kitabmart.in

متعلق اسلامی نظریہ کی سب سے
مثال علیؑ کا خطبہ ہے

الاستاد عباس محمود العقاد المصری نے فلسفۂ الٰہیات اور تاریخ خدا شناسی کے

پر ایک قابل قدر کتاب لکھی ہے جس کا نام "اللہ" ہے جس میں
لف اقوام و مذاہب میں خدا کے متعلق جو مختلف تصورات و
یں اس پر فلسفیانہ انداز سے ایک تاریخی بحث کی ہے' اسی
ن کتاب میں موصوف نے خدا کے متعلق اسلام کا جو بلند نظریہ
ی مثال میں امیر المومنینؑ کے اس مشہور و معروف خطبہ کو جو
ہ میں خطبہ اول کی حیثیت سے موجود ہے پیش کیا ہے' اس وقت
امنے عقاد کی اصل کتاب نہیں بلکہ اس کا فارسی ترجمہ ہے
م "خدا" ہے اس لیے بجائے عربی عبارت کے اس کا ترجمہ پیش
' عقاد مصری لکھتے ہیں:۔

ر اوند عالم کے متعلق اسلامی نظریہ کی بلند و برتر مثال نہج البلاغہ کا
ہے جس میں صفات کو بمعنی تمثیل REPRESENTATION ذات خداوندی
ار حسنیٰ بیان کیا گیا ہے اس لیے کہ اسماء حسنیٰ قرآن میں موجود ہیں
ر مسلمانوں میں کوئی نہیں ہے' اب میں اس مقام پر حضرت علی
رعنہ کے اس خطبہ کا کچھ حصہ پیش کرتا ہوں۔ "الحمد للہ الذی
د حتر القائلون ـــ الی ـــ ولا حرکتہ احد ثھا ولا
فس اضطرب فیھا الی آخر الخطبہ" طویل ہونے کے خیال سے پورا
نے نہیں نقل کیا ہے' اس خطبہ کے بعد مجھ کو اس کا حق ہے کہ میں یہ
خدا کے متعلق یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے"۔
(استاد عباس محمود العقاد کی کتاب "اللہ" باب ادیان بعد الفلسفہ
ر ترجمہ فارسی "خدا" صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۸ چاپ اقبال طہران)

ہی وہ خطبہ ہے جس کو دیکھ کر منکرین' متحیر و مضطرب ہو کر شک
تے ہیں لیکن عقاد سا ناقد' ادیب' مورخ و محقق' حکیم' فیلسوف
شک کی گنجائش نہیں پاتا بلکہ اس کو امیر المومنینؑ کا کلام ہونے
ت سے تمام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے' اور یہ بتلاتا ہے کہ خداوند عالم
اسلامی نظریہ کی یہ ایک سب سے اعلیٰ مثال ہے۔

ان عہد رسالت کے دلوں میں شکوک تھے
ؑ نے اپنی تقریروں خطبوں سے دور کیا

جو لوگ بعد عہد رسالت کی تاریخ پر دقیق نظر

رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ عربوں میں ظاہری اسلام تھا لیکن دخیل وہ
اصول دین و عقائد میں مستحکم نہ تھے وہ اسلام کے خلاف ہر شک اور
اعتراض کو اپنے دل میں جگہ دینے کو تیار تھے' وہ اسلام کے خلاف ہر
مخالف آواز کو نہ صرف سننے ہی کے لیے آمادہ تھے بلکہ اس کو قبول کرتے
تھے' اس نازک موقع پر برخلاف خلفاء ماسبق کے کہ وہ لوگوں کو سوچنے
سمجھنے اور چون و چرا کرنے پر ان کا گلا گھوٹتے تھے' حضرت نے عقلی
استدلال سے معترضین کے ایراد و مستضعفین کے شکوک کو رفع فرمایا۔
الاستاد الشیخ عبد اللہ العلائلی لکھتے ہیں:۔

"مناسب ہے کہ ہم اس طرف بھی اشارہ کر دیں کہ نہج البلاغہ کا
مطالعہ اگر ہم ذرا دقت نظر سے کریں تو اس سے بھی ہمارے خیال کی تائید
ہوتی ہے اور ہمارا مقصود حاصل ہوتا ہے (کہ اس وقت کے لوگ اپنے
عقائد میں پختہ نہ تھے) اس لیے کہ نہج البلاغہ میں بہت سے خطبے اور تقریر
ایسی ہیں جن میں اصول دین کے مسائل پر بحث کی گئی ہے' معلوم ہوتا
ہے کہ لوگ امیر المومنینؑ سے برابر ان مسائل کو دریافت کرتے رہتے
تھے یا خود آپس میں اس زمانہ کے لوگ ان مضامین پر بحث و مباحثہ
کیا کرتے تھے' یہ مسائل زیادہ تر ذات الٰہی سے متعلق ہیں' مثل خطبہ
اشباح کے جو حضرت کے جلائل خطب میں سے ہے' ایک مرتبہ ایک
سائل نے حضرت سے عرض کیا کہ خدا کے صفات اس طرح بیان فرمائیے
کہ گویا اسے آنکھوں سے دیکھا' یہ سن کر آپ غضبناک ہوئے اور خدا
کی تنزیہہ کو آپ نے بیان فرما کر اس کو پہچنوایا' اسی طرح آپ کا وہ
خطبہ جو زمین و آسمان کی خلقت کے متعلق ہے' اور وہ خطبہ جو خدا کی
تنزیہہ کے متعلق ہے (یعنی خطبۂ توحید) اور آپ کا وہ جواب جو
حریت اخلاق و ارادۂ جزیہ (یعنی مسئلہ مشکلہ قضا و قدر) کے متعلق
ہے۔ امیر المومنینؑ کے یہ سب خطبے اور جوابات اس امر پر دلالت
کرتے ہیں کہ ان کے دلوں کے اندر عقائد کے متعلق ایک پوشیدہ حیرانی
(تذبذب و شک) موجود تھی اور وہ ثابت العقیدہ نہ تھے اگرچہ اسلام
نے اپنی تعلیمات سے اس حیرانی و تذبذب کی روک تھام کی لیکن یہی
تذبذب و شک ایک اسلامی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوا خاص کر سرحدی
فتوحات کے بعد جب دوسری قوموں سے زبردست میل جول ہوا اور
دوسرے دین و مذہب کے لوگ جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے کیونکہ

www.kitabmart.in

تو میں اپنے دینی عقائد یوں آسانی سے نہیں بدلتی ہیں جس آسانی سے وہ اپنا لباس تبدیل کرتی ہیں اس لیے یہ تذبذب دینی اور عقائد کا شک باقی رہا بلکہ اس میں ترقی ہوئی۔ لیکن اب یہ اجتہاد دینی کی شکل میں ظاہر ہوا (یہ اشارہ ہے خوارج، مرجیہ، و جبریہ عقائد و رجحانات کی طرف)۔"

تاریخ المسلمین نقد و تحلیل ص ۱۱۵، ۱۱۶، طبع بیروت)

بہر حال نہج البلاغہ کے خطبات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی عجیب اعتراض ہے کہ "خطبۂ خفاش، خطبۂ نملہ، خطبۂ طاؤس میں جن جانوروں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں بہت ہی دقت نظر سے کام لیا ہے اور کمال مصوری کا مظاہرہ ہے اس لیے یہ امیر المومنینؑ کا کلام نہیں ہے" اس اعتراض و معترض کی سمجھ عقل پر ہنسی معلوم ہوتی ہے، علی صادق النظر و غائر الفکر و نبض شناس فطرت ہو وہ ان جانوروں کے ظاہر حالات پر غور کر کے ان کی صحیح تصویر کو اپنے الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا ہے۔ یں کے کم سن اور ناسمجھ بچوں میں بھی یہ صلاحیت موجود تھی کہ اپنے الفاظ میں صفات کو اس طرح بیان کر دیتے تھے کہ اصل صوف کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی تھی، شاعر مخضرم حسان ثابت انصاری کے صغیر السن بچے کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نے اس کو کاٹ لیا وہ روتا ہوا باپ کے پاس آیا کہ مجھ کو ایک نے کاٹ لیا ہے، حسان نے جانور کا نام پوچھا، بچہ نام سے ف نہ تھا حسان نے پوچھا اس کی صورت کیا تھی، بچے نے بتلایا ملتف بعود حیرۃ" یعنی گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مخطط میں لپٹا ہوا ہے"۔ حسان کے نگاہوں کے سامنے بھڑ کی تصویر آگئی یہ سمجھ گئے کہ بھڑ نے کاٹ لیا ہے، بچے کی باریک بینی اور الفاظ یہ تصویر کشی کرنے پر وہ خوش ہو کر کہنے لگے۔ "واللہ صار ابنی شاعرا" میرا بیٹا شاعر ہو گیا۔

نے طاؤس کو کہاں دیکھا؟

یہ بھی ایراد کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ نے طاؤس کو کہاں دیکھا تھا بھی اس کے جوڑے کو؟ اس کا جواب ابن ابی الحدید نے

میر المومنینؑ نے طاؤس کو مدینہ میں نہیں ملاحظہ فرمایا بلکہ کوفہ

میں دیکھا تھا کوفہ میں اس زمانہ میں تمام دنیا سے ہر ایک چیز آ آپ کی خدمت میں شاہان عالم کی طرف سے ہدایا آتے رہتے ہے نر و مادہ کی موجودگی میں اس کا جوڑا کھاتے دیکھنا کچھ بعید نہ

(ابن ابی الحدید جلد دوم ص ۴۸۴ طبع

میں عرض کرتا ہوں کہ ابن ابی الحدید کی تائید مورخ مسع

اس بیان سے ہوتی ہے کہ چین و ہندستان کے جہاز حیرہ کے بن پر لنگر انداز ہوتے رہتے تھے اور عباس محمود العقاد نے بھی یہی بتا کہ حضرت کے عہد میں کوفہ میں غیر ممالک کے آنے والوں کا اجتماع

خود امیر المومنینؑ کی خدمت میں ہندستان کے جاٹوں کا بار یا بھی پایا جاتا ہے (کتاب الرجال الکشی) صرف یہی نہیں بلکہ عراق ہی زمانے سے ایک ایسے فرقہ کا وجود بھی پایا جاتا ہے جو شیطان و طا کی پرستش کیا کرتا تھا، کوئی وجہ نہیں کہ وہ فرقہ جو طاؤس کی پرستش نہ اُس نے اس پرندے کی نسل کی حفاظت نہ کی ہو، کیا تعجب ہے دجلہ کے کنارے پر جو مشہور دیر الطواویس تھا اس کی شہرت ا پر صرف اسی بنا پر ہوئی کہ وہاں طاؤس کثرت سے پائے جاتے

انتخاب صدر برائے اجلاس چہل و دو[۴۲]

مجوزہ حیدر آباد دکن

دفعات ۷، ۸ دستور العمل کانفرنس ہذا کے بموجب جملہ مرکزی کمیٹی کانفرنس ہائے ماتحت اور انجمن ہائے ملحقہ سے صدر کانفرنس انتخاب کے سلسلے میں نامزدگیاں طلب کی گئی ہیں اور ان تمام وصول شد نامزدگیوں کی فہرست برائے انتخاب صدر اجلاس چہل و دوم[۴۲] مجوزہ حیدر دکن بتاریخ ۵ و ۶ مارچ ۵۸ء آئندہ جلسہ مرکزی کمیٹی کے ایجنڈا شامل کر دی جائیں گی۔

چنانچہ مرسلہ پوسٹ کارڈ (نمبر ۱ (الف)/۵۸) سے قطع اس اعلان کے ذریعہ جملہ ممبران مرکزی کمیٹی کانفرنس ہائے ماتحت انجمن ہائے ملحقہ سے استدعا ہے کہ براہ عنایت اپنی نامزدگیاں ۲۵ جنو ۵۸ء تک صدر دفتر کانفرنس (۲۵۱، چک، الہ آباد ۳) کو ارسال فرما (خان بہادر) سید کلب عباس، آنریری جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفر

www.kitabmart.in

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا بیالیسواں اجلاس

۵، ۶ مارچ ۵۸ء کو

حیدرآباد (دکن) میں کیوں ہو رہا ہے

یہاں قطبیہ شیعہ تھے۔ دکن میں شیعی تمدن اور تہذیب
وہ تھا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ دکن میں اُردو کی پرورش
وہیں ریختہ پروان چڑھا۔ آصف جاہی اقتدار کے بعد
اقتدار اور اسلامی شان و شکوہ قائم رہا۔ پچھلی صدی
باد اسلامی جاہ و حشم کا مرکز تھا۔ اس کے فرمانرواؤں
لی۔ علم پروری اور فن نوازی نے حیدرآباد میں
ختلف قطاع ہند سے بلکہ دوسرے متمدن ملکوں سے
فن اور ارباب ہنر کو حیدرآباد میں کھینچ بلایا۔ شمالی ہند
پی کے پرانے قصبوں سے مثلاً بلگرام۔ اٹاوہ۔ تھانہ بھون
وہان۔ جانسٹھ۔ امروہہ وغیرہ سے مشرقیات کے
ادبیات کے ماہر حیدرآباد جا پہونچے۔ اور اکبری دربار
وہاں بن گیا۔ ہماری تعلیم گاہوں کی آبیاری وہاں سے
ے اہل فن کے وہاں سے وظائف مقرر ہوئے اور
زین دماغ حیدرآباد کی ترقی و اصلاح و تنظیم میں وہاں
صروف ہو گئے۔ عماد الملک میر سید حسن بلگرامی علامہ
لگرامی جیسی مشہور روزگار ہستیاں تابندہ نجوم کی
ہند پر چمکیں۔ تخت لفظ خوانی نے وہاں جاکر عروج
طی نے خان خانان کی ڈیوڑھی میں اپنا سکہ جمایا۔ سرسالار
وش میں علم و فضل نے پرورش پائی۔ ہماری زبان وہاں
ڑے بڑے شیعہ جاگیرداروں کی جاگیریں شرفاء اور
ش کا مرکز بن گئیں۔ ایگزیکٹیو جوڈیشل اور تعلیمی شعبے
قابل لوگوں سے بھر گئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ تالیف و تصنیف
نے اُردو کی خدمت کی۔ تعلیم نسواں کا بھی حیدرآباد نشیمن بنا غرض
حیدرآباد منبع علم و فضل و مخزن تہذیب و تمدن ہو گیا اور حیدرآباد
کو یہ خصوصیت حاصل ہو گئی کہ ہندستان کی ہر شیعہ بستی کے کچھ نہ کچھ
افراد وہاں آباد ہو گئے اور اس طرح پر حیدرآباد شیعہ بستی کا دل
بن گیا۔ بقول صفی:۔

دل بظاہر ہیں جدا لیکن رگ دل ایک ہے

پچھلے ۴۸-۱۹۴۷ء کے انقلاب نے حیدرآباد کا کایا پلٹ کر دیا۔
مذہبی اور خیراتی اداروں پر بھی اس انقلاب کا خاص اثر پڑا۔ جو اہل
فن تھے وہ کس پرسی کی وجہ سے منتشر ہو گئے۔ اقتصادی کشمکش
نے جو جاگیروں کے ضبط ہونے اور وظائف کے بند ہونے سے پیدا
ہو گئی ہزاروں لاکھوں کو بے خانماں اور درویزہ گرد بنا دیا۔

کل جہاں پر شگوفہ و گل تھے ٭ آج دیکھا تو خار بالکل تھے
کل جہاں پر تھا بلبلوں کا ہجوم ٭ آج اُس جا ہے آشیانہ بوم

اب جو حیدرآباد جایئے تو جن ڈیوڑھیوں کی چہل پہل اور رونق
بازار مصر کی سی تھی اب وہاں خاک اڑتی ہے جن محلات کی آئینہ بندی
آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی تھی اب وہاں مکڑیوں کے جالے اور
ابابیلوں کے گھونسلے نظر آتے ہیں۔ عزاداری میں بھی نمایاں انحطاط
ہے۔ محافل اور مجالس مذہبی میں بے رونقی رونما ہے۔ وہ حیدرآباد
جہاں سے سارے ہندستان کے اداروں کو امداد ملتی تھی اب خود قابل
امداد ہو گیا ہے۔ تمدن، تہذیب، تعلیم، اقتدار ہر چیز کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔

www.kitabmart.in

ان حالات میں ہماری مرکزی کُل ہند جماعت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے ایسے مرکز کی اصلاح و تنظیم اور اس کے منتشر شیرازہ کی تدوین کی طرف فوری توجہ کرے۔ جنوبی ہند میں آل انڈیا کے صرف دو اجلاس مدراس اور مسولی پٹم میں ہوئے ہیں۔ بمبئی کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو تین اجلاس تصور کئے جا سکتے ہیں۔ ہمارے جنوبی ہند کے بھائی وہاں اجلاس نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ہم سے اجنبی سے ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارا آئین یہ کہتا ہے کہ ہم مختلف شیعہ مرکزوں پر سالانہ اجلاس منعقد کریں اور وہاں کے مخصوص حالات کا لحاظ کرتے ہوئے وہاں کے لیے ایک لائحہ عمل بنائیں۔ اہل حیدرآباد نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور وہاں کی اسٹیٹ شیعہ کانفرنس نے آل انڈیا کے اجلاس چہل و دوم کے وہاں منعقد کئے جانے کی خواہش اس استدعا کے ساتھ کی کہ یہ اجلاس تعطیل ہولی میں جو وہاں چار یوم کی بلکہ ایک دن سنیچر کا ملا کر چھ دن کی ہو رہی ہے۔ منعقد کیا جائے۔ حالانکہ کلکتہ کے اجلاس کو منعقد ہوئے ابھی پورا سال نہیں ہوا مگر مرکزی کمیٹی منعقدہ ۵ جنوری ۵۸ء نے اس دعوت کو متذکرہ بالا مخصوص حالات میں منظور کر لیا ہے اور بڑی سرگرمی کے ساتھ کام شروع کر دیا ہے۔ استقبالیہ کمیٹی نے بھی حیدرآباد میں کام شروع کر دیا ہے اور تمام اقطاع ہند میں اجلاس حیدرآباد کے انعقاد ہونے کی اطلاع بھیجی ہے۔ شیعیان حیدرآباد کی آنکھیں اپنے شمالی ہند اور وسط ہند کے برادران ایمانی کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ وہ بھی اس اجلاس میں شریک ہو کر اپنی اخوت و ہمدردی کا ثبوت دیتے ہیں یا نہیں اور ان کی گوناگوں مشکلات کا کوئی حل نکالتے ہیں کہ نہیں۔

بہت سے مذہبی تعلیمی اور لسانی مسائل ایسے بھی درپیش ہیں کہ جن کا تعلق ملک کی تمام ریاستوں سے ہے اور جن کا امداد ایک مرکزی پلیٹ فارم ہی سے ممکن ہے۔ اقتصادی پروگرام اور بے روزگاری کے دفاع کی موثر تدابیر نکالنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اوقاف کے متعلق جو مرکزی قانون ۵۳ء میں بنا ہے اس کی روشنی میں شیعی اوقاف کا کماحقہ تحفظ یہ بھی ایک ایسی ضرورت ہے جو مرکزی اجتماع چاہتی ہے۔ ترقی ملک کی پنج سالہ اسکیموں سے ہماری اقلیت کس طرح استفادہ کر سکتی ہے اور دیگر ملکی بھائیوں کے دوش بدوش ان کی شریک کار کس طرح ہے اس کے لیے بھی سب کو مل کر طریقہ کار سوچنا ہے۔ ہمارے جنوبی ہند کے بھائی ہمارے ہمیشہ شریک و رفیق رہے ہیں۔ ہم ان کی آواز پر لبیک کہنا چاہیئے۔ وہ پکار رہے ہیں۔

ہم نہ ہیں گیر محبت ہیں پر پرواز دو
ہم صفیر دا ک ذرا آواز پر آواز دو

(خادم ملت)

سید کلب عباس جنرل سکریٹری
آل انڈیا شیعہ کانفرنس

ماہ رجب المرجب

اس ماہ میں امیر المومنینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام علی نقیؑ کی ولادت اور امام موسیٰ کاظمؑ اور امام علی نقیؑ کی شہادت ہے نیز فتح خیبر اور عید بعثت بھی اسی مہینے میں ہے۔

تمام افراد ملت سے استدعا ہے کہ اس ماہ میں مشن کے شایع کردہ مختصر سوانح معصومینؑ علیہم السلام وغیرہ خرید فرما کر غیر اقوام میں مفت تقسیم فرمائیں اور ان ذوات مقدسہ سے اقوام عالم کو متعارف بنا کر رضائے الٰہی کا شرف حاصل کریں۔

الداعی الی الخیر: سید ابن حسین نقوی آنریری سکریٹری امامیہ

www.kitabmart.in

حسینی فنڈ

امامیہ مشن لکھنؤ

آپ کا یہ دینی و تبلیغی ادارہ ہر سال زمانہ عزا میں واقعہ کربلا پر اُردو۔ ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں لٹریچر شایع کرتا رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس لٹریچر کی زیادہ سے زیادہ تعداد غیر اقوام میں یوم عاشورہ و اربعین مفت تقسیم ہو تاکہ وہ بھی کربلا والوں کی عظیم قربانیوں سے روشناس ہو کر اسلام حقیقی سے متعارف ہو سکیں۔

سال گزشتہ سے مشن نے "حسینی فنڈ" کا اجرا کیا ہے اور محرم ۱۳۷۷ھ کے لٹریچر کی اشاعت کے سلسلے میں افراد ملت نے عطایا کے ذریعہ جو امداد فرمائی اس کے نتیجہ میں تقریباً آٹھ ہزار رسائل تقسیم ہو گئے تھے جس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

اب محرم ۱۳۷۸ھ کے لئے بھی "حسینی فنڈ" کا اجرا کر دیا گیا ہے اور عاشقان حسینؑ مظلوم (ارواحنا لہ الفداء) سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ حسب سابق اس فنڈ میں اپنے گرانقدر عطایا کے ذریعہ ہر ممکن امداد فرما کر روح معصومہؑ عالم کو شاد فرمائیں اور رضائے الٰہی کا شرف حاصل کریں۔

آیندہ محرم کے لیے لٹریچر کی تیاری شروع کر دی گئی ہے۔ آپ اپنے فرمائشات سے جلد از جلد مطلع فرما دیجئے تاکہ تعداد اشاعت میں اس کا لحاظ رکھا جاوے۔ آپ جس قدر اپنے عطایا کے ذریعہ امداد فرمائیں گے ہم اتنا ہی زائد لٹریچر شایع کر سکیں گے۔ آپ کے عطایا کا اعلان اخبار سرفراز اور پیام اسلام" میں ہوتا رہے گا اور انشاء اللہ محرم ۱۳۷۸ھ سے قبل ہی ہم آپ کی رقم سے چند قیمتی رسائل آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں گے جو آپ اپنے وہاں اپنے ہاتھ سے غیر اقوام میں "یوم عاشور" تقسیم فرما کر عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہوں۔

اپنے حلقہ اثر کو بھی اس اہم دینی فریضہ کی طرف متوجہ فرما دیجئے اور ہر فرد دینی سے اس فنڈ میں اعانت کی درخواست کر کے مزید اجر و ثواب حاصل کیجئے۔

الداعی الی الخیر:- سیّد ابن حسین نقوی آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

www.kitabmart.in

چہاردہ معصومینؑ کے فضائل و مصائ



سالکِ مسلکِ اوج و دبیر سید سرفراز حسین صاحب خبیر رضوی لکھنؤ
کے تصنیف کردہ چودہ مرثیوں کا مجموعہ "بدرِ کامل" کے نام سے چھپ گیا ہے
ہر معصومؑ کے مناقب و مصائب تاریخ کی روشنی میں نظم کئے گئے ہیں
ہر مرثیے سے قبل معصومؑ کی زیارت تاریخ ولادت و شہادت اور
جائے دفن درج ہے۔ محافل کی زینت اور مجالس کی رونق ہے۔

ٹائیٹل دیدہ زیب، کتابت و طباعت نظر فریب پر وفیسر
احتشام حسین صاحب لکھنؤ یونیورسٹی کا شروع میں تعارف، سائز ۲۶×
صفحات ۳۵۰، قیمت صرف پانچ روپیہ، محصول ڈاک ایک روپیہ
پاکستانی شائقین مندرجہ ذیل پتہ پر مبلغ چھ روپے کا منی آرڈر بھیجکر رسید ہم کو
بھیجدیں، رسید ملتے ہی ہم فوراً بذریعہ رجسٹری "بدرِ کامل" روانہ کر دیں گے۔

مسز آفاق حسین ۴/۴۸ جیکب لائن، کراچی، مغربی پاکستان

المشتہر

ممتاز بک ایجنسی نخاس لکھنؤ (یوپی)

www.kitabmart.in

محرّم کی ایمان افروز راتوں میں

جب فضائیں شہید کربلاؑ کے غیر فانی غم سے متاثر ہوتی ہیں عالم کے گوشہ گوشہ سے یا حسینؑ کی صدائیں ٹکراتی ہیں عزادار اس سیاہ لباس دعوت گریہ دیتا ہے اُس وقت آپ کو نوحوں کی آوازیں درد انگیز لہجہ میں سنائی دیتی ہیں یہ نوحے زیادہ تر حسینی شاعر ل لکھنوی کے ہوتے ہیں موصوف کی مندرجہ ذیل بیاضیں ہم سے فوراً طلب فرمائیے۔ ہم نے ان بیاضوں کی قشر و اشاعت کے پیش نظر دی لجہ تک کیلئے صرف آٹھ آنہ فی جلد کر دی ہے جلد طلب فرمائیے ورنہ پھر پوری قیمت پر مل سکیں گی۔

ج فرات	جلد اوّل	۸ر
ج فرات	جلد دوم	۸ر
ج فرات	جلد سوم	۸ر
ج فرات	جلد چہارم	۸ر
ج فرات	جلد پنجم	۸ر
ع فرات		۸ر
لوۂ فرات		۸ر
قلاب فرات		۸ر
وج فرات		۸ر
رات کی لہریں		۸ر
حیفۂ ماتم		۸ر

کا پتہ:- ادارۂ فروغ اُردو نمبر ۳۷ امین آباد پارک لکھنؤ

www.kitabmart.in

جلد طلب فرمایئے

ذیل کے کتب اگر آپ نے فوراً نہ طلب فرمالیے تو

پھر دستیاب ہونا مشکل ہیں۔

حمائل شریف :- مطبوعہ نظامی پریس مترجمہ فرمان علی صاحب مرحوم عہ

تحفۃ العوام، مطابق فتاویٰ آقائے بروجردی للعہ

وظائف الابرار، مع استخارہ و تعویذات عہ

فلسفۂ آلِ محمدؐ ..... عہ

اکری کے جدید مسودات، باضافات جدید عہ

وانح جناب مختار (علاوہ محصول) ۸ر

جالس سجادیہ (") عہ

ریاض المصائب جلد اعہ جلد دوم عہ (علاوہ محصول)

علیہ خود آقا سید حسین بروجردی ۱۰ر استخارہ سجادیہ ۸ر پنجتن دیزعہ

حظ :- علاوہ حمائل و تحفۃ العوام کے دیگر کتب تاجروں کو بہ رعایت عادی جاسکتی ہیں

پتہ :- دفتر رسالہ مجاہد گلی شاہ پچھڑا لکھنؤ

تحفۃ العوام تیار ہوگئی

مُصدقہ حضرات علمائے ہندوستان مطا

فتاوائے سرکار بروجردی و سرکار سید محسن الحکیم

جس میں بہت سے مسائل و ادعیہ کا اضافہ بھی

کیا گیا ہے۔ کاغذ عمدہ سفید، لکھائی چھپائی اعلیٰ

حجم ۳۷۶ صفحات، قیمت علاوہ محصول للعہ

دفتر العلم بخاری ٹولہ لکھنؤ سے طلب کیجئے

رسالہ نظام ازدواج

یہ رسالہ سرکار رب العلمار دام ظلہ کے اس موعظہ کا خلاص

سرکار ممدوح نے سکریٹری امامیہ مشن کے لڑکے کے عقد کے موقع پر بیا

تھا۔ اس میں وہ صیغے وغیرہ بھی درج کر دیئے گئے ہیں جو اس عقد میں

کئے گئے تھے۔ چونکہ یہ عقد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلا ہی تھا ا

مومنین بیرونجات کثرت سے تفاصیل دریافت فرما

لہذا اس رسالہ کو شایع کر دیا گیا ہے۔

آپ صرف اکیس نئے پیسے کے ٹکٹ ارسال فرما کر آ

طلب فرما سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ :- سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

www.kitabmart.in

سرفراز

لکھنؤ

۲۵ر جنوری ۵۸ء — نمبر ۲۲/۲۱/۲۳

انڈیا شیعہ کانفرنس کا آیندہ اجلاس

انڈیا شیعہ کانفرنس کا آیندہ بیالیسواں اجلاس ۵ر و ۶ر
۵۸ء کو حیدرآباد دکن میں منعقد ہو رہا ہے۔ مومنین آندھرا
دعوت نامہ آل انڈیا کی مرکزی کمیٹی نے اپنے جلسہ منعقدہ
ی میں منظور کر لیا ہے۔ اور اس کے لیے تاریخوں کا تعین بھی
یہ اجلاس انشاء اللہ ہولی کی تعطیل میں ۵ر مارچ کی پانچویں
تاریخ کو انعقاد پذیر ہوگا اور اگرچہ پروپیگنڈے اور
شاعت کے لیے کافی وقت نہیں مل سکا ہے پھر بھی ہمیں امید
اجلاس کامیاب ہوگا اور سالہائے ماسبق کے اجلاسوں
کر کامیاب ہوگا۔

مومنین کرام کی توجہ ہی اس اجلاس کو کامیاب بنا سکتی
انڈیا شیعہ کانفرنس ان کی واحد نمائندہ جماعت ہے
خدمات و سرگرمیاں گزشتہ نصف صدی کی وسعت تک
ہوئی ہیں۔ اس کا ماضی شاندار گزرا ہے اور اس کا حال
ساعدت حالات کے باوجود اپنی گزشتہ شان و شوکت
حد تک قائم رکھے ہوئے ہے اور ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ
مستقبل بھی روشن و درخشاں ہوگا اور ملت جعفریہ کو اس سے
مستفید و مستفیض ہونے کا موقع ملتا رہے گا۔

جیسا کہ فخر قوم خان بہادر مولوی سید کلب عباس صاحب
اپیل سے جسے ہم اسی اخبار میں شائع کر رہے ہیں اس کی ابتک

کی خدمات پر کافی روشنی پڑتی ہے اب تک اس واحد قومی ادارہ کی وجہ سے
ملت کو گرانقدر فوائد پہونچ چکے ہیں۔ اس ادارہ کے شعبہ اوقاف نے اہم
خدمات انجام دی ہیں اور اس کی خدمات کا سلسلہ اب تک جاری ہے
نہ معلوم کتنے اوقاف کو جو اغیار کے تحت تصرف تھے ہمارا شعبہ اوقاف
واگزار کرا چکا ہے۔ اس کی خدمات میں دوسرا نمبر شیعہ کالج کا قیام ہے جس
تحریک اسی کانفرنس کے اسٹیج سے ہوتی رہی اور جس کے لیے مولانا
اپنی پُرجوش نظمیں پڑھتے رہے اور ابتدائی مختلف اجلاسوں میں ایک
شیعہ کالج کی ضرورت کے متعلق ریزولیوشن پر ریزولیوشن منظور کیے
جاتے رہے۔ شیعہ کانفرنس نے اپنے پلیٹ فارم سے قوم کو جس
ضرورت کی طرف متوجہ کیا تھا شکر ہے کہ اس کا اس نے اثر لیا اور اب
ایک شیعہ ڈگری کالج قوم کے پاس موجود ہے۔

اس کی خدمات میں تیسرا نمبر سرفراز اخبار و پریس کا آتا ہے
سرفراز کے منصہ شہود پر آنے سے پہلے شیعوں میں اخبار بینی کا ذوق
صفر تھا اور سیاسیات ملکی سے بھی انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ شیعوں
میں جو اخبار نکلتے تھے وہ صرف مذہبیات اور مذہبیات میں بھی زیادہ
مناظرہ تک محدود ہوتے تھے۔ سب سے پہلے سرفراز ہی نے میدان عمل
میں آکر شیعہ قوم کے افراد میں اخبار بینی کا صحیح جذبہ پیدا کیا
اس نے محرم نمبر اور رجب نمبر جیسے اسپیشل نمبر نکال کر جو شاہراہ
کی اس پر آج ہندستان و پاکستان کے تمام شیعی جرائد گامزن
ملکی سیاست سے دلچسپی اور اخبار بینی کا شوق افراد قوم میں سرفراز
ہی پیدا کرنے کا باعث بنا ہے۔ وہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس
آرگن ہے اور اس لیے اس کی اور اس کے متعلقہ ادارات کا پروپیگنڈا
کرنے کے لیے یہ ایک خادم گزشتہ ۳۴ سال سے خدمات انجام
دے رہا ہے۔ اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔
ان تمام باتوں کے باوجود سرفراز کو قوم آجتک خود کفیل نہیں
جس کے اسباب و وجوہ پر ہم گزشتہ اشاعتوں میں ایک مرتبہ
زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں اور اس محل پر کچھ زیادہ کہنا تحصیل
حاصل ہے سرفراز کا ۳۴ سالہ کیریر ہی اس کی افادیت کا زندہ
ثبوت ہے۔ اس کا پریس صفائی معاملات' عمدہ کتابت و طباعت
اور وقت کی پابندی کی وجہ سے شہرت و نیک نامی کا مالک

www.kitabmart.in

اور اس کی یہی کارگزاری ہے کہ وہ اس عرصہ میں ایک دوسری مشین بھی کھڑی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ بہرحال اخبار و پریس دونوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں منہمک ہیں اور قوم کی خدمات اپنی بساط کے موافق انجام دیئے جا رہے ہیں۔

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے خدمات کا ریکارڈ بہت شاندار ہے مگر وہ اسی حد تک خدمات انجام دے سکتی ہے جس حد تک افراد ملت اس سے تعاون کرتے ہیں۔ کانفرنس کوئی جاندار چیز نہیں ہے بلکہ وہ نام ہے چند ایسے افراد کا جن میں قوم کی ہمدردی جذبہ خدمت و ایثار پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ افراد قوم جس مقدار میں اس کانفرنس سے اشتراک عمل کریں گے اسی مقدار میں اس کی خدمات زیادہ ہونگی اور اس میں فعال ارکان کی تعداد بڑھ جائے گی تو وہ زندہ ادارہ معلوم ہونے لگے گی۔ اگر اشتراک کم ہو گا تو ادارہ مضمحل نظر آنے لگے گا اور خدانخواستہ کوئی ایسا وقت آجائے کہ یہ اشتراک بالکل ہی ختم ہو جائے تو ادارہ فنا ہو جائے گا۔

اس لیے ضرورت ہے کہ افراد ملت اپنے اس واحد قومی ادارہ سے زیادہ سے زیادہ تعاون کریں اور اس کی ممبری قبول کر کے اس کے ہاتھوں کو مضبوط بنائیں تاکہ وہ قومی سود و بہبود کی زیادہ سے زیادہ تدبیر پر عمل کر سکے۔

آل انڈیا کے اجلاس مختلف سالوں میں ملک کے مختلف حصوں میں ہوتے رہے ہیں تاکہ اس وسیع و عریض ملک کا ہر ہر حصہ اس کے فیض و برکات سے متمتع ہو سکے اور ہر حصہ کی مقامی ضروریات آل انڈیا سطح پر پیدا کی جا سکیں۔

امسال بیالیسواں اجلاس حیدرآباد دکن میں منعقد ہو رہا ہے ضرورت ہے کہ مومنین اس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کر کے اسے کامیاب بنائیں اور جنوبی ہند کے جو مقامی مسائل مطلب ہوں انھیں بھی حل کرنے کی کوشش کریں۔ امید ہے کہ اجلاس ہر طرح کامیاب ہو گا اور نہ صرف دکن کے بلکہ اس میں شریک ہوں گے بلکہ بمبئی اور گجرات کے شیعہ حضرات بھی اس میں شرکت کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

قطب جنوبی کی مہم سر

نیوزی لینڈ کے حوصلہ جو نوجوان سر ایڈمنڈ ہلیری نے جنوبی کی کٹھن مہم بھی سر کر لی اس سے پہلے وہ وسط ۱۹۵۳ء شرپا کی معیت میں ایورسٹ کی چوٹی کو تسخیر کرنے میں کامیاب ہلیری پہلے انسان ہیں جو خشکی کے راستہ سے قطب جنوبی تک کی اور حوصلہ شکن مسافت طے کر کے منزل مقصود تک پہونچنے ہوئے ہیں اس سے پہلے جو مہمیں قطب جنوبی تک گئی تھیں وہ ہوائی جہاز پہونچی تھیں اب سب سے پہلے ہلیری خشکی کے راستہ سے جنوبی تک پہونچ سکے ہیں۔

اب سے تقریباً چھبیس سال پہلے ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو ایڈ ۲۶ بڑ (AD MIRAL BYRD) اور برنٹ بالچن TBALCHEN ہوائی جہاز کے ذریعہ امریکہ کوچک کے اسٹیشن سے روانہ ہو کر قطب جنوبی واپس آئے تھے پھر برسوں بعد یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو ایک امریکی طیار مہم پر روانہ ہوا اور قطب جنوبی تک پہونچنے اور بخیریت واپس آ کامیاب ہوا۔ اس نے سات سو ٹن سے زائد سامان قطب جنوبی پر تاکہ وہاں پر ایک اسٹیشن تعمیر کیا جا سکے۔

قطب جنوبی کے چاروں طرف بہت وسیع و عریض خشکی پھیلی ہو جو رقبہ میں تقریباً ۴۵ لاکھ مربع میل ہے۔ اس علاقہ کو انٹارکٹکا ہیں اور اگر اسے دنیا کا چھٹا براعظم کہا جاتا ہے تو کچھ بیجا نہیں ہے اردگرد کے سمندر تمام تر برف سے ڈھکے ہوئے ہیں اسی طرح خشکی برف ہی برف جمی ہوئی ہے۔ اس علاقہ کی برف کی تہ متعدد جگہ پانچ پانچ ہزار فٹ سے بھی زیادہ موٹی ہے۔ بیچ میں برف کی ا بہت بڑی دیوار بھی ملتی ہے جسے "راس" کا نام دیا گیا ہے اس لئے عظیم دیوار کی دریافت آسٹریلیا کے سر جے۔ سی۔ راس نے ۱۸۴۲ء میں کی تھی اور اسی کے نام پر اس کا نام "راس" پڑا۔ اس علاقہ میں طوفانی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ ہمیشہ سردی کا موسم رہتا ہے۔ ہ میں گہرا دھند اور برف پڑتی رہتی ہے۔ یہاں جس موسم کو گرمیو موسم کہا جا سکتا ہے اس میں بھی درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے نیچے ہے۔ بارش کبھی نہیں ہوتی۔ درختوں کا نام و نشان نظر نہیں آ

www.kitabmart.in

قطب جنوبی تک پہونچنے کی کوشش حضرت انسان تاریخی بنیاد
سنہ ۱۹ء سے کر رہا ہے جب کہ جیمس کک جیسا حوصلہ جو شخص پہلی بار
جنوبی کے سمندروں تک پہونچا۔ اس کے بعد دوسرے بہادر اس کام
رہے اور ان سیاحوں نے معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے بعد
کے لیے چھوڑا۔ سنہ ۱۸۴۲ء کے بعد سے انیسویں صدی کے تقریباً
تک اس سلسلے میں بالکل خاموشی رہی۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں امنڈسن
کو عبور کیا۔ اور سنہ ۱۹۱۲ء میں اسکاٹ قطب جنوبی کے علاقہ
پہنچ گیا پھر اس نے یہ سفر سنہ ۱۹۲۱ء میں کیا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۲۹ء
ئی مہموں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور سنہ ۱۹۵۶ء سے وہاں مختلف
نے جگہ جگہ اپنے مستقر قائم کرنا شروع کر دیئے۔

انتارکٹک کے علاقہ میں اب زیادہ تر مشینوں ہی سے کام
ہے۔ پہلے ٹٹوؤں، کتوں اور قلیوں کے ذریعہ کام چلایا جاتا
اب ان کی جگہ ٹریکٹروں نے لے لی ہے۔ امیر البحر برڈ نے
ہاز سے اس برفانی سمندر کا سفر کیا تھا اس میں دو سو ہارس
انجن کام کرتا تھا مگر اب جو جدید برف شکن جہاز اس سمندر میں
استعمال کئے جا رہے ہیں ان میں اکیس ہزار ہارس پاور کے انجن لگے
ہیں۔ اس کے علاوہ ریڈیو کے ذریعہ پیغام رسانی کی سہولتیں
حاصل ہو گئی ہیں۔ اس وقت امریکہ۔ برطانیہ۔ فرانس۔ آسٹریلیا
نیوزی لینڈ، ناروے، ارجنٹائن اور روس اس مہم میں جٹے ہوئے ہیں
اور جگہ جگہ مستقر قائم ہیں۔

سر ایڈمنڈ ہلیری کو ان کی ان دو مہموں میں کامیابی نے عالمی شہرت
بنا دیا ہے ان کی ابھی ستائیس سال کی عمر ہے اور جب انھوں نے
سنہ ۵۳ء کو ماؤنٹ ایورسٹ کی تسخیر کی تھی اس وقت ان کی عمر صرف
سال تھی۔ وہ سنہ ۵۳ء سے پہلے شہد کی تجارت کرتے تھے اور
شہد کی مکھی کے لیے اسی طرح مشہور تھے جس طرح ہمارے اتر پردیش
کے واجد حسین صاحب مرحوم ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر و سکریٹری حسین آباد
لکھنؤ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ موصوف میں اس شہد خوری ہی کی وجہ
سے قوت برداشت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ ماؤنٹ ایورسٹ اور
جنوبی کی مہموں کو سر کر سکے

بمبئی کے قومی کارکن کو اعزاز

بمبئی کے مشہور قومی کارکن جناب الحاج سید ابو محمد صاحب
ابکی سال نو کے موقع پر حکومت بمبئی کی طرف سے ایک مخصوص اعزاز
عطا ہوا ہے اور انھیں "جسٹس آف پیس" یعنی آنریری پریسیڈنسی مجسٹ
مقرر کیا گیا ہے۔

الحاج سید ابو محمد صاحب کی ذات گرامی محتاج تعارف
ہے ان سے نہ صرف شیعیان بمبئی بلکہ پورے ہندستان کے شیعہ و اثنا
خصوصاً بمبئی کی شیعی تحریکات کے تو وہ روح رواں ہیں اور وہاں کے
متعدد قومی و مذہبی اداروں سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ آپ شیعہ اثنا
عشری جماعت بمبئی کے صدر اور امامیہ مسجد ٹرسٹ بمبئی کے منیجنگ ٹرسٹ
بھی ہیں۔

جسٹس آف پیس کا اعزاز پہلی مرتبہ ایک شیعہ کو ملا ہے جس پر
ہندستان کو حکومت بمبئی کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے ایک معزز
نمایاں اقلیت شیعہ کے ایک فرد کو یہ اعزاز بخش کر اس کی ہمت
افزائی کی اور اس اقلیت کی ملکی و قومی خدمات کا عملاً اعتراف فرمایا
ہم اس اعزاز پر اپنے محترم دوست الحاج سید ابو محمد صاحب
کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مزار و مکان میر انیس

مزار انیس کی تحریک برسوں سے چل رہی ہے مگر ابھی تک یہ خو
شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اس کی تعمیر کے بارے میں کئی مرتبہ بھیجے ہوئے
کے کالموں میں اس کے متعلق کم سے کم تیس برس سے اپیلوں پر اپیلیں شا
ہوتی رہی ہیں مگر افراد ملت نے اس اہم اور ضروری کام کی طرف
توجہ کرنے کا موقع نہیں پایا اور اگر انھوں نے توجہ کی بھی تو بعض
کی وجہ سے وہ اسے جامہ عمل پہنانے سے قاصر رہے۔ اگر اس وقت
اس کام کو ٹھوس بنیاد پر سنجیدگی کے ساتھ شروع کیا گیا ہوتا تو یقین
وہ پایۂ تکمیل تک پہونچ چکا ہوتا اس لئے کہ اس زمانہ میں بہ نسبت
دوسرے ہمارے فرقہ کی معاشی حالت بہتر تھی زمینداریاں اور تعلقے
قائم تھیں اور سرکاری و ریاستی ملازمتوں میں بھی ان کا حصہ معقول

www.kitabmart.in

اس وقت اسی مقصد کے لئے سرمایہ نسبتاً آسانی سے فراہم ہو سکتا تھا مگر بہتر زمانہ کو ضائع کر دیا گیا اور اب جب کہ ہم معاشی اعتبار سے بہت کمزور ہو رہے ہیں اس کام کو انجام دینا قدرے مشکل ہے۔

پھر بھی اگر افراد ملت عزم بالجزم کر لیں تو یہ مشکل بہت آسان ہو سکتی ہے اور مزار انیس کا بننا ناممکن نہیں ہے خدا جزائے خیر دے انجمن یادگار حسینی کے ذمہ داران کو جنھوں نے اس کے کم و بیش تیئیس ہزار روپیہ کے فنڈ میں سے مبلغ اٹھارہ ہزار روپیہ مزار انیس کے متعلق دار الآثار قائم کرنے کے لئے منتقل کر لیا ہے۔ اس رقم سے تعمیر کا کام تو شروع ہو ہی سکتا ہے اور جب کام کی ابتداء ہو جائے گی تو چندہ انشاء اللہ خود بخود آنا شروع ہو جائے گا کسی کام کا آغاز مشکل ہوتا ہے۔ اور ایک مرتبہ شروع کرنے کے بعد اس کا پایۂ اختتام تک پہونچنا زیادہ دشوار نہیں رہ جاتا۔ اس سلسلہ میں اگر محنت و انہماک اور اصول و قاعدے سے کام کیا گیا تو یقیناً کامیابی ہو سکتی ہے جس کی داغ بیل تو پڑ ہی چکی ہے بس ہمت و جرأت سے کام لے کر اسے تکمیل کی منزل تک پہونچانا ہے۔

اس سلسلہ میں دوسرا اہم کام جناب پروفیسر سید مسعود حسن صاحب لکھنوی ادیب کر گزرے ہیں جنھوں نے میر انیس کا سکونتی مکان دس گیارہ ہزار روپیہ میں اسی امید پر خرید لیا کہ شاید قوم اسے حاصل کر کے محفوظ بنا لے مکان کسٹوڈین کی طرف سے نیلام پر چڑھا ہوا تھا جو ایسے بوذوق لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا جنھیں میر انیس سے کوئی ہمدردی و دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی پروفیسر ممدوح نے اپنی لیاقت سے زیادہ کام کیا اور اس مکان کی خریداری میں اپنے ریٹائرمنٹ کے زمانہ میں دس گیارہ ہزار روپیہ پھنسا دی مسرت محسوس کی۔ ہم پر موصوف کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے ہمارے بہت بڑے محسن ۔۔ میر انیس ۔۔ کی ایک یادگار کو تلف ہونے سے بچا لیا اب میر انیس کا مکان صحیح ہاتھوں میں آ گیا ہے اور اسے قوم خرید کر مزار انیس کے لئے وقف کر سکتی ہے جس سے اس کے اخراجات پورے ہو سکتے ہیں اور اس طرح اس کے بقاء و دوام کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

کیا اس طرف افراد ملت توجہ کریں گے اور ایک ایسے کام کو جس کی ابتدا ہو چکی ہے پایۂ تکمیل تک پہونچانے کی عملی حیثیت سے کوشش فرمائیں گے

رجب نمبر

اب کی رجب نمبر کو محض ایک ہی اہم موضوع ۔ استناد نہج ... ہے مخصوص رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی دوسری چیز قطعاً و نثراً ... کی گئی ہے۔ اس موضوع پر یہ ایک اہم ذخیرہ ناظرین کے ہاتھوں ... رہا ہے امید ہے کہ اہل علم طبقہ میں یہ مقبول ہوگا اور قدر کی نگاہ ... دیکھا جائے گا۔ موضوع بہت وسیع تھا جس کے لئے کسی ضخیم کتاب ... ہی کافی ہو سکتے تھے رجب نمبر کے ۲۲۴ صفحے اس کے لئے کیا کفایت ... ہیں مگر ہم سے جو کچھ بھی ہو سکا ہے وہ ہم نے اپنی مالی بساط کے ... پیش کر دیا ہے اس کا پرکھنا جانچنا اور قدر کرنا قارئین کرام کا کام ...

اس سلسلہ میں ہمیں اپنے دو معاونین قلمی کا خصوصیت کے سا... ادا کرنا ہے ایک علامہ خان امتیاز علی خاں صاحب عرشی مد ظلہ ... محمود حسن صاحب قیصر مرحومی کا جنھوں نے اپنے گرانقدر مقالات ... پر عطا فرما کر اس مبارک نمبر کی قدر و قیمت میں بیش بہا اضافہ کر دیا ... علامہ عرشی کا مقالہ ہمارے خیال میں بقول جناب قیصر صاحب ... کے واقعی حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے اور اس لائق ہے کہ اس ... انگریزی اور فرانسیسی تراجم کر کے دوسرے ملکوں میں بھی نشر و ... کی جائے علامہ عرشی نے اپنا بیش قیمت مقالہ مرحمت فرما کر ہمیں و... کا موقع دیا ہے جسے ہم جناب علامہ عرشی کا احسان عظیم سمجھتے ہیں ... ممدوح کو زندہ و تندرست رکھے تاکہ ان کے قلم سے ایسے ہی شا... ہوتے رہیں اور ان سے ہمیں مستفید ہونے کا موقع ملتا رہے۔

یہ رجب نمبر جس کا دوسرا نام استناد نہج البلاغہ ہے اپنی ... موضوع کے لحاظ سے اس لائق ہے کہ اسے ملک کی زیادہ سے زیاد... میں رکھا جائے اگر افراد ملت اس کی طرف توجہ فرمائیں اور ایک ... دو نسخے اس نمبر کے خرید کر مختلف لائبریریوں میں رکھ دیں تو یہ ایک ... خدمت ہوگی۔

بہر حال یہ نمبر حاضر خدمت ہے امید ہے کہ زیادہ سے ز... افراد اس سے مستفیض ہونے کی کوشش کریں گے۔

www.kitabmart.in

تلے اندھیرا

ستہ الواعظین لکھنؤ سے شایع ہونے والے معاصر ماہنامہ الواعظ
مبر والی اشاعت میں سرفراز کے خلاف ایک نوٹ "اخبار سرفراز
" کے عنوان سے سپرد قلم کیا ہے جس میں یہ شکایت کی گئی ہے
نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۵ اکتوبر میں مدرسۃ الواعظین کے
لطہ میں مبتلا کرنے والا ایک نوٹ لکھا ہے۔

صر موصوف نے ہمیں بے خبری کا طعنہ دیا ہے مگر ہم اتنے بے خبر
تنا بے خبر خود الواعظ ہے۔ یہ نوٹ ہم نے ۲۵ اکتوبر کے سرفراز
بلکہ ۹ اکتوبر کے سرفراز میں لکھا تھا لیکن اس کی خود فراموشی
ہ کہ جب وہ کم و بیش تین مہینے بعد جواب لکھنے بیٹھا تو حوالہ بالکل
ور آنکھیں بند کر کے ۹ اکتوبر کے بجائے ۲۵ اکتوبر لکھ دیا۔
کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے کہ اگر وہ یہ دیکھنا چاہیں کہ سرفراز
ہا ہے تو وہ اس کی تلاش میں کامیاب نہ ہوں۔ یہ تو ہوئی اسکی
کی پہلی مثال۔

ب دوسری مثال ملاحظہ فرمائیے۔ ہم نے سرفراز میں لکھا تھا کہ مدرسۃ الواعظین
دس گاہ میں زیادہ تر برسوں میں ایک ہی طالب علم رہتا ہے جو اس
ثیت رکھتا ہے جس کے گرد مدرسہ کا اتنا بڑا نظام گردش کر رہا ہے۔
اب میں عزیز معاصر فرماتا ہے کہ

محمد اللہ اس عہد قحط الرجال میں بھی ادارۂ عالیہ میں طلاب
و بیش پانچ سات رہتے ہیں چنانچہ اس وقت بھی مذکورہ
تعداد میں طلاب اپنے فرائض میں مشغول ہیں۔"

ط کا دفتر مدرسۃ الواعظین کی عالی شان عمارت ہی کے اندر ہے مگر
ا بے خبر ہے کہ وہ خود بھی طلباء کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتا بلکہ طلباء کی
نچ یا سات بتاتا ہے جو خود اس کی بے خبری کی دلیل ہے اور اس پر
لے اندھیرا" کی مثل صادق آتی ہے۔

یسا کہ معاصر موصوف نے اپنے جواب میں کھل کر اقرار کر لیا ہے ہم نے
توبہ والے نوٹ میں مدرسۃ الواعظین پر کوئی افترا و اتہام نہیں
۔ اگر افترا و اتہام نہیں ہے تو پھر ۹ اکتوبر کے سرفراز میں جو کچھ لکھا
دے استدلال سچ قرار پاتا ہے اور ہم نے کوئی غلط بات نہیں لکھی تھی۔

یہ دوسری بات ہے کہ طلباء کی تعداد ممکن ہے اس سال پانچ یا سات ہی ہو مگر تمام سا
ماسبق میں اس تعداد کو صحیح تسلیم کرنا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

الواعظ کے ہفتہ وار دور میں ہم خود بھی الواعظ کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور ہم
قریب سے بھی اسے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ پانچ سات طلا
تعداد کو گزشتہ سالوں میں صحیح ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

آخر میں ایک ضمنی بات اور وہ یہ کہ معاصر موصوف نے ہمارے جواب
جو نوٹ سپرد قلم کیا ہے اس کا پہلا فقرہ حسب ذیل ہے۔

"قومی جریدہ اخبار سرفراز کچھ ایسی روش اختیار کرتا جاتا ہے۔ الخ"

"قومی جریدہ اخبار سرفراز" کی ترکیب ہماری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ اگر اس قسم
ترکیبوں کو صحیح مان لیا جائے تو آب زمزم کا پانی، جنگ جمل کی لڑائی، گل نیلوفر
پھول، بیخ کاسنی کی جڑ، شب شہادت کی رات، یوم جمعہ یکادن اور سد سکندری
جیسی ترکیبوں کا استعمال معاصر موصوف کیوں نہ شروع کر دے۔

اعتدال چاہیئے

سرفراز میں اس بات پر اس سے پہلے بھی احتجاج کیا جا چکا ہے کہ مجالس عز
اور محافل سرور کو صرف ذکر محمدؐ و آل محمدؐ تک ہی محدود رکھا جائے اور منبر
پر سرکار سید العلماء کی قدح و مذمت بند کر دی جائے۔ مگر ہماری آواز بالکل صد
بصحرا ثابت ہوئی اور یہ مذموم سلسلہ برابر جاری ہے۔ اب تو اس میں اتنی شد
پیدا کر دی گئی ہے کہ دیسہ، سویم اور چالیسویں کی مجلسوں کو بھی قدح سید العلماء
مدظلہ سے معاف نہیں رکھا جاتا حالانکہ ان مجالس میں مخالفین و موئدین سبھی
دونوں شرکت کرتے ہیں۔ بہرحال آپس کے معاشرتی اور برادرانہ تعلقات
تو ختم نہیں ہو سکتے مخالفین کے یہاں موئدین جائیں گے اور موئدین کے یہاں مخ
ایسی صورت میں موئدین سرکار سید العلماء کے جذبات کا احترام کرنا اور انھیں
مہمان سمجھ کر دل آزاری سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کم سے کم دیسہ، سویم اور چہلم
کی مجلسوں ہی کو اس سب و شتم سے پاک رکھا جائے تاکہ باہمی تعلقات میں
باقی رہ سکیں۔ اگر سید العلماء مدظلہ کی واقعی قدح کرنا منظور ہو تو اس کے لیے
بالاعلان الگ ایک اجتماع کا انعقاد کیا جا سکتا ہے۔ اس میں دل کھول کر س
کر لیا جائے۔ ایسے اجتماعات جتنی زیادہ تعداد میں بھی کیے جائیں ان پر یقین ہے
سید العلماء مدظلہ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ وہ اطلاع کے بعد ان میں
سے اجتناب کریں گے ۔۔۔ کیا اعتدال کی اس روش پر عمل کریں گے ہم اس مخصوص طبقہ ذاکر

www.kitabmart.in

بیشک جب دل کو مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے بیالیسویں (۴۲) اجلاس عام بمقام حیدرآباد دکن

قرار یافتہ ۵ و ۶ مارچ سنہ ۱۹۵۸ء کے شرکت کی دعوت !!

برادران ملت !

یوں تو ہر اقلیت کے لیے معاشی، اقتصادی اور سماجی تنظیم اس کی بقا کے لیے ناگزیر ہے لیکن فرقہ شیعہ جس دور امتحان و آزمائش سے گزر رہا ہے اس کا اقتضا یہ ہے کہ ہماری ملت اپنی صیرازہ بند کرے اور اپنے منتشر اجزائے ملی کو ایک مرکز پر مجتمع کر کے اپنی حالت کے مستقبل میں آنے والے خطرات اور درپیش ہونے والی ضروریات کا برمحل اور بروقت جائزہ لے کر بحیثیت مجموعی ان کا حل کل ہند بنیادوں پر سوچے اور اپنی اقتصادی مشکلات دور کرنے کے لیے لائحہ عمل مرتب کرے۔

"آل انڈیا شیعہ کانفرنس" گزشتہ پچاس سال سے شیعیان ہند کے ملی، مذہبی، اقتصادی، سماجی اور معاشرتی ضروریات و فلاح و بہبود کے مسائل پر ان کی جملہ ملی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی مفید تجاویز اور ممتاز رہبران ملت کے گرانمایہ صدارتی خطبوں کے ذریعے سے شیعیان ہند کے لیے شمع ہدایت روشن کرتی رہی ہے اور علمی اصلاحی معاشی اور معاشرتی، اقتصادی اور تنظیمی پروگرام پیش کرتی رہی ہے۔ ان کا مرتب کردہ اقتصادی لائحہ عمل ہماری اقتصادی مشکلات کا ایک عملی حل ہے الغرض بلاخوف تردید کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ شیعیان ہند کو توفیقات سے پیدا ہو گئی ہے وہ سب اسی قدیم اور مرکزی ملی ادارے کی انتھک کوشش کا نتیجہ ہے۔

اس مرکزی ادارے نے شیعیان ہند کے حقوق مذہبی اور ملی کی ہمیشہ علمبرداری کی ہے اس نے ملت کی مشکلات کو من حیث الجماعت حل کرنے کے لیے اقتصادی کانفرنسیں منعقد کیں۔ ملت کے سامنے اقتصادی پروگرام کل ہند بنیادوں پر پیش کیے تعلیمی وظائف تقسیم کیے، تعلیمی درسگاہوں کا اجرا کیا۔ ملت کی بیشتر درسگاہوں کے اجرا و احیا میں امداد کی۔ کل ہند شیعہ مرکز اور ملی ضروریات اور قومی دفاع پر آئین دروند کے لیے مرکزی "قو لکھنؤ میں قائم کیا۔ اور اس میں صفی دارالمطالعہ کھول کر اور ایک ادبی و تاریخی نادر کتب و رسائل و اخبار کا اس میں جمع کر وا دبی ذوق قوم میں پیدا کیا۔ تحفظ مآثر متبرکہ کا انتظام کاران جنت البقیع کی تنظیم کی۔ اوقاف شیعہ کے کل ہند پر تحفظ و بقا کے لیے "صیغۂ وقف" قائم کیا اور متعدد اوقاف کو دستبرد اعداء سے بچایا۔ چنانچہ اس صیغہ کا کام بھی جاری و ساری ہے۔ اس کانفرنس سے شیعہ ملت کے شہری حقوق کے حفاظت کے لیے ہمیشہ مؤثر اقدامات کیے گیے اور ملت جعفریہ تنظیم و فلاح و بہبود کی مسلسل جد و جہد جاری کی غرض کہ کوئی مذہبی یا قومی تحریک نہیں ہے جس میں اس قدیم مرکزی ادارے نے خاطر خواہ حصہ نہ لیا ہو۔

اس مرکزی ادارہ نے ملت میں صحیح قومی مذاق پیدا کر اور ان کی آواز کو ابھارنے کے لیے اپنے صحافتی نقیب اور "سرفراز" (لکھنؤ) کا اجرا کیا۔ جو ہندستان کے شیعہ جرائد سب سے قدیم اخبار ہے اور تقریباً ۳۵ سال سے جاری ہے نے ہمیشہ شیعیان ہند کی حمایت کی اور ان کی آواز کو ابھارا اپنی اصابت رائے سے ان کی ہر مسئلہ میں امداد کی نیز مسائل پر صحیح تبصرہ کر کے ان کی رائے کی اصابت اور استقامت اور اسی وقت اس کا پریس اپنی عمدہ اور سستی طباعت کے لیے روزگار ہے۔

www.kitabmart.in

حکومت نے بھی اس امر کا اکثر و بیشتر اعتراف کیا ہے کہ آل شیعہ کانفرنس" شیعوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور یے مسائل پر جو شیعوں سے متعلق ہوتے ہیں خواہ وہ کل ہند یا جماتی نوعیت کے ہوں ان کے متعلق اس قدیم مرکزی ادارہ ئے حکومت کی جانب سے طلب کی جاتی ہے۔

اس مرکزی کانفرنس نے تمام اقطاع ہند مثلاً بمبئی، کلکتہ ، دہلی، پٹنہ ، لکھنؤ - کان پور، الہ آباد، بنارس، جون پور ، سکھر (سندھ) سولیمٹم (آندھرا) دموہ (مدھیہ پردیش) ، جھنگ ، ملتان ، منٹگمری وغیرہ میں اپنے اکتالیس اجلاس کر کے وہاں کے شیعوں یداری اور ملی احساس ، اور تمام شیعیان ایک پلیٹ فارم پر ۔ اسی خیال سے اس اجلاس عام ہندستان ریاستوں (صوبوں) ند کئے جاتے ہیں۔ تہ اتحاد بین المومنین ہے اور ہر ریاست س ضرور یات و حاضرہ پر غور کیا جائے

سال پہلی بار یہ اجلاس عام ۵ و ۶ مارچ ۱۹۵۸ء کو شہر حیدر آباد نعقد ہو رہا ہے تاکہ دکنی شیعہ جس اقتصادی ہفتخواں سے گزر رہے ر رہبری اور شیرازہ بندی ہو سکے۔ حیدر آباد ہماری شیعہ آبادی اص مرکز تھا اور اب تو صوبہ آندھرا میں اس کے شامل ہو جانے نے اور آبادی کے بھی اس ریاست میں شامل ہونے سے اس کی مرکزیت سیعی نے اور بڑھا دی ہے اس لیے ہمدردان ملت سے التماس ہے کہ اپنی ے واحد مرکزی اور قدیم ادارے کی اس اجلاس عام میں شرکت ب جعفریہ کا وقار بڑھائیں اور شیعیان ہند کی قسمت سازی بٹائیں۔

آپ سے بھی مستدعا ہے کہ جو مفید تجاویز موجودہ اقتصادی مشکلات کے حل کی اور قوم کی شیرازہ بندی اور تنظیم و فلاح و بہ کی آپ کے ذہن میں ہوں - انھیں جلد سے جلد بھیج دیں - تاکہ کانفرنس کی سبجیکٹ کمیٹی میں وہ پیش کی جا سکیں اور تمام ارکان ان پر غور کر سکیں اور ان کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال کر ان کو اجلاس کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

خادم ملت

سید کلب عباس

آنریری جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس

وقت کی ایک اہم ضرورت

یادگار حسینی ہائر سکنڈری اسکول الہ آباد کے لیے عمارت کی خریداری کا اس وقت سوال درپیش ہے۔ آپ کی ایک ادنیٰ توجہ سے یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ آپ جو کچھ بھی بہ آسانی مرحمت فرما سکیں فوراً ارسال فرما کر ماجور ہوں۔

پتہ ارسال زر:- آنریری سکریٹری یادگار حسینی سوسائٹی (رجسٹرڈ) الہ آباد ۳

سرفراز کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا آپ کا قومی فریضہ ہے

صرف پانچ روپیہ سالانہ

مرحمت فرما کر امامیہ مشن کی خصوصی ممبری قبول فرمالیجئے۔ دوران ممبری میں شایع ہونے والے تمام رسائل آپ کی خدمت میں بلا طلب بلا قیمت ارسال ہوتے رہیں گے۔

اس وقت آپ کو ۱۹ رسائل زر چندہ وصول ہوتے ہی مل جاویں گے اور آیندہ ذی الحجہ تک جو شایع ہوں گے وہ بھی ارسال ہوں گے۔

آج ہی پانچ روپیہ کا منی آرڈر ارسال فرما کر اپنا نام نامی ممبران خصوصی میں درج کرا لیجئے۔

(الداعی الی الخیر) سید ابن حسین نقوی آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

www.kitabmart.in

سوانح عمری حضرت امیر المومنینؑ

جنوری ۱۹۵۱ء سے رسالہ اصلاح کجھوا (بہار) حضرت امیر المومنینؑ کی سوانح عمری شایع کر رہا ہے۔ یہ سوانح عمری کئی جلدوں میں ہوگی ۵ جلدیں شایع ہو کر ہمہ گیر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں علمائے کرام اور ارباب نظر کا فیصلہ ہے کہ اردو، فارسی، عربی کسی زبان میں بھی اتنی جامع اور تحقیقی سوانح عمری آج تک شایع نہیں ہوئی ہے۔

پہلی اعجاز الولی مصر دوسری جلد قرآن ناطق ۔ تیسری جلد ثقل اکبر صر

چوتھی جلد حضرت امیرؑ جس کے پہلے حصہ میں حضرت کی پیدائش سے رحلت پیغمبرؐ کے دن تک حضرت کے حالات ہیں قیمت للعر

حصہ ثانیہ میں پیغمبر کی وفات سے خلافت ابو بکر و عمر اور زمانہ خلافت عثمان تک کے حالات انتہائی محققانہ حیثیت سے لکھے گئے ہیں، ہے

دفتر اصلاح کی چند بے مثل کتابیں

مجالس خاتون۔ شیعہ خواتین کے لیے زنانی مجلسوں میں پڑھنے کی بہترین کتاب۔ طبع پنجم ہے

شیعہ بچوں کی مذہبی تعلیم۔ بچوں کے لیے مکمل نصاب دینیات پانچ حصوں میں۔ ع

ہندوستان و پاکستان کے اکثر و بیشتر اسکول و مدارس کے علاوہ مسلم یونی ورسٹی اور جامعہ ملیہ کے شیعہ نصاب میں یہ پانچوں حصے عرصہ سے داخل ہیں۔

سیرۃ فاطمۃ الزہراؑ۔ جناب معصومہ کی محققانہ سوانح عمری .. .. للعر

جواب شرر سکینہ بنت الحسینؑ۔ شرر لکھنؤ کے دل آزار ناول کا محققانہ جواب۔ طبع چہارم للعر

دین حق۔ عراق کے شیعہ عالم اور مصر کے فاضل اہل سنت کا مسئلہ امامت و خلافت پر دوستانہ تبادلہ خیالات اور بہت ہی دلچسپ باہمی خط و کتابت .. .. طبع ثانی للعر

ابو ہریرہ۔ مشہور صحابی ابو ہریرہ کے حالات ان کی نفسیات اور ان کی حدیثوں پر محققانہ حیثیت سے تبصرہ ہے

ملنے کا پتہ:- مذہبی کتب خانہ قاضی باغ لکھنؤ

ریاض محسن

یہ بیاض اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے اس میں ندرت و خصوصیت یہ ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ع اور بھی جن جن بزرگان و مخدرات عظمیٰ کی یادگاریں مجالس و تابوت کے ذریعہ انکی تاریخ وفات میں منائی جاتی ان سب کے حالی میں مبکی نوحوں کے علاوہ ان کے تاریخی حالات زندگی بھی بطور تعارف مع تاریخہائے ولادت

ہیں درج ہیں جو نوحے سے قبل حدیث خوانی میں بھی کام آسکتے ہیں ایک جلد طلب فرما کر ضرور ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت صر علاوہ خرچہ ڈ

ملنے کا پتہ:- سرفراز قومی بک ڈپو نادان محل روڈ لکھنؤ

www.kitabmart.in

...علیہ السلام کا ارشاد ہے ہماری خوشی میں خوشی اور ہمارے غم میں غم کرو

معصوم کے قصائد ولادت

...ع حصوں میں چھپ کر تیار ہیں جس میں متجہ شعراء کے بے مثل
...ائد درج ہیں اور خاص طور پر پیدا پیدا ہوا پیدا ہوئے
...پیدا ہوئیں کے اکثر ردلیف کے قصائد جمع کئے گئے ہیں جو
...کے ایام میں پڑھنے کے لئے نہایت موزوں ہیں یہ مجموعے آٹھ
...ت کے بعد صدہا کتب و رسائل و اخبارات اور مشہور شعراء
...کئے گئے آج تک ایسے مجموعے شائع نہیں ہوئے۔

...ت حصہ اول موسومہ ذوالنورین - جس میں حضرت
...حضرت امیر علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فارسی ۳۵ اردو
...ے ۱۱ مخمس ۳۸ مسدس ایک مثنوی جملہ ۳۲۷ - ۱۶۸ مشہور شعراء
...غیرہ ہیں حجم ۴۰۰ صفحہ قسم اول للّٰہ ردوم ۳ے

...ت حصہ دوم موسوم بہ مجمع النورین جس میں قصائد ولادت
...دہ و امام حسن سے امام جعفر صادق علیہم السلام تک ۱۶۸ شعراء
...قصائد مسدس مثنوی ہیں حجم ۳۰۲ قسم اول ۳ے ردوم ۸ عکر

...ت حصہ سوم موسوم جامع النورین - جس میں ولادت امام
...رت صاحب الزمان علیہم السلام تک ۵۹ شعراء کے ۱۷۱ قصائد
...س مثنوی درج ہیں حجم ۲۸۷ قسم اول ۴ عکر ردوم عکر

...عایت - ہر سہ حصہ یکجائے کاغذ چکنا ہے رکھ کر ہے ر

...ت حصہ چہارم - موسوم بہ - جوامع النورین جس میں
...نبؑ حضرت عباسؑ - علی اکبرؑ علی اصغرؑ حضرت سکینہ علیہم السلام
...ر عید غدیر مباہلہ - نوروز وغیرہ ۱۸۰ شعراء کے ۲۰۸ قصائد
...وغیرہ شامل ہیں حجم صہ ۱۹۸ قیمت قسم اول عکر ردوم ۸ عکر

...حبت حصہ پنجم - موسوم قرآن السعدین جس میں حضرت
...او حضرت خدیجہ اور حضرت امیر و حضرت سیدہ علیہم السلام
...کے قصائد مسدس وغیرہ درج ہیں جو شادیوں میں خاص
...ے جاتے ہیں قسم اول عہ ردوم ۱۲ ر مکمل ۵ حصے یکجائے قسم اول

عہ قسم دوم ہے ر

عرفان صفی - مجموعہ مسدسات ولادت چہاردہ معصومینؑ از مولانا
مرزا ہادر علی صاحب قبلہ مرحوم یہ مسدسات ولادت چہاردہ معصومؑ کے ایام
میں پڑھنے کے لئے نہایت موزوں ہیں صہ ۲۸۸ قیمت عکر

گلدستہ قدرت - مجموعہ قصائد ولادت حسینی بیگم صاحبہ صہ ۹۶ دوم
اڈیشن عہ ر

سرور مومنین - یعنی قصائد رنگین در ولادت رسول خدا و ائمہ
طاہرین و اعیاد - یہ بالکل نیا مجموعہ ہے رنگین صاحب کے نوحوں کی جو
شہرت ہے وہ اظہر من الشمس ہے یہ قصائد خاص طور پر ولادت ائمہ اطہار
میں پڑھنے کے لئے نہایت موزوں ہیں قیمت صرف ۱۲ ر

مراثی

سوزخوانی مراثی کا سلسلہ نہایت آسان جس کو مستورات بھی پڑھ سکتی ہیں

ہلال محرم - یعنی شمشیر ماتم حصہ اول چھٹا ایڈیشن جس میں ۱۱۲ رباعی
۱۷ سوز ۲۸ سلام ۸۵ سوزخوانی مراثی شہادت رسول خدا سے شہادت
امام حسینؑ تک اور ۲۲ نوحے ہیں صہ ۳۶۸ ۳ے ر

ہلال محرم - یعنی شمشیر ماتم حصہ دوم پانچواں ایڈیشن ۲۴ رباعی ۳۳ سوز
۲۳ سلام ۸۰ مرثیے ۲۲ نوحے تا رواجی خیام سے واپسی اہل حرم مدینہ سوزہ
تک صہ ۳۳۶ قیمت ۳ے ر

رعایت حصہ اول و دوم یکساتھ ۵ے ر

نوحہ جات :

فغان محرم - دوسرا ایڈیشن مجموعہ نوحہ جات شعرائے محترم و باقر مرحوم
حصہ اول ۳۸۲ مبکی بینیہ مشہور شعراء کے متجہ نوحہ جات وفات رسول خدا
سے شہادت امام حسینؑ تک صہ ۶۴ چکنا للّٰہ رکھ کر ہے ر

حصہ دوم - جس میں بعد شہادت کے نوحہ جات ہیں دوسرا اڈیشن زیر طبع

جام شہادت - مجموعہ نوحہ جات شوکت بلگرامی مرحوم حصہ اول
نواں ایڈیشن ہندوستان میں شوکت مرحوم کے نوحہ جات کی شہرت اور
مقبولیت تعجب خیز ہے اسی حصہ میں ۱۹۲ نوحے صہ ۲۹ ہیں عکر

جام شہادت - حصہ دوم ساتواں اڈیشن ۲۲۶ نوحے صہ ۳۲ عکر

جام شہادت - حصہ سوم چھٹا ایڈیشن ۱۹۶ نوحے صہ ۳۰۲ عکر

www.kitabmart.in

جو تو نے اپنی ضرورت سے زیادہ کمایا ہے اس میں تو دوسرے کا خزینہ دار ہے

فغان زہراؑ۔ اعنی آہ جگر خراش چوتھا ایڈیشن مجموعہ نوحہ جات حضرت مسرور مرحوم۔ آپ کے بینیہ دل ہلا دینے والے نوحوں سے مجلس میں خاص رقت پیدا ہوتی ہے ۲۰۳ نوحے ۴۸۴ صفحے چکنا کاغذ سے ۳ ر

لسکین فاطمہؑ۔ مجموعہ نوحہ جات نگین حصہ اول تیسرا ایڈیشن بالکل جدید طرز پر نئے نوحے اس میں چو مصرعہ نوحے بھی ہیں جس کے ہر بند میں جواب ہے ۱۳۰ نوحے صفحہ ۱۷۶ عہ ر

لسکین فاطمہ حصہ دوم۔ دوسرا اڈیشن ۱۲۰ نوحے صفحہ ۱۷۶ عہ ر

لسکین فاطمہ حصہ سوم۔۔۔ ۱۰۰ نوحے صفحہ ۱۴۰ عہ ر

لسکین فاطمہ حصہ چہارم۔ جدید المطبع ۱۲۳ نوحے صفحہ ۳۰۸ قیمت عہ ر

سالنامہ حیدری مع حیدری جنتری سنہ ۱۹۵۸ء عہ ر

صرف جنتری ۱۰ر اس کے علاوہ ہر قسم کے مذہبی و نادر کتب ہمارے پاس موجود ہیں فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔

منیجر کتب خانہ حیدری چھتہ بازار حیدرآباد دکن

مطبوعہ جامعہ عثمانیہ

ریاضی سائنس فلسفہ۔ تاریخ۔ سوانحیات۔ عمرانیات۔ نفسیات۔ انجینئرنگ ب و جراحی اور دیگر فنون کی نادر مطبوعات جن کے تمام تراجم جامعہ عثمانیہ سے شائع ہو چکے تھے اور جن کو سارے ادبی حلقوں میں غیر معمولی شہرت قبولیت حاصل ہو چکی ہے صرف ہم سے مل سکتے ہیں۔

نوٹ۔ فہرست مفت بھیجی جائے گی

پاکستان والے ذیل کے پتہ سے کتب فہرست طلب کریں ۳۶۱۰۹

بک لینڈ ۱۲ محمد بلڈنگ ہرمز جی اسٹریٹ بندر روڈ کراچی نمبر ۱

(پوسٹ بوکس)

کتب خانہ حیدری چھتہ بازار حیدرآباد دکن

شیخ ممتاز حسین جونپوری پرنٹر و پبلشر نے سرفراز قومی پریس میں چھپوا کر دفتر سرفراز نادان محل روڈ لکھنؤ سے شائع کیا

امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر نصرت اہل بیت علیہم السلام کا فریضہ ادا کیجئے

تفصیل چندہ ممبری:۔

(۱) سرپرستان مشن	کم از کم	پانچسو روپیہ یکمشت
(۲) مربیان مشن	"	ایک سو روپیہ "
(۳) ممبران دوامی (لائف ممبر)	کم از کم	پچاس روپیہ سالانہ (یا بدفعات پانچ یا دس)
(۴) ممبران خصوصی	کم از کم	پانچ روپیہ سالانہ
(۵) ممبران عمومی	"	ایک روپیہ "

سرپرستان و مربیان مشن کی خدمت میں تمام قدیم رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں۔

ممبران دوامی و ممبران خصوصی کو ممبری کے بعد ہونے والے تمام رسائل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے رہتے ہیں۔ ممبران دوامی اگر سابق کے رسائل چاہیں تو صرف نصف چارج کی جاوے گی۔

ممبران عمومی کو بشرط طلب ممبری کے بعد شایع ہونے رسائل صرف نصف پر دیئے جاویں گے۔

نوٹ:۔ آپ کے اس ادارے کی ممبری ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ہے۔ ہم جو رقم یا چندہ لیتے ہیں وہ بصورت واپس بھی کر دیتے ہیں اور اس کی بچت سے ہزاروں کی تعداد رسائل دنیا کے گوشے گوشے میں غیر اقوام کے ہاتھوں تک پہونچ کر اہل بیت علیہم السلام کے تعلیمات کی روشنی میں اسلام سے روشناس بنا رہی ہے۔

خادم ممبری اور فہرست رسائل فوراً طلب فرمالیجئے۔

الداعی الی الخیر:۔ سید ابن حسین نقوی آنریری سکریٹری امامیہ

www.kitabmart.in

کسی کو مقابلہ کے لیے کبھی مت بلاؤ اور اگر تمھیں کوئی مقابلہ کیلئے چیلنج کرے تو تم اسکے چیلنج کو قبول کرو

...ت معطیان آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ

بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۷ء

...ردار علی صاحب وکیل بلگرام ضلع ہردوئی عہ اشفاق حسین ڈیولپمنٹ کمشنر شاہ جہاں روڈ نئی دہلی عہ آغا قاسم صاحب قزلباش کٹڑہ ابو تراب خاں لکھنؤ صہ مخدوم ...در مولوی سید کلب عباس صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد عہ ...یاد گار حسین صاحب موضع اسندہ ضلع بارہ بنکی عہ ...سید ابو الحسن صاحب رضوی کوٹھی افیون پرتاب گڑھ عہ ...دین علی خاں صاحب بالقابہ دیوگاؤں ضلع فیض آباد عہ ...ام علی حاتم صاحب اکسٹرائی انسپکٹر جون پور عہ ...بدار حسین صاحب نقوی کشمیری محلہ لکھنؤ عہ نواب سلیمان قدر ...ہ لکھنؤ صہ کنور محمد یاور حسین خاں صاحب دیوگاؤں ضلع ...باد صہ شری عابد علی جعفر بھائی صاحب نائب وزیر صحت ...ت ہند نئی دہلی مار مولوی سید نجم الحسن صاحب زیدی ...بھیٹا ضلع بارہ بنکی عہ سید محمد شبر صاحب رضوی ...وئی ضلع فیض آباد صہ سید عاشق حسین صاحب قصبہ کڑا ...لہ آباد سے عہ عابد علی خاں صاحب پھلی محال لکھنؤ للعہ ۲۵ سید ...ن حسین صاحب رضوی حسین آباد ضلع پلامون عہ سید ...ن صاحب انکم ٹیکس آفس آرہ عہ آنریبل سر سید فضل علی ...ب بالقابہ گورنر آسام شیلانگ عہ سید زین العابدین ...ب سب انسپکٹر پولیس شیر گھاٹی ضلع گیا صہ سید زین العابدین ...ب دفتر سپرنٹنڈنگ انجینیر الیکٹرک انسپکٹر بہار پٹنہ للعہ سید وقار حیدر ...ب زیدی مارہرہ ضلع ایٹہ عہ سید دلدار حسین صاحب ...ری وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ للعہ سید مجاہد حسین صاحب ...ی محلہ کٹڑہ بارہ بنکی صہ نواب سید قاسم عباس صاحب ...شمس آباد ضلع فتح گڑھ عہ سید صفدر رضا صاحب

ہیڈ ماسٹر ڈومریا گنج ضلع بستی عہ ڈاکٹر غلام السیدین صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ مہدا دل ضلع بستی عہ سید غلام عباس صاحب کاظمی فارم سپرنٹنڈنٹ مرزا پور عہ پروفیسر سید نجم الدین صاحب نقوی قلعہ رام پور عہ سید رضا حسین صاحب نائب ناظر کلکٹر مرزا پور عہ سید ماجد حسین صاحب گڑھی کلاں الہ آباد سے آغا کرار حسین صاحب رئیس بسنت پور ضلع گورکھپور ۴۵ سید اختر احسن صاحب ڈسٹرکٹ جج گورکھپور صہ سید اعجاز احسن صاحب ڈی۔ ایم۔ او۔ ایچ۔ آفس اعظم گڑھ للعہ سید محمد سعید صاحب رئیس انبارہی ضلع اعظم گڑھ عہ ڈاکٹر اے۔ ایم۔ حکیم صاحب سول سرجن فتح پور صہ سید محمد امیر صاحب ایڈوکیٹ مظفر عہ حکیم سید اجمل حسین صاحب بہرہ سادات ضلع بجنور عہ والدہ صاحبہ نواب سید محمد صادق صاحب صفوی شمس آباد ضلع فتح گڑھ صہ سجاد حسین صاحب پنشنر اور سپرنٹنڈنٹ پٹن رام پور صہ سید محمد مہدی صاحب اکسائز سپرنٹنڈنٹ پٹن چیرا آندھرا پردیش للعہ سید علی احمد صاحب مشن ہائی اسکو نصیر آباد راجپوتانہ للعہ الحاج سید محمد اسماعیل صاحب محـ کرنیل گنج کان پور صہ شیخ مظفر حسین صاحب بنجاری ٹولہ لکھ عہ سید مظہر حسین صاحب B57 نیو فارسٹ دیرہ دون عہ سید مسعود حسن صاحب رئیس انبارہی ضلع اعظم گڑھ سے س علی مظہر صاحب عابدی واصلباتی نویس تحصیل موتھ ضلع جھا سے سید اطہر حسین صاحب صدر قانون گو محلہ بابوزئی شاہ عہ کاظم مہدی صاحب نقوی کوآپریٹو انسپکٹر زرینی ضلع عہ محمد فخر عالم صاحب ایڈوکیٹ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کونسل بدایوں صہ خان بہادر حاجی سید محمد عباس صاحب چھتاری علی گڑھ عہ سید ظفر عالم صاحب اسسٹنٹ ٹیچر دیوبند حیدرآ دکن صہ مولانا بنیاد علی صاحب قبلہ ۹..... روڈ رچمنڈ ٹا بنگلور عہ اے۔ ایچ۔ جعفری صاحب گارڈ صاحب بہار عہ سید مبارک غنی صاحب رضوی شکر کوٹی اسٹریٹ او میواڑ مار سید قربان علی صاحب اسٹیشن ماسٹر اٹاری جنکشن ضمانت عباس صاحب خلف علی عباد صاحب گارڈ محمد پوری غا

www.kitabmart.in

اپنے دوست سے بہ حد مناسب محبت کرو ممکن ہے کسی دن وہ دشمن ہو جائے

ھنگ پورہ جبل پور عہ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ موہانی کٹرہ ابوتراب خاں	رئیس بہرائچ ضلع رائے بریلی عہ مرزا کاظم حسین ع
کھنؤ صہ سید فیاض حسین صاحب صفی پور ضلع اناؤ عہ سید	وکیل لکھنؤ ۲۵ر ڈاکٹر محمد علی صاحب رضوی زید پور
شیر حسن صاحب عابدی ایڈوکیٹ صدر اتر پردیش شیعہ کانفرنس	ضلع کان پور للعہ مسٹر حسن علی آدموانی صاحب کمپ
ازی پور معہ اصغر علی صاحب صہ طیب علی صاحب عا فرخ الدین	للعہ ۵۶ر سید ہادی حسین صاحب بخاری ٹولہ لک
اح بھائی صاحب صہ ولی بھائی صاحب صہ ایس حاتم بھائی	سید محمد راحم صاحب اسسٹنٹ ماسٹر لیچ آباد ضلع لکھنؤ
صاحب عا (ساکنان لاؤش روڈ لکھنؤ) سید غلام حیدر صاحب	میزان: سامعین

"کتب خانہ" لکھنؤ کے مخصوص مطبوعات

بس کربلا (حصہ اوّل و دوم) حصہ اول میں میر انیسؒ۔ میر نفیسؒ۔ میر انسؒ۔ میر مونسؒ۔ اور میر مانوسؒ۔ کے نوحے اور دوسرے
جلیسؒ۔ عاشقؒ۔ فائزؒ۔ فائقؒ۔ واصفؒ اور آصفؒ مدظلہ کے نوحہ جات پہلی بار منظر عام پر لائے گئے ہیں۔ قیمت ہر دو حصص ۱۰ر
سیر کربلا۔ اس بیاض میں مرزا دبیر اعلی اللہ مقامہ کے مکی اور نادر نوحے پیش کئے گئے ہیں قیمت ۵ر یا ۳۲ ن
اض بکاؤ (تاریخوار نوحوں کی نئی بیاض)..... از ریاض جرولی ..... " ۵ر یا ۳۲ ن
رفع بیتاب (تاریخوار نوحوں کی نئی بیاض) از بیتاب لکھنوی ..... " ۸ر یا ۵۰
شہید ناز۔ جناب ریاض جرولی کا معرکہ آرا نیا مسدس ..... " ۳ر یا ۱۹
م معصومینؑ۔ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی شان میں بلند پایہ شعراء کے قصائد " ۵ر یا ۳۲
زینۂ مناقب۔ مجرب مناجاتوں کا مختصر ذخیرہ ..... " ۵ر یا ۳۲
ین بیتی۔ ہندستان کے مشہور اور فرد فرید ذاکر جناب سید نجم الحسن جاں نثار کی دو مختصر مجلسیں ہندی زبان اور اردو رسم الخط میں ۳ر یا ۱۹
عائے نور (مترجم) نیز دیگر ضروری دعاؤں کے ..... " ۴ر یا ۲۵
ریث کساء (مترجم) ..... " ۲ر یا ۱۳
ب سیدہؑ کی کہانی۔ وہ مقبول عام کہانی جس کے ذریعہ تمام مومنین و مسلمین اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں ..... " ۲ر یا ۱۳
ریخ علم۔ از مرغوب چاند پوری ..... " ۲ر یا ۱۳

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین نقوی، مالک کتب خانہ اکبری دروازہ چوک لکھنؤ

www.kitabmart.in

سرفراز "متاع رباب نمبر" فنڈ

سرفراز انشاء اللہ "متاع رباب نمبر" کے نام سے جو اسپیشل نمبر شایع کرنا چاہتا ہے اور جس کے لیے تمام افراد ملت دینی بہنوں اور بیٹیوں سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ اس نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں ادارۂ سرفراز کی امداد فرمائیں۔ اس سلسلے میں افراد ملت کے عطایا کی تفصیل برابر شایع ہو رہی ہے۔ اس عرصہ میں جن دردمندان ملت نے امداد فرمائی ہے ان کے اسماء مع رقوم عطایا درج ذیل ہیں۔ دیگر افراد ملت سے بھی استدعا ہے کہ وہ بھی اس امر خیر میں حصہ لے کر روح معصوم عالم کو شاد کریں اور رضائے الٰہی کا شرف حاصل کریں۔

(خادم ملت) سید انصار حسین رضوی، منیجر سرفراز لکھنؤ

اسمائے گرامی معطیان	ضلع	رقم عطیہ
عالی جناب مومنات پولے زسی پیدہ توسط جناب ذوالفقار علی صاحب کنٹریکٹر	میسور	۵۰۱
" راجہ سید احمد مہدی صاحب بالقابہ ایم ایل اے آف پیر پور	لکھنؤ	۵۰۱
" بیگم رضیہ کاظم رضا صاحب	نئی دہلی	۵۰
" منجھلی راجکماری صاحبہ بالقابہا آف پیر پور	لکھنؤ	۵۰
" منجھلی راجکماری صاحبہ " "	"	۵۰
" مراد میاں صاحب "	"	۵۰
" نگہت بی بی صاحبہ "	"	۵۰
" سید اصغر عباس صاحب ایم۔ اے	سہارن پور	۵۰
" سید ممتاز علی صاحب زیدی	ایلچپور	۵۰
" سید حسین علی صاحب زیدی	"	۵۰
" بیگم صاحبہ حاجی سید محمد رضا صاحب	شاہ آباد	۵۰
" الحاج سید محمد حسنین صاحب	دہرہ دون	۱۱۰۰
" کنیز زہرا صاحبہ بیوہ حاجی محمد سبطین صاحب (سید نگلی)	مراد آباد	۱۰۱
" بیگم صاحبہ سید محمد حسنین صاحب زیدی	بلند شہر	۱۰۰
" سید اظہار حسین صاحب	شاہ آباد	۱۰۰
" طاہرہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید آفتاب حسین صاحب	گورکھپور	۱۰۰
" خدیجہ بیگم صاحبہ بذریعہ اے آر خانصاحب کنٹریکٹر	نینی تال	۱۰۰
" بیگم صاحبہ الحاج سید محمد رضا صاحب	دہرہ دون	۱۰۰

www.kitabmart.in

نمبر شمار	اسمائے گرامی معطیان	ضلع	رقم عطیہ
۹۲	عالیجناب شمسہ کبریٰ رضی سلمہا	الہ آباد	عہ/
۹۳	" بلقیس بیگم صاحبہ بذریعہ ایم' کے علی خاں صاحب	بمبئی	عہ/
۹۴	" سید محمود احسن صاحب کاظمی ایم' اے	گریڈیہ	عہ/
۹۵	" صالحہ موسوی صاحبہ بتوسط جناب سید علی جعفری	حیدر آباد دکن	عہ/
۹۶	" مرزا حسین احمد صاحب صدر امین پبلک لائبریری	سہارنپور	عہ/
۹۷	" سید شمشاد حسین صاحب سلمہ ابن جناب سید شجر الحسن صاحب نقوی انسپکٹر پولیس	کان پور	عہ/
۹۸	" بیگم صاحبہ جناب سید نذر عباس صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس	"	عہ/
۹۹	" " سید محمد عابد صاحب سب انسپکٹر پولیس	"	عہ/
۱۰۰	" عندلیب زہرا سلمہا کاموں پوری	علی گڑھ	عہ/
۱۰۱	" شبیہہ زہرا سلمہا "	"	عہ/
۱۰۲	" والدہ محترمہ جناب حکیم مرزا محمد علی صاحب قبلہ	لکھنؤ	عہ/
۱۰۳	" بیگم صاحبہ سید زاہد حسین صاحب	شاہ آباد	عہ/
۱۰۴	" " سید نائب حیدر صاحب	"	عہ/
۱۰۵	" سید محمد حسین صاحب ہاشمی جونپوری	الہ آباد	عہ/
۱۰۶	" سید شوکت حسین صاحب جیلر	"	عہ/
۱۰۷	" مرزا معشوق حسین صاحب	"	عہ/
۱۰۸	" سیدہ نرجس خاتون صاحبہ	گورکھپور	عہ/
۱۰۹	" سید آفتاب حسین صاحب رضوی	"	عہ/
۱۱۰	" بیگم صاحبہ سید بادشاہ حسین صاحب	دہرہ دون	عہ/
۱۱۱	" " سید محمد ہاشم صاحب	"	عہ/
۱۱۲	" " سید محمد محسن صاحب	"	عہ/
۱۱۳	" " سید سعید اختر صاحب	"	عہ/
۱۱۴	" " سید ابو طالب صاحب زیدی	"	عہ/
۱۱۵	" " سید محمد عقیل صاحب	"	عہ/
۱۱۶	" سید ابو طالب خاں صاحب بلگرامی	شاہ آباد	عہ/
۱۱۷	" اہلیہ " " "	"	عہ/
۱۱۸	" سید موسیٰ رضا صاحب	"	عہ/
۱۱۹	" بیگم صاحبہ سید محمد کاظم صاحب بلگرامی مرحوم	"	عہ/
۱۲۰	" " سید وصی صاحب " "	"	عہ/

www.kitabmart.in

میرے معاملے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے غلو کے ساتھ محبت کرنیوالے اور کینہ رکھنے والا دشمن

شمار	اسمائے گرامی معطیان	ضلع	رقم عطیہ
۱	عالیجناب سید امتیاز حیدر صاحب بلگرامی	شاہ آباد	۵۰/
۱	" سید کمال حیدر صاحب "	"	۵۰/
۱۲	" رمضان خاں صاحب، ملازم پیر پور	لکھنؤ	۵۰/
۱	" بیگم صاحبہ جناب مولانا سید حامد حسین صاحب رضوی عشروی	بہرائچ	۵۰/
۱	" دختر سلمہا " " "	"	۵۰/
۱	" دختر ثالث سلمہا سید ابن حسین نقوی	لکھنؤ	۵۰/
۱	" ایس، اے، اے، نقوی صاحب	ہردوئی	۵۰/
۱	" ڈاکٹر محمد انیس حسین صاحب (ڈیبائی)	بلند شہر	۵۰/
۱	" سید نظیر فاطمہ صاحبہ	سہارن پور	۵۰/
۱	" کنیز فاطمہ صاحبہ بیگم جناب سید سلطان حسین صاحب	"	۵۰/
۱	" ثریا خاتون صاحبہ	"	۵۰/
۱	" شیخ مرتضیٰ حسین صاحب سوداگر جفت	"	۵۰/
۱۰	" سیدہ عزیز فاطمہ صاحبہ	"	۱۰/
۱	" بیگم صاحبہ سید رضا صاحب جعفری (اترولہ)	گونڈہ	۱۰/
۱	" سید مسعود حسن صاحب رضوی	"	۱۰/
۱	" بیگم صاحبہ سید ابن حیدر صاحب مرحوم	شاہ آباد	۱۰/
۱	" " سید محمد ہادی صاحب	"	۱۰/
۱	" شاکرہ بیگم صاحبہ	"	۱۰/
۱	" تقیہ بیگم صاحبہ	"	۱۰/
۱	" دختر سلمہا سید الطاف حسین صاحب	بہرائچ	۱۰/
۱	" محمد ظہیر صاحب ریٹائرڈ	گورکھپور	۱۰/
۱	" ہمشیرہ صاحبہ سید ابو جعفر صاحب	شاہ آباد	۱۴/
۱	" بیگم صاحبہ " "	"	۱۴/
۱	" " سید محمد میاں صاحب	"	۱۴/
۱	" التفات فاطمہ صاحبہ	"	۱۴/
۱	" اولاد فاطمہ صاحبہ	"	۱۴/
۱	" وجاہت فاطمہ صاحبہ	"	۱۴/
۱	" بیگم صاحبہ سید ابو محمد صاحب	"	۱۴/

میزان	۱۸۱
میزان سابق	۱۸۴۵/
جملہ رقم موصولہ	۲۰۲۶/

www.kitabmart.in

اس دن کے غم کو جو ابھی نہیں آیا ہے اس دن کی پیٹھ پر مت لاد جو آ چکا ہے

معطیان کا زرّین سلسلہ

(قسط ہشتم)

۱۳۶۱ھ کی واحد یادگار آپ کا "یادگار حسینی ہائر سکنڈری اسکول" الہ آباد ہے جس کے لیے اس وقت عمارت کی خریداری کا مسئلہ درپیش ہے اور ہم برابر افراد ملت سے امداد کی التجا کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں جو رقوم وصول ہو رہی ہیں ان کی اشاعت سرفراز کے ذریعہ کی جا رہی ہے۔ اس عرصہ میں جو رقوم وصول ہوئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ہم ان سب حضرات کے لیے درگاہ احدیت میں دست بدعا ہیں اور دیگر افراد ملت سے ملتجی ہیں کہ وہ بھی اپنے عطایا ماہ رجب کے اس متبرک مہینہ میں عنایت فرمائیں اور بارگاہ علوی سے اجر حاصل کریں۔

طالب خیر: رضی الدین حیدر ایم اے منیجر یادگار حسینی ہائر سکنڈری اسکول الہ آباد

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سکونت	رقم
۱	عالیجناب سید عباس حسینی صاحب	الہ آباد	۲۵۰ روپیہ
۲	" سید مظفر حسین صاحب موسوی	دہلی	۱۰۰ "
۳	" سید محمد مہدی صاحب سپرنٹنڈنٹ آبکاری	حیدرآباد دکن	۱۰۰ "
۴	" پروفیسر سید محمد رفیق صاحب	الہ آباد	۵۰ "
۵	" عسکری بیگم صاحبہ	حیدرآباد دکن	۲۰ "
۶	" نواب مظفر علی خاں صاحب	"	۲۰ "
۷	" سید یوسف علی صاحب	"	۱۰ "
۸	" سید ہادی حسین صاحب بلگرامی	"	۱۰ "
۹	" سید نصر الدین احمد صاحب	"	۵ "
۱۰	" مرزا محمد جعفر شیروانی صاحب	"	۵ "
۱۱	" سید کربلائی حسین صاحب	سری مرادآباد	۵ "
۱۲	" حکیم مصطفےٰ حسین صاحب	"	۵ "
۱۳	" کنیز زینب علیا صاحبہ	اترولہ۔ گونڈہ	۵ "
۱۴	" رئیس احمد صاحب	الہ آباد	۳ "
۱۵	" سید ہادی حسن صاحب	علی گڑھ	۲ "
۱۶	" تہذیب الحسن صاحب	دہلی	۲ "
۱۷	" انور حسین صاحب	"	۲ "
۱۸	" محمد تقی صاحب نقوی	"	۲ "
۱۹	" سید مصطفےٰ احمد صاحب	"	۲ "
۲۰	" سید امیر حیدر صاحب	"	۲ "

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سکونت
۲۱	عالیجناب سید عباس حیدر صاحب	دہلی
۲۲	" سید ناصر رضا صاحب	"
۲۳	" سید محمد ضیاء صاحب	مرادآباد
۲۴	" حکیم وصی احمد صاحب	"
۲۵	" سید محمد مجتبیٰ صاحب	حیدرآباد
۲۶	" ایس ایم صادق صاحب حیدری	"
۲۷	" سید ظفر حسین صاحب	مرادآباد
۲۸	" نصیر احمد خاں صاحب	الہ آباد
۲۹	" محمد جمیل صاحب	دہلی
۳۰	" امیر الدین صاحب	"
۳۱	" محمد لئیق صاحب	"
۳۲	" عبد المقتدیر صاحب	"
۳۳	" کنور ارشاد علی صاحب	"
۳۴	" سید حامد حسین صاحب	علی گڑھ
۳۵	" سید زین العباد صاحب تقوی	"
۳۶	" سید وقار حسن صاحب	"
۳۷	" محمد قاسم صاحب	"
۳۸	" سید ضیغم حسین صاحب	"
۳۹	" سید مہدی حسن صاحب	"
۴۰	" محمد فیض اللہ صاحب	الہ آباد

www.kitabmart.in